بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بسلسلہ
اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام

اضافہ واصلاح شدہ
جدید ایڈیشن

ماہِ ربیع الاوّل

کے فضائل واحکام

وحقوق النبی ﷺ



مؤلف
مُفتی محمّد رضوان خان

ادارۂ غفران
راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) (اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن)

ماہِ ربیعُ الاوّل

کے

فضائل واحکام

(وحقوقُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

قرآن وسنت کی روشنی میں اسلامی سال کے تیسرے مہینے ’’ربیع الاول‘‘
سے متعلق فضائل ومسائل، احکامات وہدایات، منکرات ورسومات
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی تفصیل وتشریح

مؤلف

مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

نام کتاب: ماہِ ربیع الاوّل کے فضائل واحکام (مع حقوق النبی)

مؤلف: مفتی محمد رضوان خان

طباعتِ اوّل: ربیع الاول 1423ھ، مئی 2002ء۔ طباعتِ پنجم: ربیع الآخر 1441ھ دسمبر 2019ء

صفحات:

ملنے کے پتے

فہرست

مضامین 	صفحہ نمبر 
تمہید (من جانبِ مؤلف)	20
حصہ اول	23
ماہِ ربیع الاوّل کے فضائل واحکام	24
ماہِ ربیع الاوّل اسلامی سال کا تیسرا مہینہ	//
ربیعُ الاوّل کے معنیٰ	//
(باب نمبر 1) ربیعُ الاوّل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وفات	26
ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت	//
عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت	27

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی روایت	27
قیس بن مخرمہ کی روایت	29
محمد بن جبیر کی روایت	//
امام نووی کا حوالہ	30
اس باب کا خلاصہ	//
(فصل نمبر 1) **نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخِ ولادت باسعادت**	31
امام نووی کا حوالہ	32
عبدالقادر بن ابی الوفاء قرشی کا حوالہ	33
علامہ ابنِ کثیر کا حوالہ	//
محمد بن یوسف صالحی شامی کا حوالہ	38
مؤرخ عبدالملک بن حسین مکی عصامی کا حوالہ	39
مولانا محمد ادریس کاندھلوی کا حوالہ	//
مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی کا حوالہ	40
محمود پاشا فلکی اور مولانا مفتی محمد شفیع کا حوالہ	//
اس فصل کا خلاصہ	42

(فصل نمبر 2) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخِ وفات	43
عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد سہیلی کا حوالہ	//
علامہ ابنِ ملقن کا حوالہ	45
علامہ ابنِ حجر کا حوالہ	46
حافظ عراقی کا حوالہ	51
اس فصل کا خلاصہ	58
(فصل نمبر 3) تاریخِ ولادت ووفات میں اختلاف اور ایک مہینہ میں جمع ہونے کی حکمت	60
تاریخ ولادت اور تاریخ وفات میں اختلاف کی حکمت	//
ولادت اور وصال کے ایک مہینہ میں جمع ہونے کی حکمت	61
ولادت، ربیع الاول اور پیر کے دن ہونے میں حکمت	63
اس فصل کا خلاصہ	68

(باب نمبر2) ماہِ ربیعُ الاوّل کی فضیلت	69
ماہِ ربیع الاول کی فضیلت کس طرح حاصل کی جائے؟	74
اس باب کا خلاصہ	77
حصہ دوم	79
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسب ونسب اور سیرت وصورت	80
(باب نمبر1) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسب ونسب اور مقام ومرتبہ	81
واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی حدیث	82
انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث	84
ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث	//
ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث	86
عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی حدیث	87
عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث	88

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	89
عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	91
ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث	92
حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	94
ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	95
جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	98
اس باب کا خلاصہ	101
(باب نمبر2) **نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیّبہ واخلاقِ حسنہ کی ایک جھلک**	102
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن کا عملی نمونہ	//
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے	107
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سب سے عمدہ وعالی	109
نبی صلی اللہ علیہ وسلم فاحش اور متفحش نہیں تھے	111
نبی صلی اللہ علیہ وسلم شور مچانے اور برائی کا بدلہ لینے والے نہیں تھے	//
اچھے اخلاق والوں کی فضیلت	113
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اخلاق کا نمونہ	116

اس باب کا خلاصہ	125
(باب نمبر 3) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ وحسن وجمال کی ایک جھلک	126
براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث	//
انس رضی اللہ عنہ کی حدیث	128
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	131
ابو طفیل رضی اللہ عنہ کی حدیث	133
علی رضی اللہ عنہ کی حدیث	134
انس اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی احادیث	137
ربیع بنتِ معوذ رضی اللہ عنہا کی حدیث	145
براء اور جابر رضی اللہ عنہما کی حدیث	147
ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث	149
ابو ہریرہ اور جابر رضی اللہ عنہما کی حدیث	151
عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث	157
اس باب کا خلاصہ	159

حصہ سوم	161
حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم	162
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امت پر بنیادی حقوق	//
(باب نمبر 1) **اطاعتِ رسول واتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم**	164
قرآن مجید میں اللہ کے ساتھ رسول کی اطاعت کا حکم	//
ہر رسول کی اطاعت واتباع کا قرآنی حکم	166
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق اپنی جانوں سے بھی زیادہ	169
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کی اطاعت اور نہی سے اجتناب کا حکم	170
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام وحی میں داخل اور ضلالت سے پاک	172
اس باب کا خلاصہ	174
(فصل نمبر 1) **نبی کی اطاعت کے ثمرات اور مخالفت کے نقصانات**	175
اللہ اور رسول کی اطاعت سے انعام یافتہ ہستیوں کی معیت	//
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسوۂ حسنہ	176

	اللہ اور رسول کی رضا کا حق زیادہ ہے	176
	نبی کی اتباع کرنے والوں کا نبی سے تعلق	177
	اللہ اور رسول کی نافرمانی پر وعیدیں	178
	نبی کی اطاعت اور نافرمانی کرنے والوں کی مثال	180
	نبی پر ایمان لانے سے جان و مال کی حفاظت	182
	نبی کو سننے والے پر ایمان لانا ضروری ہے	183
	اطاعتِ رسول اور عصیانِ رسول، اللہ کے حکم و نافرمانی میں داخل	189
	نبی کی اطاعت کرنے والوں کی کثرت	191
	نبی پر دیکھے بغیر ایمان لانے کی فضیلت	192
	نبی کے متبعین میں اہلِ خیر کی یکے بعد دیگرے آمد کا سلسلہ	199
	اپنی خواہشات، حکمِ نبی کے تابع کرنے کا حکم	200
	نبی کی سنت سے اعراض پر وعید	202
	نبی کا طریقہ، سب سے بہترین طریقہ	206
	کتابُ اللہ اور سنتِ رسولُ اللہ، گمراہی سے حفاظت کا ذریعہ	208
	اس فصل کا خلاصہ	211
	(فصل نمبر 2) **صحابۂ کرام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع**	212
	عبداللہ بن عمرو کے چادر جلانے کا واقعہ	//

ایک صحابی کے اپنا قبہ منہدم کرنے کا واقعہ	213
وائل بن حجر اور خریم اسدی کا سر کے بال کاٹنے کا واقعہ	218
حکمِ نبی پر صحابی کے مسجد سے باہر بیٹھنے کا واقعہ	222
صحابیہ کا حکمِ نبی پر موت تک گھر میں نماز پڑھنے کا واقعہ	226
جثامہ کا سونے کی کرسی سے اعراض کا واقعہ	227
اس فصل کا خلاصہ	228
(باب نمبر2) **محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم**	230
قرآن مجید میں اللہ کے رسول کی محبت کا ذکر	//
انس رضی اللہ عنہ کی حدیث	231
انس رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث	//
انس رضی اللہ عنہ کی تیسری حدیث	232
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	233
اس باب کا خلاصہ	234
(فصل نمبر1) **نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم**	235
عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا ارشاد	//

زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ	236
ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ	237
عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ	241
کبشہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ	242
ہجرت کے وقت کا ایک واقعہ	243
ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ	246
انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا واقعہ	247
ایک انصاری صحابیہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ	248
علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد	249
اس فصل کا خلاصہ	250
(فصل نمبر2) **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا معیار اور پہچان**	251
قرآن کی رُو سے اتباعِ رسول، اللہ کی محبت کی دلیل	252
محبت کا معیار، محبوب کی اطاعت	253
اس فصل کا خلاصہ	255

(باب نمبر 3) **عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم**	256
رسول سے پیش قدمی کرنے کی ممانعت	//
نبی کی آواز سے اونچی آواز کرنے کی ممانعت	257
عمر رضی اللہ عنہ کا مسجدِ نبوی میں بلند آواز سے منع فرمانا	259
رسول کو ایک دوسرے کی طرح بلانے کی ممانعت	260
نبی کی تعظیم ونصرت کرنے والے کامیاب ہیں	//
نبی ﷺ کے ادب کرنے کا حکم	261
اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچانے کی وعید	//
اس باب کا خلاصہ	263
(فصل نمبر 1) **صحابۂ کرام اور نبی ﷺ کا ادب واحترام**	264
نبی ﷺ کے موئے مبارک ہاتھوں میں لینے کا واقعہ	//
نبی ﷺ سے ذرہ برابر انحراف نہ کرنے کا واقعہ	265
نبی ﷺ کے ادب کی وجہ سے نظر نہ اٹھانے کا واقعہ	//
نبی ﷺ کے سامنے ادب سے بیٹھنے کا واقعہ	267
نبی ﷺ کے ادب واحترام کے چند نمونے	269

نبی ﷺ کے برابر میں نماز نہ پڑھنے کا واقعہ	271
نبی ﷺ کے دروازے پر ناخنوں سے دستک دینے کا واقعہ	272
اس فصل کا خلاصہ	275
(باب نمبر 4) **درود وسلام علی النبی**	276
قرآن میں نبی پر درود اور سلام کا حکم	//
درود وسلام پر عظیم اجر وثواب کی احادیث	279
ایک مرتبہ درود بھیجنے پر دس رحمتوں کا نزول	283
دس نیکیوں کے حصول اور دس گناہوں کی معافی کی فضیلت	//
کثرتِ درود کی وجہ سے بروزِ قیامت نبی کی قربت	286
ذکرِ نبی ﷺ پر درود نہ پڑھنے پر وعید	289
سلام پہنچانے کے لیے فرشتوں کا روئے زمین پر گشت کرنا	291
اس باب کا خلاصہ	294
(فصل نمبر 1) **صحابۂ کرام اور درود شریف**	295
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث	//

کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	296
ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث	297
طلحہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	298
ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث	299
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	302
ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد وسلام	308
اس فصل کا خلاصہ	316
(خاتمہ) **''صحابۂ کرام'' نبی ﷺ کے حقوق کی پہچان وادائیگی کا معیار**	316
عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	//
عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث	318
انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث	319
انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث	321
معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی حدیث	323
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث	324

اس بحث کا خلاصہ	327
حصہ چہارم	329
ماہِ ربیع الاوّل سے متعلق منکرات واصلاحات	330
بارہ ربیعُ الاوّل کو قرآن خوانی وایصالِ ثواب	//
بارہ ربیعُ الاوّل کا کھانا اور سبیلیں	334
ربیعُ الاوّل میں قبروں کے منکرات	343
بارہ ربیعُ الاوّل کا روزہ	345
بارہ ربیعُ الاوّل کو کاروبار اور چھٹی کا حکم	346
ایک اہم وضاحت	347
حصہ پنجم	349
میلادُ النّبی	350
حقیقی ورسمی میلاد	//

(باب نمبر1) **رسمی ’’میلاد‘‘ کے منکرات**	365

(1)......رسمی ’’میلاد‘‘ ایک نوایجاد عمل	//
(2)......بارہ ربیعُ الاوَّل کے دن کوعید قرار دینا	378
(3)......نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا صدمہ یاعیدِ میلاد	382
(4)......بارہ ربیعُ الاوَّل کی تخصیص	393
(5)......نیتوں میں اخلاص نہ ہونا	//
(6)......غیروں کے ساتھ تشبہ	394
(7)......ایذا رسانی اور گزرگاہوں کا نازیبا استعمال	398
(8)......بیتُ اللہ اور قبرِ نبوی کی شبیہ اور نازیبا حرکات	400
(9)......اسراف وتبذیر اور چراغاں	403
(10)......نمازوں میں کوتاہی	410
(11)......بے پردگی وبدنظری	413
(12)......چندہ کرنا اور لوگوں سے مانگنا	414
(13)......غناء اور موسیقی	415
(14)......نعتِ رسول اور اس کی شرائط کا عدمِ لحاظ	451
(15)......نعت گوئی میں اخلاص کی کمی	467
(16)......نبی علیہ السلام کی طرف صفاتِ الٰہی کی نسبت اور غلو	474

(17)......نبی علیہ ﷺ کی تعریف اور دوسرے نبی کی تنقیص	489
(18)......موضوع اور غیر مستند باتوں کی آمیزش	493
(19)......اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی خلاف ورزی	499
اس باب کا خلاصہ	500
(باب نمبر2) چند مستدلات پر ایک نظر	501
”مائدہ“ کے نزول کو عید قرار دینے سے استدلال	//
عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے دن پر سلام سے استدلال	502
نبی علیہ ﷺ کے باعثِ رحمت اور اس پر خوش ہونے سے استدلال	503
خاص دنوں کو یاد کرنے سے استدلال	504
ابولہب کے عذاب میں تخفیف سے استدلال	505
نبی علیہ ﷺ کی ولادت کے دن روزہ رکھنے سے استدلال	507
فرعون سے نجات پر خوشی سے استدلال	510
”وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ“ سے استدلال	512
”وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ“ سے استدلال	513
”اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ“ سے استدلال	514
نبی علیہ ﷺ کے مدینہ منورہ میں داخلہ کی خوشی سے استدلال	515

”بدعتِ حسنہ“ سے استدلال	518
نبی علیہ السلام کی یاد تازہ ہونے سے استدلال	//
بعض اہلِ علم کی عبارات سے استدلال	//
اصولی بات	519
(خاتمہ) ماہِ ربیع الاول کے چند اہم تاریخی واقعات	521
پہلی صدی ہجری کے اجمالی واقعات	//
دوسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات	524
تیسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات	531
چوتھی صدی ہجری کے اجمالی واقعات	545
پانچویں صدی ہجری کے اجمالی واقعات	554
چھٹی صدی ہجری کے اجمالی واقعات	558
ساتویں صدی ہجری کے اجمالی واقعات	563
آٹھویں صدی ہجری کے اجمالی واقعات	566
تو عاشقِ رسول ہے	569
اصحابِ رسول	570

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(من جانبِ مؤلف)

اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام کے سلسلے میں ''ماہِ ربیع الاول کے فضائل واحکام'' کے عنوان سے بندہ کا ایک رسالہ ابتداء میں شائع ہوا تھا۔

لیکن جس زمانے میں اس کو ترتیب دیا گیا تھا، اس وقت عربی مطوّل کتابوں کا ذخیرہ نایاب، یا کم یاب تھا، جس کی وجہ سے بہت سے مقامات پر اردو کتابوں سے استفادہ کرنے پر اکتفاء کیا گیا تھا، اور بہت سے مقامات پر اصل کتابوں کے مراجع تک رسائی حاصل نہیں ہوسکی تھی۔

بعد میں جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے عربی مطوَّلات کا ذخیرہ عطا فرمایا، تو ان کی طرف مراجعت کرنے سے متعدد حوالہ جات میں اصلاحات واضافات کی ضرورت محسوس ہوئی۔

اس لئے بندہ نے اس رسالہ کی دوسری اشاعت کے وقت، رسالہ میں موجود قرآنی آیات، احادیث، فقہی وعلمی عبارات وحوالہ جات اور ان کی تفسیر وتشریح اور راجح ومرجوح ہونے کے اعتبار سے اصل مآخذ اور بعض عربی کتب کی اصل عبارات کی طرف مراجعت کی، اور حتی الامکان عربی عبارات کو بھی متن، یا حواشی میں شامل کیا، اور بعض مفید عبارات کا بھی اضافہ کیا، اور بعض غیر معتبر وغیر مستند حوالہ جات وعبارات کو حذف کردیا۔

جس کے نتیجہ میں وہ رسالہ ایک کتاب کی شکل اختیار کرگیا، اور بحمداللہ تعالیٰ پہلے کے مقابلہ میں زیادہ معتبر ومستند ہوگیا۔

اب جبکہ اس کتاب کی جدید اشاعت کی ضرورت محسوس ہوئی، تو بعض مقامات پر مزید اضافہ جات کی ضرورت کا احساس ہوا، اور کچھ عبارات میں جہاں بے اعتدالی اور تشدد محسوس ہوا، وہاں اعتدال پیدا کرنے کی کوشش کی، اس طرح ایک مرتبہ پھر، اس میں غیر معمولی اضافہ

واصلاح کا اہتمام کیا گیا، جس کے نتیجہ میں اس کا حجم مزید بڑھ گیا، اور سہولت وآسانی پیدا کرنے کے لیے ترتیبِ جدید میں اس کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنے ،ابواب اور فصلوں کو قائم کرنے اور متعلقہ ابواب اور فصلوں کے آخر میں ان ابحاث کا خلاصہ بیان کرنے کا بھی لحاظ کیا گیا۔

اس طرح اب اس سے پہلے کی تمام اشاعتوں کے مقابلہ میں موجودہ اشاعت ، بندہ کے نزدیک زیادہ مستند ومعتبر ہے، اور مختلف پہلوؤں کے لحاظ سے مفصّل ومدلّل بھی ہے۔

لہٰذا اب ''ماہِ ربیع الاول کے فضائل واحکام'' نام کی اس کتاب کی موجودہ اشاعت کے حوالہ جات وتحقیقات کو بصورتِ تقابل ماقبل کی بنسبت راجح سمجھا جائے۔

بندہ کی بعض دوسری تالیفات پر بھی اس قسم کا کام جاری ہے۔واللہ الموفق۔

اللہ تعالیٰ اس عمل کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے اور بندہ اور بندہ کے معاونین سمیت جملہ مؤمنین ومؤمنات کے لئے دنیا وآخرت کے اعتبار سے مفید بنائے، اور اپنے قول وفعل میں بے جا تشدد اور افراط وتفریط سے بچا کر اور ہر قسم کے تعصّبات سے بالاتر ہوکر، اعتدال کو ملحوظ رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے، اور اپنی بات پر ضد وہٹ دھرمی قائم کرنے اور حق کی طرف رجوع کرنے میں عار محسوس کرنے سے نجات عطاء فرمائے، اور امتِ مسلمہ کو حق واعتدال پر متحد ومتفق ہونے کی توفیق عطاء فرمائے، اور ہر قسم کے منکرات سے محفوظ فرمائے۔آمین۔

فقط

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

محمد رضوان خان

30/ جمادی الاولیٰ/1440ہجری 6/فروری/2019عیسوی، بروز بدھ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

حصہ اول

ماہِ ربیع الاول کی فضیلت

اس مہینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور وفاتِ مبارکہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخِ ولادت اور تاریخِ وفات میں اختلاف اور اس کی حکمت

ولادت باسعادت اور وفاتِ مبارکہ، ایک مہینہ میں جمع ہونے کی حکمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہِ ربیعُ الاول کے فضائل واحکام

ماہِ ربیعُ الاوّل اسلامی سال کا تیسرا مہینہ

اسلامی سال کا آغاز محرم کے مہینے سے ہوتا ہے اور اس کے بعد صفر کا مہینہ آتا ہے، پھر صفر کا مہینہ ختم ہونے پر، ربیع الاول کا مہینہ شروع ہوجاتا ہے، اس لئے اسلامی سال میں ترتیب کے اعتبار سے، ربیع الاول کا مہینہ سال کا تیسرا مہینہ ہے۔

ربیعُ الاوّل کے معنیٰ

''ربیعُ الاول'' دولفظوں کا مجموعہ ہے، ایک ربیع، دوسرے الاوّل۔

عربی لغت میں''ربیع'' موسمِ بہار کو کہا جاتا ہے (ملاحظہ ہو: المنجد ومصباح اللغات)

اور''اوّل'' پہلے کو کہا جاتا ہے، تو ربیع الاول کے معنیٰ ہوئے''پہلا موسمِ بہار''

پھر ایک تو موسمِ بہار کا ابتدائی زمانہ ہوتا ہے، جس میں کلیاں اور پھول کھِلتے ہیں، اس کو''ربیع الاوّل'' کہا جاتا ہے اور دوسرا موسمِ بہار کا وہ زمانہ ہوتا ہے، جس میں پھل پک جاتے ہیں، اس کو''ربیع الثانی'' کہا جاتا ہے۔

یہ تو ان الفاظ کے لغوی معنیٰ تھے۔

اور ربیع کا لفظ اسلامی وقمری دومہینوں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، ایک مہینے کا نام''ربیع الاول'' ہے اور دوسرے مہینے کا نام''ربیع الآخر'' یا''ربیع الثانی'' ہے، یہ دونوں مہینے بالترتیب ماہِ صفر کے بعد آتے ہیں۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ ان دونوں مہینوں کے نام، جس وقت تجویز کیے گئے، اس وقت

بہار کا موسم تھا، اس لیے موسم اور زمانے کی مناسبت سے ان دونوں مہینوں کے نام تجویز کیے گئے اور اس کے بعد سے یہ دونوں مہینے ان ہی ناموں کے ساتھ موسوم ہو گئے۔

پس یہ دونوں مہینے خواہ موسمِ بہار میں آئیں، یا موسمِ بہار کے علاوہ کسی دوسرے موسم اور دوسرے زمانے میں، بہر حال دونوں مہینوں کو ان ہی ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ [1]

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

---

[1] والربيع: ربيعان، ربيع الشهور، وربيع الأزمنة، فربيع الشهور: شهران بعد صفر، ولا يقال إلا: شهر ربيع الأول وشهر ربيع الآخر،وأما ربيع الأزمنة، فربيعان: الربيع الأول الذى يأتى فيه النور والكمأة، والربيع الثانى الذى تدرك فيه الثمار، أو هو الربيع الأول (القاموس المحيط، للفيروزآبادى، ج ا ص ١٨ ٧، باب العين،فصل الراء)

وشهرا ربيع سميا بذلك لأنهما حدا فى هذا الزمن فلزمهما فى غيره وهما شهران بعد صفر، ولا يقال فيهما إلا شهر ربيع الأول وشهر ربيع الآخر .والربيع عند العرب ربيعان: ربيع الشهور وربيع الأزمنة، فربيع الشهور شهران بعد صفر، وأما ربيع الأزمنة فربيعان: الربيع الأول وهو الفصل الذى تأتى فيه الكمأة والنور وهو ربيع الكلإ، والثانى وهو الفصل الذى تدرك فيه الثمار، ومنهم من يسميه الربيع الأول............ وفى حديث الدعاء:اللهم اجعل القرآن ربيع قلبى؛ جعله ربيعا له لأن الإنسان يرتاح قلبه فى الربيع من الأزمان ويميل إليه، وجمع الربيع أربعاء وأربعة(لسان العرب،لابن المنظور،ج٨،ص١٠٣ ،ملخصاً،كتاب العين المهملة ،فصل الراء)

و (الربيع) عند العرب ربيعان ربيع الشهور وربيع الأزمنة: فربيع الشهور شهران بعد صفر ولا يقال فيه إلا شهر ربيع الأول وشهر ربيع الآخر .وأما ربيع الأزمنة فربيعان: الربيع الأول وهو الذى تأتى فيه الكمأة والنور وهو ربيع الكلإ .والربيع الثانى وهو الذى تدرك فيه الثمار، وفى الناس من يسميه الربيع الأول(مختار الصحاح لابى بكرالرازى، صفحة ١١٦ ،باب الراء، مادة ” ر ب ع “)

ولكن قال ابن كثير:

وشهر ربيع الأول سمى بذلك لارتباعهم فيه والارتباع الإقامة فى عمارة الربع ويجمع على أربعاء كنصيب وأنصباء، وعلى أربعة كرغيف وأرغفة، وربيع الآخر كالأول(تفسيرابن كثير ج٣،ج٩ ١ اتحت رقم الآية ٣٦ من سورة التوبة)

(باب نمبر 1)

ربیعُ الاوَّل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اوروفات

اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور آپ کا وصالِ مبارک پیر کے دن ہوا۔

اس سلسلہ میں کئی احادیث وروایات وارِد ہیں، جن کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْإِثْنَيْنِ ؟ فَقَالَ فِيْهِ وُلِدْتُ وَفِيْهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ (مسند احمد،رقم الحديث ٢٢٥٥٠،مؤسسة الرسالة ، بيروت،ابوداؤدرقم الحديث ٢٤٢٦) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے دن کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی دن میری ولادت ہوئی، اوراسی دن مجھ پروحی نازل کی گئی (مسنداحمد)

اور صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ قَالَ ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيْهِ وَيَوْمٌ بُعِثْتُ أَوْ أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيْهِ (مسلم،رقم الحديث ١١٦٢ "١٩٧"كتاب الصيام،باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر،دار إحياء التراث العربى -بيروت)

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے دن کے روزے کے بارے میں

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

سوال کیا گیا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی دن میری ولادت ہوئی، اور اسی دن مجھ کو نبوت عطا کی گئی، یا مجھ پر وحی نازل کی گئی (مسلم)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعاعت، پیر کے دن ہوئی، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ [1]

عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۷۹۰، مؤسسة الرسالة، بيروت، رقم الحديث ۲۴۸۶۹، بخاری، رقم الحديث ۱۲۹۸، كتاب الجنائز، باب موت يوم الاثنين) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات، پیر کے دن ہوئی (مسند احمد)

اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پیر کے دن ہوئی۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی روایت

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ، وَأُنْزِلَ عَلَيْهِ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ، وَمَاتَ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۱۱۲۴، مكتبة ابن تيمية -القاهرة، ومسند احمد رقم الحديث ۲۵۰۶)

---

[1] فيه ولدت وفيه أنزل "أى الوحى "على "يعنى حصل لى فيه بدء الكمال الصورى وطلوع الصبح المعنوى، المقصود الظاهرى والباطنى، والتفضل الابتدائى والانتهائى، فوقت يكون منشأ للنعم الدنيوية والأخروية حقيق بأن يوجد فيه الطاعة الظاهرية والباطنية فيجب شكره – تعالى – على، والقيام بالصيام لدى، لما أولى من تمام النعمة إلى(مرقاة المفاتيح، ج۴ص۱۴۱۵، كتاب الصوم، باب صيام التطوع)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پیر کے دن ہوئی، اور آپ پر وحی کا نزول بھی اسی دن شروع ہوا، اور آپ کی وفات بھی پیر کے دن ہوئی (طبرانی)

فائدہ: بعض حضرات نے مذکورہ روایت میں ایک راوی ''ابنِ لهيعة'' کی وجہ سے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، لیکن چونکہ اس روایت کے مضمون کی تائید دیگر صحیح اور مستند روایات سے ہوتی ہے، جیسا کہ گزرا، اور آگے بھی آتا ہے، اس لیے ہمارے نزدیک مذکورہ روایت کا حسن درجہ میں داخل ہو کر معتبر ہونا راجح ہے۔ [1]

اور جمہور اہلِ علم حضرات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ربیع الاول کے مہینہ میں اُس سال واقع ہوئی، جس سال ابرہہ بادشاہ نے بیت اللہ پر چڑھائی کی کوشش کی تھی، اور اس کو عربی میں ''عامُ الفيل'' کہا جاتا ہے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مبارک بھی ربیع الاول کے مہینہ میں واقع ہوئی۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِيْلِ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ١٢٤٣٢، مستدرک حاکم رقم الحديث ٤١٤٥، شرح مشكل الآثار للطحاوی رقم الحديث ٥٩٦٧، دلائل النبوة رقم الحديث ٥، مسند البزار رقم الحديث ٤٧٦٢) [2]

---

[1] قال الهيثمی: رواه أحمد، والطبرانی فی الكبير، وزاد فيه: وفتح بدرا يوم الاثنين، ونزلت سورة المائدة يوم الاثنين (اليوم أكملت لكم دينكم) وفيه ابن لهيعة، وهو ضعيف، وبقية رجاله ثقات من أهل الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٩٤٩، باب التاريخ)

وقال شعيب الارنؤوط: إسناده ضعيف لضعف عبد الله بن لهيعة .وأخرجه الطبرانی (12984)، والبيهقی فی "دلائل النبوة 7/233 "و 234من طريق عبد الله بن لهيعة، بهذا الإسناد.

وفی الباب عن أبی قتادة عند مسلم (197) (1162)وفيه: وسئل عن صوم يوم الاثنين، قال: "ذاک يوم ولدت فيه، ويوم بعثت أو أنزل علی فيه."

وعن عائشة عند البخاری (1387)وفيه أن أبا بكر قال لها: فی أی يوم توفی رسول الله صلی الله عليه وسلم؟ قالت: يوم الاثنين (حاشية مسند احمد)

[2] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ، ولم يخرجاه (حواله بالا)

وقال الذهبی فی التلخيص :علی شرط مسلم.

وقال الهيثمی: رواه البزار والطبرانی فی الكبير ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ، تحت رقم الحديث ٩٥٢)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، عامُ الفیل میں ہوئی (طبرانی)

قیس بن مخرمہ کی روایت

حضرت قیس بن مخرمہ بن عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ:

وُلِدْتُ أَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ، عَامَ الْفِيْلِ، فَنَحْنُ لِدَّانِ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۸۷۳،مستدرک حاکم رقم الحديث ۴۱۴۸) [1]

ترجمہ: میری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، عامُ الفیل میں ہوئی، تو ہم (عمر کے لحاظ سے) جڑواں ہیں (طبرانی)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بیٹے نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی سند سے حضرت قیس بن مخرمہ کی روایت کو درجِ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

وُلِدْتُ أَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِيْلِ فَنَحْنُ لِدَّانِ يَعْنِىْ مَوْلِدًا وَّاحِدًا (العلل ومعرفة الرجال لاحمد رواية ابنه عبدالله، رقم الحديث ۱۸۰۷،ج ۲ص ۱۴۲)

ترجمہ: میری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، عامُ الفیل میں ہوئی، تو ہم (عمر کے لحاظ سے) جڑواں ہیں، یعنی ہماری پیدائش ایک ہی سال کی ہے (العلل)

محمد بن جبیر کی روایت

حضرت محمد بن جبیر بن مطعم رحمہ اللہ سے ایک لمبی حدیث میں مروی ہے کہ:

وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِيْلِ (دلائل النبوة للبيهقی، ج ۱ ص ۷۸،باب العام الذی ولد فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت عامُ الفیل میں ہوئی (بیہقی)

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه.

امام نووی کا حوالہ

امام نووی رحمہ اللہ (المتوفٰی: 676ہجری) صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

وَاتَّفَقُوْا أَنَّهٗ وُلِدَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ فِيْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ وَتُوُفِّيَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ (شرح النووی علیٰ مسلم، ج۱۵،ص۱۰۰، کتاب الفضائل،باب قدر عمره صلى الله عليه وسلم وإقامته بمكة والمدينة،دار إحياء التراث العربی -بيروت)

ترجمہ: اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ربیع الاول کے مہینے میں، پیر کے دن ہوئی،اور آپ کی وفات بھی ربیع الاول کے مہینے میں پیر کے دن ہوئی (شرح النووی)

مذکورہ احادیث وروایات اور عبارات سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور وفاتِ مبارکہ پیر کے دن اور ربیعُ الاول کے مہینہ میں ہوئی۔

اس باب کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ معتبر احادیث وروایات کی رُو سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وفات کا پیر کے دن اور ربیع الاول کے مہینہ میں واقع ہونا ثابت ہے،جس میں کوئی قابلِ ذکر اختلاف نہیں۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

(فصل نمبر 1)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخِ ولادت باسعادت

نبیِ آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وفات پیر کے دن اور ربیع الاول کے مہینے میں ہونے اور (ولادت) عامُ الفیل میں ہونے پر جمہور کے اتفاق کے باوجود، اس بات میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ ربیع الاول کی کون سی تاریخ تھی؟

ان دونوں باتوں میں محدثین ومؤرخین کا اختلاف ہے۔ [1]

---

[1] ولد عام الفيل والذى لا يشك فيه أحد من علمائنا أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ولد عام الفيل ، وبعث على رأس أربعين سنة من الفيل (دلائل النبوة للبيهقى، ج ١ ص ٧٩،جماع أبواب مولد النبى صلى الله عليه وسلم،باب العام الذى ولد فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم)

قال أبو عمر:لا خلاف أنه ولد صلى الله عليه وسلم بمكة عام الفيل إذ ساقه الحبشة إلى مكة يغزون البيت(التمهيد لما فى المؤطا،ج٣ص ١٣، باب الراء ، تحت ترجمة ربيعة الرائى)

ولا خلاف أنه ولد يوم الاثنين بمكة فى ربيع الأول عام الفيل (التمهيد لما فى المؤطا،ج٣ص ٢٦، باب الراء ، تحت ترجمة ربيعة الرائى)

وذلك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ولد عام الفيل لا يختلفون فى ذلك(التمهيد لما فى المؤطا،ج١٠ ص ٢٩، باب الميم،الحديث التاسع والعشرون)

ولا خلاف أنه ولد -عليه السلام- عام الفيل (اكمال المعلم شرح صحيح مسلم للقاضى عياض، ج٧ص٣١٦، كتاب الفضائل،باب فى صفة النبى صلى الله عليه وسلم ومبعثه ، وسنه)

ولا خلاف أنه۔ صلى الله عليه وسلم۔ ولد عام الفيل (المفهم لما اشكل فيه من كتاب مسلم،ج١٩ ص ٦٣، كتاب النبوات،باب فى حسن أوصاف النبى صلى الله عليه وسلم)

قال ابن الجوزى فى التلقيح :اتفقوا على أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ولد يوم الاثنين فى شهر ربيع الأول عام الفيل (تحفة الاحوذى،ج١٠ ص٦٣، كتاب المناقب،باب ما جاء فى ميلاد النبى صلى الله عليه وسلم)

ولنرجع إلى المقصود من سيرته صلى الله عليه وسلم وهديه وأخلاقه لا خلاف أنه ولد صلى الله عليه وسلم بجوف مكة، وأن مولده كان عام الفيل، وكان أمر الفيل تقدمة قدمها الله لنبيه وبيته، وإلا فأصحاب الفيل كانوا نصارى أهل كتاب، وكان دينهم خيرا من دين أهل مكة إذ ذاك؛ لأنهم كانوا عباد أوثان فنصرهم الله على أهل الكتاب نصرا لا صنع للبشر فيه، إرهاصا وتقدمة للنبى صلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

آگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی تاریخ میں اختلاف سے متعلق متعدد اہلِ علم حضرات کے اقوال ذکر کیے جاتے ہیں۔

جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ اگلی فصل میں تاریخِ وفات کی تفصیل ذکر کی جائے گی۔

امام نووی کا حوالہ

امام نووی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 676ہجری) فرماتے ہیں:

وَاتَّفَقُوْا أَنَّهٗ وُلِدَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ، وَاخْتَلَفُوْا هَلْ هُوَ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي أَمِ الثَّامِنِ أَمِ الْعَاشِرِ أَمِ الثَّانِي عَشَرَ، فَهٰذِهٖ أَرْبَعَةُ أَقْوَالٍ مَشْهُوْرَةٍ (تهذيب الأسماء واللغات، ج ا ص ٢٣، الترجمة النبوية الشريفة محمد بن عبد الله بن عبد المطلب،باب من اسمهٗ محمد)

ترجمہ: اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ربیع الاول کے مہینہ میں پیر کے دن ہوئی، لیکن اس میں اختلا ف ہے کہ کیا وہ ربیع الاول کی دوسری تاریخ تھی، یا آٹھویں تاریخ تھی، یا دسویں تاریخ تھی، یا بارہویں تاریخ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الله عليه وسلم الذى خرج من مكة، وتعظيما للبيت الحرام(زاد المعاد فى هدى خير العباد لابن قيم الجوزية، ج ا ص ٧٤، ٧٥،فصل :فى نسبه صلى الله عليه وسلم)

وولد عام الفيل على الصحيح المشهور وادعى القاضى عياض الإجماع عليه واتفقوا على أنه ولد يوم الاثنين فى شهر ربيع الأول(مرقاة المفاتيح، ج ٩ ص ٣٧٢٧، كتاب الفضائل والشمائل،باب المبعث وبدء الوحى)

وولد عام الفيل على الصحيح المشهور ، وقيل :بعد الفيل بثلاث سنين ، وقيل :بأربع سنين . وادعى القاضى عياض الإجماع على عام الفيل ، وليس كما ادعى .واتفقوا أنه ولد يوم الاثنين فى شهر ربيع الأول ، وتوفى الاثنين من شهر ربيع الأول(شرح النووى علىٰ مسلم، كتاب الفضائل، ج٥ ا ص ١٠٠ ،كتاب الفضائل،باب قدر عمره صلى الله عليه وسلم وإقامته بمكة والمدينة)

ولم يختلف أهل السير أنه ولد عام الفيل (المنتقىٰ شرح المؤطا، ج٧ص ٢٣٠، كتاب الجامع، باب ماجاء فى صفة النبى صلى الله عليه وسلم)

تھی؟ یہ چار اقوال مشہور ہیں (تہذیب الاسماء)

عبدالقادر بن ابی الوفاء قرشی کا حوالہ

ابومحمد عبدالقادر بن ابی الوفاء قرشی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 775 ہجری) فرماتے ہیں کہ:

ثُـمَّ اخْتَلَفُوْا فِی الْقَدْرِ الَّذِیْ مَضٰی مِنْ شَھْرِ رَبِیْعِ الْأَوَّلِ بِوِلَادَتِہٖ عَلٰی أَرْبَعَۃِ أَقْوَالٍ فَقِیْلَ لَیْلَتَانِ وَقِیْلَ ثَمَانٌ وَّقِیْلَ عَشْرٌ وَقِیْلَ اِثْنَتَا عَشَرَ لَیْلَۃً وَھُوَ الْأَشْھَرُ (الجواھر المضیة فی طبقات الحنفیة، ج ا ص ۲۳، الباب الثانی فی نسب سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وإسمائه وغیر ذلک)

ترجمہ: پھر اس مقدار میں اختلاف ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت ربیع الاول کے مہینے کی گزر چکی تھی، جس میں چار اقوال ہیں، ایک قول دو راتیں گزرنے (یعنی دوسری تاریخ) کا، اور ایک قول آٹھ راتیں گزرنے (یعنی آٹھویں تاریخ) کا، اور ایک قول دس راتیں گزرنے (یعنی دسویں تاریخ) کا، اور ایک قول بارہ راتیں گزرنے (یعنی بارہویں تاریخ) کا ہے، اور یہی قول زیادہ مشہور ہے (الجواھر المضیة)

علامہ ابنِ کثیر کا حوالہ

علامہ ابنِ کثیر رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 774 ہجری) اپنی مشہور تالیف ''البدایة والنھایة'' میں فرماتے ہیں کہ:

ثُمَّ الْجَمْھُوْرُ عَلٰی أَنَّ ذٰلِکَ کَانَ فِیْ شَھْرِ رَبِیْعِ الْأَوَّلِ فَقِیْلَ: لِلَیْلَتَیْنِ خَلَتَا مِنْہُ قَالَہُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِی الْاِسْتِیْعَابِ، وَرَوَاہُ الْوَاقِدِیُّ عَنْ أَبِیْ مَعْشَرٍ نَجِیْحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَدَنِیِّ، وَقِیْلَ: لِثَمَانٍ خَلَوْنَ مِنْہُ، حَکَاہُ الْحُمَیْدِیُّ عَنِ ابْنِ حَزْمٍ، وَرَوَاہُ مَالِکٌ وَعُقَیْلٌ وَیُوْنُسُ بْنُ

يَـزِيْدَ وَغَيْرُهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ،وَنَقَلَ اِبْنُ عَبْـدِ الْبَـرِّ عَـنْ أَصْـحَـابِ التَّارِيْخِ أَنَّهُمْ صَحَّحُوْهُ، وَقَطَعَ بِهِ الْحَافِظُ الْكَبِيْرُ مُحَمَّدُ بْنُ مُوسٰى الْخُوَارِزْمِيُّ، وَرَجَّحَهُ الْحَافِظُ أَبُوْ الْخَطَّابِ ابْـنُ دِحْيَةَ فِـىْ كِتَـابِـهِ التَّـنْوِيْرِ فِىْ مَوْلِدِ الْبَشِيْرِ النَّذِيْرِ،وَقِيْلَ:لِعَشْرٍ خَـلَـوْنَ مِـنْـهُ نَـقَـلَهُ اِبْنُ دِحْيَةَ فِىْ كِتَابِهٖ، وَرَوَاهُ ابْنُ عَسَاكِرَ عَنْ أَبِىْ جَعْفَرَ الْبَاقِرِ، وَرَوَاهُ مُجَالِدٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ كَمَا مَرَّ، وَقِيْلَ:لِثِنْتَىْ عَشَرَةَ خَـلَـتْ مِـنْـهُ نَصَّ عَلَيْهِ ابْنُ إِسْحَاقَ، وَرَوَاهُ ابْنُ أَبِىْ شَيْبَةَ فِىْ مُصَنَّفِهٖ عَـنْ عَـفَّـانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مِيْنَا عَنْ جَابِرٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُمَا قَالَا:وُلِدَ رَسُـوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِيْلِ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ الثَّانِىَ عَشَرَ مِـنْ شَهْـرِ رَبِيْـعِ الْأَوَّلِ، وَفِيْهِ بُعِثَ، وَفِيْهِ عُرِجَ بِهٖ إِلَى السَّمَآءِ، وَفِيْهِ هَاجَرَ، وَفِيْهِ مَاتَ،وَهٰذَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ،وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

وَقِيْلَ:لِسَبْعَ عَشْرَةَ خَلَتْ مِنْهُ كَمَا نَقَلَهُ اِبْنُ دِحْيَةَ عَنْ بَعْضِ الشِّيْعَةِ، وَقِيْـلَ:لِثَمَانٍ بَقِيْنَ مِنْهُ،نَـقَلَهُ اِبْنُ دِحْيَةَ مِنْ خَطِّ الْوَزِيْرِ أَبِىْ رَافِعِ ابْنِ الْـحَـافِـظِ أَبِـىْ مُـحَـمَّـدِ ابْـنِ حَزْمٍ عَنْ أَبِيْهِ وَالصَّحِيْحُ عَنِ ابْنِ حَزْمٍ الْأَوَّلُ، أَنَّـهُ لِثَمَانٍ مَضَيْنَ مِنْهُ، كَـمَا نَقَلَهُ عَنْهُ الْحُمَيْدِىُّ وَهُوَ أَثْبَتُ (البداية والنهاية، ج٣ص ٣٧٤تا٣٧٦، كتـاب سيـرة رسول الله صلى الله عليه وسلم ،باب مولد رسـول الـلـه صـلـى الله عليه وسلم ،تاريخ ومكان ولادته صلى الله عليه وسلم ،دار هجر لـلطباعة والنشر والتوزيع والإعلان، قاهرة،كذافى السيرة النبوية،لابن كثير،باب مولد رسول الله صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: پھر جمہور کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی، جس میں ایک قول دو (2) ربیع الاول کا ہے، ابنِ عبدالبر نے استیعاب

میں، اس کو ذکر فرمایا ہے، اور امام واقدی نے **ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن مدنی** سے بھی اس کو نقل کیا ہے۔

اور ایک قول آٹھ (8) ربیع الاول کا ہے، جس کو حمیدی نے ابنِ حزم سے نقل کیا ہے، اور مالک اور عقیل اور یونس بن یزید وغیرہم نے امام زہری کی سند سے محمد بن جبیر بن مطعم سے روایت کیا ہے، اور ابنِ عبدالبر نے مؤرخین سے اس قول کا صحیح ہونا نقل کیا ہے، اور حافظِ کبیر محمد بن موسیٰ خوارزمی نے اسی پر یقین ظاہر کیا ہے، اور حافظ ابوالخطاب بن دحیہ نے اپنی کتاب **''التنویر فی مولد البشیر النذیر''** میں اس (8 ربیع الاول کے قول) کو راجح قرار دیا ہے۔

اور ایک قول دس (10) ربیع الاول کا ہے، جس کو ابنِ دحیہ نے اپنی مذکورہ کتاب میں نقل کیا ہے، اور ابنِ عساکر نے ابوجعفر باقر سے اس کو روایت کیا ہے، اور مجالد نے شعبی سے بھی اس کو روایت کیا ہے، جیسا کہ گزرا۔

اور ایک قول بارہ (12) ربیع الاول کا ہے، جس کی ابنِ اسحاق نے وضاحت (وتصریح) کی ہے، اور اس کو ابنِ ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں عفان سے، اور انہوں نے سعید بن میناء سے حضرت جابر وابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت عامُ الفیل میں پیر کے دن ربیع الاول کے مہینے کی بارہویں (12) تاریخ میں ہوئی، اور اسی دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا کی گئی، اور اسی دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان کی طرف معراج کرائی گئی، اور اسی دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی، اور اسی دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، اور جمہور کے نزدیک یہی (12 ربیع الاول کا قول) مشہور بھی ہے، اور اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔

اور ایک قول سترہ (17) ربیع الاول کا ہے، جس کو ابنِ دحیہ نے بعض شیعہ سے

نقل کیا ہے۔

اور ایک قول بائیس (22) ربیع الاول کا ہے، جس کو ابنِ دحیہ نے وزیر ابو رافع بن حافظ ابو محمد بن حزم کے اپنے والد کے خط سے نقل کیا ہے، اور ابنِ حزم کا صحیح قول پہلا ہے (جو کہ گزرا یعنی آٹھ ربیع الاول) جیسا کہ حمیدی نے ان سے نقل کیا ہے، اور یہی (یعنی 8 ربیع الاول) زیادہ مضبوط قول بھی ہے (البدایۃ والنہایۃ)

فائدہ: ملحوظ رہے کہ حضرت جابر اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی وہ روایت، جس میں 12 / ربیع الاول میں وفاتِ نبوی کا ذکر ہے، ہمیں مصنف ابنِ ابی شیبہ سمیت کسی دوسری کتاب میں سند کے ساتھ دستیاب نہیں ہوسکی۔

البتہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے جو روایت مروی ہے، وہ ربیع الاول کے شروع میں ولادت کی ہے۔

مگر اس روایت میں ایک راوی معلیٰ بن عبدالرحمٰن ہیں، جو متّہم بالکذب ہیں۔

نیز اس روایت میں بعض اور چیزیں بھی ایسی مذکور ہیں، جو دیگر احادیث کے خلاف ہیں۔ [1]

---

[1] حدثنا محمد بن عبد الملک الواسطی قال: ثنا معلی بن عبد الرحمن قال: ثنا عبد الحمید بن جعفر، عن عبد الله بن أبی جعفر، عن ابن عباس، رضی الله عنهما قال: "ولد رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الاثنين فی أول شهر ربيع الأول، وأنزلت عليه السورة يوم الاثنين فی أول شهر ربيع الأول، ودخل المدينة يوم الاثنين فی أول شهر ربيع الأول، وقبض صلى الله عليه وسلم يوم الاثنين فی أول شهر ربيع الأول " (أخبار مكة للفاكهی، رقم الحديث ٢٢٩٨)

وحدثنا أحمد بن حميد الأنصاری، عن المعلى بن عبد الرحمن قال: ثنا عبد الحميد بن جعفر، عن الزهری، عن عبيد الله بن عبد الله، عن ابن عباس، رضی الله عنهما قال: " ولد النبی صلى الله عليه وسلم يوم الاثنين فی أول شهر ربيع الأول، وقبض صلى الله عليه وسلم يوم الاثنين فی أول شهر ربيع الأول "(أخبار مكة للفاكهی، رقم الحديث ٢٢٩٩)

حدثنا سليمان بن أحمد، عن الحسين بن إسحاق التستری، وثنا محمد بن عبد الرحمن بن الفضل، قال: ثنا أحمد بن يحيى بن زهير، قالا: ثنا كردوس بن محمد الواسطی،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی وجہ سے علامہ ابنِ کثیر رحمہ اللہ نے، ابنِ عساکر سے اس روایت کو نقل کرکے انتہائی غریب (اور کمزور) قرار دیا ہے۔ [1]

البتہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے معتبر سند کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال: حدثنی معلی بن عبد الرحمن، قال: ثنا عبد الحمید بن جعفر، عن الزهری، عن عبید الله بن عبد الله بن عتبة، عن ابن عباس، رضی الله عنهما قال: ولد رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم الاثنین فی أول شهر ربیع الأول، وأنزلت علیه النبوة فی یوم الاثنین فی أول شهر ربیع الأول .ودخل المدینة فی یوم الاثنین فی أول شهر ربیع الأول، وتوفی الاثنین فی أول شهر ربیع الأول(دلائل النبوة لأبی نعیم الأصبهانی،رقم الحدیث ۹۰)

معلی بن عبد الرحمن الواسطی متهم بالوضع وقد رمی بالرفض من التاسعة(تقریب التهذیب، ج۲ ص ۲۰۲، دارالکتب العلمیة، بیروت)

قدومِ مدینہ کے بارے میں صحیح احادیث 12 / ربیع الاول کی ہیں۔

عن أبی البداح بن عاصم بن عدی، عن أبیه قال: قدم رسول الله صلی الله علیه وسلم المدینة یوم الإثنین لاثنتی عشرة لیلة خلت من ربیع الأول، فأقام بالمدینة عشر سنین(المعجم الکبیر للطبرانی ،رقم الحدیث ۴۵۷،ج۱۷ ص ۱۷۲)

قال الهیثمی:رواه الطبرانی ورجاله ثقات(مجمع الزوائد ۶ ص ۶۳، تحت رقم الحدیث ۹۹۲۳، مکتبة القدسی، قاهرة)

عن محمد بن إسحاق، قال: قدم رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم المدینة یوم الإثنین فمنهم من یقول للیلتین مضتا من شهر ربیع الأول، والحدیث المعروف أنه قدم لاثنتی عشرة لیلة خلت من شهر ربیع الأول، یوم الاثنین(دلائل النبوة للبیهقی، ج۲ ص ۵۰۳،جماع ابواب المبعث، باب من استقبل رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وصاحبه من أصحابه الخ)

قالوا :قدم رسول الله صلی الله علیه وسلم المدینة یوم الاثنین لاثنتی عشرة مضت من شهر ربیع الأول ویقال للیلتین خلتا من شهر ربیع الأول والثابت لاثنتی عشرة(مغازی للواقدی، ج ۱ ص ۲، مقدمة الکتاب)

[1] عن المعلی بن عبد الرحمن عن عبد الحمید بن جعفر عن الزهری عن عبید الله بن عبد الله عن ابن عباس قال ولد رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم الاثنین فی ربیع الاول وانزلت علیه النبوة یوم الاثنین فی أول شهر ربیع الاول وأنزلت علیه البقرة یوم الاثنین فی ربیع الاول .وهذا غریب جدا رواه ابن عساکر(البدایة والنهایة، ج۳ ص ۳۲۰،باب مولد رسول الله صلی الله علیه وسلم ولد صلوات الله علیه وسلامه یوم الاثنین)

وفات کا پیر کے دن ہونا، منقول ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

اور محمد بن اسحاق کے (12 / ربیع الاول کے) قول کو امام بیہقی اور امام حاکم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ [1]

مگر ظاہر ہے کہ یہ محمد بن اسحاق کا قول ہے، نہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا۔

محمد بن یوسف صالحی شامی کا حوالہ

امام محمد بن یوسف صالحی شامی (المتوفی 942ہجری) فرماتے ہیں:

وَقِيلَ لِثَمَانٍ ،وَنَقَلَ أَبُو عَمرٍ عَنْ أَصْحَابِ الزِّيجِ أَنَّهُمْ صَحَّحُوهُ وَرَجَّحَهُ اِبْنُ دَحْيَةَ ،وَقَالَ الْحَافِظُ:إِنَّهُ مُقْتَضٰى أَكْثَرِ الْأَخْبَارِ،وَقِيلَ: لِعَشْرٍ ،حَكَاهُ الدِّمْيَاطِيُّ عَنْ جَعْفَرَ الْبَاقِرِ وَصَحَّحَهُ ،وَقِيلَ:لِسَبْعِ عَشَرَةَ ،وَقِيلَ لِثَمَانِيْ عَشَرَةَ، وَقِيلَ:فِيْ أَوَّلِهٖ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ(سبل الهدى والرشاد فى سيرة خير العباد ،ج ا ص ٣٣٤، الباب الرابع فى تاريخ مولده صلى الله عليه وسلم ومكانه، الفصل الأول: فى بيان يومه، وشهره، وعامه)

ترجمہ: اور ایک قول آٹھ (8) ربیع الاول کا ہے، جس کو ابوعمر نے حساب اور تاریخ دانوں سے نقل کیا ہے، کہ انہوں نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، اور ابنِ دحیہ نے بھی اس کو راجح قرار دیا ہے، اور حافظ نے فرمایا کہ اکثر روایات کا تقاضا بھی یہی ہے، اور ایک قول دس (10) ربیع الاول کا ہے، جس کو دمیاطی نے جعفر باقر سے نقل کیا ہے، اور اس کو صحیح قرار دیا ہے، اور ایک قول سترہ (17) ربیع الاول کا ہے، اور ایک قول اٹھارہ (18) ربیع الاول کا ہے، اور ایک قول پہلی (1) ربیع

---

[1] قال محمد بن إسحاق : ولد رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الإثنين عام الفيل لاثنتى عشرة ليلة مضت من شهر ربيع الأول (دلائل النبوة للبيهقى، ج ا ص ٧۴،جماع أبواب مولد النبى صلى الله عليه وسلم،باب الشهر الذى ولد فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم، شعب الايمان رقم الحديث ١٣٢۴ ، مستدرک حاکم رقم الحديث ۴١۴٧)

الاول کا ہے، طلوعِ فجر کے وقت (سبل الہدیٰ)

مؤرخ عبدالملک بن حسین مکی عصامی کا حوالہ

مؤرخ عبدالملک بن حسین بن عبدالملک مکی عصامی (المتوفی 1111 ہجری) فرماتے ہیں:

قَالَ الْعَلَّامَةُ اِبْنُ الْجُوْزِيّ فِي التَّلْقِيحِ:اِتَّفَقُوْا عَلٰى أَنَّهٗ صلى الله عليه وسلم وُلِدَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ فِيْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ عَامَ الْفِيْلِ، وَاخْتَلَفُوْا فِيْمَا مَضٰى مِنْ ذٰلِکَ الشَّهْرِ عَلٰى أَرْبَعَةِ أَقْوَالٍ:أَحَدُهَا:وُلِدَ لِاِثْنٰى عَشَرَ لَيْلَةً خَلَتْ مِنْهُ،وَالثَّانِيْ:لِلَيْلَتَيْنِ،وَالثَّالِثُ:لِثَمَانٍ، وَهُوَ قَوْلُ الْمُحَدِّثِيْنَ كُلِّهِمْ أَوْاَجَلِّهِمْ،اَلرَّابِعُ:لِعَشْرٍ خَلَوْنَ مِنْهُ (سمط النجوم العوالى فى أنباء الأوائل والتوالى،ج ا ص ۲۹۱، ۲۹۲،الباب الأول من المقصد الثانى،فى الحمل به، وولادته، ورضاعه)

ترجمہ: علامہ ابنِ جوزی نے تلقیح میں فرمایا کہ جمہور کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، ربیع الاول کے مہینے اور عام الفیل میں پیر کے دن ہوئی۔

لیکن اس میں اختلاف ہے کہ اس مہینے کی کون سی تاریخ تھی؟ جس میں چار قول ہیں، ایک قول بارہ (12) ربیع الاول کا، دوسرا قول دو (2) ربیع الاول کا، اور تیسرا قول آٹھ (8) ربیع الاول کا ہے، جو کہ تمام یا بڑے بڑے محدثین کا قول ہے، اور چوتھا قول دس (10) ربیع الاول کا ہے (سمط النجوم)

مولانا محمد ادریس کاندھلوی کا حوالہ

شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ولادت باسعادت کی تاریخ میں مشہور قول تو یہ ہے کہ حضور پرنور بارہ (12) ربیع

الاول کو پیدا ہوئے، لیکن جمہور محدثین اور مورخین کے نزدیک راجح اور مختار قول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ (8) ربیع الاول کو پیدا ہوئے (سیرت المصطفیٰ، ج۱ص۵۱، بعنوان: ولادت باسعادت، مطبوعہ: الطاف اینڈ سنز، کراچی)

مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی کا حوالہ

مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''اس پر پوری دنیا کا اجماع ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حج جمعہ کے دن 9 / ذوالحجہ کو ہوا، اب اس سے 63 / سال پہلے کا حساب کرلیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یومِ ولادت بھی پیر ہی کا دن کا تسلیم کیا جائے، تو پیر کے دن 12 / ربیعُ الاول کسی صورت نہیں بنتی، بلکہ اس کے قریب قریب بھی نہیں بنتی، صحیح حساب اگر بنتا ہے، تو پہلی تاریخ کا یا دوسری کا یا آٹھویں یا نویں کا، اس لیے کہ ربیعُ الاول کا مہینہ اور پیر کا دن یہ دو باتیں تو مسلم ہیں، اور ان دونوں کا اجتماع 12 / تاریخ کو تو کسی صورت ممکن نہیں'' (وعظ ''جشنِ ربیع الاول محبت کے آئینہ میں'' ص ۷، مطبوعہ: الرشید، کراچی، سنِ طباعت: ذی القعدہ ۱۴۱۷ھ)

محمود پاشا فلکی اور مولانا مفتی محمد شفیع کا حوالہ

مصر کے مشہور ھیئت دان، محمود پاشا فلکی نے نو (9) ربیع الاول کی تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ سیرتُ النبی میں ہے کہ:

تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے، جس میں انھوں نے دلائل ریاضی سے ثابت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت 9 ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق 20 اپریل 571ء میں ہوئی تھی (سیرت النبی ج ۱ص ۱۱۴، ۱۱۵، باب: ظہورِ قدسی، بعنوان: ولادت، مطبوعہ: الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب، لاہور، سنِ طباعت: مارچ ۱۹۹۱ء)

لیکن مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ:

محمود پاشا مکی مصری نے جونویں تاریخ کو بذریعہ حسابات اختیار کیا ہے، یہ جمہور کے خلاف بے سند قول ہے اور حسابات پر بوجہ اختلافِ مطالع ایسا اعتماد نہیں ہوسکتا کہ جمہور کی مخالفت اس کی بناء پر کی جائے (حاشیہ سیرتِ خاتم الانبیاء ص ۲۰) لے

لے محمود پاشا فلکی نے جن امور سے 9 تاریخ پر استدلال کیا ہے، ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت ابراہیم (ابنِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کی تاریخ کا تعین ہے، مگر بعض اصحابِ فلکیین نے محمود پاشا فلکی کے اس استدلال سے اتفاق نہیں فرمایا۔

چنانچہ مولانا محمد موسیٰ خان صاحب روحانی بازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فلکی محمود پاشا مصری کی تحقیق کے پیشِ نظر اس کامل کسوف کی تاریخ سوموار 27 جنوری 632 عیسوی مطابق 29 شوال 10 ہجری ساڑھے آٹھ بجے بوقتِ صبح ہے۔

احمد آباد شہر کے ایک ہندو پروفیسر کے حساب کی رُو سے اس کی تاریخ منگل 29 شوال 10 ہجری مطابق 28 جنوری 632 عیسوی ہے۔

ہمارے خیال میں مذکورہ بالا بیان میں یہ اشکال ہے کہ 27 جنوری 632 عیسوی کو اتوار کا دن تھا، سوموار کا نہیں، اسی طرح 28 جنوری 632 عیسوی کو سوموار کا دن ہونا چاہئے، منگل نہیں، نیز جنوری میں سخت سردی پڑتی ہے اور صحیح روایاتِ ابی داؤد و مسلم میں ہے کہ یہ آفتاب گہن سخت گرمی کے موسم میں واقع ہوا تھا، صلاۃِ کسوف پڑھتے ہوئے بعض لوگ شدتِ گرمی کے باعث بے ہوش ہوکر گر پڑے، ہوش میں لانے اور گرمی دفع کرنے کی خاطر ان پر پانی ڈالا گیا (**کسفت الشمس علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فی یوم شدید الحر . رواه مسلم عن جابر. فتح الملهم ج ۲ ص ۴۵۹**)

ہمارے خیال میں اس کسوف کی تاریخِ وقوع سوموار 30 محرم 11 ہجری مطابق 28 / اپریل 632 عیسوی ہے، مدینہ منورہ میں عرضِ بلد کی کمی کی وجہ سے اپریل ہمارے (اہلِ ملتان و پنجاب) جون یا مئی سے کم گرم نہیں ہوتا، یا اس کی تاریخِ وقوع اس سے قبل جمعرات (خمیس) 29 ربیع الاول 10 ہجری مطابق 6 جون 631 عیسوی ہے، اس بیان کی تائید میں بعض وہ روایات پیش کی جاسکتی ہیں، جن میں حضرت ابراہیم کی وفات ربیع الاول میں بتائی گئی ہے (فتح الباری میں ابنِ حجر لکھتے ہیں: **ذکر جمهور اهل السیر : انه مات فی السنة العاشرة من الهجرة، فقیل :فی ربیع الاول ،وبه جزم الواقدی.وقیل فی رمضان،وقیل فی ذی الحجة، انتهی باختصار، کتاب الرد علی المنطقیین ،مؤلفه ابنِ تیمیة ص ۲۷۳، طبع حیدر آباد**)

(فلکیاتِ جدیدہ، صفحہ ۲۴۳، ۲۴۴، حصہ اول، باب کسوفِ شمس، مع حاشیہ، مطبوعہ: ادارۂ تصنیف وادب، لاہور، طبع ہشتم: ۲۰۰۱ء)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت تو ربیع الاول اور پیر کے دن ہوئی، اس پر جمہور متفق ہیں، لیکن تاریخِ ولادت میں اختلاف ہے۔

اس فصل کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی تاریخ میں مختلف اقوال ہیں، جن میں سے اگرچہ مشہور قول تو بارہ (12) ربیع الاول کا ہے، لیکن بہت سے حضرات کے نزدیک روایت ودرایت کے اعتبار سے راجح قول آٹھ (8) ربیع الاول کا ہے۔

لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخِ ولادت متعین اور یقینی طور پر بارہ (12) ربیع الاول کو سمجھنا اور قرار دینا مناسب نہیں، کیونکہ اس میں اختلاف ہے، اور صحیح علم، اللہ ہی کو ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی تاریخ، حتمی وقطعی طور پر متعین اور واضح ہونے پر شریعت کا کوئی خاص حکم مبنی نہیں، اس لیے تاریخی تحقیق کی علمی حد تک اس بات کو محدود رکھنا چاہیے، اور اس میں بلاوجہ کی کدوکاوِش کر کے، ایک دوسرے پر الزام تراشیوں اور طعنہ زنیوں سے بچنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

(فصل نمبر 2)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخِ وفات

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات، ربیع الاول کے مہینہ میں اور پیر کے دن واقع ہوئی، اس پر جمہور کا اتفاق ہے۔

لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ربیع الاول کی کون سی تاریخ میں ہوئی؟ اس میں بھی اہلِ علم اور مؤرخین حضرات کے مختلف اقوال ہیں۔

اس سلسلہ میں چند عبارات وحوالہ جات ملاحظہ فرمائیے۔

عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد سہیلی کا حوالہ

ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد سہیلی رحمہ اللہ (المتوفٰی 581ہجری) فرماتے ہیں:

وَاتَّفَقُوْا أَنَّهُ تُوُفِّيَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ إِلَّا شَيْئًا ذَكَرَهُ اِبْنُ قُتَيْبَةَ فِي الْمَعَارِفِ الْأَرْبَعَاءَ قَالُوْا كُلُّهُمْ وَفِيْ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ غَيْرَ أَنَّهُمْ قَالُوْا ، أَوْ قَالَ أَكْثَرُهُمْ فِي الثَّانِي عَشَرَ مِنْ رَبِيْعٍ وَلَا يَصِحُّ أَنْ يَّكُوْنَ تُوُفِّيَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا فِي الثَّانِي مِنَ الشَّهْرِ أَوِ الثَّالِثِ عَشَرَ أَوِ الرَّابِعِ عَشَرَ أَوِ الْخَامِسِ عَشَرَ لِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى أَنَّ وَقْفَةَ عَرَفَةَ فِيْ حَجَّةِ الْوِدَاعِ كَانَتْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ التَّاسِعُ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ فَدَخَلَ ذُو الْحَجَّةِ يَوْمَ الْخَمِيْسِ فَكَانَ الْمُحَرَّمُ إِمَّا الْجُمُعَةَ وَإِمَّا السَّبْتَ فَإِنْ كَانَ الْجُمُعَةَ فَقَدْ كَانَ صَفَرُ إِمَّا السَّبْتَ وَإِمَّا الْأَحَدَ فَإِنْ كَانَ السَّبْتَ فَقَدْ كَانَ رَبِيْعُ الْأَحَدَ أَوِ الْاِثْنَيْنِ وَكَيْفَمَا دَارَتِ

الْحَالُ عَلٰى هٰذَا الْحِسَابِ فَلَمْ يَكُنِ الثَّانِيُ عَشَرُ مِنْ رَبِيعٍ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ بِوَجْهٍ وَلَا الْأَرْبِعَاءَ أَيْضًا كَمَا قَالَ الْقُتَبِيُّ وَذَكَرَ الطِّبْرِيُّ عَنْ اِبْنِ الْكَلْبِيِّ وَأَبِيْ مِخْنَفٍ أَنَّهُ تُوُفِّيَ فِي الثَّانِي مِنْ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ وَهٰذَا الْقَوْلُ وَإِنْ كَانَ خِلَافَ أَهْلِ الْجُمْهُوْرِ فَإِنَّهُ لَا يُبْعَدُ اِنْ كَانَتِ الثَّلَاثَةُ الْأَشْهُرُ الَّتِيْ قَبْلَهُ كُلُّهَا مِنْ تِسْعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ فَتَدَبَّرْهُ فَإِنَّهُ صَحِيْحٌ وَلَمْ أَرَ أَحَدًا تَفَطَّنَ لَهُ وَقَدْ رَأَيْتُ لِلْخَوَارِزْمِيِّ أَنَّهُ تُوُفِّيَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ أَوَّلِ يَوْمٍ مِنْ رَبِيعِ الْأَوَّلِ وَهٰذَا أَقْرَبُ فِي الْقِيَاسِ بِمَا ذَكَرَ الطِّبْرِيُّ عَنِ ابْنِ الْكَلْبِيِّ وَأَبِيْ مِخْنَفٍ (الروض الانف للسهيلی، ج۷ص۵۷۸،۵۷۹،جهاز رسول الله صلى الله عليه وسلم ودفنه، شعر حسان بن ثابت فی مرثيته الرسول)

ترجمہ: اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پیر کے دن ہوئی، مگر کچھ (ضعیف قول) بدھ کے دن کا بھی ہے، جس کو ابنِ قتیبہ نے معارف میں ذکر کیا ہے، تمام حضرات نے ربیع الاول میں وفات پر اتفاق کیا ہے، مگر ان سب یا اکثر نے ربیع الاول کی بارہ (12) تاریخ کو وفات قرار دیا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بارے میں صحیح تاریخ یا تو دو (2) ربیع الاول ہے، یا تیرہ (13) ربیع الاول ہے، یا چودہ (14) ربیع الاول ہے، یا پندرہ (15) ربیع الاول، کیونکہ اس بات میں مسلمانوں کا اجماع ہے کہ حجۃ الوداع میں وقوفِ عرفہ جمعہ کے دن واقع ہوا تھا، اور وہ ذی الحجہ کی نو (9) تاریخ تھی، تو ذی الحجہ کا مہینہ جمعرات کے دن شروع ہوا تھا، اس حساب سے یکم (1) محرم کو یا تو جمعہ کا دن تھا، یا ہفتہ کا دن تھا، اگر یکم (1) محرم کو جمعہ کا دن تھا، تو یکم (1) صفر کو یا ہفتہ کا دن تھا، یا اتوار کا دن تھا، اگر یکم (1) صفر کو ہفتہ کا دن تھا، تو یکم (1) ربیع الاول کو یا

ہفتہ کا دن تھا، یا اتوار کا دن تھا، اور اس حساب پر جونسی بھی حالت تصور کی جائے، تو بارہ (12) ربیع الاول کو پیر کا دن اور بدھ کا دن کسی بھی طرح نہیں بنتا، جیسا کہ قتبی نے کہا ہے، اور طبری نے ابنِ کلبی اور ابومخنف سے دو (2) ربیع الاول کو وفات کا ہونا ذکر کیا ہے، اور یہ قول اگرچہ جمہور کے خلاف ہے، لیکن مشکل نہیں ہے، اگر اس سے پہلے کے تینوں مہینے انتیس (29) کے تصور کئے جائیں، پس آپ کو اس پر غور کرنا چاہئے، کیونکہ یہ بات صحیح ہے، اور میں نے کسی کو اس نکتہ کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھا، اور میں نے خوارزمی کا یہ قول دیکھا ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی وفات ربیع الاول کی یکم (1) تاریخ میں ہوئی، اور یہ قول قیاس کے اعتبار سے طبری کے ذکر کردہ ابنِ کلبی اور ابومخنف کے قول سے زیادہ قریب ہے (کیونکہ اس صورت میں ایک مہینہ انتیس کا اور دو مہینے تیس کے شمار ہوتے ہیں، جو کہ کثیر الوقوع صورت ہے) (الروض الانف)

علامہ ابنِ ملقن کا حوالہ

علامہ ابنِ ملقن رحمہ اللہ (المتوفی: 804ہجری) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّ سَيِّدَنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ فِيْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ، وَكَانَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ، وَاخْتَلَفُوْا فِيْ أَيِّ يَوْمٍ كَانَ مِنَ الشَّهْرِ، فَقِيْلَ: فِيْ أَوَّلِهٖ، وَقِيْلَ: فِيْ ثَانِيْهِ، وَقِيْلَ: فِيْ ثَانِي عَشْرَةَ، وَقِيْلَ: فِيْ عَاشِرِهٖ، قَالَ ابْنُ دَحْيَة فِيْ كِتَابِهٖ مَرَجِ الْبَحْرَيْنِ وَسَبَقَهٗ إِلَيْهِ السُّهَيْلِيُّ: وَلَا يَصِحُّ كُلُّ ذٰلِكَ؛ لِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى أَنَّ وَقْفَةَ عَرَفَةَ فِيْ حَجَّةِ الْوِدَاعِ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فَدَخَلَ ذُو الْحِجَّةِ يَوْمَ الْخَمِيْسِ، فَكَانَ (أَوَّلُ) الْمُحَرَّمِ إِمَّا الْجُمُعَةَ وَإِمَّا السَّبْتَ، فَإِنْ كَانَ

يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَدْ دَخَلَ صَفَرُ إِمَّا السَّبْتَ وَإِمَّا الْأَحَدَ، وَإِنْ كَانَ السَّبْتَ فَقَدْ كَانَ (أَوَّلُ)رَبِيعِ الْأَحَدَ أَوِ الِاثْنَيْنِ، وَكَيْفَمَا (كَانَ) الْحِسَابُ فَلَمْ يَكُنِ الثَّانِيُ (عَشَرَ)مِنْ رَبِيعِ الْأَوَّلِ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ بِوَجْهٍ (البدر المنير فی تخريج الأحاديث والأثار الواقعة فی الشرح الكبير، ج۵ص ۱۹۹، ۲۰۰، كتاب الجنائز،الحديث الثامن)

ترجمہ: علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ربیع الاول کے مہینے میں اور پیر کے دن ہوئی، لیکن مہینے کی کونسی تاریخ تھی؟ اس میں اختلاف ہے، ایک قول یکم (1) ربیع الاول کا ہے، اور ایک قول دو(2) ربیع الاول کا ہے، اور ایک قول بارہ (12) ربیع الاول کا ہے، اور ایک قول دس (10) ربیع الاول کا ہے۔

اور ابنِ دحیہ نے اپنی کتاب ''مرجُ البحرين'' میں فرمایا، اور ان سے پہلے امام سہیلی نے فرمایا کہ یہ سب صحیح نہیں ہے، کیونکہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ حجۃ الوداع کا وقوفِ عرفہ، جمعہ کے دن واقع ہوا تھا، تو یکم (1) ذی الحجہ، جمعرات کے دن تھا، اس حساب سے یکم (1) محرم یا تو جمعہ کے دن تھا، یا ہفتہ کے دن، اگر یکم (1) محرم جمعہ کے دن تھا، تو یکم (1) صفر یا ہفتہ کے دن تھا، یا اتوار کے دن تھا، اگر یکم (1) صفر، ہفتہ کے دن تھا، تو یکم (1) ربیع الاول یا ہفتہ کے دن تھا یا اتوار کے، اور اس حساب پر جونسی بھی حالت تصور کی جائے، تو بارہ (12) ربیع الاول پیر کے دن کسی بھی طرح نہیں بنتی (البدرالمنیر)

علامہ ابنِ حجر کا حوالہ

علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 852ہجری) فرماتے ہیں:

وَقَدِ اسْتَشْكَلَ ذٰلِكَ السُّهَيْلِيُّ وَمَنْ تَبِعَهُ أَعْنِيْ كَوْنَهُ مَاتَ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ ثَانِيَ عَشَرَ شَهْرَ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ وَذٰلِكَ أَنَّهُمُ اتَّفَقُوْا عَلٰى أَنَّ ذَا الْحَجَّةِ كَانَ أَوَّلُهُ يَوْمَ الْخَمِيْسِ فَمَهْمَا فُرِضَتِ الشُّهُوْرُ الثَّلَاثَةُ تَوَامَّ أَوْ نَوَاقِصَ أَوْ بَعْضُهَا لَمْ يَصِحَّ وَهُوَ ظَاهِرٌ لِمَنْ تَأَمَّلَهُ وَأَجَابَ الْبَارِزِيُّ ثُمَّ ابْنُ كَثِيْرٍ بِاحْتِمَالِ وُقُوْعِ الْأَشْهُرِ الثَّلَاثَةِ كَوَامِلَ وَكَانَ أَهْلُ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ اِخْتَلَفُوْا فِيْ رُؤْيَةِ هَلَالِ ذِى الْحَجَّةِ فَرَآهُ أَهْلُ مَكَّةَ لَيْلَةَ الْخَمِيْسِ وَلَمْ يَرَهُ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ إِلَّا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ فَحَصَلَتِ الْوَقْفَةُ بِرُؤْيَةِ أَهْلِ مَكَّةَ ثُمَّ رَجَعُوْا إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَأَرَّخُوْا بِرُؤْيَةِ أَهْلِهَا فَكَانَ أَوَّلُ ذِى الْحَجَّةِ الْجُمُعَةَ وَآخِرُهُ السَّبْتَ وَأَوَّلُ الْمُحَرَّمِ الْأَحَدَ وَآخِرُهُ الِاثْنَيْنِ وَأَوَّلُ صَفَرٍ الثُّلَاثَاءَ وَآخِرُهُ الْأَرْبَعَاءَ وَأَوَّلُ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ الْخَمِيْسَ فَيَكُوْنُ ثَانِيْ عَشَرَهُ الْإِثْنَيْنِ وَهٰذَا الْجَوَابُ بَعِيْدٌ مِنْ حَيْثُ أَنَّهُ يَلْزَمُ تَوَالِيْ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ كَوَامِلَ وَقَدْ جَزَمَ سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ أَحَدُ الثِّقَاةِ بِأَنَّ اِبْتِدَاءَ مَرَضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَوْمَ السَّبْتِ الثَّانِيَ وَالْعِشْرِيْنَ مِنْ صَفَرَ وَمَاتَ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ لِلَيْلَتَيْنِ خَلَتَا مِنْ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ فَعَلٰى هٰذَا كَانَ صَفَرُ نَاقِصًا وَلَا يُمْكِنُ أَنْ يَّكُوْنَ أَوَّلُ صَفَرَ السَّبْتَ إِلَّا إِنْ كَانَ ذُو الْحَجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ نَاقِصَيْنِ فَيَلْزَمُ مِنْهُ نَقْصُ ثَلَاثَةِ أَشْهُرٍ مُتَوَالِيَةٍ وَأَمَّا عَلٰى قَوْلِ مَنْ قَالَ مَاتَ أَوَّلَ يَوْمٍ مِنْ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ فَيَكُوْنُ اِثْنَانِ نَاقِصَيْنِ وَوَاحِدٌ كَامِلًا وَلِهٰذَا رَجَّحَهُ السُّهَيْلِيُّ وَفِي الْمَغَازِيْ لِأَبِيْ مَعْشَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ اِشْتَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَرْبَعَاءِ لِإِحْدٰى عَشَرَةَ مَضَتْ مِنْ صَفَرَ وَهٰذَا مُوَافِقٌ لِقَوْلِ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ

الْمُقْتَضِي لِأَنَّ أَوَّلَ صَفَرٍ كَانَ السَّبْتَ وَأَمَّا مَا رَوَاهُ ابْنُ سَعْدٍ مِنْ طَرِيقِ عُمَرَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ اشْتَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَرْبَعَاءِ لِلَيْلَةٍ بَقِيَتْ مِنْ صَفَرَ فَاشْتَكٰى ثَلَاثَ عَشْرَةَ لَيْلَةً وَمَاتَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ لِاثْنَتَيْ عَشْرَةَ مَضَتْ مِنْ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ فَيَرِدُ عَلٰى هٰذَا الْإِشْكَالُ الْمُتَقَدِّمُ وَكَيْفَ يَصِحُّ أَنْ يَكُوْنَ أَوَّلُ صَفَرٍ اَلْأَحَدَ فَيَكُوْنُ تَاسِعُ عِشْرِيْنِهٖ الْأَرْبَعَاءَ وَالْغَرَضُ أَنَّ ذَا الْحَجَّةِ أَوَّلُهُ الْخَمِيسُ فَلَوْ فُرِضَ هُوَ وَالْمُحَرَّمُ كَامِلَيْنِ لَكَانَ أَوَّلُ صَفَرٍ الِاثْنَيْنِ فَكَيْفَ يَتَأَخَّرُ إِلٰى يَوْمِ الْأَرْبَعَاءِ فَالْمُعْتَمَدُ مَا قَالَ أَبُوْ مِخْنَفٍ وَكَأَنَّ سَبَبَ غَلَطِ غَيْرِهٖ أَنَّهُمْ قَالُوْا مَاتَ فِيْ ثَانِي شَهْرِ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ فَتَغَيَّرَتْ فَصَارَتْ ثَانِيَ عَشَرَ وَاسْتَمَرَّ الْوَهْمُ بِذٰلِكَ يَتْبَعُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا مِنْ غَيْرِ تَأَمُّلٍ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ (فتح الباری لابن حجر، ج۸ص۱۲۸، ۱۲۹، کتاب المغازی،قوله باب مرض النبی صلی الله علیه وسلم ووفاته وقول الله تعالی إنک میت وإنهم میتون ، دارالمعرفة، بیروت)

ترجمہ: اوراس پر سہیلی اوران کے متبعین نے اشکال ظاہر کیا ہے، یعنی ربیع الاول کی بارہ (12) تاریخ کو پیر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہونے پر، اوراس کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یکم/ ذی الحجہ، جمعرات کے دن تھی، پس تینوں مہینے، جس طرح کے بھی تصور کر لئے جائیں، پورے تیس دن کے یا انتیس دن کے، یا بعض انتیس اور بعض تیس کے، تو بارہ (12) ربیع الاول کو پیر کا دن صحیح نہیں بنتا، اور یہ بات غور کرنے والے کے لئے واضح ہے، اور بارزی، اور پھر ابنِ کثیر نے یہ جواب دیا ہے کہ تینوں مہینے تیس کے ہونے اور اہلِ مکہ اور اہلِ مدینہ کے ذی الحجہ کے چاند کو دیکھنے میں اختلاف ہونے کا احتمال ہے، پس ممکن ہے

کہ مکہ والوں نے جمعرات کی رات میں چاند دیکھا ہو، اور مدینہ والوں نے جمعہ کی رات میں چاند دیکھا ہو، اس طرح سے مکہ والوں کے چاند دیکھنے میں ایک دن کا وقفہ ہوگیا ہو، پھر صحابۂ کرام حجۃ الوداع سے فارغ ہوکر مدینہ کی طرف لوٹے، تو انہوں نے مدینہ والوں کے چاند دیکھنے کی تاریخ کا اعتبار کیا، اس طرح سے یکم ذی الحجہ، جمعہ کے دن واقع ہوئی، اور ذی الحجہ کا اختتام ہفتہ کے دن ہوا، اور یکم محرم، اتوار کے دن، اور اس کا اختتام پیر کے دن ہوا، اور صفر کی ابتداء منگل کے دن ہوئی، اور اس کا اختتام بدھ کے دن ہوا، اور ربیع الاول کا آغاز جمعرات کے دن ہوا ہو، اور اس تفصیل کے مطابق بارہ (12) ربیع الاول، پیر کے دن واقع ہوئی ہو۔

مگر یہ جواب بعید اور مشکل ہے، کیونکہ اس میں چار مہینوں کا لگاتار تیس کا ہونا لازم آتا ہے۔ [1]

اور سلیمان تیمی نے جو کہ ثقہ راویوں میں سے ہیں، اس پر اطمینان اور وثوق ظاہر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کی ابتداء ہفتہ کے دن بائیس (22) صفر کو ہوئی تھی، اور آپ کی وفات پیر کے دن دو (2) ربیع الاول کو ہوئی، تو اس صورت میں صفر کا مہینہ انتیس (29) کا بنا، اور یہ بات ممکن نہیں کہ یکم/صفر ہفتہ کے دن ہو، مگر اسی صورت میں جبکہ ذی الحجہ اور محرم دونوں مہینے انتیس دن کے ہوں، تو اس سے تینوں مہینوں کا لگاتار انتیس دن کا ہونا لازم آتا ہے، اور جس نے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات یکم (1) ربیع الاول کو ہوئی، تو اس کے نزدیک دو مہینے انتیس کے، اور ایک مہینہ تیس دن کا بنتا ہے، اور اسی وجہ سے امام سہیلی نے اس کو ترجیح دی ہے، اور مغازی میں ابومعشر کی محمد بن قیس سے روایت

---

[1] تاہم بعض ماہرین کی تصریح کے مطابق چار ماہ متواتر کامل جمع ہوسکتے ہیں (ملاحظہ ہو: الھیئۃ الکبریٰ ج۱ص۴۷۷، لمولانا محمد موسیٰ خان روحانی بازی رحمہ اللہ)

یہ بات اگر صحیح ہو تو بھی اس موقع پر اختلافِ مطالع کا احتمال بعید ہے، اور اس کا کسی روایت میں ذکر بھی نہیں۔

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدھ کے دن صفر کی گیارہ (11) تاریخ کو بیمار ہوئے، اور یہ بات سلیمان تیمی کے قول کے موافق ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ یکم (1) صفر ہفتہ کے دن ہوئی، اور وہ روایت جس کو ابنِ سعد نے عمر بن علی بن ابی طالب کی سند سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدھ کے دن صفر کا مہینہ ختم ہونے سے ایک رات پہلے بیمار ہوئے، اور تیرہ (13) رات، آپ بیمار رہے، اور ربیع الاول کی بارہ (12) تاریخ کو پیر کے دن وفات ہوئی، تو اس پر وہ اشکال لازم آتا ہے، جو پہلے گزر چکا، اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ صفر کی پہلی (یعنی یکم صفر) اتوار کے دن ہو، اور انتیسویں اسی صفر کی بدھ کے دن ہو (حالانکہ اس صورت میں انتیسویں کو بھی اتوار کا دن ہونا چاہئے)

خلاصہ یہ ہے کہ ذی الحجہ کی پہلی تاریخ، جمعرات کے دن تھی، پس اگر اس ذوالحجہ اور محرم کو تیس دن کا فرض (وشمار) کیا جائے، تو صفر کی پہلی تاریخ پیر کو بنتی ہے، پھر وہ بدھ تک کیسے مؤخر ہوسکتی ہے (اور اگر ذوالحجہ ومحرم میں سے ایک کو انتیس کا شمار کیا جائے تو صفر کی پہلی تاریخ اتوار کو بنتی ہے، جیسا کہ ابھی گزرا)

پس زیادہ قابلِ اعتماد ابو مخنف کا قول ہے (یعنی وفات کا 2 / ربیع الاول ہونا) اور ان کے علاوہ دوسروں کی غلطی کا سبب یہ ہے کہ اوپر والوں (یعنی راوی، ناقلین وغیرہ اہلِ سیر) نے یہ فرمایا تھا کہ "ثانی شهر ربیع الاول" (یعنی 2 / ربیع الاول) میں وفات فرمائی تھی، مگر یہ (کتابت وغیرہ کی غلطی کی وجہ سے) "ثانی عشر ربیع الاول" (یعنی 12 / ربیع الاول) ہوگیا (شَہر کا عَشر بن گیا) اور یہ غلط فہمی آگے تک چلتی رہی، اور بغیر تامل کے بعض، بعض کی اتباع کرتے رہے۔

واللہ اعلم (فتح الباری)

حافظ عراقی کا حوالہ

حافظ عراقی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:806ہجری) فرماتے ہیں:

إِنَّ الَّذِیُ یَظُهَرُ مِنُ کَلَامِ أَهُلِ السِّیَرِ نُقُصَانُ الثَّلَاثَةِ ، أَوِ اثُنَیُنِ مِنُهَا، بِدَلِیُلِ مَا رَوَاهُ الْبَیُهَقِیُّ فِیُ "دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ "بِإِسُنَادٍ صَحِیُحٍ إِلٰی سُلَیُمَانَ التَّیُمِیِّ:أَنَّ رَسُوُلَ اللّٰهِ صَلَّی اللهُ عَلَیُهِ وَسَلَّمَ مَرِضَ لِاثُنَتَیُنِ وَّعِشُرِیُنَ لَیُلَةً مِّنُ صَفرٍ ، وَکَانَ أَوَّلُ یَوُمٍ مَرِضَ فِیُهِ یَوُمَ السَّبُتِ ، وَکَانَتُ وَفَاتُهُ الْیَوُمَ الْعَاشِرَ یَوُمَ الْاِثُنَیُنِ لِلَیُلَتَیُنِ خَلَتَا مِنُ شَهُرِ رَبِیُعِ الْأَوَّلِ ، فَهٰذَا یَدُلُّ عَلٰی أَنَّ أَوَّلَ صَفرٍ یَوُمُ السَّبُتِ ، فَلَزِمَ نُقُصَانُ ذِی الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمِ ، وَقَوُلُهُ:فَکَانَتُ وَفَاتُهُ الْیَوُمَ الْعَاشِرَ ، أَیُ:مِنُ مَرَضِهٖ ، یَدُلُّ عَلٰی نَقُصِ صَفرٍ أَیُضًا ، وَیَدُلُّ عَلٰی ذٰلِکَ أَیُضًا مَا رَوَاهُ الْوَاقِدِیُّ عَنُ أَبِیُ مَعُشَرٍ ، عَنُ مُحَمَّدِ بُنِ قَیُسٍ، قَالَ :اِشُتَکٰی رَسُوُلُ اللّٰهِ صَلَّی اللهُ عَلَیُهِ وَسَلَّمَ یَوُمَ الْأَرُبَعَاءِ لِإِحُدٰی عَشَرَةَ بَقِیَتُ مِنُ صَفرٍ إِلٰی أَنُ قَالَ:اِشُتَکٰی ثَلَاثَةَ عَشَرَ یَوُمًا ، وَتُوُفِّیَ یَوُمَ الْاِثُنَیُنِ لِلَیُلَتَیُنِ خَلَتَا مِنُ رَبِیُعِ الْأَوَّلِ ،فَهٰذَا یَدُلُّ عَلٰی نُقُصَانِ الشُّهُوُرِ أَیُضًا ؛ إِلَّا أَنَّهُ جَعَلَ مُدَّةَ مَرَضِهٖ أَکُثَرَ مِمَّا فِیُ حَدِیُثِ التَّیُمِیِّ، وَیُجُمَعُ بَیُنَهُمَا بِأَنَّ الْمُرَادَ بِهٰذَا اِبُتِدَاؤُهُ، وَبِالْأَوَّلِ اِشُتِدَادُهُ ، وَالْوَاقِدِیُّ وَإِنُ ضُعِّفَ فِی الْحَدِیُثِ ، فَهُوَ مِنُ أَئِمَّةِ أَهُلِ السِّیَرِ ، وَأَبُوُ مَعُشَرٍ نَجِیُحٌ مُخُتَلَفٌ فِیُهِ ، وَیُرَجِّحُ ذٰلِکَ وُرُوُدُهُ عَنُ بَعُضِ الصَّحَابَةِ ؛ وَذٰلِکَ فِیُمَا رَوَاهُ الْخَطِیُبُ فِی الرُّوَاةِ عَنُ مَالِکٍ مِنُ رِوَایَةِ سَعِیُدِ بُنِ مُسُلِمِ بُنِ قُتَیُبَةَ الْبَاهِلِیِّ ، حَدَّثَنَا مَالِکُ بُنُ أَنَسٍ ، عَنُ نَافِعٍ ، عَنِ ابُنِ عُمَرَ ، قَالَ:لَمَّا

قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرِضَ ثَمَانِيَةً ، فَتُوُفِّيَ لِلَيْلَتَيْنِ خَلَتَا مِنْ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ اَلْحَدِيْثَ ، فَاتَّضَحَ أَنَّ قَوْلَ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ وَمَنْ وَافَقَهُ رَاجِحٌ ، مِنْ حَيْثُ التَّارِيْخِ ، وَكَذٰلِكَ قَوْلُ اِبْنِ شِهَابٍ: مُسْتَهِلَّ شَهْرِ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ ، فَيَكُوْنُ أَحَدُ الشُّهُوْرِ الثَّلَاثَةِ نَاقِصًا، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ (شرح التبصرة والتذكرة، للحافظ العراقی، ج۲ص ۳۰۱، تواریخ الرواۃ والوفیات)

ترجمہ: اہلِ سیَر کے کلام سے جو بات ظاہر ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ تینوں (یعنی محرم، صفراور ربیع الاول کے) مہینے، انتیس کے تھے، یا ان میں سے دوانتیس کے تھے، جس کی دلیل وہ ہے، جس کو امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں صحیح سند کے ساتھ سلیمان تیمی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بائیس (22) صفر کو بیمار ہوئے ، اور جس دن بیماری کا آغاز ہوا، وہ ہفتے کا دن تھا، اور آپ کی وفات دسویں روز، پیر کے دن ربیع الاول کی دو(2) تاریخ کو ہوئی۔

جس سے معلوم ہوا کہ یکم (1) صفر ہفتے کے دن تھی، تو اس سے ذی الحجہ اور محرم دونوں مہینوں کے انتیس دنوں کا ہونا لازم آیا، اور سلیمان تیمی کا یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات دسویں دن ہوئی، اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کا دسواں دن ہے، جس سے صفر کے مہینے کا بھی انتیس کا ہونا معلوم ہوا۔ [1]

اور یہی بات اس روایت سے بھی معلوم ہوتی ہے، جو واقدی نے ابو معشر کی سند سے محمد بن قیس سے روایت کی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدھ کے دن صفر کا مہینہ ختم ہونے سے گیارہ دن پہلے بیمار ہوئے ، یہاں تک کہ فرمایا کہ تیرہ دن بیمار رہے، اور پیر کے دن ربیع الاول کی دوسری تاریخ (یعنی 2 ربیع الاول) میں

[1] اور بعض ماہرینِ فلکیات کی تصریح کے مطابق ناقص مہینے متواتر دو بھی ہوسکتے ہیں، اور تین بھی، اور اس سے زیادہ کا جمع وتواتر مشکل ہے (ملاحظہ ہو: الهيئة الكبرىٰ، ج ا ص ۴۷۷، للشيخ محمد موسىٰ خان)

وفات ہوئی، اس سے بھی تینوں مہینوں کا انتیس کا ہونا معلوم ہوتا ہے، مگر محمد بن قیس نے مرض کی مدت، تیمی کی حدیث میں بیان کردہ مدت سے زیادہ بیان کی ہے، اور دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق دی جاسکتی ہے کہ اِس (محمد بن قیس کی) روایت سے مراد مرض کی ابتدا ہونا، اور پہلی (یعنی سلیمان تیمی کی) روایت سے مراد مرض کی شدت کا ہونا ہے، اورامام واقدی اگرچہ حدیث کے فن میں ضعیف شمار کئے گئے ہیں، لیکن وہ اہل السیَر کے اماموں میں سے ہیں، اور ابومعشر نجیح کے بارے میں اختلاف ہے، اوراس روایت کا راجح ہونا، اس وجہ سے بھی ہے کہ بعض صحابہ سے بھی یہی منقول ہے، جیسا کہ خطیب نے رواۃ میں مالک سے سعید بن مسلم بن قتیبہ باہلی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ ہم سے مالک بن انس نے بیان کیا ہے، انہوں نے نافع سے، اورانہوں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، تو آپ آٹھ دن (شدید) بیمار رہے، اور ربیع الاول کی دو (2) تاریخ کو وفات پائی، **الحدیث۔** [1]

پس اس تفصیل سے واضح ہوا کہ سلیمان تیمی اوران سے موافقت کرنے والوں کا قول تاریخ کے لحاظ سے راجح ہے، اوراسی طریقہ سے ابنِ شہاب کا قول بھی (راجح ہے) کہ ربیع الاول کا چاند نظر آنے کے وقت (یعنی یکم ربیع الاول کو نبی صلی اللہ علیہ سلم کی) وفات ہوئی، اس صورت میں تین مہینوں میں سے ایک مہینہ انتیس کا ہوگا، **واللہ اعلم** (شرح التبصرۃ)

---

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدتِ مرضِ وفات میں اختلاف ہے، اکثر حضرات تیرہ دن کے قائل ہیں۔

واختلف فی مدۃ مرضہ فالأکثر علی أنھا ثلاثۃ عشر یوما وقیل بزیادۃ یوم وقیل بنقصہ والقولان فی الروضۃ وصدر بالثانی وقیل عشرۃ أیام وبہ جزم سلیمان التیمی فی مغازیہ (فتح الباری لابنِ حجر، ج۸ص ۱۲۹، قولہ باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ وقول اللہ تعالی إنک میت وإنھم میتون، دارالمعرفۃ ،بیروت)

فائدہ: ابوعبیدہ معمر بن مثنیٰ کی دو (2) ربیع الاول کی روایت امام حاکم نے نقل فرمائی ہے۔ [1] اور دو (2) ربیع الاول سے متعلق محمد بن قیس کی روایت، امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل النبوۃ میں نقل فرمائی ہے۔ [2]

---

[1] جس کے الفاظ درجِ ذیل ہیں:

ثم اشتكى فى النصف من صفر، ثم قبض يوم الاثنين ليومين مضيا من شهر ربيع الأول (مستدرك حاكم ،رقم الحديث٤٢١٧)

ترجمہ: پھر صفر کے مہینے کے درمیان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیماری کی شکایت ہوئی، پھر پیر کے دن ربیع الاول کے مہینے کی دو تاریخ میں آپ کا وصال ہوا (حاکم)

ابوعبید معمر بن مثنیٰ کی وفات کی تاریخ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، جو سن 208 ہجری سے لے کر 211 ہجری کے درمیان دائر ہیں۔

أبو عبيدة الامام العلامة البحر، أبو عبيدة، معمر بن المثنى التيمى، مولاهم البصرى، النحوى، صاحب التصانيف. ولد فى سنة عشر ومئة، فى الليلة التى توفى فيها الحسن البصرى......قال يعقوب بن شيبة :سمعت على بن المدينى ذكر أبا عبيدة، فأحسن ذكره، وصحح روايته، وقال: كان لا يحكى عن العرب إلا الشىء الصحيح .وقال يحيى بن معين :ليس به بأس .قال المبرد :كان هو والاصمعى متقاربين فى النحو، وكان أبو عبيدة أكمل القوم .قلت :قارب مئة عام، أو كملها، فقيل :مات سنة تسع ومئتين،وقيل :مات سنة عشر.(سير اعلام النبلاء ج٩ص ٤٤٥ الىٰ ٤٤٧، ملخصاً، تحت رقم الترجمة ١٦٨)

قال الخطيب :يقال إنه ولد فى الليلة التى مات فيها الحسن البَصرِىّ .وَقَال أبو موسى محمد بن المثنى : مات سنة ثمان ومئتين .وَقَال المظفر بن يحيى : مات سنة تسع ومئتين وهو ابن ثلاث وتسعين سنة .وَقَال ابن عفير :مات سنة إحدى عشرة ومئتين .وَقَال الصولى : مات سنة تسع وقيل :سنة عشر وقيل :سنة إحدى عشرة ومئتين . ذكره أبو داود فى أول كتاب الزكاة عقيب حديث أبى بكر :لو منعونى عقالا "قال أبو عُبَيدة :العقال :صدقة سنة والعقالان :صدقة سنتين (تهذيب الكمال ج٢٨ص ٣٢٠، ٣٢١، تحت رقم الترجمة ٦١٠٧)

[2] جس کے الفاظ یہ ہیں:

اشتكى ثلاثة عشر يوما وتوفى يوم الإثنين لليلتين خلتا من ربيع الأول سنة إحدى عشرة(دلائل النبوة للبيهقى، ج٧ص ٢٣٥ ،جماع أبواب مرض رسول الله صلى الله عليه وسلم ووفاته ،باب ما جاء فى الوقت واليوم والشهر [والسنة]التى توفى فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم، وفى مدة مرضه)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ دن بیمار رہے، اور پیر کے دن ربیع الاول کی دو تاریخ میں سن 11 ھ میں آپ نے وفات پائی (بیہقی)

معتمر بن سلیمان کی اپنے والد سلیمان بن طرخان تیمی سے دو (2) ربیع الاول کی روایت بھی صحیح سند کے ساتھ امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل النبوۃ میں نقل فرمائی ہے۔ ؎۱

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت عکرمہ سے بھی دو (2) ربیع الاول کی روایت منقول ہے۔

جس کو امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے۔ ؎۲

اور صقعب بن زہیر نے فقہائے اہلِ حجاز سے بھی دو (2) ربیع الاول کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نقل کی ہے۔

جس کو ابنِ جریر طبری نے تاریخ الامم میں روایت کیا ہے۔ ؎۳

؎۱ جس کے الفاظ یہ ہیں:

وكانت وفاته اليوم العاشر ، يوم الإثنين لليلتين خلتا من شهر ربيع الأول ، لتمام عشر سنين من مقدمه المدينة(دلائل النبوة للبيهقى، ج٧ص ٢٣٤،جماع أبواب مرض رسول الله صلى الله عليه وسلم ووفاته ،باب ما جاء فى الوقت واليوم والشهر [والسنة]التى توفى فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم، وفى مدة مرضه)

رواه البيهقى فى دلائل النبوة بإسناد صحيح إلى سليمان التيمى(شرح التبصرة والتذكرة،للحافظ العراقى،ج٢ص ٣٠١،تواريخ الرواة والوفيات)

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات دسویں روز، پیر کے دن ربیع الاول کے مہینے کی دوسری تاریخ میں ہوئی، اس وقت آپ کو مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کئے ہوئے، دس سال پورے ہو چکے تھے (بیہقی)

؎۲ جس کے الفاظ یہ ہیں:

ثم حج رسول الله صلى الله عليه و سلم العام المقبل ثم ودع الناس ثم رجع فتوفى فى ليلتين خلتا من شهر ربيع(مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ٩٧٣٤)

ترجمہ: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگلے سال حج کیا، پھر لوگوں کو الوداع فرما کر مدینہ منورہ واپس لوٹے، پھر ربیع الاول کے مہینے کی ۲ تاریخ میں آپ کی وفات ہوئی (عبدالرزاق)

؎۳ جس کے الفاظ یہ ہیں:

عن هشام بن محمد بن السائب عن أبى مخنف قال حدثنا الصقعب بن زهير عن فقهاء أهل الحجاز قالوا قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم نصف النهار يوم الاثنين لليلتين مضتا من شهر ربيع الاول (تاريخ الامم والملوك،لابن جرير الطبرى،ج٢ص ٢٠٠، سنة احدىٰ عشرة، ذكر الأخبار الواردة باليوم الذى توفى فيه رسول الله ومبلغ سنه يوم وفاته)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علاوہ ازیں حضرت ابو معشر اور یحییٰ بن بکیر کی روایت اور اکثر حضرات کی تصریح کے مطابق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات بائیس (22) جمادی الاخریٰ تیرہ (13) ہجری ہے۔

اور صحیح روایت کے مطابق آپ کی خلافت کا زمانہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے شروع ہو کر دو (2) سال تین (3) مہینے اور بیس دن بنتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور حضرت موسیٰ بن عقبہ کی ایک لمبی روایت میں ہے:

حتی کانت ليلة الإثنين من شهر ربيع الأول فأقلع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم الوعک فأصبح مفيقا ......حتى توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم على صدر عائشة في يومها يوم الاثنين حين زاغت الشمس لهلال شهر ربيع الأول صلى الله عليه وسلم (دلائل النبوة للبيهقي، ج۷ص ۱۹۹ الیٰ ۲۰۱،ملخصاً،جماع أبواب مرض رسول الله صلى الله عليه وسلم ووفاته ،باب ما جاء في تقرير النبي صلى الله عليه وسلم أبا بكر على آخر صلاة صلاها بالناس في حياته)

اس روایت میں کیونکہ پہلے دو (2) ربیع الاول اور پیر کے دن کا ذکر ہے، جس کے بعد یوم الاثنین لهلال شهر ربيع الاول سے یکم کے بجائے دو (2) ربیع الاول کی تاریخ کا مراد ہونا راجح معلوم ہوتا ہے۔

اور جن دیگر روایات میں اس طرح (یعنی هلال شهر ربيع الاول ومثلهٗ) کا مضمون مذکور ہے، ان سے بھی دو (2) ربیع الاول مراد لینا ''قريب الشيئ في حكم الشيئ '' کے اصول سے بعید نہیں۔ واللہ اعلم۔ محمد رضوان۔

حدثنا أبو الزنباع روح بن الفرج، ثنا يحيى بن بكير، قال: استخلف أبو بكر رضي الله عنه، في اليوم الذي توفي فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم، وتوفي أبو بكر رضي الله عنه، في جمادى الآخرة سنة ثلاث عشرة، وسنه يوم توفي كما ذكرت عائشة رضي الله عنها سن رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو ابن ثلاث وستين "(المعجم الكبير للطبراني ،رقم الحديث ۴۲، ج ۱ ص ۶۱)

قال الهيثمي:رواه الطبراني ورجاله ثقات(مجمع الزوائد ج۹ص ۶۰، تحت رقم الحديث ۱۴۳۹۷ ،باب وفاة أبي بكر رضي الله عنه)

[1] عن أبي معشر، قال: " استخلف أبو بكر في شهر ربيع الأول حين توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم، ومات لثمان بقين من جمادى الآخرة يوم الاثنين من سنة ثلاث عشرة، فكانت خلافته سنتين وأربعة أشهر إلا عشر ليال "(معرفة الصحابة لابي نعيم رقم الحديث ۹۴،الاعتقاد للبيهقي ،ص ۳۳۴،باب تسمية الخلفاء الذين نبه رسول

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے حساب سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات دو(2) ربیع الاول کو صحیح قرار پاتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الله صلى الله عليه وسلم على خلافتهم بعده وعلى مدة بقائهم، تاريخ مدينة دمشق لابن عساكر، ج٣٠ص٤٥٨، ٤٥٩)

وأخبرنا محمد بن عبد الله عن الزهرى عن عروة عن عائشة قالوا :كان أول بدء مرض أبى بكر أنه اغتسل يوم الإثنين لسبع خلون من جمادى الآخرة، وكان يوما باردا، فحم خمسة عشر يوما لا يخرج إلى صلاة، وكان يأمر عمر بن الخطاب يصلى بالناس، ويدخل الناس عليه يعودونه وهو يثقل كل يوم وهو نازل يومئذ فى داره التى قطع له النبى، صلى الله عليه وسلم، وجاه دار عثمان بن عفان اليوم، وكان عثمان ألزمهم له فى مرضه، وتوفى أبو بكر، رحمه الله، مساء ليلة الثلاثاء لثمانى ليال بقين من جمادى الآخرة سنة ثلاث عشرة من مهاجر النبى، صلى الله عليه وسلم(الطبقات الكبرىٰ لابنِ سعد ، ج٣ص ٢٠١، الطبقة الاولىٰ على السابقة فى الاسلام،ذكر وصية أبى بكر)

وذلک على الصحيح لثمان بقين من جمادى الآخرة سنة ثلاث عشرة من الهجرة فكانت مدة خلافته سنتين وثلاثة اشهر واياما وقيل غير ذلک ولم يختلفوا انه استكمل سن النبى صلى الله عليه و سلم فمات وهو بن ثلاث وستين والله اعلم(فتح البارى لابنِ حجر،ج٧ص ٤٠ ،قوله باب قول النبى صلى الله عليه و سلم لو كنت متخذا خليلا)

ومن الأوهام ما أخرجه البغوى عن على بن مسلم، عن زياد البكائى، عن محمد بن إسحاق، قال: كانت خلافة أبى بكر سنتين وثلاثة أشهر واثنين وعشرين يوما، توفى فى جمادى الأولى.

وهذا غلط إما فى المدة وإما فى الشهر، فمن ذلک ما أخرجه من طريق الليث، قال: مات أبو بكر لليلة خلت من ربيع الأول .وقال البغوى: حدثنا محمد بن بكار، حدثنا أبو معشر، عن زيد بن أسلم، عن أبيه، وعن عمر مولى عفرة، وعن محمد بن بزيغ: توفى أبو بكر لثمان بقين من جمادى الآخرة.

قلت: وهذا يطابق المدة التى فى رواية ابن إسحاق .ويخلص الوهم إلى الشهر(الاصابة فى تمييز الصحابة لابنِ حجر،ج٤ص ص ١٥٠، حرف العين المهملة، رقم الترجمة ٤٨٣٥)

وتوفى أبو بكر مساء يوم الاثنين لثمان بقين من جمادى الأخرى سنة ثلاث عشرة وكانت خلافته سنتين وأربعة أشهر إلا عشر ليال وقيل سنتين وثلاثة أشهر وتسع ليال (تلقيح فهوم الاثر لابن الجوزى، ص٦٠، ذكر وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم ،تسمية الخلفاء من بعده صلى الله عليه وسلم)

اس فصل کا خلاصہ

مذکورہ تفصیل کا خلاصہ یہ نکلا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بارہ (12) ربیع الاول کو ہونا، تو حساب سے درست نہیں بنتا، اور مختلف اقوال میں سے دو (2) ربیع الاول کے قول کو اکثر حضرات نے راجح قرار دیا ہے، جس کی بیشتر روایات سے بھی تائید ہوتی ہے، جبکہ بعض حضرات نے یکم (1) ربیع الاول کو راجح قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے 2 / ربیع الاول کو ترجیح دی ہے، اور 12 / ربیع الاول کو غلط قرار دیا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

تاریخِ وفات میں مشہور ہے کہ 12 / ربیع الاول کو واقع ہوئی اور یہی جمہور مؤرخین لکھتے چلے آئے ہیں، لیکن حساب سے کسی طرح یہ تاریخ وفات نہیں ہوسکتی، کیونکہ یہ بھی متفق علیہ اور یقینی امر ہے کہ وفات دوشنبہ کو ہوئی اور یہ بھی یقینی ہے کہ آپ کا حج 9 / ذی الحجہ بروز جمعہ کو ہوا، ان دونوں باتوں کے ملانے سے 12 / ربیع الاول بروز دوشنبہ نہیں پڑتی۔ اس لئے حافظ ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں طویل بحث کے بعد اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ تاریخ وفات دوسری ربیع الاول ہے۔ کتابت کی غلطی سے 2۔ کا۔ 12۔ اور عربی عبارت میں ''ثانی شہر ربیع الاول'' کا ''ثانی عشر ربیع الاول'' بن گیا، حافظ مغلطائی نے بھی دوسری تاریخ کو ترجیح دی ہے۔ واللہ اعلم

(حاشیہ سیرت خاتم الانبیاء ص ۱۴۴، مطبوعہ: دارالاشاعت، سنِ طباعت: ۱۴۱۳ھ)

اور علامہ سید سلیمان ندوی صاحب رحمہ اللہ نے بھی 12 / ربیع الاول کو غلط قرار دیا ہے، البتہ انہوں نے یکم ربیع الاول کو کثیر الوقوع صورت کی بناء پر ترجیح دی ہے۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

سب سے پہلے امام مذکور (سہیلی) ہی نے درایۃً اس نکتہ کو دریافت کیا کہ 12 / ربیع الاول کی روایت قطعاً نا قابل تسلیم ہے کیونکہ دو باتیں یقینی طور پر ثابت ہیں، روزِ وفات دوشنبہ کا دن تھا (صحیح بخاری ذکر وفات وصحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ) اس سے تقریباً تین مہینے پہلے ذی الحجہ 10ھ کی نویں تاریخ کو جمعہ کا دن تھا (صحاح قصة حجة الواع، صحيح بخارى تفسير اليوم اكملت لكم دينكم) ذی الحجہ 10ھ روز جمعہ سے 12 / ربیع الاول 11ھ تک حساب لگاؤ، ذی الحجہ، محرم، صفران تینوں مہینوں کو خواہ 29، 29، خواہ 30، 30 خواہ بعض 30، کسی حالت اور کسی شکل سے 12 / ربیع الاول کو دوشنبہ کا دن نہیں پڑسکتا، اس لئے درایۃً بھی یہ تاریخ قطعاً غلط ہے۔ دوم ربیع الاول کو حساب سے اس وقت دوشنبہ پڑسکتا ہے جب تینوں مہینے 29 کے ہوں۔ جب دو پہلی صورتیں نہیں ہیں تو اب صرف تیسری صورت رہ گئی ہے جو کثیر الوقوع ہے یعنی یہ کہ دو مہینے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاتِ مبارکہ کے اہم اور عظیم سانحہ ہونے کے باوجود، اس کی تاریخ کا متفق علیہ اور یقینی طور پر معلوم نہ ہونا، اس بات کی علامت ہے کہ اس تاریخ کے ساتھ امتِ مسلمہ کے لیے شریعت کا کوئی مخصوص حکم متعین نہیں۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

29 کے اور ایک مہینہ تیس کا لیا جائے، اس حالت میں 29 ربیع الاول کو دوشنبہ کا روز واقع ہوگا اور یہی ثقہ اشخاص کی روایت ہے (تفصیلی نقشہ تحریر کرنے کے بعد فرماتے ہیں) وفاتِ نبوی کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک یکم ربیع الاول سن 11ھ ہے (حاشیہ سیرت النبی ج ۲ ص ۱۰۵ تا ۱۰۶، مطبوعہ: الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، سنِ طباعت: مارچ ۱۹۹۱ء)

اور مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ نے بھی بارہ (12) ربیع الاول کو وفات ہونے کی تغلیط کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

اب لیجئے! وفات کا حساب یہ تو اس سے بھی زیادہ آسان ہے ولادت میں تو 63 سال پیچھے جانا پڑتا ہے، اس میں تو صرف 3 مہینے کا حساب ہے اور بالکل بدیہی ہے جسے عامی سا آدمی بھی آسانی سے نکال لے ذوالحجہ کی نویں تاریخ جمعہ کے دن تھی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک صرف 3 ماہ بنتے ہیں۔ محرم، صفر، ربیع الاول تو یہ 3 چاند ہوئے، ان کا حساب بالکل اَن پڑھ سے اَن پڑھ آدمی بھی نکال لے، تینوں چاند آپ 29 کے لگالیں تو پیر کے دن 12 ربیع الاول نہیں بنتی۔ تینوں چاند 30 کے لگالیں تو نہیں بنتی، دو 30 لگائیں ایک 29 لگائیں، تو نہیں بنتی، دو 29 کے لگائیں ایک 30 لگائیں، تو پیر کو 12 ربیع الاول نہیں بنتی، اگر پیر کو 12 بنتی ہے تو کس طرح بنتی ہے کہ دو چاند لگالیں 30 کے اور ایک لگائیں 31 کا، بھائی آپ ہی بتائیں بھلا 31 کا کبھی چاند ہوا ہے۔ اولاً تو 3 چاند مسلسل 30 کے ہوں، یہ بھی ذرا مشکل ہے، مگر پھر بھی ممکن ہے کبھی ایسا ہو جاتا ہے، مگر 31 کا چاند کیسے مانیں؟ اس سے ثابت ہوا کہ وفات کی تاریخ جو 12 ربیع الاول مانی جاتی ہے یہ بھی بالکل غلط ہے، اس کا بھی کوئی امکان نہیں (وعظ ''جشنِ ربیع الاول محبت کے آئینہ میں'' ص ۸، ۹، مطبوعہ: الرشید، کراچی، طبع ثانی: ذی القعدہ ۱۴۱۷ھ)

(فصل نمبر 3)

تاریخِ ولادت ووفات میں اختلاف

اور ایک مہینہ میں جمع ہونے کی حکمت

مذکورہ تفصیل سے بات معلوم ہوچکی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور وفاتِ مبارکہ، دونوں ربیع الاول کے مہینہ میں واقع ہوئیں، لیکن جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخِ ولادت باسعادت میں اختلاف پایا جاتا ہے، اسی طرح تاریخِ وفاتِ مبارکہ میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

جس میں یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نہ کوئی وجہ اور حکمت ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بھی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

تاریخ ولادت اور تاریخِ وفات میں اختلاف کی حکمت

اس لیے یہاں پہلا سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور وصال مبارک کی تاریخوں میں یہ اختلاف کیوں پیدا ہوا، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے ذریعہ سے ہزاروں سال پہلے کے واقعات بھی بیان فرمائے، اور آئندہ کے واقعات وحالات بھی بیان فرمائے، یہاں تک کہ جنت وجہنم کے تفصیلی حالات وواقعات کا بھی ذکر فرمایا۔

اگر اللہ کو منظور ہوتا، تو تاریخِ ولادت اور تاریخِ وفات کو بیان کرنا کوئی مشکل نہ تھا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابۂ کرام، محدثینِ عظام اور فقہائے کرام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر ادا اور طرزِ عمل کو محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو حافظے بھی

عجیب وغریب طرح کے عطافرمائے تھے۔

لہٰذا یہ کہنا بھی مشکل ہے کہ ان حضرات کے حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے یہ اختلاف پیدا ہوا۔

بات دراصل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخِ ولادت اور تاریخِ وفات سے متعین طور پر امت کے لئے کوئی خاص (غمی یا خوشی کا) حکم وابستہ نہیں تھا، اس لئے اس کی حفاظت کا منجانب اللہ کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں کرایا گیا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکوینی طور پر اس میں اختلاف منظور ہوا، جس میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی حکمتیں وابستہ تھیں۔

چنانچہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین وتبعِ تابعین رحمہم اللہ کے دور میں تاریخِ ولادت اور تاریخِ وفات کے حوالہ سے کوئی اجتماعی یا انفرادی حکم یا عمل وابستہ ہوتا (جیسا کہ آج کل عید میلاد النبی کے نام سے جشن کا اہتمام ہوتا ہے) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخِ ولادت اور تاریخِ وفات میں یہ اختلاف موجود نہ ہوتا، جیسا کہ آج دنیا کے ہر کونے میں ادنیٰ درجہ کے مسلمان کو بھی یہ بات معلوم ہے کہ عید الفطر، شوال کی پہلی تاریخ میں اور عید الاضحیٰ، ذی الحجہ کی دس تاریخ میں ہوتی ہے، اور اس میں امتِ مسلمہ کے درمیان دو رائے نہیں پائی جاتیں، کیونکہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا متعینہ تاریخوں میں انجام دیا جانا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے متواتر طریقہ پر چلا آرہا ہے، جس کو امت نے ہر دور اور ہر زمانہ میں ادا کیا ہے، اگر بارہ (12) ربیع الاول کو ایک اجتماعی تیسری عید یا کسی اجتماعی عمل کا بھی وجود ہوتا تو یقیناً اس کا ثبوت بھی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی طرح ہوتا۔

پس اس سے واضح ہوا کہ شریعتِ مطہرہ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ ولادت اور یومِ وفات کے ساتھ کوئی مخصوص اجتماعی یا انفرادی شرعی عمل وابستہ نہیں۔

ولادت اور وصال کے ایک مہینہ میں جمع ہونے کی حکمت

یہاں دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وصال ایک ہی مہینہ

یعنی ربیع الاول کے اندر جمع ہونے میں کیا حکمت ہے؟

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وصال کے ایک مہینہ کے اندر جمع ہونے میں اہلِ علم حضرات نے ایک حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ کوئی شخص اس مہینے میں آپ کی ولادت کی وجہ سے نہ تو ''یومُ العید'' (یعنی خوشی کا دن) منائے اور نہ ''یومُ الحزن '' (یعنی غم کا دن) کیونکہ اگر کوئی اس کو یومُ العید (یعنی خوشی کا دن) بنانا چاہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا خیال اس خوشی میں رکاوٹ ہوگا، اور اگر کوئی یومُ الحزن (یعنی غم کا دن) منانا چاہے، تو ولادتِ شریفہ کا خیال اس رنج وغم میں رکاوٹ ہوگا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور وفات سے زیادہ کوئی واقعہ سرور (خوشی) اور حزن (رنج وغم) کا نہیں (ماخوذ از ''خطباتِ حکیم الامت'' مواعظِ میلاد النبی وعظ ''النور''، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ يَوْمًا أَضْوَأَ وَلَا أَنْوَرَ وَلَا أَحْسَنَ مِنْ يَوْمٍ دَخَلَ عَلَيْنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،وَلَا رَأَيْتُ يَوْمًا أَظْلَمَ وَلَا أَقْبَحَ مِنْ يَوْمٍ مَاتَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الشريعة للآجرى ،جزء ٤ص ١٦٢٣، رقم الحديث ١١١١، كتاب الايمان ،باب ذكر وفاة النبى صلى الله عليه وسلم، دارالوطن، رياض ، السعودية، اخبارِ اصبهان لابى نعيم الاصبهانى ، ج ١ص ٣٢٣)

ترجمہ: اللہ کی قسم میں نے کوئی دن سب سے زیادہ روشن اور منور اور حسین تر، اس دن سے زیادہ نہیں دیکھا، جس دن ہم پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم، داخل ہوئے، اور میں نے کوئی دن زیادہ (غم کے) اندھیرے میں ڈوبے ہوئے اور قبیح تر (اور غمگین) اس دن سے زیادہ نہیں دیکھا، جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی (الشریعۃ)

اس حدیث کوضیاء الدین مقدسی نے بھی روایت کیا ہے، اوراس کی سند کوصحیح قرار دیا ہے۔ [1]

ولادت، ربیعُ الاول اور پیر کے دن ہونے میں حکمت

یہاں تیسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے ماہِ ربیعُ الاول اور پیر کے دن ہونے میں کیا حکمت ہوگی؟ جبکہ ربیعُ الاول کے مہینے اور پیر کے دن کے مقابلہ میں کئی دوسرے مہینے اوردن فضیلت والے موجود تھے، چنانچہ رمضان المبارک کے مہینے کی فضیلت تو سب ہی جانتے ہیں اوراشہرِ حرم (یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، صفر اور رجب) کے مہینے بھی بڑی فضیلت کے حامل ہیں، اسی طرح راتوں میں لیلۃُ القدر اور شبِ جمعہ وغیرہ کی راتیں، اور دِنوں میں جمعہ، جیسے بابرکت دن بھی موجود ہیں (جن کا ذکر ہم نے الگ الگ رسائل میں کردیا ہے) تو ان مذکورہ مبارک مہینوں اور دِنوں اورراتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت نہ ہونے اورخاص ربیع الاول اور پیر کے دن ہونے میں کیا حکمت ہوسکتی ہے؟

اس کے جواب میں سمجھ لینا چاہیے کہ اصل حکمت تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، اور یہ خالص اللہ تعالیٰ کا فعل ہے، جس میں کسی دوسرے کو کیا دخل ہوسکتا ہے؟ تاہم بعض اہلِ علم حضرات نے ثانوی درجہ میں اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل چار حکمتیں بیان فرمائی ہیں۔ [2]

---

[1] أخبرنا زاهر بن أحمد بن حامد الثقفي بأصبهان أن سعيد بن أبي الرجاء الصيرفي أخبرهم أنا عبد الواحد بن أحمد البقال أنا عبيد الله بن يعقوب أنا جدى إسحاق بن إبراهيم بن محمد بن جميل أنا أحمد بن منيع نا يزيد أنا حماد بن سلمة عن ثابت عن أنس قال ما رأيت يوما قط أنور ولا أحسن من يوم دخل فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبو بكر المدينة فشهدت وفاته فما رأيت يوما أظلم ولا أقبح من اليوم الذى توفى فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم رواه عفان بن مسلم عن حماد إسناده صحيح(الأحاديث المختارة أو المستخرج من الأحاديث المختارة مما لم يخرجه البخارى ومسلم فى صحيحيهما، للمقدسى، تحت رقم الحديث ١٦٨٩)

[2] فإن قال قائل ما الحكمة فى كونه – عليه الصلاة والسلام – خص مولده الكريم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(1)...... حدیث شریف میں یہ مضمون آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شجر (یعنی درختوں) کو پیر کے دن پیدا فرمایا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بشهر ربيع الأول وبيوم الاثنين منه على الصحيح والمشهور عند أكثر العلماء ولم يكن في شهر رمضان الذى أنزل فيه القرآن وفيه ليلة القدر واختص بفضائل عديدة ولا في الأشهر الحرم التى جعل الله لها الحرمة يوم خلق السموات والأرض ولا في ليلة النصف من شعبان ولا في يوم الجمعة ولا في ليلتها .فالجواب من أربعة أوجه(المدخل لابن الحاج ،ج۲ص۲۶،المرتبة الثانية المواسم التى ينسبونها إلى الشرع وليست منه،فصل فى خصوصية مولد الرسول بشهر ربيع الأول)

[1] عن أبى هريرة، قال: أخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بيدى فقال: خلق الله عز وجل التربة يوم السبت، وخلق فيها الجبال يوم الأحد، وخلق الشجر يوم الاثنين، وخلق المكروه يوم الثلاثاء، وخلق النور يوم الأربعاء، وبث فيها الدواب يوم الخميس، وخلق آدم عليه السلام بعد العصر من يوم الجمعة، فى آخر الخلق، فى آخر ساعة من ساعات الجمعة، فيما بين العصر إلى الليل(مسلم ، رقم الحديث ۲۷۸۹"۲۷"كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب ابتداء الخلق وخلق آدم عليه السلام،مسند احمد رقم الحديث ۸۳۴۱،صحيح ابنِ حبان رقم الحديث ۶۱۶۱،صحيح ابنِ خزيمة،رقم الحديث ۱۷۳۱،مسند أبى يعلى الموصلى رقم الحديث ۶۱۳۲،السنن الكبرىٰ للنسائى رقم الحديث ۱۰۹۴۳،المعجم الاوسط للطبرانى رقم الحديث ۳۲۳۲، معرفة علوم الحديث للحاكم ص۳۳،ذكر النوع العاشر من علوم الحديث)

قال شعيب الأرنؤوط :إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية ابنِ حبان)

مذکورہ حدیث میں شجر اسمِ جنس کے طور پر استعمال ہوا ہے، اور بعض روایات میں اشجار جمع کے صیغے کے ساتھ بھی وارد ہوا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اشجار، نباتات کی انواع میں سے ایک اہم الانواع اور عظیم الانواع نوع ہے، اس لئے ممکن ہے کہ اس، یا اس جیسی اور خصوصیات کی وجہ سے اہم نوع کے بیان پر اکتفاء اور اس کی تخصیص کی گئی ہو، اور مراد جملہ انواع ہوں، نصوص میں اس کے دیگر نظائر موجود اور بعض عبارات میں مبحوث فیہ مسئلہ سے ہٹ کر اس کا اطلاق بھی مذکور ہے۔

چنانچہ سورہ نحل کی آیت نمبر۱۰ میں اس کا اطلاق کیا گیا ہے:

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مِنۡهُ شَجَرٌ فِيۡهِ تُسِيۡمُوۡنَ: لفظِ شجر اکثر درخت کے لئے بولا جاتا ہے، جو ساق یعنی تنے پر کھڑا ہوتا ہے، اور کبھی مطلق زمین سے اُگنے والے ہر چیز کو بھی شجر کہتے ہیں، گھاس اور بیل وغیرہ بھی اس میں داخل ہوتی ہیں، اس آیت میں یہی معنیٰ مراد ہیں، کیونکہ آگے جانوروں کے چرانے کا ذکر ہے، اس کا تعلق زیادہ تر گھاس ہی سے ہے (معارف القرآن، ج۵ص۳۲۴، مطبوعہ: ادارۃ المعارف کراچی، طبع جدید، شوال 1412ھ، اپریل1992ء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور درخت اوران سے پیدا ہونے والے پھل اور میوے، انسان کی جسمانی قوت وراحت اورحیات کا ذریعہ ہیں، یعنی جسمانی غذااوردوا ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم، انسان کی روحانی قوت وراحت اورروحانی حیات اورغذاودوا کا ذریعہ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے جو ہدایت انسانیت کودی گئی، اسی ہدایت کے ذریعہ سے ان کی روح کوقوت وراحت اور حیاتِ ابدی واُخروی حاصل ہوتی ہے، گویاکہ یہ ہدایت انسانی روح کی غذاودوا ہے، لہٰذاپیر کے دن کے ساتھ جسمانی وروحانی غذاؤں ودواؤں کاتعلق قائم کردیا گیا۔ [1]

(2)......ربیع الاول کے مہینے میں ربیع کالفظ آتا ہے، جس کے معنیٰ موسمِ بہار کے ہیں، اس مہینے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کواس مہینے کے نام کے معنیٰ کے ساتھ خاص مناسبت حاصل ہے، اوروہ یہ ہے کہ موسمِ بہارمیں زمین سے اللہ تعالیٰ کی بے شمارنعمتیں پیدا ہوتی ہیں،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(شجر فيه تسيمون) أى :ترعون مواشيكم السائمة فى ذلك الشجر الذى هو المرعى، والعرب تطلق اسم الشجر على كل ما تنبته الأرض من المرعى(تفسير اضواء البيان للشنقيطى، ج٢ص٣٤٠، تحت آيت ١٠ من سورة النحل)

والتنبيت: أول خروج النبات .والتنبيت أيضا: ما نبت على الأرض من النبات من دق الشجر وكباره(لسان العرب لابن المنظور،ج٢ص٩٧،فصل النون، مادة "نبت")

الشجر من النبات ماله ساق صلب يقوم به كالنخل وغيره (التوقيف على مهمات التعاريف للمناوى،ص٢٠٢،باب السين)

اوراگرکسی کواس سے اتفاق نہ ہو،توپیر کے دن نباتات کے بجائے شجریااشجارمرادلینے سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی مذکورہ حکمت ثابت ہوسکتی ہے، خصوصاً جبکہ وہ مذکورہ حکمت بھی حکمتِ اصطلاحیہ کے درجہ میں ہو، نہ کہ علتِ اصطلاحیہ کے درجہ میں۔محمد رضوان۔

[1] الوجه الأول: ما ورد فى الحديث من أن الله تعالى خلق الشجر يوم الاثنين انتهى .وفى ذلك تنبيه عظيم، وهو أن خلق الأقوات والأرزاق والفواكه والخيرات التى يتغذى بها بنو آدم ويحيون ويتداوون وتنشرح صدورهم لرؤيتها وتطيب بها نفوسهم وتسكن بها خواطرهم عند رؤيتها لاطمئنان نفوسهم بتحصيل ما يبقى حياتهم على ما جرت به العادة من حكمة الحكيم سبحانه وتعالى فوجوده – صلى الله عليه وسلم – فى هذا الشهر فى هذا اليوم قرة عين بسبب ما وجد من الخير العظيم والبركة الشاملة لأمته صلوات الله عليه وسلامه(المدخل لابن الحاج ، ج٢ص٢٦، ٢٧،المرتبة الثانية المواسم التى ينسبونها إلى الشرع وليست منه،فصل فى خصوصية مولد الرسول بشهر ربيع الأول)

جو بندوں کی حیات اور معاش کا ذریعہ بنتی ہیں، اور اس موسم میں ہری بھری نباتات کو دیکھ کر اور موسم کی تازگی سے انسانوں کو فرحت وتازگی محسوس ہوتی ہے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور آپ کی ذات وصفات اور بالخصوص ہدایات وتعلیمات بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے لئے بہت بڑی نعمت ورحمت ہیں، اور انسانی روح کے لئے فرحت وتازگی کا باعث ہیں۔ [1]

---

[1] الوجه الثانی أن ظهوره – عليه الصلاة والسلام – فی شهر ربيع فيه إشارة ظاهرة لمن تفطن إليها بالنسبة إلى اشتقاق لفظة ربيع إذ أن فيه تفاؤلا حسنا ببشارته لأمته – عليه الصلاة والسلام – والتفاؤل له أصل أشار إليه – عليه الصلاة والسلام – .وقد قال الشيخ الإمام أبو عبد الرحمن الصقلی – رحمه الله – لكل إنسان من اسمه نصيب هذا فی الأشخاص وكذلک فی غيرها وإذا كان كذلک ففصل الربيع فيه تنشق الأرض عما فی باطنها من نعم المولى سبحانه وتعالى وأرزاقه التی بها قوام العباد وحياتهم ومعايشهم وصلاح أحوالهم فينفلق الحب والنوى وأنواع النبات والأقوات المقدرة فيها فيبتهج الناظر عند رؤيتها وتبشره بلسان حالها بقدوم ربيعها وفی ذلک إشارة عظيمة إلى الاستبشار بابتداء نعم المولى سبحانه وتعالى .ألا ترى أنک إذا دخلت بستانا فی مثل هذه الأيام تنظر إليه كأنه يضحک لک وتجد زهره كأن لسان حاله يخبرک بما لک من الأرزاق المدخرة والفواكه .وكذلک الأرض إذا ابتهج نوارها كأنه يحدثک بلسان حاله كذلک أيضا .فمولده – عليه الصلاة والسلام – فی شهر ربيع فيه من الإشارات ما تقدم ذكر بعضه وذلک إشارة ظاهرة من المولى سبحانه وتعالى إلى التنويه بعظيم قدر هذا النبی الكريم – صلى الله عليه وسلم – وأنه رحمة للعالمين وبشرى للمؤمنين وحماية لهم من المهالک والمخاوف فی الدين وحماية للكافرين بتأخير العذاب عنهم فی الدنيا لأجله – صلى الله عليه وسلم – لقوله تعالى (وما كان الله ليعذبهم وأنت فيهم) وكيف لا يكون ذلک والخير كله فی الاتباع، وإدرار نعم المولى سبحانه وتعالى إنما يكثر عند الامتثال لأمره واتباع سنن أنبيائه صلوات الله عليهم وسلامه ومخالفة العدو اللعين وجنوده .ألا ترى أنه – عليه الصلاة والسلام – حين خروجه إلى هذا الوجود لم يقدر اللعين إبليس وجنوده على القرار فی هذه الأرض ولا فی الثانية ولا فی الثالثة إلى أن نزلوا إلى الأرض السابعة فخلت الأرض منهم ببركة وجوده – صلى الله عليه وسلم – فيها .فانظر رحمنا الله تعالى وإياک إلى خلو الأرض من هذا اللعين وجنوده .وقد ورد فی شهر رمضان أنهم يقيدون فأين التقييد من نفيهم بالكلية إلى تخوم الأرض السابعة .وفی هذا إشارة عظيمة دالة على كرامته – عليه الصلاة والسلام – عند ربه والاعتناء به وبمن تبعه .فإن قيل إن شهر رمضان تقيد الشياطين فی جميعه .فلا شک أن نفيهم إلى الأرض السابعة السفلى فی يوم مولده – عليه الصلاة والسلام – أعظم من تقييدهم فی شهر رمضان كله إذ فيه ظهور مزية الوقت الذی خلت الأرض من العدو وجنوده فيه فليفهم من يفهم والله الموفق .فوقعت البركات وإدرار الأرزاق ومن أعظمها منة الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(3)......موسمِ بہار کی فصل، دوسری تمام فصلوں سے زیادہ معتدل اور حسین ہوتی ہے اور اس زمانے کی رات اور دن میں اعتدال ہوتا ہے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات بھی ہر طرح سے معتدل اور حسین وجمیل ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دین عطا فرمایا گیا، اس کے احکام بھی دوسرے مذہبوں کے مقابلے میں نہایت معتدل اور حسین ہیں۔ [1]

(4)......رمضان المبارک اور دوسرے کسی متبرَّک ومعظَّم مہینہ، یا دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوتی، تو اس سے یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ اس مبارک مہینہ یا دن کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک بنی ہے، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے زمانہ کو عظمت وفضیلت حاصل ہوتی ہے، اور ربیع الاول کے مہینے کی فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے علاوہ کسی اور طریقے سے ثابت نہیں، نیز اس مہینے کے نام کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے خاص مناسبت اور تعلق ہے، اس لئے یہ مہینہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

على عباده بهدايته – عليه الصلاة والسلام – لهم إلى صراطه المستقيم .أسأل الله تعالى أن يعرفنا بركة ذلك بمنه ويرزقنا اتباعه دينا ودنيا وآخرة بفضله لا رب سواه آمين(المدخل لابن الحاج ، ج٢ص٢٧، ٢٨ ،المرتبة الثانية المواسم التى ينسبونها إلى الشرع وليست منه،فصل فى خصوصية مولد الرسول بشهر ربيع الأول)

[1] الوجه الثالث: ما فى شريعته – عليه الصلاة والسلام – من شبه الحال .ألا ترى أن فصل الربيع أعدل الفصول وأحسنها إذ ليس فيه برد مزعج ولا حر مقلق وليس فى ليله ونهاره طول خارق بل كله معتدل وفصله سالم من العلل والأمراض والعوارض التى يتوقعها الناس فى أبدانهم فى زمان الخريف بل الناس تنتعش فيه قواهم وتصلح أمزجتهم وتنشرح صدورهم؛ لأن الأبدان يدركها فيه من إمداد القوة ما يدرك النبات حين خروجه إذ منها خلقوا فيطيب ليلهم للقيام ونهارهم للصيام لما تقدم من اعتداله فى الطول والقصر والحر والبرد فكان فى ذلك شبه الحال بالشريعة السمحة التى جاء بها صلوات الله عليه وسلامه من رفع الإصر والأغلال التى كانت على من كان قبلنا وقد نطق القرآن بذلك حيث يقول سبحانه وتعالى (الذين يتبعون الرسول النبى الأمى الذى يجدونه مكتوبا عندهم فى التوراة والإنجيل يأمرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث ويضع عنهم إصرهم والأغلال التى كانت عليهم)(المدخل لابن الحاج ، ج٢ص٢٨، ٢٩ ،المرتبة الثانية المواسم التى ينسبونها إلى الشرع وليست منه،فصل فى خصوصية مولد الرسول بشهر ربيع الأول)

لئے گونا گوں مصلحتوں اور حکمتوں کا حامل ہے۔ [1]

اس فصل کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخِ ولادت اور وفات میں اختلاف اور ولادت اور وفات کے ماہِ ربیع الاول میں ہونے کے اندر کئی حکمتیں ہیں، جن کا اصل اور حقیقی علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

البتہ اہلِ علم حضرات نے بعض حکمتیں بیان بھی فرمائی ہیں، جن میں سے بعض کا پیچھے ذکر گزرا، اور ان حکمتوں کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص ربیع الاول کے مہینے میں ولادت اور وفات ہونے سے اہم تعلق ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

---

[1] الوجه الرابع: أنه قد شاء الحكيم سبحانه وتعالى أنه – عليه الصلاة والسلام – تتشرف به الأزمنة والأماكن لا هو يتشرف بها بل يحصل للزمان والمكان الذى يباشره – عليه الصلاة والسلام – الفضيلة العظمى والمزية على ما سواه من جنسه إلا ما استثنى من ذلك لأجل زيادة الأعمال فيها وغير ذلك .فلو ولد – صلى الله عليه وسلم – فى الأوقات المتقدم ذكرها لكان ظاهره يوهم أنه يتشرف بها فجعل الحكيم جل جلاله مولده – صلى الله عليه وسلم – فى غيرها ليظهر عظيم عنايته سبحانه وتعالى به وكرامته عليه.

وقد تقدم ما فى قوله – عليه الصلاة والسلام – للسائل الذى سأله عن صوم يوم الاثنين فقال – صلى الله عليه وسلم – ذلك يوم ولدت فيه ولما أن صرح – صلى الله عليه وسلم – بقوله فى يوم الاثنين ذلك يوم ولدت فيه علم بذلك ما اختص به يوم الاثنين من الفضائل وكذلك الشهر الذى ظهر فيه – صلى الله عليه وسلم –(المدخل لابن الحاج ،ج۲ص ۲۹،المرتبة الثانية المواسم التى ينسبونها إلى الشرع وليست منه،فصل فى خصوصية مولد الرسول بشهر ربيع الأول)

(باب نمبر2)

ماہِ ربیعُ الاوّل کی فضیلت

ربیع الاول کے مہینہ کی فضیلت صاف طور پر تو قرآن وسنت میں مذکور نہیں، لیکن اُصولی طور پر یہ بات مسلَّم اور طے شدہ ہے کہ اس مہینے میں تاجدارِ مصطفیٰ ،احمدِ مجتبیٰ ،خاتمُ النبیین ،افضلُ النبیین ورحمۃٌ للعالمین نبیِ کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔

اس لیے ربیع الاول کا مہینہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا مہینہ ہونے کی وجہ سے برکت اور فضیلت والامہینہ ہے، اس مہینہ کو'' ماہِ ربیع الاول شریف'' بھی کہا جاتا ہے، اس کو شریف اس لئے کہا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ماہ میں ولادت باسعادت ہونے کی وجہ سے یہ مہینہ شرافت وفضیلت والامہینہ ہے۔

اور جس زمانہ میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی ہو، وہ مہینہ ایسانہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے اس میں فضیلت اور شرف نہ آئے ،جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ اور بودوباش کا مکان، اسی وجہ سے معظم ومحترم اور مبارک ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ اور آپ کی رہائش کی جگہ ہے، اسی طرح وہ زمانہ بھی شریف وعظیم ہوگا، جس زمانہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی ہے۔اور یہ اس مہینے کے لئے ایک ایسی فضیلت ہے، جو بعض حیثیتوں سے دوسرے مہینوں سے بڑھی ہوئی ہے (اگرچہ دوسری حیثیتوں سے رمضانُ المبارک ولیلۃُ القدر وغیرہ کی فضیلت زیادہ ہے) [1]

---

[1] لكن أشار – عليه الصلاة والسلام –إلى فضيلة هذا الشهر العظيم بقوله – عليه الصلاة والسلام – للسائل الذى سأله عن صوم يوم الاثنين فقال له – عليه الصلاة والسلام – ذلك يوم ولدت فيه فتشريف هذا اليوم متضمن لتشريف هذا الشهر الذى ولد فيه(المدخل لابن الحاج ، ج٢ص ٢، ٣، فصل فى مولدالنبى صلى الله عليه وسلم)

اسی وجہ سے اس مہینے کی شرافت کو بیان کرتے ہوئے ایک عربی کا شاعر کہتا ہے۔

لِهٰذَا الشَّهْرِ فِي الْإِسْلَامِ فَضْلٌ وَمَنْقَبَةٌ يَفُوْقُ عَلَى الشُّهُوْرِ

فَمَوْلُوْدٌ بِهٖ وَاِسْمٌ وَمَعْنٰى وَآيَاتٌ بَهَرْنَ لَدَى الظُّهُوْرِ

رَبِيْعٌ فِيْ رَبِيْعٍ فِيْ رَبِيْعٍ وَنُوْرٌ فَوْقَ نُوْرٍ فَوْقَ نُوْرٍ

(المقتفى من سيرة المصطفى صلى الله عليه وسلم ،لحسن بن عمر بن حبيب الحلبي، ص ۳۳،مولد النبي صلى الله عليه وسلم عام الفيل)

ترجمہ: اس مہینہ کی اسلام میں ایک خاص قسم کی فضیلت اور منقبت ہے، جو دوسرے مہینوں پر فوقیت لئے ہوئے ہے۔

پس اس مہینے کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور معنیٰ (یعنی محمد اور بہت زیادہ تعریف کیا ہوا) کے اعتبار سے ولادت ہوئی، اور آپ کے ظہور کے وقت مختلف علامات ظاہر ہوئیں۔

ایک بہار میں دوسری بہار اور دوسری میں تیسری بہار جمع ہے اور نور کے اوپر نور اور پھر نور ہے۔ [1]

---

[1] نور کے معنیٰ ''روشنی'' کے ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں چاند کو نور فرمایا ہے ''والقمر نورا (سورة يونس، رقم الآية ۵)'' روشنی کیونکہ خود بھی روشن وظاہر ہوتی ہے اور دوسری چیزوں کو بھی روشن وظاہر کر دیتی ہے۔

اسی مناسبت سے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو بھی نور کہا جاتا ہے، اس لیے کہ وہ خود بھی ہدایت پر ہیں اور دوسروں کے لیے بھی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے راستوں کو ظاہر کرنے والے اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کرنے والے ہیں، بلکہ اس معنیٰ کے اعتبار سے ہر دینی مقتدا نور ہے۔

حدیث میں ''وَاجْعَلْ فِي نَفْسِي نُورًا، وَأَعْظِمْ لِي نُورًا'' الفاظ کے ساتھ دعا آئی ہے (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۷۶۳ ''۱۸۹'') یعنی اے اللہ! میرے اندر نور کر دیجئے، اور مجھے عظیم نور عطا فرما دیجیے۔

اور یہ دعا ہر مسلمان کے لئے جائز ہے، نور الدین، نور الاسلام، نور اللہ وغیرہ نام رکھنے کا عام دستور ہے، اس سے بھی یہی معنیٰ مراد ہوتے ہیں، یعنی دین اور اسلام اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی ہدایت کرنے اور راستہ دکھانے والا، قرآن مجید میں دینی ہدایت کو نور اور گمراہی کو ظلمت واندھیرا فرمایا گیا ہے ''وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ ، كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ (سورة الانعام، رقم الآية ۱۲۲)'' اور اسی ہدایت کے نور کو قیامت کے دن روشنی بن کر چمکنے کا فرمایا گیا ہے ''يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ (سورة الحديد، رقم الآية ۱۲)''

بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں

اس شعر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے مہینے کی تعریف کی گئی ہے۔ [1]

اس شعر میں اوّل ربیع سے مراد، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسرے ربیع سے مراد موسمِ بہار ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت بہار کا موسم تھا۔ ربیع کے معنیٰ بہار کے ہیں، یا یہ کہنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہونے سے بہار آ گئی تھی اور تیسرے ربیع سے مراد ربیع الاول کا مہینہ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت بھی موسمِ بہار کی طرح ہے اور زمانہ بھی حقیقت میں بہار کا تھا اور ربیع الاول کا مہینہ تھا، اس طرح سے تین ربیعیں یعنی تین بہاریں بیک وقت جمع ہو گئی تھیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ کسی نبی کو نور کہنے سے، اس کے بشر ہونے کی نفی نہیں ہوتی، ایک انسان بشر ہو کر نور بمعنیٰ ہدایت ہو سکتا ہے اور یہی افضلیت کی دلیل ہے، کیونکہ خود بشر وانسان اشرف المخلوقات ہے اور اوپر سے جب نورِ ہدایت کی صفت بھی اس میں جمع ہو جائے، تو اس کی فضیلت دوسری مخلوقات، مثلاً فرشتوں، بلکہ خود اس نورِ ہدایت سے محروم اشرف المخلوقات کے افراد سے کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ ہدایت سب سے اعلیٰ وافضل ہے، اس لیے جو حضرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نور کی نسبت کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کرتے ہیں، وہ غلط فہمی کا شکار ہیں، ورنہ اپنے لیے اللہ تعالیٰ سے نور بننے کی دعا کا مطلب یہ ہوگا کہ یا اللہ مجھے بشریت اور انسانیت سے نکال دیجئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر اور نور ماننے میں کوئی حرج نہیں، اور اس میں خوامخواہ الجھ کر ایک صفت کا اثبات اور دوسری صفت کا انکار کرنا اور مناظرے ومباحثے اور مجادلے کرنا صحیح نہیں۔ محمد رضوان۔

[1] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یومِ ولادت کی کوئی فضیلت صراحتاً وارد نہیں، گو قواعد سے فی نفسہٖ یومِ ولادت میں برکت اور فضیلت کے سب ہی مسلمان قائل ہیں، ایسا کون ہوگا، جو اس دن، بلکہ اس ماہ کی برکت کا قائل نہ ہو؟ چنانچہ سیوطی یا علی قاری اس ماہ کی فضیلت میں فرماتے ہیں

لھٰذا الشھر فی الاسلام فضل ومنقبۃ تفوق علی الشھور

ربیع فی ربیع فی ربیع ونور فوق نور فوق نور

اور میں اس پر اضافہ کر کے کہتا ہوں

ظھور فی ظھور فی ظھور سرور فی سرور فی سرور

(خطباتِ حکیم الامت جلد ۵، صفحہ ۱۰۹، وعظ "السرور"، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان)

اسی طرح ایک نور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی بہار کا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت عجیب وغریب قسم کا سماں تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، کیونکہ علم وہدایت کا ذریعہ تھی، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانی اعتبار سے نور ہیں (اگرچہ جسمانی اعتبار سے بشر ہیں) اور ایک نور، بہار کا زمانہ اور موسم ہونے کا تھا، کیونکہ موسمِ بہار میں ایک خاص قسم کا نور اور رونق ہوتی ہے، اس لیے ان وجوہات کی بناء پر اس وقت کئی انوار جمع تھے۔ [1]

بہرحال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت، کئی بہاریں اور کئی نور جمع تھے۔ [2]

---

[1] بعض احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے آپ کی ولادت کے وقت ایک نور نکلتے ہوئے دیکھا، جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے۔

عن عرباض بن سارية، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " إني عبد الله خاتم النبيين "فذكر مثله .وزاد فيه: إن أم رسول الله صلى الله عليه وسلم رأت حين وضعته نورا أضائت منه قصور الشام(مسند احمد، رقم الحديث ١٧١٥١)

قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح لغيره(حاشية مسند احمد)

عن عرباض بن سارية رضي الله عنه، صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول: إني عبد الله، وخاتم النبيين، وأبي منجدل في طينته وسأخبركم عن ذلك أنا دعوة أبي إبراهيم، وبشارة عيسى، ورؤيا أمي آمنة التي رأت وكذلك أمهات النبيين يرين، وأن أم رسول الله صلى الله عليه وسلم رأت حين وضعته له نورا أضائت لها قصور الشام، ثم تلا (يا أيها النبي إنا أرسلناك شاهدا ومبشرا ونذيرا وداعيا إلى الله بإذنه وسراجا منيرا ﴾(مستدرك حاكم، رقم الحديث ٣٥٦٦)

قال الحاكم:هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه .

وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.

حدثنا لقمان بن عامر قال:سمعت أبا أمامة قال: قلت: يا نبي الله، ما كان أول بدء أمرك؟ قال: " دعوة أبي إبراهيم وبشرى عيسى، ورأت أمي أنه يخرج منها نور أضائت منه قصور الشام "(مسند احمد، رقم الحديث ٢٢٢٦١)

قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف كسابقه(حاشية مسند احمد)

[2] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ ماہِ ربیع الاول کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ماہِ ربیع الاول شریف کو شریف اس لیے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ماہ میں ولادت ہوئی ہے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت والے سال اورسَن کو بعض تاریخ دانوں نے ''سَنُّ الْفَتَحِ وَالْاِبْتِهَاجِ'' (یعنی کامیابی والا اور خوبصورت وتروتازہ سال) کہا ہے۔ بہرحال اس مہینے کی فضیلت کے ثابت ہونے کے باوجود شریعت نے اس مہینہ کے لئے کوئی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور جس زمانہ میں آپ کی ولادت ہوئی ہو، وہ ماہ ایسا نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے اس میں شرف نہ آئے، جیسے کہ ولادت شریف کا مکان، اسی وجہ سے معظّم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت ہے، چنانچہ وہ موضع شریف محفوظ ہے اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں، اسی طرح وہ زمان بھی شریف ہوگا، جس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی............جس کی نسبت کوئی قائل کہتا ہے ؎

لھٰذاالشھرفی الاسلام فضل ومنقبة تفوق علی الشھور

(یعنی اس ماہ کے لئے اسلام میں ایک فضیلت ہے اور ایسی منقبت وافضلیت ہے جو بعض حیثیتوں سے تمام مہینوں کی منقبت پر بڑھی ہوئی ہے) اور بعض حیثیتوں سے میں نے اس لیے کہا کہ رمضان المبارک کی فضیلت تو حق تعالیٰ نے بیان بھی فرمائی ہے اور ماہِ ربیع الاول کی فضیلت صرف بنائی ہے، پس رمضان المبارک کی فضیلت تو بنائی بھی اور بتلائی بھی اور ربیع الاول کی صرف بنائی ہے، بتلائی نہیں۔ تو جس کی فضیلت بتائی بھی اور بنائی بھی وہ افضل ہے، اس ماہ سے، جس کی فضیلت صرف بنائی ہو اور بتائی نہ ہو، اس لیے میں نے مِن وجہٍ کہا اور وہ وجہ وحیثیت یہی ہے کہ اس ماہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی، پس اس حیثیتِ خاص سے اس کو رمضان پر بھی فضیلت ہے اور اگر نظر کو زیادہ وسیع کیا جاوے، تو رمضان المبارک کو اس حیثیت سے بھی ربیع الاول پر معناً فضیلت ہوسکتی ہے، اس لیے کہ ربیع الاول میں یہ شرف کہاں سے آیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ کا ظرف ہونے سے اور رمضان المبارک میں شرف کیوں ہے؟ آپ کی عبادتِ شریفہ کا ظرف ہونے سے۔ پس ربیع الاول شریف تو ولادتِ شریفہ کا ظرف ہے اور رمضان المبارک عبادتِ مبارک کا ظرف ہوا، اور ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت آپ کی ولادت سے افضل ہے۔

اس لیے کہ مقصود اور غایت ولادت سے عبادت ہی ہے، پس عبادتِ شریفہ کا ظرف، ولادتِ شریفہ کے ظرف سے افضل ہے، لیکن تاہم ربیع الاول کو اس خاص حیثیت سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں ولادت باسعادت ہوئی ہے، صورتاً رمضان المبارک پر فضیلت ہے، آگے شاعر کہتا ہے ؎

ربیع فی ربیع فی ربیع ونورفوق نورفوق نور

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود خود بہار، پھر ولادت شریف کا ماہ بھی ربیع کا جس کے معنیٰ بہار کے ہیں اور وہ موسم بھی بہار کا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود (علم وہدایت کے اعتبار سے) نور، جو سب انوار سے فائق ہے (خطباتِ حکیم الامت جلد۵، صفحہ ۲۱و۲۲ ملخصاً وعظ ''الظہور''، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مخصوص عمل متعین نہیں کیا، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخِ ولادت کی حفاظت کا کوئی خاطر خواہ انتظام بھی نہیں کیا، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخِ ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

ماہِ ربیع الاول کی فضیلت کس طرح حاصل کی جائے؟

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ ربیع الاوّل کا مہینہ فضیلت وشرافت والا مہینہ ہے، تو اب سوال

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حضرت موصوف، مزید فرماتے ہیں:

اول ربیع سے مراد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا ربیع ہے موسمِ بہار کہ اس وقت یہ موسم تھا یا یہ کہا جاوے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے سے بہار ہوگئی تھی، چنانچہ اسی سن کو لوگوں نے سن الفتح والابتہاج کہا ہے اور تیسرے ربیع سے مراد ہے، مہینہ اور دوسرے مصرعہ میں نور فوق نور الخ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں انوار مجتمعہ متزائدہ تھے، تو یہ فضیلت اس ماہ کو حاصل ہے، خواہ تو وہ فضیلت اس طرح ہو کہ اس ماہ کو پہلے سے فضیلت عطا کی گئی تھی اور اس ماہ کے ذی فضیلت ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ کے لئے اس کو خاص فرمایا، رہی یہ بات کہ اس کو کیوں فضیلت عطا ہوئی تھی، سو اس کی علت ہم کو معلوم نہیں، خدا تعالیٰ کو اختیار ہے کہ جس چیز کو چاہیں، فضیلت عطا فرما دیں اور اسی طرح دوشنبہ کے دن میں فضیلت پہلے سے ہو اور بوجہ ان دونوں کے ذی فضیلت ہونے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں پیدا کیا گیا ہو، جیسے جمعہ میں فضیلت پیدا کر کے حضرت آدم علیہ السلام کو اس میں پیدا کیا گیا اور خواہ وہ فضیلت اس طرح ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ، اس میں ہوئی ہے۔ اس تلبس سے اس کو فضیلت حاصل ہوگئی ہے اور ایسا ہی احتمال جمعہ میں بھی ہے کہ خود ولادتِ آدم علیہ السلام اور دیگر واقعات سے، اس میں فضیلت آ گئی ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ پہلے سے فضیلت ثابت ہو اور ان واقعات کو علامت کے طور پر ذکر فرمایا ہو۔ تو ایک احتمال پر یہ واقعات دلیلِ لمی ہوں گے، فضائل کے۔ اور دوسرے احتمال پر دلیلِ انّی، علیٰ ہٰذا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کے دن روزہ رکھتے تھے اور اس کی وجہ یہ فرماتے تھے کہ فیہ ولدت وفیہ انزل علی اس میں بھی دونوں احتمال ہیں کہ چونکہ میری ولادت اور بعثت سے اس میں فضیلت آ گئی ہے، اس لیے روزہ رکھتا ہوں، یا یہ کہ یہ دن پہلے سے فضیلت کا ہے، جس کی علامت یہ ہے کہ فیہ ولدت وفیہ انزل علی اس فضیلتِ سابقہ کی وجہ سے روزہ رکھتا ہوں، تو دونوں احتمال دونوں جگہ ہیں اور اصل مقصود ثبوتِ فضیلت میں ہر دو مفید ہیں، خواہ وہ فضیلت سبب ہو یا مسبب ہو (خطباتِ حکیم الامت جلد۵، صفحہ ۱۶۷و۱۶۸، وعظ "النور"، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان)

پیدا ہوتا ہے کہ اس مہینے میں کون کون سے مخصوص اعمال کر کے اس مہینے کی فضیلت کو حاصل کیا جائے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس مہینہ کی تعظیم وتکریم اور احترام کیا جائے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر عمل میں اتباع کا اہتمام کیا جائے، عقائد میں بھی، عبادات میں بھی، اخلاق میں بھی، معاشرت میں بھی اور معاملات میں بھی، یعنی اپنے عقائد کی اصلاح کی جائے، شرک وبدعات سے بچا جائے، اور ہر قسم کے صغیرہ وکبیرہ گناہوں وغیرہ سے پرہیز کیا جائے، نماز وغیرہ کی پابندی کی جائے اور اپنی معاشرت کو اسلامی تقاضوں کے مطابق ڈھالا جائے، ہر قسم کے رسم ورواج، نمود ونمائش، اور فضول خرچی سے بچا جائے، اور اپنے معاملات وکاروبار میں حلال اور جائز چیزوں کا لحاظ کیا جائے، ناجائز طریقوں اور حرام آمدنی کے ذرائع کو چھوڑ دیا جائے، اور اپنے اندر اچھے اخلاق پیدا کئے جائیں، مثلاً حلم، صبر، شکر، تواضع وغیرہ، جیسے اچھے اخلاق اختیار کیے جائیں اور برے اخلاق سے بچا جائے، مثلاً تکبر، غرور، ریاء، دکھلاوا، بے جا غصہ اور حسد وتباغض اور کینہ کپٹ وغیرہ سے پرہیز کیا جائے۔

غرضیکہ اپنے ظاہر اور باطن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مطابق ڈھالا جائے، اپنی طرف سے اس مہینے، یا اس مہینے کی کسی تاریخ کے لئے کوئی مخصوص عمل ایجاد نہ کیا جائے، اور آئندہ کے لئے نیک اعمال کو بجالانے کا پختہ عزم اور عہد کیا جائے اور گناہوں سے سچی اور پکی توبہ کی جائے اور خاص طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حقوق بجالائے جائیں (جن کا ذکر آگے تفصیل اور دلائل کے ساتھ آتا ہے)

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق، صرف اس مہینے یا اس کی کسی تاریخ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ زندگی بھر یہ حقوق جاری رہتے ہیں۔

یہی اس مہینے کی عظمت وفضیلت کو حاصل کرنے کا واحد طریقہ ہے، اسی لئے شریعت کی طرف سے اس مہینے یا اس کی کسی مخصوص تاریخ کے لئے کوئی خاص عمل مقرر نہیں کیا گیا، کیونکہ کسی

ایک آدھ عمل کے کر لینے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے مقصود کو حاصل کرنا ممکن نہیں۔

اور اگر ان مذکورہ اعمال کی پابندی کرنے کی توفیق نہ ہو سکے، تو کم از کم درجہ یہ ہے کہ اس مہینے میں خصوصیت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر چلنے کا ارادہ کیا جائے، اور گناہوں سے بچا جائے، نہ یہ کہ گناہوں میں مبتلا ہوا جائے، کیونکہ یہ تو بہت ہی بدبختی کی بات ہے کہ اس مہینے کی عظمت واحترام کے بجائے، گناہوں میں مبتلا ہو کر اس مہینے کی بے احترامی اور بے تعظیمی کی جائے، جیسا کہ آج کل اس مہینے اور خاص کر اس مہینے کی 12 تاریخ کو بے شمار گناہوں میں مبتلا ہوا جاتا ہے (جن کا ذکر آگے آتا ہے) [1]

---

[1] فعلى هذا ينبغي إذا دخل هذا الشهر الكريم أن يكرم ويعظم ويحترم الاحترام اللائق به وذلك بالاتباع له – صلى الله عليه وسلم – في كونه – عليه الصلاة والسلام – كان يخص الأوقات الفاضلة بزيادة فعل البر فيها وكثرة الخيرات .ألا ترى إلى قول البخاري – رحمه الله تعالى – كان النبي – صلى الله عليه وسلم – أجود الناس بالخير وكان أجود ما يكون في رمضان فنمتثل تعظيم الأوقات الفاضلة بما امتثله – عليه الصلاة والسلام – على قدر استطاعتنا.

(فصل)فإن قال قائل قد التزم – عليه الصلاة والسلام – ما التزمه في الأوقات الفاضلة مما قد علم ولم يلتزم في هذا الشهر ما التزمه في غيره .فالجواب أن المعنى الذي لأجله لم يلتزم – عليه الصلاة والسلام – شيئا في هذا الشهر الشريف إنما هو ما قد علم من عادته الكريمة في كونه – عليه الصلاة والسلام – يريد التخفيف عن أمته والرحمة لهم(المدخل لابن الحاج ،ج٢ ص٣،فصل في مولد النبي والبدع المحدثة فيه)

فكان يجب أن يزاد فيه من العبادات والخير شكرا للمولى سبحانه وتعالى على ما أولانا من هذه النعم العظيمة وإن كان النبي – صلى الله عليه وسلم – لم يزد فيه على غيره من الشهور شيئا من العبادات وما ذاك إلا لرحمته – صلى الله عليه وسلم – بأمته ورفقه بهم(المدخل لابن الحاج ،ج٢ ص٢ ،فصل في مولد النبي والبدع المحدثة فيه)

فعلى هذا فتعظيم هذا الشهر الشريف إنما يكون بزيادة الأعمال الزاكيات فيه والصدقات إلى غير ذلك من القربات فمن عجز عن ذلك فأقل أحواله أن يجتنب ما يحرم عليه ويكره له تعظيما لهذا الشهر الشريف وإن كان ذلك مطلوبا في غيره إلا أنه في هذا الشهر أكثر احتراما كما يتأكد في شهر رمضان وفي الأشهر الحرم فيترك الحدث في الدين ويجتنب مواضع البدع وما لا ينبغي . وقد ارتكب بعضهم في هذا الزمان ضد هذا المعنى وهو أنه إذا دخل هذا الشهر الشريف تسارعوا فيه إلى اللهو واللعب بالدف والشبابة وغيرهما كما تقدم .فمن كان باكيا فليبك على نفسه وعلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس باب کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ اصولی اعتبار سے ربیع الاول کا مہینہ عظمت وفضیلت والا مہینہ ہے، لیکن اس مہینے کے ساتھ شریعت نے کوئی مخصوص عمل متعین نہیں کیا، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور وفاتِ مبارکہ کے باعث، اس مہینے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کو اپنانے اور گناہوں سے بچنے کا ذریعہ بنانا چاہیے، اور اپنی عملی زندگی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے مطابق ڈھالنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الإسلام وغربته وغربة أهله والعاملين بالسنة(المدخل لابن الحاج ،ج ٢ ص ٤،فصل فى مولد النبى والبدع المحدثة فيه)

فإن قال قائل فهذا الشهر لم نجد فيه زيادة فى الأعمال كما نجد فى غيره من الشهور والليالى والأيام الفاضلة.

فالجواب أن تلك الأزمنة حصلت لها الفضيلة بزيادة الأعمال الفاضلة فيها، وهذا الشهر حصل له التشريف بظهور من جائت الأعمال والخيرات التى حصلت بها الفضيلة لتلك الأوقات على يديه وبسببه – صلى الله عليه وسلم – هذا وجه ظاهر بين لا يرتاب فيه .

ووجه ثان، وهو أنه – عليه الصلاة والسلام – كما وصفه الله عز وجل فى كتابه العزيز حيث يقول فى صفته(بالمؤمنين رئوف رحيم)فكان دأبه – صلى الله عليه وسلم – طلب التخفيف عن أمته مهما قدر على ذلك ووجد السبيل إليه فعله فلما أن كان هذا الشهر اختص بظهوره – عليه الصلاة والسلام – فيه لم يكلف أمته زيادة عمل فيه بل أشار إلى ذلك بالتنبيه عليه.

ووجه ثالث، وهو أن أهل الآفاق قد حرم عليهم الصوم فى أيام التشريق، وما ذلك إلا أن الحاج ضيف الله تعالى فوقعت الضيافة لأهل الأقاليم كلها كرامة لهم فكيف بالزمن الذى ظهر فيه من شرع ذلك على يديه صلوات الله عليه وسلامه......ولما أن كان شهر ربيع الأول الذى ظهر فيه – عليه الصلاة والسلام – للوجود .كانت الضيافة الشهر كله لكن ترك – عليه الصلاة والسلام – أمته رحمة بهم فى عدم التكليف لهم بتحريم الصوم عليهم والفطر؛ لأنه رحمة للعالمين خصوصا للمؤمنين كما سبق وشأن الرحمة التوسعة(المدخل لابن الحاج ،ج ٢ ص ٤٥، ٤٦، ملخصاً،المرتبة الثانية المواسم التى ينسبونها إلى الشرع وليست منه،فصل فى خصوصية مولد الرسول بشهر ربيع الأول)

حصہ دوم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسب ونسب اور سیرت وصورت
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب ونسب اور مقام ومرتبہ سے متعلق احادیث
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ واخلاقِ حسنہ کے چند نمونے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ اور حسن وجمال کے چند مناظر

نبی ﷺ کا حسب ونسب اور سیرت وصورت

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حسب ونسب اور سیرت وصورت، دونوں میں کمال عطا فرمایا تھا، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسب ونسب، سیرتِ طیبہ، اخلاقِ حسنہ، اور آپ کی صورتِ مبارکہ وحسن وجمال کے بارے میں کچھ تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال اور کمال کو سامنے رکھ کر آپ کے حقوق کی ادائیگی ہوسکے۔

کیونکہ جو شخصیت ان امور میں کمال درجہ رکھتی ہو، اسی اعتبار سے اس کے حقوق بھی زیادہ ہوتے ہیں۔

اور مخلوقات میں جو کمال نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے، وہ مخلوق میں کسی اور کو حاصل نہیں، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ومعروف نام ''محمد'' صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انسانوں پر حقوق کی اہمیت بھی اسی اعتبار سے زیادہ ہے، اور اس مہینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور وفاتِ مبارکہ کے وقوع پذیر ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اس مہینے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح حقوق کی ادائیگی کا ذریعہ بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی وحقیقی محبت کا ثبوت پیش کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو آپ کے حقوق کی صحیح ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(باب نمبر1)

نبی ﷺ کا حسب ونسب اور مقام ومرتبہ

خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندانی حسب اور نسبِ مطہر تمام نسبوں سے زیادہ شریف اور عظیم ہے اور یہ وہ بات ہے کہ تمام کفارِ مکہ اور آپ کے دشمن بھی اس سے انکار نہ کر سکے [1]

اسی وجہ سے اگر کوئی مسلمان نعوذ باللہ تعالیٰ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک پر طعن وتشنیع وغیرہ کرے، جس کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ پر زنا وغیرہ کی تہمت لازم آتی ہو، تو وہ اس کی وجہ سے دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

تفصیل کے لیے ہماری مفصل ومدلل تالیف ''سابِّ رسول کی سزا وتوبہ'' ملاحظہ فرمائیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف والد ماجد کی طرف سے درجِ ذیل ہے:

محمدؐ۔ بن عبداللہ۔ بن عبدالمطلب۔ بن ہاشم۔ بن عبد مناف۔ بن قصی۔ بن

---

[1] الحسب لغة :الكرم وهو الشرف الثابت فى الآباء ، ويقال :الحسب فى الأصل الشرف بالآباء وبالأقارب، مأخوذ من الحساب لأنهم كانوا إذا تفاخروا عدوا مناقبهم ومآثر آبائهم وقومهم وحسبوها فيحكم لمن زاد عدده على غيره.

وقيل الحسب :هو الفعال الصالحة .قال ابن السكيت :والحسب والكرم يكونان فى الرجل وإن لم يكن لآبائه شرف، والشرف والمجد لا يكونان إلا بالآباء ، ولهذا قيل :الحسب :هو المال فجعل المال بمنزلة شرف النفس أو الآباء .

وقال الأزهرى :الحسب :الشرف الثابت للشخص ولآبائه.

وفرق بعضهم بين الحسب والنسب .فجعل النسب عدد الآباء والأمهات إلى حيث انتهى.

والحسب، الفعال الحسنة مثل الشجاعة والجود وحسن الخلق والوفاء .وغالب استعمال الفقهاء للحسب بالمعنى الأول وهو مآثر الآباء والأجداد أى شرف النسب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٧ ،ص ٢٢٢ ،مادة "حسب")

الحسب هو :الكرم والشرف الثابت فى الآباء ، وقيل :هو الفعال الصالحة مثل الشجاعة، والجود، وحسن الخلق، والوفاء ، وقال الأزهرى :الحسب هو الشرف الثابت للشخص ولآبائه.

ويستعمل الفقهاء غالبا الحسب بالمعنى الأول، أى :مآثر الآباء والأجداد وشرف النسب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٣٠،ص ٥٢ ،مادة " عرض")

کلاب۔بن مرہ۔بن کعب۔بن لوی۔بن غالب۔بن فہر۔بن مالک۔بن نضر۔
بن کنانہ۔بن خزیمہ۔بن مدرکہ۔بن الیاس۔بن مضر۔بن نزار۔بن معد۔بن
عدنان۔ [1]

یہاں تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلۂ نسب، اجماعِ امت سے ثابت ہے اور یہاں سے حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام تک اختلاف ہے،اس لئے اس کو ترک کیا جاتا ہے۔

اور والدہ ماجدہ کی طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف درجِ ذیل ہے:

محمد۔بن آمنہ۔بنتِ وہب۔بن عبد مناف۔بن زہرۃ۔بن کلاب۔ [2]

اس سے معلوم ہوا کہ کلاب بن مرہ میں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا ددھیال ونھیال دونوں طرف سے نسب جمع ہو جاتا ہے (سیرتِ خاتم الانبیاء صفحہ ۱۶ تا ۱۷، وسیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جلد ا صفحہ ۱۷)

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت وفضیلت سے متعلق چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمایئے۔

واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى

---

[1] بـاب مبـعـث النبى صلى الله عليه وسلم :محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مـناف بن قصى بن كلاب بن مرة بن كعب بن لؤى بن غالب بن فهر بن مالك بن النضر بن كنانة بن خزيمة بن مدركة بن إلياس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان(بخارى ، كتاب المناقب)

[2] قال ابن هشام: فولد عبد الله بن عبد المطلب رسول الله صلى الله عليه وسلم سيد ولد آدم، مـحـمـد بن عبد الله بن عبد المطلب، صلوات الله وسلامه ورحمته وبركاته عليه وعلى آله .وأمه: آمـنة بـنـت وهـب بـن عبـد مـنـاف بن زهرة بن كلاب بن مرة بن كعب بن لؤى بن غالب بن فهر بن مـالك بن النضر(سيرة ابنِ هشام،ج ١ ص ١١٠،أولاد عبد المطلب بن هاشم،رسول الله صلى الله عليه وسلم وأمهاته)

کِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ، وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ، وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ، وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ (مسلم،رقم الحديث ٢٢٧٦ "١"كتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی صلی الله عليه وسلم، وتسليم الحجر عليه قبل النبوة)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ نے اسماعیل کی اولاد میں سے کنانہ (نام کے سلسلہ) کو منتخب فرمایا، اور کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا، اور قریش میں سے، بنو ہاشم کو منتخب فرمایا، اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا (مسلم)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ، وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ، وَاصْطَفٰى بَنِيْ هَاشِمٍ مِنْ قُرَيْشٍ، وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ، فَأَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ، وَأَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ، وَأَوَّلُ شَافِعٍ، وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ (صحيح ابن حبان،رقم الحديث ٦٢٤٢، كتاب التاريخ، باب بدء الخلق) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے اسماعیل کی اولاد میں سے کنانہ (نام کے سلسلہ) کو منتخب فرمایا، اور کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا، اور قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب فرمایا، اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا، پس میں آدم کی اولاد کا سردار (اور نسب میں سب سے اعلیٰ) ہوں، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں، اور سب سے پہلا میں وہ شخص ہوں گا، جس کے لئے (قیامت کے دن) زمین کو شق کیا جائے گا، اور میں (اللہ کی بارگاہ میں مومنوں

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الصحيح (حاشية ابنِ حبان)

کی) سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا، اور سب سے پہلے شفاعت قبول کئے جانے والا ہوں گا (ابنِ حبان)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا إِذَا بُعِثُوْا، وَأَنَا خَطِيْبُهُمْ إِذَا وَفَدُوْا، وَأَنَا مُبَشِّرُهُمْ إِذَا أَيِسُوْا، لِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ بِيَدِىْ، وَأَنَا أَكْرَمُ وَلَدِ آدَمَ عَلٰى رَبِّىْ وَلَا فَخْرَ (سنن الترمذی، رقم الحديث ٣٦١٠، ابواب المناقب، باب فی فضل النبی صلی الله عليه وسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں سب سے پہلے (زمین سے) نکلوں گا، جب لوگ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے، تو میں ان کی طرف سے (اللہ کی بارگاہ میں بطورِ شفاعت) کلام کرنے والا ہوں گا، اور جب وہ مایوس ہوں، گے تو میں انہیں بشارت (یعنی مغفرت و جنت کی خوشخبری) دینے والا ہوں گا اور اس دن حمد کا (یعنی سب سے بڑا اور قابلِ تعریف) جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا، میں تمام ابنِ آدم (اور تمام انسانوں) میں اللہ کے نزدیک بہتر ہوں اور اس پر مجھے کوئی فخر (وغرور) نہیں (ترمذی)

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

[1] قال الترمذی: هذا حديث حسن غريب.

وَلَا فَخْرَ، وَبِيَدِىْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ، وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِىْ، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ (سنن الترمذی،رقم الحديث ۳۶۱۵، ابواب المناقب، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کا سردار ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں، میرے ہی ہاتھ میں (قیامت کے دن سب سے عظیم اور قابلِ تعریف) حمد کا جھنڈا ہوگا، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں، اس دن آدم علیہ السلام سمیت ہر نبی میرے جھنڈے تلے ہوگا، میں ہی وہ شخص ہوں ،جس سے زمین (قیامت کے دن) سب سے پہلے شق ہوگی (یعنی کھلے گی اور میں اس سے برآمد ہوں گا) اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ، وَلِوَاءُ الْحَمْدِ بِيَدِىْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ (سنن ابن ماجه،رقم الحديث ۴۳۰۸، ابواب الزهد، باب ذكر الشفاعة) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم کی سب اولاد کا سردار ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں ہے،اور قیامت کے دن زمین سب سے پہلے میرے لئے شق ہوگی (اور میں قبر سے باہر نکلوں گا) اور اس پر مجھے فخر (وغرور) نہیں،اور میں سب سے پہلے (اللہ کے حضور بندوں کی) شفاعت کروں

[1] قال الترمذی:وفی الحديث قصة وهذا حديث حسن.

[2] قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره(حاشية سنن ابنِ ماجه)

گا اور میری شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی، اور اس پر مجھے کوئی فخر (وغرور) نہیں ہے، اور قیامت کے دن (سب سے عظیم اور قابلِ تعریف) حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں (ابنِ ماجہ)

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ، کُنْتُ إِمَامَ النَّاسِ، وَخَطِیْبَھُمْ، وَصَاحِبَ شَفَاعَتِھِمْ، وَلَا فَخْرَ (مسند أحمد، رقم الحدیث ۲۱۲۴۹) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں تمام لوگوں کا امام (یعنی رہبر وپیشوا) اور خطیب (یعنی متکلم) اور صاحبِ شفاعت ہوں گا اور اس پر مجھے کوئی فخر (وغرور) نہیں (مسند احمد)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ، کُنْتُ إِمَامَ النَّبِیِّیْنَ وَخَطِیْبَھُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِھِمْ، غَیْرَ فَخْرٍ (سنن ابنِ ماجہ، رقم الحدیث ۴۳۱۴، ابواب الزھد، باب ذکر الشفاعۃ) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا، تو میں نبیوں کا امام (یعنی رہبر اور پیشوا) اور ان کا خطیب (ومتکلم) اور ان کی طرف سے شفاعت کرنے والا ہوں گا، اور اس پر مجھے کوئی فخر (وغرور) نہیں (ابنِ ماجہ)

خطیب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، قیامت کے دن دوسرے نبیوں کے

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: صحیح لغیرہ (حاشیۃ مسند احمد)

[2] قال شعیب الارنؤوط: صحیح لغیرہ، وھذا إسناد حسن فی المتابعات والشواھد (حاشیۃ سنن ابنِ ماجہ)

پیشوا اوران کی طرف سے اللہ کے حضور، لوگوں کے لیے آسانی ونرمی اور سہولت وغیرہ کے متعلق کلام اور شفاعت کرنے والے ہوں گے۔ [1]

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَأَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ، وَأَوَّلُ شَافِعٍ، وَمُشَفَّعٍ، بِيَدِيْ لِوَاءُ الْحَمْدِ، تَحْتِيْ آدَمُ فَمَنْ دُوْنَهُ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۶۴۷۸، کتاب التاریخ، باب الحوض والشفاعة) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں گا قیامت کے دن، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں، اور میں سب سے پہلا وہ شخص ہوں گا، جس کے لئے زمین کو شق کیا جائے گا، اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا، اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی، میرے ہاتھ میں (سب سے عظیم اور قابلِ تعریف) حمد کا جھنڈا ہوگا، میرے ماتحت آدم ہوں گے، پھر وہ (لوگ ہوں گے) جو اُن سے ماتحت ہوں گے (ابنِ حبان)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [3]

---

[1] (وخطيبهم) ، أى إذا أنصتوا كما سبق (وصاحب شفاعتهم) أى :فى المقام المحمود (غير فخر) أى :غير مفتخر أو من غير فخر (مرقاة المفاتيح، ج۹ ص ۳۶۹۰، كتاب الفضائل، باب فضائل سيد المرسلين صلوات الله وسلامه عليه)

[2] قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح لغيره (حاشية ابنِ حبان)

[3] عن جابر بن عبد الله رضى الله عنهما أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: أنا قائد المرسلين ولا فخر، وأنا خاتم النبيين ولا فخر، وأنا أول شافع وأول مشفع ولا فخر (سنن الدارمى، رقم الحديث ۵۰، باب ما أعطى النبى صلى الله عليه وسلم من الفضل)
قال حسين سليم اسد الدارانى:إسناده جيد (حاشية سنن الدارمى)

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، مَا مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَهُوَ تَحْتَ لِوَائِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَنْتَظِرُ الْفَرَجَ، وَإِنَّ مَعِيْ لِوَاءَ الْحَمْدِ، أَنَا أَمْشِيْ وَيَمْشِي النَّاسُ مَعِيْ حَتّٰى آتِيَ بَابَ الْجَنَّةِ فَأَسْتَفْتِحُ فَيُقَالُ: مَنْ هٰذَا؟ فَأَقُوْلُ: مُحَمَّدٌ، فَيُقَالُ: مَرْحَبًا بِمُحَمَّدٍ، فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّيْ خَرَرْتُ لَهٗ سَاجِدًا أَنْظُرُ إِلَيْهِ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۸۲، كتاب الإيمان) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا، اور مجھے اس پر کوئی فخر (وغرور) نہیں، ہر ایک قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوگا، جو تکلیف دور ہونے کا انتظار کرے گا، اور میرے ساتھ (سب سے بڑا اور قابلِ تعریف) حمد کا جھنڈا ہوگا، میں چلوں گا اور لوگ میرے ساتھ چلیں گے، یہاں تک کہ میں جنت کے دروازے پر پہنچوں گا، پھر میں (جنت کا) دروازہ کھلواؤں گا، تو کہا جائے گا کہ یہ کون ہے؟ تو میں کہوں گا کہ محمد ہوں، پھر کہا جائے گا کہ محمد کو خوش آمدید، اور میں جب اپنے رب کو دیکھوں گا، تو میں (اپنے رب) کو دیکھتے ہوئے سجدہ میں گر پڑوں گا (حاکم)

مذکورہ اور اس جیسی دوسری مستند ومعتبر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب وحسب سب سے اعلیٰ ہے اور آپ تمام اولادِ آدم اور نبیوں کے سردار ہیں، جن کو قیامت کے دن سب سے پہلے قبر مبارک سے اٹھایا جائے گا، آپ کو ہی سب سے پہلے شفاعت کا حق

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث كبير في الصفات والرؤية صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه.
وقال الذهبي في التلخيص: على شرطهما ولم يخرجاه.

دیا جائے گا، اور قیامت کے دن سب سے پہلے آپ ہی کی شفاعت قبول کی جائے گی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے پر ہی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا، اور آپ کا جنت کے دروازہ پر سب سے پہلے استقبال کیا جائے گا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا ہوگا، جو سب سے بڑا اور اعزاز واکرام والا جھنڈا ہوگا، جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام سمیت، دوسری عظیم ہستیاں ہوں گی، غرضیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں سب سے اعلیٰ وارفع نسب اور آخرت میں بھی سب سے عظیم مقام ہے۔

مگر ان تمام باتوں کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ان میں سے کسی چیز پر فخر نہیں، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ عبدیت اور بندگی کی دلیل ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ کو انتہائی محبوب ہے۔ [1]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] (لواء الحمد) : اللواء بالكسر والمد العلم، وفي العرصات مقامات لأهل الخير والشر ينصب في كل مقام لكل متبوع لواء يعرف له، قدوة حق كان أو أسوة باطل، وأعلى تلك المقامات مقام الحمد، ففي النهاية :اللواء الراية، ولا يمسكها إلا صاحب الجيش، يريد به انفراده بالحمد يوم القيامة، وشهرته على رء وس الخلائق، فوضع اللواء موضع الشهرة.

قال الطيبي :فعلى هذا لواء الحمد عبارة عن الشهرة، وانفراده بالحمد على رء وس الخلائق، ويحتمل أن يكون لحمده لواء يوم القيامة حقيقة يسمى لواء الحمد، وعليه كلام الشيخ التوربشتي حيث قال :لا مقام من مقامات عباد الله الصالحين أرفع وأعلى من مقام الحمد ودونه ينتهي سائر المقامات، ولما كان نبينا سيد المرسلين أحمد الخلائق في الدنيا والآخرة أعطي لواء الحمد ليأوى إلى لوائه الأولون والآخرون، وإليه الإشارة بقوله -صلى الله عليه وسلم :(آدم ومن دونه تحت لوائي) ولهذا المعنى افتتح كتابه بالحمد واشتق اسمه من الحمد، فقيل :محمد وأحمد، وأقيم يوم القيامة المقام المحمود، ويفتح عليه في ذلك المقام من المحامد ما لم يفتح على أحد قبله، ولا يفتح على أحد بعده، وأمد أمته ببركته من الفضل الذي آتاه، فنعت أمته في الكتب المنزلة قبله بهذا النعت فقال :أمته الحمادون يحمدون الله في السراء والضراء لله الحمد أولا وآخرا ولا فخر، فإن مرتبة القرب المرتب عليه اللقاء الناشىء عن تمام الرضا، والفناء بالبقاء أعلى من ذلك لخلوص التوجه إلى المولى ونسيان ما سواه من الورى(مرقاة المفاتيح، ج٩ ص ٣٦٨٦، كتاب الفضائل،باب فضائل سيد المرسلين صلوات الله وسلامه عليه)

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،قَالَ:إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي، كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى بَيْتًا فَأَحْسَنَهٗ وَأَجْمَلَهٗ، إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهٖ، وَيَعْجَبُونَ لَهٗ، وَيَقُولُونَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ؟قَالَ:فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ (بخاری،رقم الحديث ۳۵۳۵، كتاب المناقب، باب خاتم النبيين صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مثال اور میرے سے پہلے سب نبیوں کی مثال اس آدمی کی طرح ہے، جس نے ایک گھر بنایا، اور اس کو خوب حسین اور جمیل بنایا، سوائے ایک طرف سے ایک اینٹ کے (کہ وہ باقی رہ گئی) پھر لوگ وہاں آنے جانے لگے اور اس گھر کو دیکھ کر خوش ہونے لگے، اور یہ کہنے لگے کہ یہ اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی (تاکہ یہ گھر مکمل ہو جاتا) پس میں وہ اینٹ ہوں، اور میں خاتم النبیین ہوں (بخاری)

اور ایک روایت کے آخر میں درجِ ذیل الفاظ ہیں:

أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ، لَا نَبِيَّ بَعْدِي (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۴۲۷۴)

ترجمہ: میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں (طبرانی)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی سادہ اور آسان مثال کے ساتھ ختمِ نبوت کے مسئلہ کو بھی واضح فرما دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهٗ نَبِيٌّ، وَإِنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ قَالُوا:فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: فُوا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ، أَعْطُوهُمْ حَقَّهُمْ، فَإِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ (بخاری،رقم الحديث ۳۴۵۵، كتاب احاديث الانبياء،باب ما ذكر عن بني إسرائيل)

ترجمہ: بنی اسرائیل میں انبیاء (عوام کی) نگرانی وانتظامات کیا کرتے تھے، جب ایک نبی کا وصال ہوجاتا، تو دوسرا اس کا جانشین ہوجاتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، اور خلفاء (یعنی حکمران) ہوں گے، جو کہ کثرت سے ہوں گے، صحابہ نے عرض کیا کہ پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یکے بعد دیگرے ہر ایک (خلیفہ وحکمران) کی بیعت پوری کرنا اور انہیں ان کا (وہ حق جو تم پر ہے) دیتے رہنا (یعنی ان کی شرعی اور جائز ومباح معاملات اور قوانین میں اطاعت وپیروی کرنا) اور اللہ نے انہیں جن (رعایا) پر حکمران بنایا ہے، وہی اللہ، ان کے (معاملات کے) بارے میں ان سے باز پرس کرے گا (اگر انہوں نے رعایا پر ظلم کیا ہوگا، تو اللہ، ان سے مؤاخذہ فرمائے گا، تم سے مؤاخذہ نہیں فرمائے گا) (بخاری)

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنِّيْ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوْبٌ بِخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ، وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ، وَسَأُخْبِرُكُمْ بِأَوَّلِ ذٰلِكَ: دَعْوَةُ أَبِيْ إِبْرَاهِيْمَ، وَبِشَارَةُ عِيْسٰى، وَرُؤْيَا أُمِّيَ الَّتِيْ رَأَتْ حِيْنَ وَضَعَتْنِيْ أَنَّهٗ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ أَضَاءَتْ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٦٤٠٤، كتاب التاريخ، باب من صفته صلى الله عليه وسلم، وأخباره، مستدرك حاكم، رقم الحديث ٤١٧٥) [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح لغيره (حاشية صحيح ابنِ حبان)
وقال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد، شاهد للحديث الأول.
وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں اللہ کے نزدیک ''خاتمُ النبیین'' لکھا ہوا تھا، اور آدم اپنی مٹی کے درمیان گوندھے جارہے تھے (یعنی ابھی ان کی مٹی کے پتلے میں روح بھی نہیں ڈالی گئی تھی) اور میں جدِ امجد ابراہیم کی دعاء ہوں، اور حضرت عیسیٰ کی بشارت ہوں، اور اپنی والدہ کا وہ خواب ہوں، جس کو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا تھا کہ ان سے نور ظاہر ہوا، جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے (ابنِ حبان، حاکم)

مطلب یہ ہے کہ محمد رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتمُ النبیین ہونا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وقت سے طے شدہ ہے، جب تک حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی روح بھی ان کے جسم میں نہیں ڈالی گئی تھی۔

ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِیْ بِالْمُشْرِکِیْنَ، وَحَتّٰی یَعْبُدُوا الْأَوْثَانَ، وَإِنَّہٗ سَیَکُوْنُ فِیْ أُمَّتِیْ ثَلَاثُوْنَ کَذَّابُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعُمُ أَنَّہٗ نَبِیٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۲۱۹، ابواب الفتن، باب ما جاء لا تقوم الساعۃ حتی یخرج کذابون) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت، اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک کہ میری امت کے بعض قبیلے مشرکین سے نہ مل جائیں اور یہاں تک کہ وہ بتوں کی عبادت (و پوجا) نہ کرنے لگ جائیں، اور عنقریب میری امت

---

[1] قال الترمذی: ھذا حدیث صحیح.

میں تیس کذاب (یعنی جھوٹی نبوت کے دعویدار) ہوں گے، وہ سب کے سب یہ گمان (اور دعویٰ) کریں گے کہ وہ نبی ہیں، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے (ترمذی)

اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِیْ بِالْمُشْرِكِيْنَ، وَحَتّٰى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِیْ الْأَوْثَانَ، وَإِنَّهُ سَيَكُوْنُ فِیْ أُمَّتِیْ كَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِیٌّ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ، وَلَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِیْ عَلَى الْحَقِّ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۴۲۵۲، کتاب الفتن، باب ذکر الفتن ودلائلها، مسند احمد، رقم الحدیث ۲۲۳۹۵) [1]

ترجمہ: اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک کہ میری امت کے بعض قبیلے مشرکین سے نہ مل جائیں، اور یہاں تک کہ میری امت کے بعض قبیلے بتوں کی عبادت (و پوجا) نہ کرنے لگ جائیں، اور بے شک عنقریب میری امت میں، تیس کذّاب (یعنی جھوٹی نبوت کے دعویدار) ہوں گے، وہ سب کے سب یہ دعویٰ کریں گے کہ وہ نبی ہیں، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، اور (قیامت تک) میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی (جو اس طرح کے جھوٹی نبوت کے دعویداروں کا ساتھ نہیں دے گی، بلکہ ان کی تردید کرے گی) (ابوداؤد)

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:
إسناده صحيح (حاشية سنن ابی داؤد)
وقال ايضاً:
إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فِي أُمَّتِي كَذَّابُوْنَ وَدَجَّالُوْنَ سَبْعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ: مِنْهُمْ أَرْبَعُ نِسْوَةٍ، وَإِنِّي خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي

(مسند احمد، رقم الحدیث ۲۳۳۵۸) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ستائیس (27) کذَّاب (یعنی بہت جھوٹے، نبوت کے دعویدار) اور دجّال (یعنی بہت زیادہ دجل وفریب کرنے والے) ہوں گے، جن میں سے چار عورتیں ہوں گی، اور میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے (مسند احمد)

''کذاب'' بہت زیادہ جھوٹے کو کہا جاتا ہے، اور ''دجال'' بہت زیادہ دجل وفریب کرنے والے کو کہا جاتا ہے۔

نبوت کا دعویٰ کرنا بہت بڑا جھوٹ اور دجل وفریب ہے، جھوٹی نبوت کا دعویدار جھوٹ اور دجل وفریب سے کام لے کر لوگوں کو اپنے جھانسے میں پھنسانے کی کوشش کرتا ہے، اس لئے احادیث میں ایسے لوگوں کو کذاب اور دجال قرار دیا گیا ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الصحيح (حاشية مسند احمد)

[2] (فى أمتى) أى سيظهر فى أمتى (كذابون) صيغة مبالغة من الكذب وهو الخبر الغير المطابق للواقع ولا يعارضه الإخبار بإفشاء الكذب من القرن الرابع لأن المراد الزيادة على الكذب كما دلت عليه صيغة المبالغة وفى رواية كلهم يكذب على الله ورسوله (ودجالون) أى مكارون منسوبون من الدجل وهو التلبيس مبالغون فى الكذب وأفردهم عن الأولين باعتبار ما قام بهم من المبالغة فى الزيادة فيه تنبيها على أنهم النهاية التى لا شىء بعدها فى هذا المبلغ وظاهر هذا أن الدجال إذا جمع أريد به علم الجنس وإذا أفرد فهو علم شخص (سبعة وعشرون منهم أربع نسوة وإنى خاتم النبيين لا نبى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض احادیث میں ستائیس کے بجائے تیس کذابوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

جن احادیث میں ستائیس کذابوں کا ذکر ہے، ان میں کسر کی رعایت کی گئی ہے، اور جن میں تیس کا ذکر ہے، ان میں کسر کے بغیر تعداد کو ذکر کیا گیا ہے، یا ایک میں ہلکے درجے کے کذاب کا ذکر نہیں کیا گیا اور دوسری میں ان سب کذابوں کا ذکر کیا گیا، لہٰذا دونوں قسم کی احادیث ایک دوسرے کے مخالف نہیں ہیں، اور جن احادیث میں تیس کے قریب دجالوں کا ذکر ہے، وہ بھی ان دونوں قسم کی احادیث کو شامل ہونے کی وجہ سے ان کے موافق ہیں۔ [1]

ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَـمِـعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّـهُ لَا نَبِـيَّ بَعْـدِىْ، وَلَا أُمَّةَ بَعْـدَكُمْ أَلَا فَاعْبُدُوْا رَبُّكُمْ وَصَلُّوْا خَمْسَكُمْ، وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ، وَأَدُّوْا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ طَيِّبَةً بِهَا أَنْفُسَكُمْ، وَأَطِيْعُوْا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بعدى) وعيسى إذا نزل إنما يحكم بشرعه(فيض القدير شرح الجامع الصغير، ج۴ص ۴۵۴، تحت رقم الحديث ۵۹۴۶)

("دجالون ") أى :مبالغون فى فساد العباد والبلاد ("كذابون ") أى :على الله ورسوله.

فى شرح السنة :كل كذاب دجال، يقال :دجل فلان الحق بباطله غطاه، ومنه أخذ الدجال، ودجله سحره وكذبه، وقيل :عن الدجال دجالا لتمويهه على الناس وتلبيسه، يقال :دجل إذا موه ولبس، ("قريبا من ثلاثين ") ، وهذا لا ينافى جزمه فيما سبق بقوله ثلاثون، فإنه إما متأخر، وإما المراد منه التقريب، وكذا لا ينافى ما رواه الطبرانى عن ابن عمر :ولا تقوم الساعة حتى يخرج سبعون كذابا ، فإن المراد منه التكثير، أو الثلاثون مقيدون بدعوى النبوة، والباقون بغيرها على احتمال أن السبعين غير الثلاثين، فتكمل المائة، والله تعالى أعلم(مرقاة المفاتيح، ج۸ص ۳۴۰۵،كتاب الفتن ،باب الملاحم)

[1] وهذا يدل على أن رواية الثلاثين بالجزم على طريق جبر الكسر ويؤيده قوله فى حديث الباب قريب من ثلاثين (فتح البارى لابنِ حجر، ج۱۳ ص۸۷، كتاب الفتن،قوله باب كذا)

وُلَاةَ أَمْرِكُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۷۵۳۵، ج۸ص ۱۱۵) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا یہ فرمان سنا کہ اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں ہے، پس تم اپنے رب کی عبادت کرو، اور پانچوں نمازیں پڑھو، اور اپنے (رمضان کے) مہینے کے روزے رکھو، اور اپنے مالوں کی خوش دلی کے ساتھ زکاۃ ادا کرو، اور اپنے معاملات کے امیروں (وسربراہوں) کی اطاعت کرو، تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہوجاؤ گے (طبرانی)

اس قسم کی حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

اس قسم کی کئی احادیث کثرت سے مروی ہیں، جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی اور رسول کے نہ ہونے کا ذکر ہے، اور ان احادیث کو کئی محدثین نے معنیٰ کے اعتبار سے متواتر قرار دیا ہے۔

اور یہ احادیث مختلف الفاظ سے نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ہر طرح کے نبی ورسول کی بعثت وپیدائش کی نفی کرتی ہیں، جن میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔ [3]

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني، ورجال أحد الطريقين ثقات وفي بعضهم ضعف (مجمع الزوائد ج۸ص ۲۶۳، باب لا نبي بعده صلى الله عليه وسلم)

[2] عن أبي قتيلة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قام في الناس في حجة الوداع، فقال: لا نبي بعدي ولا أمة بعدكم فاعبدوا ربكم وأقيموا خمسكم وصوموا شهركم وأطيعوا ولاة أمركم تدخلوا جنة ربكم (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۷۹۷، واللفظ له، معرفة الصحابة لابي نعيم رقم الحديث ۶۱۹۳)

قال الالباني: قلت: وهذا إسناد رجاله ثقات، لكن بقية مدلس وقد عنعن. لكن له شاهد قوى من حديث أبي أمامة (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۳۲۴۳)

[3] وإذا كان لا نبي بعده فلا رسول بعده بالطريق الأولى والأحرى، لأن مقام الرسالة أخص من مقام النبوة، فإن كل رسول نبي ولا ينعكس، وبذلك وردت الأحاديث المتواترة عن رسول الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا آسمان سے زندہ نازل ہونا، ختمِ نبوت کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ اولاً تو حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو ہی نافذ وعمل کرنے کے لئے نازل ہوں گے، نہ کہ مستقل نبی کی حیثیت سے، دوسرے ان کا نبی ہونا مقدم ہے نہ کہ مؤخر۔

اور قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا اپنی قوم کو یہ بشارت سنانے کا ذکر ہے کہ ان کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوگی۔

اور احادیث میں یہ بتلایا گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت وبعثت کے بعد کوئی نبی پیدا ومبعوث نہ ہوگا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صلى الله عليه وسلم من حديث جماعة من الصحابة رضى الله عنهم (تفسير ابن كثير، ج٦ص ٣٨١ سورة الأحزاب)

(حديث: لا نبى بعدى) صحيح متواتر. ورد من حديث جمع من الصحابة منهم (إرواء الغليل فى تخريج أحاديث منار السبيل، تحت رقم الحديث ٢٤٧٣)

[1] يٰبَنِىٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوۡرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوۡلٍ يَّاۡتِىۡ مِنۡۢ بَعۡدِى اسۡمُهٗۤ اَحۡمَدُ (سورة الصف، آيت ٦)

قال العلماء وفى هذا الحديث دليل على أن عيسى بن مريم صلى الله عليه وسلم إذا نزل فى آخر الزمان نزل حكما من حكام هذه الأمة يحكم بشريعة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم ولا ينزل نبينا وقد سبقت الأحاديث المصرحة بما ذكرناه فى كتاب الإيمان (شرح النووى علىٰ مسلم، ج١٥ ص ١٧٤، كتاب الفضائل، باب من فضائل على بن أبى طالب رضى الله عنه)

قوله صلى الله عليه وسلم (فيبعث الله عيسى بن مريم) أى ينزله من السماء حاكما بشرعنا وقد سبق بيان هذا فى كتاب الإيمان قال القاضى رحمه الله تعالى نزول عيسى عليه السلام وقتله الدجال حق وصحيح عند أهل السنة للأحاديث الصحيحة فى ذلك وليس فى العقل ولا فى الشرع ما يبطله فوجب إثباته وأنكر ذلك بعض المعتزلة والجهمية ومن وافقهم وزعموا أن هذه الأحاديث مردودة بقوله تعالى وخاتم النبيين وبقوله صلى الله عليه وسلم لا نبى بعدى وباجماع المسلمين أنه لانبى بعد نبينا صلى الله عليه وسلم وأن شريعته مؤبدة إلى يوم القيامة لاتنسخ وهذا استدلال فاسد لأنه ليس المراد بنزول عيسى عليه السلام أنه ينزل نبيا بشرع ينسخ شرعنا ولا فى هذه الأحاديث ولافى غيرها شىء من هذا بل صحت هذه الأحاديث هنا وما سبق فى كتاب الإيمان وغيرها أنه ينزل حكما مقسطا بحكم شرعنا ويحيى من أمور شرعنا ما هجره الناس (شرح النووى علىٰ مسلم، ج١٨ ص ٧٥، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب ذكر الدجال)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِيْ: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا، فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِيْ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ، وَأُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً (بخاری، رقم الحديث ۳۳۵، كتاب التيمم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں، ایک تو میری ایک مہینہ کی مسافت کے فاصلہ سے رعب (ودبدبہ) کے ساتھ مدد کی گئی ہے، اور دوسرے میرے لئے زمین کو مسجد (یعنی نماز پڑھنے کی جگہ) اور پاکی (یعنی تیمّم) کا ذریعہ بنادیا گیا ہے، پس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

" لا نبی بعدی "دليل على أن عيسى ابن مريم إذا نزل حكما من حكام هذه الأمة يدعو بشريعة نبينا محمد -صلى الله عليه وسلم -ولا ينزل نبيا أقول :ولا منافاة بين أن يكون نبيا ويكون متابعا لنبينا -صلى الله عليه وسلم -فى بيان أحكام شريعته، وإتقان طريقته، ولو بالوحى إليه كما يشير إليه قوله -صلى الله عليه وسلم " :-لو كان موسى حيا لما وسعه إلا اتباعى "أى مع وصف النبوة والرسالة، وإلا فمع سلبهما لا يفيد زيادة المزية، فالمعنى أنه لا يحدث بعده نبى لأنه خاتم النبيين السابقين، وفيه إيماء إلى أنه لو كان بعده نبى لكان عليا، وهو لا ينافى ما ورد فى حق عمر صريحا ;لأن الحكم فرضى وتقديرى، فكأنه قال :لو تصور بعدى نبى لكان جماعة من أصحابى أنبياء ، ولكن لا نبى بعدى، وهذا معنى قوله -صلى الله عليه وسلم " :-لو عاش إبراهيم لكان نبيا "وأما حديث ": علماء أمتى كأنبياء بنى إسرائيل "فقد صرح الحفاظ كالزركشى والعسقلانى والدميرى والسيوطى أنه لا أصل له، ثم رأيت بعضهم ذكروا زيادة ولو كان لكنته، لكن قال الخطيب :هذه الزيادة لا نعلم من رواها إلا ابن الأزهر، وكان يضع .وقال ابن النجار :المتن صحيح والزيادة غير محفوظة والله أعلم بواضعها(مرقاة المفاتيح، ج ۹ ص ۳۹۳۲، كتاب المناقب والفضائل،باب مناقب على بن أبى طالب رضى الله عنه)

میری امت کے جس شخص کو بھی نماز پالے (یعنی جہاں بھی نماز کا وقت آ جائے) اسے چاہئے کہ وہ نماز پڑھ لے، اور تیسرے میرے (اور میری امت کے) لئے (شرعی جہاد کے ذریعے سے حاصل ہونے والے) غنیمت کے مالوں کو حلال کردیا گیا ہے، جو کہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں کیا گیا تھا، اور چوتھے مجھے (آخرت میں بڑی) شفاعت کا اعزاز عطا کیا گیا، اور پانچویں نبی کو خاص اس کی قوم کی طرف مبعوث کیا (اور بھیجا) جاتا تھا، اور مجھے تمام لوگوں کے لئے مبعوث کیا گیا (اور بھیجا گیا) ہے (بخاری)

اور صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

كَانَ كُلُّ نَبِيٍّ يُبْعَثُ إِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ إِلٰى كُلِّ أَحْمَرَ وَأَسْوَدَ (مسلم، رقم الحديث ۵۲۱ "۳" كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب جُعلت لی الأرض مسجدًا وطهورًا)

ترجمہ: ہر نبی کو خاص اس کی قوم کی طرف مبعوث کیا (اور بھیجا) جاتا تھا، اور مجھے ہر گورے اور کالے کی طرف مبعوث کیا گیا (اور بھیجا گیا) (مسلم)

اور مسند احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

بُعِثْتُ إِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ، وَكَانَ النَّبِيُّ إِنَّمَا يُبْعَثُ إِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً (مسند احمد، رقم الحديث ۱۴۲۶۴) [1]

ترجمہ: مجھے گورے اور کالے (ہر ایک) کی طرف مبعوث کیا (اور بھیجا) گیا ہے، اور (میرے علاوہ دوسرے ہر) نبی کو خاص اس کی قوم کی طرف مبعوث کیا (اور بھیجا) جاتا تھا، اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا (اور بھیجا) گیا ہے (مسند احمد)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

اس طرح کی حدیث حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

بعض روایات میں پانچ کے بجائے چار چیزوں کی فضیلت کا ذکر ہے، اوران میں شفاعت کا ذکر نہیں۔ [2]

جبکہ بعض روایات میں چھ چیزوں کی فضیلت کا ذکر ہے، جن میں ایک اضافی چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع کلمات کا عطا کیا جانا ہے۔ [3]

جن روایات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کم تعداد کی امتیازی خصوصیات کا ذکر ہے، وہ اس وقت کی روایات ہیں، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی ہی خصوصیات سے آگاہی عطا فرمائی گئی

---

[1] عن ابن عباس، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " أعطيت خمسا لم يعطهن نبى قبلى، ولا أقولهن فخرا: بعثت إلى الناس كافة، الأحمر والأسود، ونصرت بالرعب مسيرة شهر، وأحلت لى الغنائم، ولم تحل لأحد قبلى، وجعلت لى الأرض مسجدا وطهورا، وأعطيت الشفاعة، فأخرتها لأمتى، فهى لمن لا يشرك بالله شيئا " (مسند احمد،رقم الحديث ٢٧٤٢)

قال شعيب الارنؤوط:حسن(حاشية مسند احمد)

[2] عن أبى أمامة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " فضلت بأربع: جعلت الأرض لأمتى مسجدا وطهورا، وأرسلت إلى الناس كافة، ونصرت بالرعب من مسيرة شهر يسير بين يدى، وأحلت لأمتى الغنائم "(مسند احمد،رقم الحديث ٢٢٢٠٩)

قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن من أجل سَيَّار(حاشية مسند احمد)

[3] عن أبى هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " فضلت على الأنبياء بست: أعطيت جوامع الكلم، ونصرت بالرعب، وأحلت لى الغنائم، وجعلت لى الأرض طهورا ومسجدا، وأرسلت إلى الخلق كافة، وختم بى النبيون "(مسلم،رقم الحديث ٥٢٣"٥")

عن أبى هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " فضلت على الأنبياء بست "قيل: ما هن أى رسول الله؟ قال: " أعطيت جوامع الكلم، ونصرت بالرعب، وأحلت لى الغنائم، وجعلت لى الأرض طهورا ومسجدا، وأرسلت إلى الخلق كافة، وختم بى النبيون "

"مثلى ومثل الأنبياء كمثل رجل بنى قصرا، فأكمل بنائه وأحسن بنائه إلا موضع لبنة، فنظر الناس إلى القصر، فقالوا: ما أحسن بنيان هذا القصر، لو تمت هذه اللبنة، ألا وكنت أنا اللبنة، ألا وكنت أنا اللبنة "(مسنداحمد،رقم الحديث ٩٣٣٧)

قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح، وهذا إسناد حسن(حاشية مسند احمد)

تھی، بعد میں جب مزید خصوصیات سے آگاہی عطا کی گئی، تو اس وقت ان کا بھی ساتھ ذکر کیا گیا'' وفیہ اقوال اخر '' [1]

اس باب کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسب ونسب، تمام انسانوں میں اعلیٰ واشرف ہے، اور آپ نہ صرف انسانوں میں، بلکہ تمام مخلوقات میں افضلُ المخلوقات کا درجہ رکھتے ہیں۔

آپ پر نبوت کی تکمیل فرمادی گئی اور آپ کو خاتمُ النبیین ہونے کا شرف عطا کیا گیا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مقام وشرف دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا ہے، جو عطیۂ الٰہی اور نعمتِ الٰہی ہے۔

فللّٰہ الحمد والشکر علیٰ ذالک ۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعۡلَمُ

---

[1] (أعطيت) بضم الهمزة (خمسا) أى خمس خصال، وعند مسلم من حديث أبى هريرة "فضلت على الأنبياء بست "ولعله اطلع أولا على بعض ما اختص به ثم اطلع على الباقى، وإلا فخصوصياته عليه الصلاة والسلام كثيرة والتنصيص على عدد لا يدل على نفى ما عداه، وقد استوفيت من الخصائص جملة كافية مع مباحث وافية فى كتابى الواهب اللدنية بالمنح المحمدية ولله الحمد (ارشاد السارى لشرح صحيح البخارى للقسطلانى، ج ا ص٣٦٧، كتاب التيمم)

وإذا تأملت وجدت هذه الخصال اثنتى عشرة خصلة، ويمكن أن توجد أكثر من ذلك عند إمعان التتبع، وقد ذكر أبو سعيد النيسابورى فى كتاب (شرف المصطفى) أن الذى اختص به نبينا من بين سائر الأنبياء عليهم السلام ستون خصلة .فإن قلت :بين هذه الروايات تعارض، لأن المذكور فيها الخمس والست والثلاث؛ قلت :قال القرطبى :لا يظن أن هذا تعارض، وإنما هذا من توهم أن ذكر الأعداد يدل على الحصر وليس كذلك، فإن من قال :عندى خمسة دنانير مثلا، لا يدل هذا اللفظ على أنه ليس عنده غيرها، ويجوز له أن يقول مرة أخرى :عندى عشرون، ومرة أخرى ثلاثون، فإن من عنده ثلاثون صدق عليه أن عنده عشرين وعشرة .فلا تعارض ولا تناقض، ويجوز أن يكون الرب سبحانه وتعالى، أعلمه بثلاث ثم بخمس ثم بست .قلت :حاصل هذا أن التنصيص على الشيء بعدد لا يدل على نفى ما عداه، وقد علم فى موضعه (عمدة القارى للعينى، ج٤ ص٨، كتاب التيمم)

(باب نمبر2)

نبی ﷺ کی سیرتِ طیّبہ واخلاقِ حسنہ کی ایک جھلک

تمام انسانوں میں اخلاقِ حمیدہ وحسنہ یعنی اچھے اور پاکیزہ اخلاق کا سب سے اونچا مقام ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے، جس کی صراحت اور وضاحت خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمائی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

نٓ. وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ. مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ. وَإِنَّ لَکَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ. وَإِنَّکَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (سورۃ القلم، رقم الآیات ۱ تا ۴)

ترجمہ: نٓ، قسم ہے، قلم کی اور اس کی جو کچھ وہ (فرشتے) لکھتے ہیں، نہیں ہیں آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون، اور بلا شبہ آپ کے لئے ایسا اجر ہے، جو کبھی ختم ہونے والا نہیں، اور بلا شبہ آپ اخلاق کے عظیم مرتبے پر ہیں (سورہ قلم)

مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اخلاق کے سب سے بلند وعظیم مقام اور مرتبہ پر فائز ہیں۔

اور اسی وجہ سے امتِ محمدیہ کو آپ کے اخلاق کی اتباع وپیروی کا حکم ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن کا عملی نمونہ

حضرت سعد بن ہشام بن عامر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَتَيْتُ عَائِشَةَ، فَقُلْتُ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ، أَخْبِرِيْنِىْ بِخُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآنَ، أَمَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ، قَوْلَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ "وَإِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ"، قُلْتُ: فَإِنِّیْ أُرِیْدُ أَنْ أَتَبَتَّلَ، قَالَتْ: لَا تَفْعَلْ، أَمَا تَقْرَأُ: لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ أُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ؟ فَقَدْ تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ وُلِدَ لَہٗ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۴۶۰۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ اے اُمُّ المؤمنین! مجھے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق خبر دیجئے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن کا عملی نمونہ تھے، کیا تم نے اللہ عزوجل کا (سورہ قلم میں) یہ ارشاد نہیں پڑھا کہ؟

"وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ"

"اور بلاشبہ آپ اخلاق کے عظیم مرتبے پر ہیں"

(اس کے بعد) میں نے عرض کیا کہ میں نکاح سے الگ تھلگ رہنا چاہتا ہوں (یعنی میں نکاح نہیں کرنا چاہتا) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ ایسا نہ کیجئے، کیا آپ (سورہ احزاب کی) یہ آیت نہیں پڑھتے کہ:

"لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ أُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ"

"تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ ہے"

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا اور آپ کے اولاد بھی ہوئی (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی پورے قرآن مجید کی عملی تفسیر تھی، اور آپ نے نکاح بھی کیا، اور آپ کے اولاد بھی ہوئی، لہٰذا نکاح کرنا بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور اسوہ ونمونہ میں داخل ہوا، اور قدرت ہوتے ہوئے نکاح نہ کرنا آپ کے

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح (حاشیۃ مسند احمد)

اخلاق اور نمونہ سے خارج وباہر ہوا، اسی لئے حدیث میں نکاح کو سنت قرار دیا گیا ہے۔ [1]

حضرت یزید بن بابنوس رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قُلْنَا لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، كَيْفَ كَانَ خُلُقُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: كَانَ خُلُقُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ، ثُمَّ قَالَتْ: تَقْرَأُ سُورَةَ الْمُؤْمِنِينَ؟ اِقْرَأْ (قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ) حَتّٰى بَلَغَ الْعَشْرَ، فَقَالَتْ: هٰكَذَا كَانَ خُلُقُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۳۴۸۱، کتاب التفسير، تفسير سورة المومنون) [2]

ترجمہ: ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ اے امُّ المومنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیسے تھے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن کے مطابق تھے، پھر فرمایا کہ کیا آپ سورہ مومنون پڑھتے ہیں؟ آپ (سورہ مومنون کی) یہ (آیات) پڑھیے کہ "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ" یہاں تک کہ دس آیات پڑھیں، پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق، اسی طرح (مذکورہ آیاتِ قرآنی کے عین مطابق) تھے (حاکم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی نشاندہی کرتے ہوئے سورہ مؤمنون کی جن آیات کا ذکر فرمایا، وہ آیات، مندرجہ ذیل ہیں:

---

[1] عن عائشة، قالت :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :النكاح من سنتى، فمن لم يعمل بسنتى فليس منى، وتزوجوا، فإنى مكاثر بكم الأمم، ومن كان ذا طول فلينكح، ومن لم يجد فعليه بالصيام، فإن الصوم له وجاء (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۸۴۶، كتاب النكاح، باب ماجاء فى فضل النكاح)

[2] قال الحاكم: هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه.
و قال الذهبى فى التلخيص: صحيح.

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ . اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ. وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ. وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فٰعِلُوْنَ. وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ. اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ. فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ. وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ. وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ. اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ. الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (سورة المومنون، رقم الآيات ا الى ا ا)

ترجمہ: کامیاب ہوگئے وہ مومنین، جو اپنی نماز میں خشوع (ویکسوئی) اختیار کرنے والے ہیں، اور جو لغو (ولایعنی اور فضول باتوں اور چیزوں) سے اعراض (وکنارہ کشی اختیار) کرنے والے ہیں، اور جو زکاۃ دینے والے ہیں، اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، سوائے اپنی بیویوں یا اپنی مملوکہ باندیوں کے، تو یہ قابلِ ملامت نہیں ہیں، پھر جو کوئی اس (یعنی بیویوں اور اپنی مملوکہ باندیوں) کے علاوہ (کسی اور کے ساتھ جنسی عمل) کی جستجو کرے گا، تو یہی لوگ حد سے بڑھنے والے (اور گناہ گار) ہیں، اور جو کہ اپنی امانتوں اور عہد معاہدوں کی رعایت کرنے والے ہیں، اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، یہی لوگ وارث ہیں، جو کہ جنۃ الفردوس کے وارث ہوں گے، جس میں یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے (سورہ مومنون)

سورہ مؤمنون کی ان آیات میں مذکور تمام اخلاق اور اچھی صفات، دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کامل طریقہ پر موجود تھیں، جن میں لغو سے اعراض اور کنارہ کشی اختیار کرنا بھی داخل ہے۔

اور لغو، دراصل بے فائدہ کام یا کلام کو کہا جاتا ہے، اور جب کامیاب لوگ لغو سے بھی اعراض کرنے والے ہیں، تو وہ یقیناً گناہ والے کام اور کلام سے بدرجہ اولیٰ اعراض کرنے والے

ہوں گے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ خُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ، يَغْضَبُ لِغَضَبِهٖ، وَيَرْضٰى لِرِضَاهُ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ٧٢، باب الالف، ج ١ ص ٣٠، شرح مشكل الآثار، رقم الحديث ٤٤٣٤) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ آپ کے اخلاق، قرآن کے مطابق تھے، قرآن کے غضب ناک ہونے کے مواقع پر (یعنی جس چیز پر قرآن مجید میں غصہ کیا گیا ہو، اس پر) غصہ فرماتے تھے، اور قرآن کی رضا کے مواقع پر (یعنی جس چیز پر قرآن مجید میں رضا کا اظہار کیا گیا ہو، اس پر) راضی ہوتے تھے (طبرانی، طحاوی)

اور ایک روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ کی رضا اور اللہ کی ناراضگی کی وجہ سے راضی اور ناراض ہونے کا ذکر ہے، دونوں میں کوئی ٹکراؤ نہیں، کیونکہ قرآن مجید درحقیقت اللہ ہی کا کلام ہے۔ [2]

مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اخلاق، قرآن مجید اور اللہ کی رضا ومنشاء کے

---

[1] قال نبيل بن منصور بن يعقوب بن سلطان البصارة الكويتي:
قال الطبراني :لا يُروى عن أبي الدرداء عن عائشة إلا بهذا الإسناد، تفرد به زيد بن واقد"
قلت :وهو ثقة، وكذا من فوقه، وسليمان بن عبد الرحمن صدوق، والخشني مختلف فيه(أنِيسُ السَّارى، ج٦، ص ٤١٦٢، تحت رقم الحديث ٢٩٠٨)

[2] عن أبي الدرداء ، قال :سألت عائشة رضي الله عنها عن خلق رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قالت :كانت خلقه أن يرضى لرضى الله ويسخط لسخطه(مسند الشاميين للطبرانى، رقم الحديث ١٢٠٢)

مطابق تھے، یہاں تک کہ آپ کا کسی شخص سے یا کسی چیز پر ناراض یا خوش ہونا بھی اللہ اور اس کے کلام کے مطابق تھا، اس سے ہٹ کر نہیں تھا۔

اسی وجہ سے قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری انسانیت کے لئے عمدہ نمونہ قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورة الأحزاب، رقم الآية ٢١)

ترجمہ: یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ (کی سیرت) میں عمدہ نمونہ ہے (سورہ احزاب)

گویا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی چلتی پھرتی تفسیر تھے، اور آپ کا ہر قول وفعل قرآن مجید کی عملی تفسیر تھا۔ [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ (مسند أحمد، رقم الحديث ٨٩٥٢؛ الأدب المفرد للبخاري، رقم الحديث

---

[1] (قالت: فإن خلق رسول الله صلى الله عليه وسلم كان القرآن) ، أي: كان خلقه جميع ما فصل في القرآن من مكارم الأخلاق، فإن النبي صلى الله عليه وسلم كان متحليا به، وقيل: تعني كان خلقه مذكورا في القرآن في قوله تعالى: (وإنك لعلى خلق عظيم) تعني أن العظيم إذا عظم أمرا لم يقدر أحد قدره، ولم يعرف أحد طوره، وقال صاحب الإحياء: أرادت بقولها كان خلقه – القرآن مثل قوله تعالى: (خذ العفو) الآية .وقوله (إن الله يأمر بالعدل والإحسان) الآية .وقوله: (واصبر على ما أصابك) وقوله تعالى: (فاعف عنهم واصفح) وقوله تعالى: (والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس) وقوله تعالى: (يا أيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن) من الآيات الدالة على تهذيب الأخلاق الذميمة، وتحصيل الأخلاق الحميدة (مرقاة المفاتيح، ج٣ص ٩٤١، كتاب الصلاة، باب الوتر وبيان وقته وعدد ركعاته وكونه واجبا أو سنة)

۲۸۰؛ مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۴۲۲۱) [1]

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا (اور بھیجا) گیا ہے (مسند احمد)

بعض روایات میں صالحِ اخلاق کے بجائے مکارمِ اخلاق کے الفاظ ہیں، اور ''مکارمِ اخلاق'' سے مراد اچھے اور عمدہ اخلاق کا معیاری اور آئیڈیل درجہ ہے۔ [2]

اور مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آمد سے پہلے جو اخلاق کی کمی تھی، اُس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت وآمد کے ذریعہ سے پورا کر دیا گیا، اور آپ سے پہلے مختلف ومتفرق انبیائے کرام صلی اللہ علیہم وسلم میں جو بے شمار اچھے اخلاق موجود تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اُن سب کو جمع کر کے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ذریعہ سے اچھے اخلاق کی تکمیل فرما دی گئی۔ [3]

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه.
وقال الذهبي: على شرط مسلم.
وقال الهيثمي:رواه أحمد، ورجاله رجال الصحيح.رواه البزار، إلا إنه قال " :لأتمم مكارم الأخلاق ."ورجاله كذلك غير محمد بن رزق الله الكلوذاني، وهو ثقة(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۴۱۸۸ ،باب في حسن خلقه وحيائه وحسن معاشرته)
وقال شعيب الارنؤوط:صحيح، وهذا إسناد قوى(حاشية مسند احمد)

[2] عن أبي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال :إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق (مسند البزار، رقم الحديث ۸۹۴۹)
عن أبي هريرة ,رضي الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق "كذا روى ,عن الدراوردي (السنن الكبرىٰ للبيهقي، رقم الحديث ۲۰۷۸۲)
عن جابر بن عبد الله قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إن الله بعثني بتمام مكارم الأخلاق، وكمال محاسن الأفعال.لم يرو هذا الحديث عن يوسف بن محمد إلا عمر بن إبراهيم، تفرد به :صالح بن بشر "(المعجم الاوسط للطبراني، رقم الحديث ۶۸۹۵)

[3] (قال: بعثت) : بصيغة المفعول أي: أرسلت إلى الخلق (لأتمم حسن الأخلاق) : بضم حاء وسكون سين، أي: الأخلاق الحسنة والأفعال المستحسنة، وفي نسخة: بفتحتين أي لأن أجعل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سب سے عمدہ وعالی

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اُٹھائی، آپ کو قریب سے دیکھا، اور آپ کے ساتھ رہن سہن اور برتاؤ اختیار کیا، وہ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، انسانوں میں سب سے عالی، عمدہ اور اچھے وبلند اخلاق کی صفات کے مالک تھے۔

اس طرح کی چند روایات ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابوعبداللہ جدلی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ لِعَائِشَةَ: كَيْفَ كَانَ خُلُقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ أَهْلِهِ ؟ قَالَتْ: كَانَ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا، لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا ، وَلَا مُتَفَحِّشًا ، وَلَا سَخَّابًا بِالْأَسْوَاقِ، وَلَا يُجْزِءُ بِالسَّيِّئَةِ مِثْلَهَا، وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ (مسند احمد،رقم الحديث ٢٥٩٩٠؛ صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٦٤٤٣)[1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حسنها أحسنها قال البيضاوى: وكانت العرب أحسن أخلاقا بما بقى عندهم من شريعة إبراهيم عليه السلام، وكانوا ضلوا بالكفر عن كثير منها: فبعث – صلى الله عليه وسلم – ليتمم محاسن الأخلاق، ذكره السيوطى، والتحقيق ما قدمناه فيما سبق.

وقال الطيبى: قوله: لأتمم إلخ .يحتمل أن يراد به أنه كملها بعد النقصان وأنه جمعها بعد التفرقة، وعليه قوله تعالى(أولئك الذين هدى الله فبهداهم اقتده)قال الإمام فخر الدين: الآية دالة على فضله عليه الصلاة والسلام، لأنه تعالى أمره بالاقتداء بهداهم، ولا بد له من امتثاله لذلك الأمر، فوجب أن يجتمع فيه جميع خصائلهم وأخلاقهم المتفرقة، وإلى معنى الأول أشار صلى الله عليه وسلم بقوله: " مثلى ومثل الأنبياء كمثل قصر أحسن بنيانه وترك موضع لبنة منه "إلى أن قال: " لكنت أنا سددت موضع تلك اللبنة حتى تم بى البنيان اهـ .ولا منع من الجمع بين القولين لأنه – صلى الله عليه وسلم – كان فى مرتبة جمع الجمع، الله يجمع بيننا فى المسير وإليه المصير(مرقاة المفاتيح،ج٨ص٣١٨٣،كتاب الاداب، باب الرفق والحياء وحسن الخلق)

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية مسند احمد وابنِ حبان)

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے گھر والوں میں کیسے اخلاق تھے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ، اچھے اخلاق والے تھے، فاحش اور متفحِّش (یعنی کوئی فحش کلام یا کام کرنے والے اور فحش کلام یا کام کو پسند واختیار کرنے والے) اور بازاروں میں شور کرنے والے نہیں تھے، اور وہ برائی کا بدلہ اُس جیسی بُرائی سے نہیں دیتے تھے، بلکہ معاف اور درگذر فرماتے تھے (مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو لوگوں میں سب سے اچھا قرار دے کر آگے آپ کے اچھے اخلاق کی ایک جھلک بھی بیان فرمادی۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَأَحْسَنَهُ خُلُقًا لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ (بخاری، رقم الحديث ٣٥٤٩، كتاب المناقب، باب صفة النبى صلى الله عليه وسلم، دار طوق النجاة، بيروت، مسلم رقم الحديث ٢٣٣٧ "١١٣")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تمام لوگوں میں چہرے کے اعتبار سے سب سے زیادہ حسین اور اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہترین تھے، آپ کا قد مبارک نہ تو غیر معمولی لمبا تھا، اور نہ چھوٹا (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ظاہری حسن و جمال اور باطنی حسن و جمال (یعنی حسنِ اخلاق اور سیرت و کردار) دونوں اعتبار سے سب انسانوں سے زیادہ اعلیٰ واحسن اور عظیمُ الشان حیثیت وشخصیت کے حامل تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا (بخاری، رقم

الحديث ٦٢٠٣، كتاب الادب، باب الكنية للصبى وقبل أن يولد للرجل؛ مسلم، رقم الحديث ٢٣١٠ "٥٥"، باب كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أحسن الناس خلقا)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم، لوگوں میں سب سے اچھے اخلاق والے تھے (بخاری، مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فاحش اور متفحش نہیں تھے

حضرت عبداللہ بن عَمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا، وَكَانَ يَقُولُ: إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا (بخاری، رقم الحديث ٣٥٥٩، كتاب المناقب، باب صفة النبى صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم فاحش اور متفحش (یعنی فحش و بدگوئی کرنے اور اس کو پسند کرنے والے) نہیں تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ تم میں بہترین لوگ وہ ہیں، جو تم میں سب سے اچھے اخلاق والے ہوں (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم شور مچانے اور برائی کا بدلہ لینے والے نہیں تھے

حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

لَقِيتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قُلْتُ: أَخْبِرْنِي عَنْ صِفَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّوْرَاةِ؟ قَالَ: أَجَلْ، وَاللّٰهِ إِنَّهُ لَمَوْصُوفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ: (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا) وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّينَ، أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي، سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ، وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ، وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ، وَلٰكِنْ يَعْفُو وَيَغْفِرُ (بخاری، رقم الحديث ٢١٢٥، كتاب البيوع، باب كراهية السخب فى السوق)

ترجمہ: میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ملا اور میں نے عرض کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ حال بیان کیجئے، جو (حضرت موسیٰ کو عطا کی گئی، کتاب) ''تورات'' میں ہے، انہوں نے فرمایا کہ اچھا، اللہ کی قسم! ''تورات'' میں آپ کی بعض صفتیں وہی بیان ہوئی ہیں، جو کہ قرآن میں بیان کی گئی ہیں، کہ اے نبی ہم نے تم کو گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور ان پڑھ لوگوں (اس وقت کا پورا عرب معاشرہ مراد ہے) کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے، تم میرے بندے اور میرے رسول ہو، تمہارا نام ہم نے متوکل (یعنی اللہ پر توکل و بھروسہ کرنے والا) رکھا ہے، نہ تم بدگو و بدزبان ہو اور نہ سنگ دل ہو اور نہ بازار میں شور ڈالنے والے ہو اور نہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دینے والے ہو، بلکہ معاف کردیتے ہو اور بخش دیتے ہو (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكْتُوْبٌ فِي الْإِنْجِيلِ: لَا فَظٌّ وَلَا غَلِيْظٌ وَلَا سَخَّابٌ بِالْأَسْوَاقِ، وَلَا يَجْزِيُ بِالسَّيِّئَةِ مِثْلَهَا بَلْ يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۴۲۲۴، کتاب تواريخ المتقدمين من الأنبياء والمرسلين، ومن كتاب آيات رسول الله ﷺ التي هي دلائل النبوة)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ''انجیل'' میں یہ صفت ذکر ہوئی ہے کہ نہ وہ بدگو و بدزبان ہیں، اور نہ سنگ دل ہیں، اور نہ بازار میں شور ڈالنے والے ہیں، اور نہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دینے والے ہیں، بلکہ معاف کردینے اور درگزر کرنے والے ہیں (حاکم)

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق، سب انسانوں سے اچھے اور عمدہ تھے، اور ہر طرح

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه.
وقال الذهبي في التلخيص: على شرط البخاري ومسلم.

کے برے اخلاق سے محفوظ تھے، اسی وجہ سے نہ تو بازار اور مجمع میں شور مچانے والے تھے، بلکہ پرسکون اور سنجیدہ مزاج رکھتے تھے، اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے لینے والے تھے، بلکہ معاف ودرگزر کرنے والے تھے۔

اچھے اخلاق والوں کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھے اخلاق والوں کی فضیلت، دوسروں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے، جس کا اور بھی کئی احادیث میں ذکر آیا ہے۔

حضرت اُسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

قَالُوْا:يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَمَا خَيْرُ مَا أُعْطِيَ الْعَبْدُ؟ قَالَ:خُلُقٌ حَسَنٌ

(صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۶۰۶۱، کتاب الطب) [1]

ترجمہ: صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! بندے کو جو چیزیں (توفیقِ الٰہی سے) عطا کی گئی ہیں، ان میں سب سے بہتر عطیہ کون سی چیز ہے؟ تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھے اخلاق (ابنِ حبان)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عمدہ اور اچھے اخلاق عمدہ ترین وبہترین عطیۂ الٰہی ہے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ:

فَجَاءَ فَتًى مِّنَ الْأَنْصَارِ فَسَلَّمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ:يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَفْضَلُ؟ قَالَ:أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۸۶۲۳، کتاب الفتن والملاحم) [2]

ترجمہ: ایک انصاری نوجوان آیا، اور اُس نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام

---

[1] قال ابن حبان:قال سفيان :ما على وجه الأرض اليوم إسناد أجود من هذا.
وقال شعيب الأرنؤوط: إسناده صحيح(حاشية ابن حبان)

[2] قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه.
وقال الذهبي: صحيح.

کیا، اور بیٹھ گیا، پھر اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مؤمنین میں سب سے افضل شخص کونسا ہے؟ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو تم میں اخلاق کے اعتبار سے سب سے افضل و بہتر ہو (حاکم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ ؟قَالُوْا: بَلٰى، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: خِيَارُكُمْ أَطْوَلُكُمْ أَعْمَارًا، وَأَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا (مسند احمد، رقم الحديث ٩٢٣٥) [1]

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ تم میں سب سے بہترین لوگ کون ہیں؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول بے شک (ضرور بتلایئے) رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہترین لوگ وہ ہیں، جو تم میں لمبی عمروں والے اور اچھے اخلاق والے ہوں (مسند احمد)

جب لمبی عمر کے ساتھ اچھے اخلاق کا استعمال ہوتا ہے، تو یقیناً نامۂ اعمال میں اسی اعتبار سے عمدہ نیکیوں کا مسلسل اضافہ بھی ہوتا ہے، اس لئے لمبی عمر اور اچھے اخلاق والوں کو سب سے بہترین لوگ قرار دیا گیا۔

حضرت اُسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالُوْا فَأَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٤٨٦، كتاب البر والاحسان، باب حسن الخلق) [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن من أجل محمد بن إسحاق (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح، على شرط مسلم غير صحابيه أسامة بن شريك (حاشية ابنِ حبان)

ترجمہ: لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! لوگوں میں اللہ کو سب سے زیادہ محبوب کون شخص ہے؟ تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں اللہ کو سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے کہ جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں (ابنِ حبان)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، وہ لوگوں میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ مَجْلِسٍ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يَقُوْلُهَا قُلْنَا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۴۸۵، كتاب البر والاحسان، باب حسن الخلق) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں فرمایا کہ کیا میں تمہیں یہ نہ بتلادوں کہ تم میں مجھے سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میری مجلس کے سب سے زیادہ قریب کون ہوگا؟ یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی۔ ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! بتلائیے، تو آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ ہوں گے کہ جو تم میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے ہوں (ابنِ حبان)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ونشست کے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے، جن کے اخلاق سب سے زیادہ اچھے ہوں گے، اور اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے اخلاق سب سے اعلیٰ وافضل تھے، لہٰذا جس کے اخلاق، جتنے اعلیٰ وافضل ہوں گے، وہ اتنا ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوگا۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية ابنِ حبان)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اخلاق کا نمونہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم، پورے عالَم کے لئے رحمت تھے، نہایت خاکسار، مہربان اور رحم دل تھے، چھوٹے بڑے سب سے، ان کے درجوں کے مطابق پیش آتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم، دل میں کسی کی طرف سے کینہ نہ رکھتے، اور کسی سے بغض اور حسد نہ فرماتے تھے، اپنے آپ کو دوسروں سے کم تر سمجھتے تھے، گناہ گاروں کی تحقیر نہیں فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھریلو کام کاج میں عار محسوس نہ فرماتے، بلکہ گھر کے کام کاج اپنے ہاتھوں سے کرلیا کرتے تھے، چنانچہ اپنے پھٹے کپڑے آپ سی لیتے، اپنے پھٹے جوتے کو خود گانٹھ لیتے، بکریوں کا دودھ اپنے ہاتھوں سے دوہتے، اگرچہ آپ کے بے شمار جاں نثار خادم موجود تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ گھل مل کر رہتے، اور کوئی امتیازی شان اختیار نہ فرماتے تھے، چنانچہ مسجدِ نبوی کے بنانے اور خندق کھودنے کے کام میں، دوسروں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی شرکت فرمائی۔

مزاجِ مبارک میں سادگی بہت تھی، کھانے پینے پہننے اوڑھنے، اٹھنے بیٹھنے کسی چیز میں تکلف پسند نہ تھا، جو سامنے آجاتا، وہ کھالیتے، پہننے کے لئے موٹا جھوٹا جو مل جاتا، اس کو پہن لیتے۔ زمین پر، چٹائی پر، فرش پر، جہاں جگہ ملتی بیٹھ اور لیٹ جاتے۔

اللہ کی نعمتوں سے جائز طور پر فائدہ اٹھانے کی اجازت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرور دی لیکن تن پروری اور عیش کو نہ اپنے لئے پسند فرمایا، نہ عام مسلمانوں کے لئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکینوں، کمزوروں، بے کسوں، ضرورت مندوں، یتیموں، بیماروں اور ہمسایوں سے محبت رکھتے، ان کی مدد اور دل جوئی فرماتے، اور دوسروں کو بھی ان کے ساتھ بھلائی کی تاکید کرتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکینوں سے محبت کا یہ عالَم تھا کہ آپ ان کے ساتھ زندہ رہنے اور ان کے ساتھ وفات پانے اور ان کے ہی ساتھ محشور ہونے کی دعا فرماتے۔

اسلام سے پہلے عورتیں ذلیل سمجھی جاتی تھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بہت احسان فرمایا ان کے حقوق مقرر فرمائے اور اپنے قول وفعل سے ظاہر فرمادیا کہ یہ طبقہ حقیر نہیں ہے، بلکہ عزت اور ہمدردی کے لائق ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم، ساری دنیا کے لئے رحمت بن کر آئے تھے، اس لئے کسی کے ساتھ بھی زیادتی اور ناانصافی کو پسند نہ فرماتے تھے، یہاں تک کہ جانوروں کے ساتھ جو لوگ بے پروائی برتتے تھے، وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گوارا نہ تھی اور ان بے زبانوں پر جو ظلم ہوتا آیا تھا، آپ نے اس کو روک دیا اور اہتمام کے ساتھ اس سلسلہ میں ہدایات بیان فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کا یہ عالَم تھا کہ شرعی جہاد کے موقع پر دشمنوں کے مقابلہ میں پیش پیش ہوتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسنِ معاشرت میں بھی بہت مہذب تھے، کسی کو اپنی ذات سے تکلیف پہنچانا گوارا نہیں تھا، اور اس سے دوسروں کو بھی سختی کے ساتھ منع فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لین دین کے معاملات میں بہت صاف تھے، کسی کا اپنے ذمہ حق نہ رکھتے تھے، جو وعدہ فرماتے، اس کو پورا کرتے، کبھی بدعہدی نہیں فرمائی۔

سچائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایسی صفت تھی کہ دشمن بھی اس کو مانتے تھے، ابوجہل کہا کرتا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم کو جھوٹا نہیں کہتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی حیاء دار تھے، کسی کے ساتھ بدزبانی نہیں فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں بہت استقلال اور استقامت تھی۔

دنیا سے بے رغبتی کے باوجود، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خشک مزاجی اور روکھا پن پسند نہ تھا، کبھی کبھی دلچسپی کی باتیں اور پاک وصاف مزاح بھی فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سادگی کے باوجود، صفائی ستھرائی کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو ٹھہر ٹھہر کر فرماتے تھے، ایک ایک فقرہ موتیوں کی طرح الگ ہوتا، بلاضرورت اور فضول گفتگو سے پرہیز فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلکھلا کر ہنسنے کی عادت نہ تھی، جب کبھی ہنسی کی ضرورت محسوس فرماتے، تو عام طور پر تبسم پر اکتفاء فرماتے تھے۔

ہر وقت اللہ کی خوشی کی تلاش رہتی، اور ہر حالت میں دل یا زبان سے اللہ کی یاد جاری رہتی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی محفلوں میں یا بیویوں کے حجروں میں ہوتے اور یکا یک اذان کی آواز آتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوتے۔

رات کا بڑا حصہ عبادت میں بسر ہوتا، کبھی پوری پوری رات نماز میں کھڑے رہتے اور بڑی بڑی سورتیں پڑھتے، یا لمبے لمبے سجدے فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت سخی، فیاض اور داد و دہش والے تھے، فیاضی اور دنیا کے مال سے بے تعلقی کا یہ عالم تھا کہ گھر میں مال جمع کر کے رکھنا گوارا نہ تھا، اگر کبھی مال آتا، تو اس سے دوسرے ضرورت مند کی مدد فرما دیتے تھے، خود بھوکے رہتے اور دوسرے کو کھلاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے مہمان نواز تھے، کبھی ایسا ہوتا کہ مہمان آجاتے اور گھر میں جو کچھ موجود رہتا، وہ ان کو کھلا پلا دیا جاتا اور خود فاقہ کو اختیار فرماتے، بعض اوقات دو دو مہینوں تک لگاتار گھروں میں چولہا جلنے کی نوبت نہیں آتی تھی، چند کھجوروں پر گذارا ہوتا تھا۔ [1]

مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمہ اللہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] عن أنس، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لقد أخفت فى الله وما يخاف أحد، ولقد أوذيت فى الله وما يؤذى أحد، ولقد أتت على ثلاثون من بين يوم وليلة وما لى ولبلال طعام يأكله ذو كبد إلا شىء يواريه إبط بلال (سنن الترمذى، رقم الحديث ۲۴۷۲)

دعائے ابراہیمی کے مطابق آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے، نسب میں سب سے عالی، حسب میں سب سے برتر، اپنے عہدِ طفولیت ہی سے ہمیشہ ممتاز سیرت، ممتاز صورت، عادات وشمائل میں قوم سے علیٰحدہ، عبادات ورسوم میں ان سے الگ، لہو ولعب سے مجتنِب، شرک وکفر سے متنفر، صدق وصفا، احسان وسلوک سے مزین، ظلم وعدوان اور جملہ فواحش سے کوسوں دور، جنگ وجدال سے نفور، مال وجاہ کی محبت سے بالاتر، عدل وانصاف کے شہزادے، غرض جملہ اخلاقِ فاضلہ سے محلّٰی اور جملہ اخلاقِ رذیلہ سے معریٰ، جوانی میں عصمت وعفت کے فرشتے، پیری میں وقار ورعب کا پیکر، بال بال سے حسن ٹپکتا، کلمہ کلمہ سے پھول جھڑتے، روئیں روئیں سے فہم وفراست چمکتی، غصہ ومحبت اور جدل و ہزل میں یکساں حق گو، عفوودرگزر کرنے والے، مخلوقِ خدا کے سب سے بڑے ہمدرد، عہدو پیمان کے سب سے پکے، سب سے زیادہ راست گو، سب سے بڑھ کر امانت دار، لطف یہ کہ خود اُمّی اور قوم بھی سب اُمّی، تورات وانجیل کو نہ آپ جانتے، نہ آپ کی قوم جانتی، نہ کسی سے کوئی حرف پڑھا، نہ اہلِ علم کے پاس نشست وبرخاست رکھی، قسّیس ورہبان آپ کے موعود نبی ہونے پر سب متفق، اور مشرکینِ عرب سب ہی آپ کی ان صفات کے معترف۔

اسی حالت پر چالیس سال گزرے، کبھی نبوت کا ایک حرف زبان سے نہ نکالا، جب عمر مبارک چالیس سال کو پہنچی، تو ایک عجیب وغریب دعویٰ کیا، جس سے نہ ملک آشنا، نہ باپ دادا آشنا، اور ایک ایسا کلام لوگوں کے سامنے پیش کیا، جو آج تک نہ کسی نے سنا اور نہ آئندہ اس کی نظیر ممکن، صُحفِ سماویہ، سب اس کے سامنے سرنگوں، نہ الٰہیات وعملیات میں کوئی اس کے ہم پلہ، نہ سیاسیات ومعاشیات میں کوئی اس کا ہم سَر، اسرار کا مخزن، علوم کا سمندر، قصص وامثال، نصائح وعبر کا دریا،

طیبات کے حلال اورخبائث کے حرام کرنے والے، بھلائی کا حکم دینے والے اوربرائیوں سے روکنے والے، کوئی بھلی چیز ایسی نہ تھی ، جس کو عقولِ سلیمہ بھلی سمجھیں کہ اس کا حکم نہ دیا ہو، اورکوئی برائی ایسی نہ تھی، جس کو عقولِ سلیمہ برا جانیں، مگراس سے روک نہ دیا ہو، ایسا کبھی نہیں ہوا کہ جس کا آپ حکم دیں، طبائعِ سلیمہ کی خواہش یہ ہو کہ آپ اس کا حکم نہ دیتے اورنہ کبھی ایسی بات سے روکا، جس کے متعلق طبائعِ سلیمہ کی تمنا یہ ہو کہ آپ نہ روکتے ۔اس پر ریاست وسرداری سے بیزار، دشمنوں اورمخالفوں سے لاپرواہ، احباب وانصار سے بے نیاز، نہ ہاتھ میں کوئی دولت ، نہ پشت پر کوئی (مادی) طاقت ، نہ قبضہ میں کوئی ملک، زَن وزر کی کوئی دولت نہیں، جو قدموں پر ڈال نہ دی گئی ہواورآپ نے اس کو ٹھکرا نہ دیا ہو، حبس وقید، جلاوطنی، حتیٰ کہ قتل کی کوئی تدبیر اٹھا کر نہیں رکھی گئی جس کو پورا نہ کیا گیا ہو، مگر آپ دشمنوں کے جھرمٹ میں اسی طرح خدا کے دین کے بے خوف وہراس منّاد، کوچوں میں، بازاروں میں، ایامِ حج میں کوئی جگہ نہ چھوڑی، جہاں پہنچ کر اعلانِ حق نہ کر دیا، تنہائی میں بھی اورمحفلوں میں بھی، عوام میں بھی اورخواص میں بھی، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اپنے دین کو قبول کرنے کے لئے کسی کو قتل کی دھمکی دی ہو یا کسی قسم کا طمع ولالچ دیا ہو۔

تیرہ سال اسی طرح گزار دیئے، نہ ساز وسامان اورنہ کوئی یار ومددگار، مگر نہ دل میں کسی کا خوف، نہ چہرہ پر کچھ ہراس، جب اقتدار ملا، تو دشمنوں سے درگزر اورایذارسانوں کے لئے عفو کا اعلان، کسی پر ذرا ظلم وتعدی ہو، کیا مجال، تمام عمر کانٹے پر تلی ہوئی۔

امن ہو یا خوف ، فراغت ہو یا تنگی، شکست ہو یا فتح ،اپنے متبعین کی قلت ہو، یا کثرت، ہر حال میں وہ استقامت کہ ایک انچ قدم اِدھر اُدھر پڑ جائے، کیا ممکن۔

خلاصہ یہ کہ جب دنیا میں تشریف لائے تو فضائے عالم تاریک، نہ دنیا سے باخبر، نہ

ہدایت سے آشنا، بت پرستی سے خدا کی زمین ناپاک، خونریزی اور قتل وغارت سے نالاں، نہ مبدء کی خبر، نہ معاد کا علم، اور جب آپ تشریف لے گئے، تو وہی سب سے بڑھ کر عالم، سب سے زیادہ مہذب، سب میں ممتاز دیندار، انصاف وامن کے قائم کرنے والے اور دنیا کی نظروں میں ایسے سربلند کہ اگر ان پر بادشاہوں کی نظر پڑتی، تو وہ مرعوب ہوجاتے اور اگر اہلِ کتاب ان کو دیکھتے، تو بے ساختہ یہ کہنے پر مجبور ہوجاتے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے حواری بھی بھلا ان سے کیا افضل ہوں گے؟ اس اقتدار وقبول کے ساتھ جب آپ نے دنیا کو چھوڑا، تو ترکہ میں نہ درہم، نہ دینار، نہ کوئی ملک وخزانہ، صرف خچر اور زرہ مبارک کہ وہ بھی ایک یہودی کے ہاتھ تیس صاع جو کے عوض میں مرہون (ترجمانُ السنۃ، ج۳ص۱۶۱، بعنوان "رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ایک ورق، حق پسند انسانوں کی غور وفکر کے لیے" مطبوعہ: ادارہ اسلامیات، لاہور)

مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی صاحب رحمہ اللہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں کہ:

یوں تو اس دنیا کی عمر بہت بتائی جاتی ہے، مگر یہ دنیا کئی بار سوسو کر جاگی ہے اور مر مر کر زندہ ہوئی ہے، آخری بار جب یہ موت کی نیند سے بیدار ہوئی اور اس نے عقل وہوش کی آنکھیں کھولیں، وہ، وہ دن تھا، جب مکہ کے سردار عبدالمطلب کے گھر پوتا پیدا ہوا، وہ پیدا ہوا تو یتیم تھا، مگر اس نے پوری انسانیت کی سرپرستی کی اور دنیا کو نئی زندگی بخشی، سوتے میں جو عمر کٹی، وہ کیا عمر ہے؟ خودکشی میں جو وقت گزرا، وہ کیا زندگی ہے؟ اس لئے سچ پوچھئے تو موجودہ دنیا کی کام کی عمر چودہ سو برس سے زائد نہیں۔

چھٹی صدی مسیحی میں انسانیت کی گاڑی ایک ڈھلوان راستے پر پڑ گئی تھی، اندھیرا

پھیلتا جارہا تھا، راستے کا نشیب بڑھتا جارہا تھا اور رفتار تیز ہوتی جارہی تھی۔اس گاڑی پر انسانیت کا پورا قافلہ اور آدم کا سارا کنبہ سوار تھا۔ ہزاروں برس کی تہذیبیں اور لاکھوں انسانوں کی محنتیں تھیں، گاڑی کے سوار میٹھی نیند سورہے تھے، یا زیادہ اور اچھی جگہ حاصل کرنے کے لئے آپس میں دست وگریبان تھے۔کچھ تنگ مزاج تھے، جب ساتھیوں سے روٹھتے، تو ایک طرف سے دوسری طرف منہ پھیر کر بیٹھ جاتے، کچھ ایسے جو اپنے جیسے لوگوں پر حکم چلاتے، کچھ کھانے پکانے میں مشغول تھے، کچھ گانے بجانے میں مصروف، مگر کوئی یہ نہ دیکھتا کہ گاڑی کس غار کی طرف جارہی ہے اور اب وہ کتنا قریب رہ گیا ہے۔

انسانیت کا جسم تروتازہ تھا، مگر دل نڈھال، دماغ تھکا ہوا، ضمیر بے حس ومردہ، نبضیں ڈوب رہی تھیں اور آنکھیں پتھرانے والی تھیں، ایمان ویقین کی دولت سے عرصہ ہوا، یہ انسانیت محروم ہوچکی تھی، پورے پورے ملک میں ڈھونڈے سے ایک صاحبِ یقین نہ ملتا۔توہّمات کا ساری دنیا پر قبضہ تھا، انسانیت نے اپنے کو خود ذلیل کیا تھا، انسان نے اپنے غلاموں اور چاکروں کے سامنے سر جھکایا تھا، ایک خدا کے سوا سب کے سامنے اس کو جھکنا منظور تھا۔حرام اس کے منہ کو لگ گیا تھا۔ ؎

شراب اس کی گھٹی میں گویا پڑی تھی جو اس کی دن رات کی دل لگی تھی

بادشاہ دوسروں کے خون پر پلتے تھے، اور بستیاں اجاڑ کر بستے تھے، ان کے کتے موج کرتے اور انسان دانے دانے کو ترستے، زندگی کا معیار اتنا بلند ہوگیا تھا کہ جینا دوبھر تھا، جو اس معیار پر پورا نہ اترے، وہ جانور سمجھا جاتا تھا، نئے نئے ٹیکسوں سے کسانوں اور دستکاروں کی کمر جھکی اور ٹوٹی جاتی تھی، لڑائی اور بات کی بات میں ملکوں کی صفائی اور قوموں کی تباہی، ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا، سب زندگی کی

فکروں میں گرفتار اور ظلم وزیادتی سے زار و نزار تھے، پورے پورے ملک میں ایک اللہ کا بندہ ایسا نہ تھا، جس کو اپنے پیدا کرنے والے کی رضامندی کی فکر ہو، یا راستے کی سچی تلاش ہو، غرض یہ نام کی زندگی تھی، مگر حقیقت میں ایک وسیع اور طویل خودکشی، دنیا کی اصلاح، انسانوں کے بس سے باہر تھی، پانی سر سے اونچا ہو گیا تھا، معاملہ ایک ملک کی آزادی اور ایک قوم کی ترقی کا نہ تھا، انسانیت کا بدن داغ داغ تھا، دامن تار تار، اصلاح کے لئے جو لوگ آگے بڑھے، وہ یہ کہہ کر پیچھے ہٹ گئے کہ: ع

''تیرے دل میں تو بہت کام رَفو کا نکلا''

فلسفی اور حکیم، شاعر اور ادیب، کوئی اس میدان کا مرد نہ نکلا، سب اس وبا کے شکار تھے، مریض، مریض کا علاج کس طرح کرے؟ جو خود یقین سے خالی ہو، وہ دوسروں کو کس طرح یقین سے بھر دے؟ جو خود پیاسا ہو، دوسروں کی پیاس کس طرح بجھائے؟ انسانیت کی قسمت پر بھاری قفل پڑا تھا اور کنجی گم تھی، زندگی کی ڈور الجھ گئی تھی اور سرا نہ ملتا تھا۔

اس دنیا کے مالک کو اپنے گھر کا یہ نقشہ پسند نہ تھا، آخر کار اس نے عرب کی آزاد اور سادہ قوم میں، جو فطرت سے قریب تھی، ایک پیغمبر بھیجا، کہ پیغمبر کے سوا اب اس بگڑی دنیا کو کوئی بنا نہیں سکتا تھا۔ اس پیغمبر کا نامِ نامی محمد بن عبداللہ ہے۔ اللہ کے لاکھوں سلام و درود ہوں ان پر۔ ؎

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا کہ میرے نطق نے بوَسے میری زباں کے لئے

اس زندگی کی ہر چیز سلامت، مگر بے جگہ و بے قرینہ، زندگی کا پہیہ گھوم رہا تھا، مگر غلط رخ پر، اصل خرابی یہ تھی کہ زندگی کی چُول کھسک گئی تھی اور ساری خرابی اسی کی تھی، یہ چُول کیا تھی؟ اپنے اور اس دنیا کے بنانے والے کا صحیح علم، اسی کی بندگی اور

تابعداری کا فیصلہ، اس کے پیغمبروں کو ماننا اوران کی ہدایت وتعلیم کے مطابق زندگی بسر کرنا اوردوسری زندگی کا یقین۔

انہوں نے زندگی کی چُول بٹھادی، مگر اپنی زندگی اوراپنے خاندان کی زندگی کو خطرے میں ڈال کر، اوراپنا سب کچھ قربان کر کے، انہوں نے اس مقصد کی خاطر بادشاہی کا تاج ٹھکرادیا، دولت اورعیش کی بڑی سے بڑی پیش کش کو نامنظور کیا، محبوب وطن کو چھوڑا، ساری عمر بے آرام رہے، پیٹ پر پتھر باندھے، کبھی پیٹ بھر کر نہ کھایا، گھر والوں کو فقر وفاقہ میں شریک رکھا، دنیا کی ہرقربانی میں ہرخطرے میں پیش پیش، اور ہر فائدہ اور ہرلذت سے دوردور، لیکن دنیا سے اس وقت تک تشریف نہ لے گئے، جب تک کہ دنیا کو صحیح رخ پر نہ ڈال دیا اورتاریخ کا دھارا نہ بدل دیا۔

تئیس برس میں، دنیا کا رخ پلٹ گیا، دنیا کا ضمیر جاگ گیا، نیکی کا رجحان پیدا ہوگیا، اچھے برے کی تمیز ہونے لگی، خدا کی بندگی کا راستہ کھل گیا، انسان کوانسان کے سامنے اوراپنے خادموں کے سامنے جھکنے میں شرم محسوس ہونے لگی، اونچ نیچ دورہوئی، قومی ونسلی غرور ٹوٹا، عورتوں کو حقوق ملے، کمزوروں وبے بسوں کی ڈھارس بندھی، غرض دیکھتے دیکھتے دنیا بدل گئی، جہاں پورے پورے ملک میں ایک خدا سے ڈرنے والا نظر نہ آتا، وہاں لاکھوں کی تعداد میں ایسے انسان پیدا ہوگئے، جواندھیرے، اجالے میں خدا سے ڈرنے والے تھے، جو یقین کی دولت سے مالا مال تھے، جو دشمن کے ساتھ انصاف کرتے تھے، جوحق کے معاملے میں اپنی اولاد کی پرواہ نہ کرتے، جو اپنے خلاف گواہی دینے کو تیار رہتے، جودوسروں کے آرام کی خاطر مصیبت برداشت کرتے، جو کمزوروں کو طاقتور پر ترجیح دیتے، رات کے عبادت گزار، دن کے شہسوار، دولت، حکومت، طاقت، خواہشات سب

پر حاکم، سب پر غالب، صرف ایک اللہ کے محکوم، صرف ایک اللہ کے غلام، انہوں نے اس دنیا کو علم، یقین، امن، تہذیب، روحانیت اور خدا کے ذکر سے بھر دیا۔ زمانے کی رُت بدل گئی، انسان کیا بدلا، جہان بدل گیا، زمین وآسمان بدل گئے، یہ سارا انقلاب اسی پیغمبر کی کوشش اور تعلیم کا نتیجہ ہے، آدم علیہ السلام کی اولاد پر آدم کے کسی فرزند کا احسان نہیں، جیسا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا کے انسانوں پر ہے۔ اگر اس دنیا سے وہ سب لے لیا جائے، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عطا کیا ہے، تو انسانی تہذیب، ہزاروں برس پیچھے چلی جائے گی اور اس کو اپنی زندگی کی عزیز ترین چیزوں سے محروم ہونا پڑے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن مبارک کیوں نہ ہو کہ اس دنیا کا سب سے مبارک انسان پیدا ہوا، جس نے اس دنیا کو نیا ایمان اور نئی زندگی عطا کی ؎

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے ۔۔۔ وہ سب پودا انہیں کی لگائی ہوئی ہے

(کاروانِ مدینہ، ص ۲۷ تا ۳۰، بعنوان: عالمِ نَو، مطبوعہ: مجلسِ تحقیقات ونشریاتِ اسلام لکھنؤ، سن طباعت: ۱۹۷۸ء بمطابق: ۱۳۹۸ھ)

اس باب کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ واخلاقِ حسنہ، سب انسانوں سے اعلیٰ وافضل تھے، جس کو مختصر مضمون میں بیان کرنا مشکل ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسی سیرت واخلاق پیدا کرنے کی کوشش کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی کا عملی نمونہ بنا کر چلے اور زندگی گزارے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

(باب نمبر3)

نبی ﷺ کی صورتِ مبارکہ وحسن وجمال کی ایک جھلک

جس طرح خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم، سیرتِ طیبہ واخلاقِ حسنہ میں سب انسانوں سے بلند مرتبہ پر فائز تھے، اسی طرح آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو صورتِ مبارکہ وحسنِ مبارک عطا کیا گیا تھا، وہ بھی نہایت اعلیٰ واکمل تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ مبارک کو کما حقہٗ تعبیر کر دینا، یہ ناممکن ہے۔

لیکن اپنی ہمت ووسعت کے مطابق حضراتِ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کو بیان فرمایا۔

سِیَر، احادیث وتواریخ کی کتابیں، اس سے لبریز ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسم بامسمّٰی بنایا تھا اور کمالاتِ باطنی کے ساتھ، جمالِ ظاہری بھی اکمل واتم طریقہ پر عطا فرمایا تھا، جس کا مختصر حال ذکر کیا جاتا ہے۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَأَحْسَنَهُ خُلُقًا لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ (بخاری، رقم الحدیث ۳۵۴۹، کتاب المناقب، باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دارطوق النجاۃ، بیروت، مسلم رقم الحدیث ۲۳۴۷ "۱۱۳")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں چہرے کے اعتبار سے زیادہ خوبصورت اور اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر تھے، آپ کا قد مبارک نہ تو

غیر معمولی لمبا تھا، اور نہ چھوٹا (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ظاہری حسن وجمال (یعنی خوبصورتی) اور باطنی حسن وجمال (یعنی حسنِ اخلاق) دونوں اعتبار سے سب انسانوں سے زیادہ اعلیٰ واحسن اور عظیم تھے۔ [1]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ مُتَرَجِّلًا لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحَدًا هُوَ أَجْمَلُ مِنْهُ (سنن النسائی، رقم الحديث ۵۳۱۴، کتاب الزينة، باب لُبْسُ الْحُلَلِ، مکتب المطبوعات الإسلامية -حلب)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ جبے میں بالوں میں کنگھی کئے ہوئے دیکھا، میں نے کسی کو آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ سے زیادہ حسین وجمیل نہیں دیکھا (نسائی)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں درجِ ذیل الفاظ ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَجْمَلَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَرَجِّلًا فِيْ

---

[1] (كان أحسن الناس وجها) حتى من يوسف قال المؤلف :من خصائصه أنه أوتى كل الحسن ولم يؤت يوسف إلا شطره (وأحسنهم خلقا) بضم المعجمة على الأرجح فالأول إشارة إلى الحسن الحسى والثانى إشارة إلى الحسن المعنوى ذكره ابن حجر وما رجحه ممنوع فقد جزم القرطبى بخلافه فقال :الرواية بفتح الخاء وسكون اللام قال :أراد حسن الجسم بدليل قوله بعده ليس بالطويل إلخ قال :وأما ما فى حديث أنس الآتى فروايته بضم الخاء واللام فإنه عنى به حسن المعاشرة بدليل بقية الخبر وفى رواية وأحسنه بالإفراد والقياس الأول قال أبو حاتم :لا يكادون يتكلمون به إلا مفردا وقال غيره :جرى على لسانهم بالإفراد ومنه حديث ابن عباس فى قول أبى سفيان عندى أحسن العرب وأجمله أم حبيبة بالإفراد فى الثانى (ليس بالطويل البائن) بالهمز وجعله بالياء وهم أى الظاهر قوله من باب ظهر أو المفرط طولا الذى بعد عن حد الاعتدال وفاق سواه من الرجال (ولا بالقصير) بل كان إلى الطول أقرب كما أفاده وصف الطويل بالبائن دون القصير بمقابله وجاء مصرحا به فى رواية البيهقى وزعم أن تقييد القصير بالمتردد فى رواية لوجوب جمل المطلق على المقيد يدفعه أن حمله عليه فى النفى لا يجب وفى الإثبات تفصيل(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٦٤٧٤)

حُلَّةٍ حَمْرَاءَ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٣٥٩٩، ابواب اللباس، باب لبس الأحمر للرجال) ؎1

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں سرخ جبے میں بالوں میں کنگھی کیے ہوئے، کسی کو آپ سے زیادہ حسین وجمیل نہیں دیکھا (ابن ماجہ)

انس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَخْمَ الْيَدَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ حَسَنَ الْوَجْهِ لَمْ أَرَ بَعْدَهُ وَلَا قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَكَانَ بَسِطَ الْكَفَّيْنِ(بخاری،رقم الحديث ٥٩٠٧، كتاب اللباس، باب الجعد، دارطوق النجاة، بيروت)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پیر مبارک (گوشت سے) بھرے ہوئے تھے، چہرہ حسین تھا، میں نے آپ کے بعد اور آپ سے پہلے، آپ جیسا نہیں دیکھا، اور آپ کی ہتھیلیاں معتدل تھیں (بخاری) ؎2

؎1 قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح، شريك بن عبد الله -وإن كان سيء الحفظ -قد توبع.
أبو إسحاق :هو عمرو بن عبد الله بن عبيد السَّبيعي.
وأخرجه البخارى (3551) و (5848)، و (5901)، ومسلم (2337)، وأبو داود (4072) و (4183)، والترمذى (1821) و 3020)) و (3963)، والنسائى 18 /33و 183و 203من طرق عن أبي إسحاق، به.
وهو فى "مسند أحمد "(18473)، و"صحيح ابن حبان.(6284) "
قوله" :مترجلًا "الترجل :تسريح الشَعر وتنظيفه بالأمشاط .قاله السندى.
وأما الحُلَّة الحمراء ، فذهب بعضُ أهل العلم إلى أنها برود يمانية منسوجة بخطوط حمراء وسوداء ، وليست حمراءَ صِرفًا .وانظر تفصيل الكلام فى هذا الحديث فى "فتح البارى - 10/ 305 " .356(حاشية سنن ابن ماجه)

؎2 قوله ضخم اليدين أى غليظ اليدين قوله لا جعد ولا سبط مبنيان على الفتح وروى لا جعدا ولا سبطا بالتنوين......قوله بسط الكفين أى مبسوطهما خلقة وصورة وقيل أى باسطهما بالعطاء والأول

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبْعَةً لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ حَسَنَ الْجِسْمِ أَسْمَرَ اللَّوْنِ وَكَانَ شَعْرُهُ لَيْسَ بِجَعْدٍ وَلَا سَبْطٍ إِذَا مَشٰى يَتَوَكَّأُ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۱۷۵۴، ابواب اللباس، باب ما جاء فی الجمة واتخاذ الشعر) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد تھے، نہ بہت چھوٹے اور نہ بہت لمبے، آپ کا جسم حسین تھا، آپ کے گورے رنگ میں کالے پن کی آمیزش تھی (جس کی وجہ سے رنگ میں کشش تھی) اور آپ کے بال مبارک نہ تو بالکل گھنگھریالے تھے، اور نہ بالکل سیدھے، جب آپ چلتے تھے تو (عاجزی وانکساری کی وجہ سے) نیچے کی طرف مائل ہوتے تھے (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں درجِ ذیل الفاظ مروی ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبْعَةً، حَسَنَ الْجِسْمِ، لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ، وَكَانَ شَعْرُهُ لَيْسَ بِجَعْدٍ وَلَا سَبْطٍ، أَسْمَرَ اللَّوْنِ، إِذَا مَشَى يَتَوَكَّأُ (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث ۳۸۳۲، ج۶ ص ۲۴۵، حدیث الطویل عن انس بن مالک) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد کے تھے، آپ کا جسم حسین تھا، نہ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أنسب بالمقام ويروى بسيط اليدين على وزن فعيل ويروى بسط بكسر الباء فقيل هو بمعنى المبسوط كالطحن بمعنى المطحون وقال الجوهرى يد بسط أى مطلقة وفى قراء ة عبد الله بل يداه بسطان (عمدة القارى شرح صحيح البخارى للعينى، ج ۲۲ ص ۵۳، كتاب اللباس، باب الجعد)

[1] قال الترمذى: وفى الباب عن عائشة، والبراء، وأبى هريرة، وابن عباس، وأبى سعيد، وجابر، ووائل بن حجر، وأم هانء: حديث أنس حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه من حديث حميد.

[2] قال حسين سليم أسد الدارانى: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند ابى يعلىٰ)

بہت لمبے اور نہ بہت چھوٹے تھے، اور آپ کے بال مبارک نہ تو بالکل گھنگھریالے تھے، اور نہ بالکل سیدھے، آپ کے گورے رنگ میں کالے پن کی آمیزش تھی (جس کی وجہ سے رنگ میں کشش تھی) جب آپ چلتے تھے تو (عاجزی وتواضع کی وجہ سے) نیچے کی طرف مائل ہوتے تھے (ابویعلیٰ)

حضرت ربیعہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ:

أَنَّـهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَنْعَتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا شَاءَ أَنْ يَنْعَتَهُ، قَالَ: ثُمَّ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبْعَةً مِنَ الْقَوْمِ، لَيْسَ بِالْقَصِيرِ، وَلَا بِالطَّوِيلِ الْبَائِنِ، أَزْهَرَ لَيْسَ بِالْآدَمِ، وَلَا بِالْأَبْيَضِ الْأَمْهَقِ، رَجِلَ الشَّعْرِ، لَيْسَ بِالسَّبْطِ، وَلَا الْجَعْدِ الْقَطَطِ، بُعِثَ عَلٰى رَأْسِ أَرْبَعِينَ، أَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرًا، وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرًا، وَتُوُفِّيَ عَلٰى رَأْسِ سِتِّينَ سَنَةً، لَيْسَ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ عِشْرُونَ شَعَرَةً بَيْضَاءَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۳۵۱۹) [1]

ترجمہ: انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کے متعلق مختلف صفات سنیں، پھر میں نے حضرت انس کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم درمیانے قد کے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قد نہ بہت زیادہ چھوٹا تھا اور نہ بہت زیادہ لمبا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی روشن تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ نہ تو گندمی تھا اور نہ ہی بالکل سفید، بال ہلکے گھنگھریالے تھے، نہ تو مکمل سیدھے تھے اور نہ بہت زیادہ گھنگھریالے، چالیس برس کی عمر میں مبعوث ہوئے، دس سال مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا، دس سال مدینہ منورہ میں رہائش پذیر رہے اور ساٹھ سال کی (لگ بھگ) عمر میں وفات پائی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

کے سر اور ڈاڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے (مسند احمد)

فائدہ: مختلف روایات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ مبارک کا ذکر مختلف آیا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ ان سب میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہے، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید اور صاف بھی تھا، اور اس میں سرخی کی آمیزش بھی تھی، اور قدرے عمدہ سیاہی کی آمیزش بھی، جس کے مجموعہ سے آپ کا رنگ انتہائی پرکشش تھا۔ [1]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْيَضَ كَأَنَّمَا صِيْغَ مِنْ فِضَّةٍ (الشمائل المحمدية للترمذى ،رقم الحديث ١١ ،باب ما جاء فى خلق رسول الله صلى الله عليه وسلم) [2]

---

[1] وقال ابن حجر :قوله أزهر اللون أى أبيض مشرب بحمرة وقد ورد ذلك صريحا فى روايات أخر صريحة عند الترمذى والحاكم وغيرهما كان أبيض مشربا بياضه بحمرة (ليس بالأبيض الأمهق) كذا فى الأصول ورواية أمهق ليس بأبيض قال القاضى :وهم (ولا بالآدم) بالمد أى ولا شديد السمرة وإنما يخالط بياضه الحمرة لكنها حمرة بصفاء فيصدق عليه أنه أزهر كما ذكره القرطبى والعرب تطلق على من هو كذلك أسمر والمراد بالسمرة التى تخالط البياض ولهذا جاء فى حديث أنس عند أحمد والبزار قال ابن حجر بإسناد صحيح صححه ابن حبان أنه كان أسمر وفى الدلائل للبيهقى عن أنس كان أبيض بياضه إلى السمرة وفى لفظ لأحمد بسند حسن أسمر إلى البياض قال ابن حجر :يمكن توجيه رواية أمهق بالأمهق الأخضر اللون الذى ليس بياضه فى الغاية ولا سمرته ولا حمرته فقد نقل عن رؤية أن المهق خضرة الماء فهذا التوجيه على تقدير ثبوت الرواية (وليس) شعره (بالجعد) بفتح الجيم وسكون العين (القطط) بفتحتين أى الشديد الجعودة الشبيه شعر السودان (ولا بالسبط) بفتح فكسر أو سكون المنبسط المسترسل الذى لا تكسر فيه فهو متوسط بين الجعودة والسبوطة(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٦٢٨٦، حرف الكاف، ج٥ص ٧٣،المكتبة التجارية الكبرى،مصر)

[2] قال الالبانى:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أبيض، كأنما صيغ من فضة، رجل الشعر ."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر گورے تھے، گویا کہ چاندی سے آپ کا بدن مبارک ڈھالا گیا ہے (شمائلِ ترمذی)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أخرجه الترمذی فی "الشمائل "(ص 29) والبیهقی فی "الدلائل (179 / 1) " عن صالح بن أبی الأخضر عن ابن شهاب عن أبی سلمة عن أبی هریرة مرفوعا به .
قلت: وهذا سند ضعیف، صالح بن أبی الأخضر قال الحافظ: " ضعیف یعتبر به ."
قلت: وقد جاء الحدیث مفرقا عن جمع من الصحابة: الأول: أنس بن مالک قال: " کان شعر رسول الله صلی الله علیه وسلم رجلا، لیس بالسبط ولا بالجعد بین أذنیه وعاتقه ."أخرجه البخاری (97 / 4)ومسلم (83 / 7)وأحمد (/ 3 135و 203) عن قتادة عنه .وتابعه ربیعة بن أبی عبد الرحمن قال: سمعت أنس بن مالک یصف النبی صلی الله علیه وسلم: " کان ربعة من القوم، لیس بالطویل ولا بالقصیر أزهر اللون لیس بأبیض أمهق ولا آدم لیس بجعد قطط ولا سبط رجل (الشعر) "... الحدیث .أخرجه البخاری (392 - 391 / 2)ومسلم (87 / 7)والترمذی فی " الشمائل) "ص 8– 10) والبیهقی فی "دلائل النبوة (155 - 154 / 3) " وأحمد (240 / 3)والزیادة له .(أمهق) : أی شدید البیاض، فهو صلی الله علیه وسلم أبیض ولکن لیس شدید البیاض.
الثانی: علی رضی الله عنه قال: " لم یکن بالطویل الممغط ولا بالقصیر المتردد وکان ربعة من القوم ...کان جعدا رجلا ...أبیض مشرب " ...الحدیث .أخرجه الترمذی (287 - 286 / 2)وفی "الشمائل "(ص 17– 19) وابن سعد (411 / 1) وقال الترمذی: " حدیث حسن غریب "، لیس إسناده بمتصل ."قلت: له عند ابن سعد طرق فی بعضها: "کان أبیض اللون مشربا حمرة ...سبط الشعر ...کأن عنقه إبریق فضة ." ...ورواه ابن حبان (2117)من طریق ثالثة عنه بلفظ: " کان عظیم الهامة، أبیض مشربا حمرة، عظیم اللحیة ." ...وأخرجه أحمد أیضا (/ 1 96و 116و 127 و 134) والبیهقی (158 / 1)بعضه وفی روایة لأحمد (116 / 1 – 117) : " عظیم الرأس رجله ."وزاد عبد الله ابن أحمد (151 / 1)وابن سعد (411 / 1)فی طریق رابعة عن علی: " أغر أبلج أهدب الأشفار ."ویاه من طریق یوسف بن مازن أن رجلا سأل علیا ...وفی روایة لعبد الله: " عن رجل عن علی ." ...وهذا الرجل لا یبعد أن یکون محمد بن الحنفیة، فقد رواه عبد الله بن محمد بن عقیل عن محمد بن علی عن أبیه علی بن أبی طالب به دون قوله: " أغر أبلج ."أخرجه ابن سعد (410/1) والبیهقی . (161 / 1)
قلت: وإسناده حسن .ویحتمل أن یکون هو عمر بن علی بن أبی طالب، فقد أخرجه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ابوطفیل رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ رَجُلٌ رَآهُ غَيْرِىْ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ فَكَيْفَ رَأَيْتَهُ قَالَ كَانَ أَبْيَضَ مَلِيْحًا مُقَصَّدًا (مسلم ،رقم الحديث ۲۳۴۰ ”۹۹“ كتاب الفضائل ،باب كان النبى صلى الله عليه وسلم أبيض مليح الوجه،دار إحياء التراث العربى -بيروت، مسند احمد رقم الحديث ۲۳۷۹۷)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

(462 / 1) من طريق عبيد الله بن محمد بن عمر بن على بن أبى طالب عن أبيه عن جده قال: قيل لعلى: يا أبا حسن! انعت لنا النبى صلى الله عليه وسلم .قال: فذكره . دون قوله: " أغر أبلج "أيضا . وإسناده صحيح .ورواه البيهقى أيضا،وزاد: " أسود الحدقة ."وجملة "أهدب الأشفار "ثبتت من حديث أبى هريرة من طرق عنه عند ابن سعد (415 - 414 / 1)، ورواه من حديث أبى أمامة أيضا .وهى فى الطريق الأولى أيضا من حديث على عند ابن سعد و "شمائل الترمذى ."

الثانى: أبو الطفيل قال: " كان أبيض مليحا مقصدا ."أخرجه مسلم (84 / 7) والترمذى فى "الشمائل "(ص 31) وابن سعد (418 / 1)والبيهقى فى "الدلائل " . (156 / 1)(مقصدا) : أى ليس بطويل ولا قصير ولا جسيم ولا نحيل .الرابع: هند بن أبى هالة قال: " كان فخما مفخما ...عظيم الهامة، رجل الشعر، ...أزهر اللون ... كأن عنقه جيد دمية " ...الحديث بطوله .أخرجه الترمذى فى "الشمائل "(ص 21 – 27) وابن سعد (423 - 422 / 1)وابن عدى فى "الكامل (2 / 59) "عن جميع بن عمير بن عبد الرحمن العجلى قال: حدثنى رجل من بنى تميم من ولد أبى هالة زوج خديجة يكنى أبا عبد الله عن الحسن بن على عنه .

قلت: وهذا إسناد ضعيف، وله علتان: الأولى: جهالة أبى عبد الله التميمى، قال الحافظ وغيره: " مجهول ."

الثانية: ضعف جميع بن عمير هذا، واتهمه بعضهم .

الخامس: البراء بن عازب قال: " كان رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا مربوعا " ...الحديث .أخرجه الترمذى فى "الشمائل "(ص 13) وأبو يعلى . (2 / 478) (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۰۵۳)

ترجمہ: میرے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والا اب کوئی روئے زمین پر موجود نہیں، راوی حضرت جریر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسا دیکھا؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ آپ انتہائی پرکشش، سفید رنگ کے تھے، اور بالکل معتدل تھے (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ آپ گورے اور چاندی کی طرح صاف اور چمکدار ہونے کے ساتھ پرکشش بھی تھے، جس میں سرخی کی آمیزش تھی، جیسا کہ دوسری روایات میں آتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم، دراصل افراط تفریط سے پاک ہوکر ہر طرح سے معتدل تھے۔ [1]

علی رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا قَصِيْرٌ وَلَا طَوِيْلٌ، عَظِيْمَ الرَّأْسِ رَجِلَهُ، عَظِيْمَ اللِّحْيَةِ، مُشْرَبًا حُمْرَةً، طَوِيْلَ الْمَسْرُبَةِ،

---

[1] (قال: رأيت رسول الله – صلى الله عليه وسلم – كان أبيض مليحا) : احترازا من كونه أمهق (مقصدا) .بفتح الصاد المشددة أى: متوسطا معتدلا .وفى النهاية هو الذى ليس بطويل ولا قصير ولا جسيم، كان خلقه يجىء به القصد من الأمور، والمعتدل الذى لا يميل إلى أحد طرفى الإفراط والتفريط(مرقاة المفايح، ج۹ ص ۳۷۰۱، كتاب الفضائل والشمائل، باب اسماء النبى صلى الله عليه وسلم وصفاته)

(كان أبيض كأنما صيغ)أى خلق من الصوغ بمعنى الإيجاد أى الخلق (من فضة) باعتبار ما كان يعلو بياضه من الإضاءة ولمعان الأنوار والبريق الساطع فلا تدافع بينه وبين ما بعده من أنه كان مشرباً بحمرة (رجل) بفتح فكسر أى مسرح (الشعر) وفسر بما فيه تثن قليلاً (ت فيها عن أبى هريرة) وإسناده صحيح.

(كان أبيض مشرباً) بالتخفيف (بياضه بحمرة) من إلا شراب وهو مداخلة نافذة كالشراب (وكان أسود الحدقة) بالتحريك أى شديد سواد العين (أهدب الأشفار) جمع شفر بالضم ويفتح حروف الأجفان التى ينبت عليها الشعر(التيسير بشرح الجامع الصغير للمناوى، ج۲ ص۲۲۸، حرف الكاف)

عَظِيْمَ الْكَرَادِيْسِ شَثْنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ، إِذَا مَشٰى تَكَفَّأَ كَأَنَّمَا يَهْبِطُ فِيْ صَبَبٍ ، لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلا بَعْدَهُ مِثْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(مسند احمد،رقم الحديث ۹۴۶،مؤسسة الرسالة، بيروت) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ پستہ قد تھے، اور نہ زیادہ لمبے، سر مبارک بڑا اور گھنگریالے بالوں والا تھا، ڈاڑھی مبارک بڑی تھی، رنگ مبارک سرخی کی آمیزش کو لئے ہوئے تھا، سینے سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک باریک دھاری تھی، اعضاء کے جوڑ کی ہڈیاں بھی بڑی تھیں، آپ کی ہتھیلیاں اور پاؤں گوشت سے پُر تھے، جب چلتے تھے، گویا کہ کسی اونچی جگہ سے نیچے کو اتر رہے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور بعد میں کسی کو بھی آپ جیسا (حسین وجمیل اور معتدل) نہیں دیکھا (مسند احمد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ شَثْنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ ضَخْمَ الرَّأْسِ ضَخْمَ الْكَرَادِيْسِ طَوِيْلَ الْمَسْرُبَةِ إِذَا مَشٰى تَكَفَّأَ تَكَفُّؤًا كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ (سنن الترمذى،رقم الحديث ۳۶۳۷، كتاب المناقب، باب ماجاء فى صفة النبى صلى الله عليه وسلم،شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر) [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حسن لغيره، ابن جريج مدلس وقد عنعنه، وصالح بن سعيد روى عنه جمع، وذكره ابن حبان فى "الثقات"، وقد توبعا، انظر . (944)
وأخرجه النسائى فى "مسند على "كما فى "تهذيب الكمال 13/53 "عن أبى بكر بن على، عن سريج بن يونس، بهذا الإسناد .وعلقه مختصراً البخارى فى "التاريخ الكبير" 4/282عن سعيد بن يحيى بن سعيد، عن أبيه، به (حاشية مسند احمد)

[2] قال الترمذى: هذا حديث حسن صحيح ،حدثنا سفيان بن وكيع قال: حدثنا أبى، عن المسعودى، بهذا الإسناد نحوه.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لمبے تھے، اور نہ پستہ قد، آپ کی ہتھیلیاں اور پاؤں گوشت سے پُر تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بڑا تھا، اعضاء کے جوڑ کی ہڈیاں بھی بڑی تھیں، سینے سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک باریک دھاری تھی، جب چلتے تھے، گویا کہ کسی اونچی جگہ سے نیچے کو اتر رہے ہیں، میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد، آپ جیسا نہیں دیکھا (ترمذی)

صحیح ابنِ حبان میں حضرت نافع بن جبیر سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، أَنَّهُ كَانَ إِذَا وَصَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَ عَظِيمَ الْهَامَةِ، أَبْيَضَ مُشْرَبًا حُمْرَةً، عَظِيمَ اللِّحْيَةِ، طَوِيلَ الْمَسْرُبَةِ، شَثْنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ، إِذَا مَشٰى كَأَنَّهُ يَمْشِي فِي صَبَبٍ، لَمْ أَرَ مِثْلَهُ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٦٣١١، كتاب التاريخ، باب من صفته صلى الله عليه وسلم، وأخباره) [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح، إسناده حسن لغيره، رجاله ثقات رجال الشيخين غير شريك القاضي، وهو سيء الحفظ، لكنه قد توبع.
وهو في "مسند أبي يعلى (369) "، ومن طريقه أخرجه ابن عساكر في "السيرة "ص 219و 220-219.
وأخرجه عبد الله بن أحمد في "زوائد المسند 1/116 "، ومن طريقه ابن عساكر ص 220عن أبي بكر بن أبي شيبة، بهذا الإسناد.
وأخرجه أحمد 1/134، وابنه عبد الله في "زوائد المسند 1/116 "، والبيهقي في "الدلائل1/245 "، وابن عساكر ص 216من طرق عن شريك بن عبد الله، به.
وأخرجه ابن عساكر ص 221و 222-221من طريقين عن عبد الملك بن عمير، به.
وأخرجه الطيالسي (171)، وأحمد 1/96و 127، وابنه عبد الله 1/116-117و 117، والترمذي (3637)في المناقب: باب صفة النبي – صلى الله عليه وسلم –، وفي "الشمائل (5) "، وأبو زرعة في "تاريخه1/160 "،
والبيهقي 1/244، والبغوي (3641)، وابن عساكر ص 217-218و 218-219و 219و 222و 223من طرق عن نافع بن جبير بن مطعم، به.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کا سر بڑا تھا (جو طب وحکمت کے لحاظ سے عقل کے کامل ہونے کی علامت ہے) رنگ سفید سرخی مائل تھا، بڑی ڈاڑھی تھی، سینے سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک باریک دھاری تھی، ہتھیلی اور پیر گوشت سے پُر تھے، جب چلتے تھے، گویا کہ (تواضع وعاجزی کی وجہ سے) کسی اونچی جگہ سے نیچے کو اتر رہے ہیں، میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ جیسا نہیں دیکھا (صحیح ابنِ حبان)

انس اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی احادیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَزْهَرَ اللَّوْنِ كَأَنَّ عَرَقَهُ اللُّؤْلُؤُ إِذَا مَشَى تَكَفَّأَ وَلَا مَسِسْتُ دِيبَاجَةً وَلَا حَرِيْرَةً أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمَمْتُ مِسْكَةً وَلَا عَنْبَرَةً أَطْيَبَ مِنْ رَائِحَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مسلم، رقم الحديث ٢٣٣٠" ٨٢" كتاب الفضائل ،باب طيب رائحة النبى صلى الله عليه وسلم ولين مسه والتبرك بمسحه،دار إحياء التراث العربى -بيروت، مسند احمد رقم الحديث ١٣٣٨١)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الترمذى: حسن صحيح.

وأخرجه أحمد 1/101، وابن سعد فى "الطبقات1/410 "، وأبو يعلى (370)، وابن عساكر ص 213و 214من طريقين عن محمد ابن الحنفية، عن على بنحوه .وانظر طرقاً أخرى للحديث عند الترمذى فى "جامعه (3638) "، وفى "الشمائل (6) "، وابن سعد 413-1/410، وابن عساكر ص 227-214 .

قوله: طويل المسربة: هى الشعر النابت على وسط الصدر نازلاً إلى آخر البطن.

وشثن الكفين:أى غليظ الكفين، والصبب:ما انحدر من الأرض (حاشية صحيح ابنِ حبان)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید روشن تھا، پسینہ کی بوند آپ کے چہرۂ انور پر ایسی نظر آتی تھی، جیسے موتی، جب آپ چلتے تو (عاجزی کی وجہ سے) نیچے کی طرف مائل ہوتے، اور میں نے ریشم کا مخصوص کپڑا، یا ریشم کا کوئی بھی کپڑا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم نہیں چھوا، اور میں نے مشک اور عنبر کی (عالیشان خوشبو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے زیادہ عالیشان نہیں سونگھی (مسلم)

امام ترمذی رحمہ اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان اس طرح روایت کرتے ہیں کہ:

خَدَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَ سِنِيْنَ فَمَا قَالَ لِي أُفٍّ قَطُّ وَمَا قَالَ لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَهُ وَلَا لِشَيْءٍ تَرَكْتُهُ لِمَ تَرَكْتَهُ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا وَلَا مَسَسْتُ خَزًّا قَطُّ وَلَا حَرِيْرًا وَلَا شَيْئًا كَانَ أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمَمْتُ مِسْكًا قَطُّ وَلَا عِطْرًا كَانَ أَطْيَبَ مِنْ عَرَقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (سنن الترمذی ،رقم الحديث ٢٠١٥،ابواب البر والصلة،باب ماجاء فی خلق النبی صلی الله عليه وسلم،شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر) ۱؎

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی، مجھے آپ نے کبھی اُف تک نہیں کہا، اور میرے کسی کام کے کرنے کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ آپ نے اس کو کیوں کیا، اور نہ کسی چھوڑی ہوئی چیز کے بارے میں فرمایا کہ آپ نے اس کو کیوں چھوڑا۔ ۲؎

۱؎ قال الترمذی:وفی الباب عن عائشة والبراء ، وهذا حديث حسن صحيح.

۲؎ یہ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم کی دلیل ہے، اسی کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بھی بے نظیر خادمِ رسول ہونے کی علامت ہے۔ محمد رضوان۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش خلقی میں سب لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے، میں نے ریشم کا موٹا، یا باریک کپڑا، یا کوئی اور چیز ایسی نہیں چھوئی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو، اور میں نے کبھی کوئی مشک یا کوئی عطر ایسا نہیں سونگھا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک سے زیادہ خوشبو والا ہو (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ مبارکہ اور حسنِ مبارک، رنگ مبارک، پسینہ مبارک، چلنے کا انداز، بدن کی نزاکت ونرمی اور آپ کے جسمِ مبارک سے نکلنے والی خوشبو، تمام چیزیں ہی بے مثال تھیں۔

اور ویسے تو حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ کی طرف سے خدمت کرنے میں کوئی کمی نہیں تھی کہ جس کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روک ٹوک کرنے کی ضرورت پیش آتی ہو، اور اگر کبھی کوئی بشری تقاضے کی وجہ سے چھوٹی موٹی کوتاہی ہو جاتی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے درگزر فرما دیا کرتے تھے۔ [1]

---

[1] (وعن أنس رضي الله عنه، قال: كـان رسول الله – صلى الله عليه وسلم – أزهر اللون) ، أى: أبيض نيرا (كأن) : بتشديد النون (عرقه اللؤلؤ) ، أى: فى الهيئة والصفاء والضياء (إذا مشى تكفأ) ، بتشـديـد الفاء فهمز، وفى نسخة صحيحة فألف قال النووى: هـو بالهمز، وقد يترك همزه، وزعم كثيـرون أنـه بـلا همزة وليس كما قالوا، ونقل شارح عن التوربشتى أن الرواية المعتد بها فى: تكفا بـغير همز، وذكر الهروى أن الأصل فيه الهمز، ثم تركت، قال التوربشتى، قيل أى: تمايل إلى قدام كما تتكفأ السفينة فى جريها من قولهم: كفأته وكفأته إذا أملته، ويقال: كفأت الإناء فكفأ وتكفأ أو أراد بـه التـرفع عن الأرض مرة واحدة، كما يكون مشى الأقرباء وذوى الجلادة بخلاف المتماوت الـذى يجر رجله فى الأرض، ويدل عليه قول الواصف: إذا مشى تقدم، وفى شرح مسلم قال شمر: مـعنـاه مال يمينا وشمالا كما تكفأ السفينة .قال الأزهرى: هـذا خطأ لأن هذه صفة المختال .قال القاضى عياض: لا بعد فيما قاله شمر إذا كان خلقة وجبلة، والمذموم منه ما كان مستعملا مقصودا.)ما مسست) : بـكسر السين الأولى ويفتح (ديباجة) : بـكسـر الدال ويفتح، وهو نوع من الحرير (ولا حريرا) أى: مـطـلقا (ألين من كف رسول الله – صلى الله عليه وسلم – ولا شممت) : بكسر الـميـم ويـفتـح (مسكا ولا عنبرة أطيب من رائحة النبى – صلى الله عليه وسلم) .قـال العسقلانى: مسست بكسر المهملة الأولى على الأفصح، وكذا شممت بكسر الميم الأولى وفتحها لغة، ويقال فى المضارع أمسه وأشمه بالفتح فيهما على الأفصح، وبالضم على اللغة المذكورة، وفى القاموس: الشم حس الأنف شممته بالكسر أشمه وشممته أشمه بالضم شما(مرقاة المفاتيح، ج ۹ ص ۳۷۰۲، كتاب الفضائل والشمائل ، باب اسماء النبى صلى الله عليه وسلم وصفاته)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِنْدَنَا فَعَرِقَ وَجَاءَتْ أُمِّيْ بِقَارُوْرَةٍ فَجَعَلَتْ تَسْلُتُ الْعَرَقَ فِيْهَا فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ مَا هٰذَا الَّذِيْ تَصْنَعِيْنَ .قَالَتْ هٰذَا عَرَقُكَ نَجْعَلُهُ فِيْ طِيْبِنَا وَهُوَ مِنْ أَطْيَبِ الطِّيْبِ (مسلم،رقم الحديث ۲۳۳۱ "۸۳" كتاب الفضائل ،باب طيب رائحة النبى صلى الله عليه وسلم ولين مسه والتبرك بمسحه،دار إحياء التراث العربى -بيروت)

ترجمہ: ہمارے پاس (گھر میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور دوپہر کو آرام فرمایا، تو میری والدہ نے آکر ایک شیشی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک جمع کرنا شروع کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیدار ہو کر فرمایا کہ اے اُمِ سُلَیم یہ آپ کیا کرتی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ کا پسینہ مبارک، ہم اپنی خوشبو میں ملا لیتے ہیں، جو کہ تمام خوشبوؤں میں سب سے زیادہ عمدہ خوشبو ہے (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ كَانَتْ تَبْسُطُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِطَعًا، فَيَقِيْلُ عِنْدَهَا عَلٰى ذٰلِكَ النِّطَعِ قَالَ: فَإِذَا نَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَتْ مِنْ عَرَقِهٖ وَشَعَرِهٖ، فَجَمَعَتْهُ فِيْ قَارُوْرَةٍ، ثُمَّ جَمَعَتْهُ فِيْ سُكٍّ قَالَ: فَلَمَّا حَضَرَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ اَلْوَفَاةُ، أَوْصٰى إِلَيَّ أَنْ يُّجْعَلَ فِيْ حَنُوْطِهٖ مِنْ ذٰلِكَ السُّكِّ، قَالَ: فَجُعِلَ فِيْ حَنُوْطِهٖ (صحيح البخارى،رقم الحديث ۶۲۸۱، كتاب الاستئذان ، باب من زار قوما فقال عندهم)

ترجمہ: اُمِّ سُلَیم رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چمڑے کا بستر بچھا دیا کرتی تھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے گھر اس بستر پر (دوپہر کو) قیلولہ فرماتے تھے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو جاتے، تو حضرت امِ سلیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا

پسینہ اور بال لے کر ایک شیشی میں جمع کرلیتیں، پھر اس کو خوشبو میں ملالیتیں (راوی کا بیان ہے کہ) جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات کا قریب آیا، تو انہوں نے مجھے یہ وصیت کی کہ اس خوشبو میں سے میرے حنوط (یعنی غسل کے بعد جسم پر لگائی جانے والی خوشبو) میں ملا دینا، چنانچہ ان کے حنوط میں وہ (خوشبو) ملائی گئی (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيه وَسَلَّم إِذَا مَرَّ فِيْ طَرِيْقٍ مِنْ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ وَجَدُوْا مِنْهُ رَائِحَةَ الطِّيْبِ وَقَالُوْا: مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيه وَسَلَّم فِيْ هٰذَا الطَّرِيْقِ (مسند البزار ،رقم الحديث ٧١١٨،مكتبة العلوم والحكم -المدينة المنورة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینے کے کسی راستے میں گزرتے تھے، تو لوگ آپ کی خوشبو محسوس کرلیا کرتے تھے، اور کہا کرتے تھے کہ اس راستے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے ہیں (مسند البزار)

اس روایت کی طرح کا مضمون دیگر کئی روایات میں بھی آیا ہے۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں درج ذیل الفاظ ہیں:

كَانَ يُعْرَفُ بِرِيْحِ الطِّيْبِ إِذَا أَقْبَلَ (الكامل لابنِ عدی، ج۸ص ۱۸۴، تحت ترجمة معاذ بن هشام الدستوائی، رقم الترجمة ١٩١٣ ،مسند البزار ،تحت رقم الحديث ٧١١٨)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف آوری سے پہلے (اپنی مخصوص) خوشبو

---

[1] مذکورہ بالا روایت کی سند درجِ ذیل ہے، جس میں بعض راوی مجہول معلوم ہوئے، لیکن اس کی تائید دیگر روایات سے ہوتی ہے۔

محمد بن هاشم، حدثنا موسى بن عبد الله، حدثنا عمر بن سعيد، عن سعيد، عن قتادة، عن أنس (مسند البزار)

(مبارک) سے پہچان لئے جاتے تھے (الکامل)

اس حدیث کا مضمون بھی دوسری روایات کے مطابق ہے۔ [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيه وَسَلَّمَ لَمْ يَسْلُكْ طَرِيْقاً أَوْ لَا يَسْلُكُ طَرِيْقاً فَيَتْبَعُهُ أَحَدٌ إِلَّا عَرَفَ أَنَّهُ قَدْ سَلَكَهُ مِنْ طِيْبِ عَرْفِهِ أَوْ قَالَ: مِنْ رِيْحِ عَرَقِهِ (سنن الدارمی، رقم الحديث ٦٧، كتاب علامات النبوة وفضائل سيد الأو، باب فی حسن النبی صلی الله عليه وسلم، دار المغنی للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية ، دلائل النبوة للبيهقی، ج٦ص ٦٩ ، كتاب الشمائل، باب ما جاء فی وجود رائحة الطيب من كل طريق سلكه نبينا صلی الله عليه وسلم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی راستے پر بھی نہیں چلے، یا کسی راستے پر بھی نہیں چلتے تھے، لیکن آپ کے بعد (اس راستے سے) کوئی بھی جاتا تھا، تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے، یا آپ کے پسینے (مبارک) کی خوشبو سے پہچان لیتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس راستے سے تشریف لے گئے ہیں (دارمی)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ بِاللَّيْلِ بِرِيْحِ الطِّيْبِ (سنن الدارمی، رقم الحديث ٦٦، كتاب دلائل النبوة، باب فی حسن النبی صلی الله عليه وسلم ، دار المغنی للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية) [2]

---

[1] حدثنا صالح بن أحمد بن يونس، حدثنا عبد الله بن محمد بن الحجاج بن أبی عثمان الصواف، حدثنا معاذ بن هشام، حدثنا أبی، عن قتادة، عن أنس عن النبی صلی الله عليه وسلم كان يعرف بريح الطيب إذا أقبل......ولمعاذ بن هشام، عن قتادة حديث كثير ولمعاذ عن غير أبيه أحاديث صالحة، وهو ربما يغلط فی الشیء بعد الشیء وأرجو أنه صدوق (الكامل فی ضعفاء الرجال، ج٨، ص ١٨٥ ، ملخصاً، تحت ترجمة معاذ بن هشام الدستوائی، رقم الترجمة ١٩١٣)

[2] قال حسين سليم اسد الدرانی: إسناده حسن إلی إبراهيم وهو موقوف عليه (حاشية سنن الدارمی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت میں (بغیر دیکھے ہی) خوشبو سے پہچان لئے جاتے تھے (دارمی)

اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيه وَسَلَّمَ يُعْرَفُ بِرِيْحِ الطِّيْبِ إِذَا أَقْبَلَ (مصنف ابنِ ابی شیبة ،رقم الحدیث ۲۶۸۵۸، کتاب الادب،باب ما یستحب للرجل أن یوجد ریحه منه)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف آوری سے پہلے خوشبو سے پہچان لئے جاتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

اس طرح کی احادیث حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [1]

اور اس طرح کی بعض روایات انفرادی طور پر اور الگ الگ تو اگرچہ ضعیف ہیں۔ [2]

---

[1] عن حماد، عن إبراهيم، عن علقمة، عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعرف بالليل إذا أقبل إلى المسجد بريح الطيب(مسند أبى حنيفة رواية الحصكفى، رقم الحديث ۴)

حدثنا عمر بن الحسن أبو الحسين الشيبانى، قال :حدثنا يحيى بن إسماعيل الجريرى، قال :حدثنا جعفر بن على، قال :حدثنا سيف، عن هشام، عن أبيه، عن عائشة، رضى الله عنها، قالت " :كان النبى صلى الله عليه وسلم يعرف بريح الطيب(أمالى ابن سمعون الواعظ، رقم الحديث ۳۲)

[2] قال نبيل بن مَنصور بن يَعقوب البصارة:

"كان إذا مَرّ فى طريق من طرق المدينة وُجِدَ منه رائحة المسك فيقال :مَرّ رسول الله -صلى الله عليه وسلم "-

قال الحافظ :وروى أبو يعلى والبزار بإسناد صحيح عن أنس :فذكره "

له عن أنس طريقان:

الأول :يرويه عمر بن سعيد الأبح عن سعيد بن أبى عَروبة عن قتادة عن أنس قال: فذكره.

وفى لفظ "كنا نعرف رسول الله -صلى الله عليه وسلم -إذا أقبل إلينا بطيب ريحه"

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن مجموعی طور پر اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ان روایات کا ضعف دور ہو جاتا ہے اور یہ احادیث کم از کم ''حسن'' درجہ میں داخل ہو کر معتبر بن جاتی ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أخرجه البزار (كشف 2478) وأبو يعلى (3125) والطبرانى فى "الأوسط "(2772) وأبو الشيخ فى "أخلاق النبى "(ص 97) وابن عدى (5/ 1705) وأبو نعيم فى "الدلائل "(362) والبغوى فى "الشمائل "(188) وفى "شرح السنة(3662) " بإسناده ضعيف لضعف عمر بن حماد بن سعيد الأبح.

لكنه لم ينفرد به، فقد رواه معاذ بن هشام الدَّستُوَائى عن أبيه عن قتادة عن أنس أنّ النبى -صلى الله عليه وسلم -كان يعرف برائحة الطيب.قاله البزار.

الثانى :يرويه أبو بشر صاحب البصرى أنا يزيد الرقاشى أنّ أنسا حدثهم قال :كنا نعرف خروج النبى -صلى الله عليه وسلم -بريح الطيب.

أخرجه ابن سعد (399 - 398 /1) عن أبى سلمة موسى بن إسماعيل البصرى أنا أبو بشر به.

وإسناده ضعيف لضعف يزيد الرقاشى ، وأبو بشر صاحب البصرى اسمه بكر بن الحكم التميمى اليربوعى وثقه موسى بن إسماعيل وجماعة، وقال أبو زرعة :ليس بالقوى.

وله شاهد عن جابر أنّ النبى -صلى الله عليه وسلم -لم يسلك طريقا أو لا يسلك طريقا فيتبعه أحد إلا عرف أنّه قد سلكه ، من طيب عرقه أو قال من ريح عرقه.

أخرجه الدارمى (67) عن أبى غسان مالك بن إسماعيل الكوفى ثنا إسحاق بن الفضل بن عبد الرحمن الهاشمى أنا المغيرة بن عطية عن أبى الزبير عن جابر.

وأخرجه الحربى فى "الغريب(186 /1) "عن عبيد الله بن عمر القواريرى وأبو الشيخ (ص 99) وأبو نعيم فى "الدلائل "(363) والبغوى فى "الشمائل "(189) عن أحمد بن محمد بن المعلى الأدمى قالا :ثنا أبو غسان به.

وإسحاق بن الفضل الهاشمى ذكره ابن حبان فى "الثقات "على قاعدته، وترجمه البخارى فى "الكبير "ولم يذكر فيه جرحاً ولا تعديلا.

والمغيرة بن عطية ترجمه ابن أبى حاتم فى كتابه ولم يذكر فيه جرحاً ولا تعديلا.

وأبو الزبير مدلس ولم يذكر سماعا من جابر(أنِيسُ السَّارى فى تخريج وَتحقيق الأحاديث التى ذكرها الحَافظ ابن حَجر العسقلانى فى فَتح البَارى،ج٦،ص٢١٥٦، رقم الحديث ١٢٩٠،حرف الكاف)

[1] "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعرف بريح الطيب إذا أقبل ."

أخرجه ابن سعد (399/1) والدارمى (32/1) عن الأعمش عن إبراهيم قال : فذكره .قلت :ورجاله ثقات لكنه مرسل أو معضل، فإن إبراهيم -هو ابن يزيد النخعى -

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

غرضیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ مبارک اور پسینہ مبارک سے نکلنے اور مہکنے والی خوشبو، اتنی عالیشان اور مہک دار تھی کہ آپ جس راستہ پر چلتے تھے، وہ راستہ بھی آپ کی خوشبو مبارک سے مہک اٹھتا اور معطّر ہوجاتا تھا، سبحان اللہ۔

ربیع بنتِ معوذ رضی اللہ عنہا کی حدیث

حضرت ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ربیع بنتِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تابعي صغير، عامة رواياته عن التابعين .ثم روى ابن سعد من طريق أبي بشر صاحب البصرى :أخبرنا يزيد الرقاشي أن أنس بن مالك حدثهم قال " :كما نعرف خروج النبي صلى الله عليه وسلم بريح الطيب ."لكن يزيد الرقاشي ضعيف .وأبو بشر صاحب البصرى (ويقال :القرى والمقرى) قال أبو حاتم " :لا أعرفه ."ثم روى الدارمي من طريق إسحاق بن الفضل بن عبد الرحمن الهاشمي أنبأنا المغيرة بن عطية عن أبي الزبير عن جابر " :أن النبي صلى الله عليه وسلم لم يسلك طريقا، أو لا يسلك طريقا فيتبعه أحد إلا عرف أنه قد سلكه من طيب عرقه، أو قال :من ريح عرقه ."قلت :وهذا إسناد ضعيف، أبو الزبير مدلس وقد عنعنه .والمغيرة بن عطية مجهول، أورده ابن أبي حاتم في "الجرح والتعديل "(4/ 1/ 227) من هذه الرواية، ولم يذكر فيه جرحا ولا تعديلا .وإسحاق بن الفضل بن عبد الرحمن الهاشمي أورده الطوسي في "رجاله "(ص 149) في أصحاب جعفر الصادق رقم (134) ولم يذكر فيه جرحا ولا تعديلا كغالب عادته !وزاد على ما في هذا الإسناد أنه مدني .ذكره في أصحاب الباقر (ص 104رقم 17) " : إسماعيل بن الفضل بن يعقوب بن الفضل بن عبد الله بن الحارث بن عبد المطلب ثقة من أهل البصرة ."وذكر المعلق عليه أنه هو الأول المدني، وتبع في ذلك الحافظ ابن حجر في "اللسان "وهو بعيد عندي لاختلاف اسم جدهما، ونسبتهما .والله أعلم.

.ثم وجدت لحديث أنس طريقا أخرى يرويه بشر بن سيحان حدثنا عمر بن سعيد الأبح عن سعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن أنس به نحوه .أخرجه الطبراني في " الأوسط "(ص - 314نسخة الحرم المكي من زوائده) . وهذا سند ضعيف أيضا، عمر بن سعيد الأبح قال ابن أبي حاتم (3/ 1/ 111) عن أبيه " :ليس بقوي ."وفي " الميزان " :"قال البخاري :منكر الحديث ."وبالجملة، فالحديث حسن على أقل الأحوال بمجموع طرقه .والله تعالى أعلم(سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم الحديث ٢١٣٧)

معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ:

صِفِيْ لَنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا بُنَيَّ لَوْ رَأَيْتَهُ رَأَيْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً (سنن الدارمی ،رقم الحديث ٦١،كتاب دلائل النبوة، باب فی حسن النبی صلى الله عليه وسلم ،دار المغنى للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية،المعجم الكبير للطبرانی رقم الحديث ٦٩٦،المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحديث ٤٤٥٨)

ترجمہ: ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ حلیہ بیان فرمایئے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتے تو سمجھتے کہ سورج نکل آیا (دارمی)

فائدہ: علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے مذکورہ حدیث کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے۔ [1]

لیکن بعض دیگر حضرات نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے مذکورہ روایت کے بعض راویوں کو ضعیف قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الكبير والاوسط ورجاله وثقوا(مجمع الزوائد ج٨ص ٢٨٠)

[2] قال نبيل بن مَنصور بن يَعقوب البصارة:

حديث الرُّبيع بنتُ معوذ "لو رأيته لرأيت الشمس طالعة"

قال الحافظ :أخرجه الطبرانی والدارمی"

أخرجه الدارمی (61) ويعقوب بن سفيان (البداية والنهاية 13 - 12 /6) وابن أبی عاصم فی "الآحاد "(3335) والعقيلی (307 /2) والطبرانی فی "الكبير"(24/ 274) و "الأوسط4455) ") وأبو نعيم فی "الصحابة "(7639) وفی "الدلائل" (551) والبيهقی فی "الشعب "(1354) وفی "الدلائل "(200 /1) وابن عساكر (السيرة النبوية 268 /1) عن إبراهيم بن المنذر الحزامی (2) والعقيلی (307 /2) وأبو محمد الفاكهی فی "حديثه "(259) والبيهقی فی "الدلائل(200 /1) " عن يعقوب بن محمد الزهری قالا :ثنا عبد الله بن موسى التيمی ثنا أسامة بن زيد عن أبی عبيدة بن محمد بن عمار بن ياسر قال :قلت للربيع بنت معوذ بن عفراء :صِفی لنا رسول الله -صلى الله عليه وسلم-، فقالت :يا بنی لو رأيته رأيت الشمس طالعة.

قال الطبرانی :لا يروى هذا الحديث عن الربيع إلا بهذا الإسناد، تفرد به عبد الله بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت براء اور جابر رضی اللہ عنہما کی حدیث

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے پوچھا کہ:

أَكَانَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْدًا هٰكَذَا مِثْلَ السَّيْفِ ؟ قَالَ لَا ، بَلْ كَانَ مِثْلَ الْقَمَرِ (مسند احمد ،رقم الحديث ١٨٤٧٨، مؤسسة الرسالة، بيروت) [1]

ترجمہ: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک، تلوار جیسا (چمکیلا اور چمک دار) تھا؟ تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ نہیں، بلکہ چاند جیسا تھا (مسند احمد)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے بھی کسی نے یہی سوال کیا تھا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تلوار کی طرح چمکدار تھا؟ آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:

لَا بَلْ كَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَكَانَ مُسْتَدِيْرًا (مسلم،رقم الحديث ٢٣٤٤"١٠٩" كتاب الفضائل ،باب شيبه صلى الله عليه وسلم، دار إحياء التراث العربى -بيروت، مسند احمد رقم الحديث ٢٠٩٩٨)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

موسى التيمى" وقال العقيلى :ولا يتابع عليه من هذا الوجه"

قلت :ذكره ابن حبان فى "المجروحين "وقال :فى أحاديثه رفع الموقوف وإسناد المرسل كثيرا حتى يخطر ببال من الحديث صناعته أنها معمولة من كثرتها، لا يجوز الاحتجاج به عند الانفراد ولا الإعتبار عند الوفاق.

وقال أحمد :كل بلية منه، وقال الذهبى فى "الميزان :"ليس بحجة، وقال فى "المجرد :"لين.

وقال ابن أبى حاتم :سمعت أبى يقول :ما أرى بحديثه بأسا .قلت :يحتج بحديثه؟ قال: ليس محله ذاك. وقال ابن معين :صدوق وهو كثير الخطأ، وقال العجلى :ثقة.

وأسامة بن زيد الليثى حسن الحديث، وأبو عبيدة وثقه أحمد وابن معين(أَنِيسُ السَّارى فى تخريج وَتحقيق الأحاديث التى ذكرها الحَافظ ابن حَجر العسقلانى فى فَتح البَارى، ج٦،ص ٤٤٥١،رقم الحديث ٣١٧٢،حرف اللام)

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط البخارى .رجاله ثقات رجال الشيخين، غير أحمد بن عبد الملك، فمن رجال البخارى(حاشية مسند احمد)

ترجمہ: نہیں، بلکہ سورج اور چاند کی طرح تھا، اور گول تھا (مسلم)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَلِيْعَ الْفَمِ أَشْكَلَ الْعَيْنَيْنِ مَنْهُوْشَ الْعَقِبِ (سنن الترمذی ،رقم الحديث ٣٦٤٦،ج٥ص ٦٠٣،ابواب المناقب، باب فی صفة النبی صلی الله عليه وسلم ، شركة مكتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی -مصر) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ مبارک کشادہ تھا، آنکھیں بڑی اور ایڑیوں میں گوشت کم تھا (ترمذی)

بعض روایات کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں کچھ سرخی تھی۔ [2]

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ فِيْ سَاقَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمُوْشَةٌ وَكَانَ لَا يَضْحَكُ إِلَّا تَبَسُّمًا وَكُنْتُ إِذَا نَظَرْتُ إِلَيْهِ قُلْتُ أَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ وَلَيْسَ بِأَكْحَلَ (سنن الترمذی،رقم الحديث ٣٦٤٥،ج٥ص ٦٠٣،ابواب

---

[1] قال الترمذی:هذا حديث حسن صحيح.

[2] عن سماک، قال: سمعت جابر بن سمرة، قال: " كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ضليع الفم، أشكل العين، منهوس العقبين "قلت لسماک: ما ضليع الفم؟ قال: " عظيم الفم ."قلت: ما أشكل العين؟ قال: " طويل شفر العين ."قلت: ما منهوس العقب؟ قال: " قليل لحم العقب "(مسند احمد، رقم الحديث ٢٠٩٨٦)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن من أجل سماک(حاشية مسند احمد)

حدثنا شعبة ، قال :أخبرنی سماک ، قال :سمعت جابر بن سمرة ، يقول : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أشهل العينين ، منهوس العقب، ضليع الفم قال أبو عبيد :الشكلة كهيئة الحمرة تكون فی بياض العين ، والشهلة غير الشكلة ، وهی حمرة فی سواد العين(دلائل النبوة للبيهقی، ج ١ ص ٢١٠، ٢١١،جماع أبواب صفة رسول الله صلى الله عليه وسلم،باب صفة عين رسول الله صلى الله عليه وسلم وأشفاره وفمه)

المناقب، باب فی صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی،مصر) ل

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں باریک (خوبصورت) تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (عام لوگوں کی طرح) ہنستے نہیں تھے، بلکہ مسکراتے تھے، جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتا، تو ایسا معلوم ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھوں میں سرمہ لگایا ہوا ہے، حالانکہ آپ نے سرمہ لگایا ہوا نہیں ہوتا تھا (بلکہ آپ کی آنکھیں خِلقتاً اور پیدائشی سُرمگیں تھیں) (ترمذی)

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت یزید فارسی جو کہ تابعی ہیں، انہوں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، اور انہوں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ:

إِنِّى رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَّتَشَبَّهَ بِىْ، فَمَنْ رَآنِىْ فِى النَّوْمِ، فَقَدْ رَآنِىْ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ أَنْ تَنْعَتَ لَنَا هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِىْ رَأَيْتَ ؟ قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ، رَأَيْتُ رَجُلًا بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ، جِسْمُهٗ وَلَحْمُهٗ، أَسْمَرُ إِلَى الْبَيَاضِ، حَسَنُ الْمَضْحَكِ، أَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ، جَمِيْلُ دَوَائِرِ الْوَجْهِ، قَدْ مَلَأَتْ لِحْيَتُهٗ، مِنْ هٰذِهٖ إِلٰى هٰذِهٖ، حَتّٰى كَادَتْ تَمْلَأُ نَحْرَهٗ......فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَوْ رَأَيْتَهٗ فِى الْيَقْظَةِ مَا اسْتَطَعْتَ أَنْ تَنْعَتَهٗ فَوْقَ هٰذَا (مسند احمد،

ل قال الترمذی:هذا حدیث حسن غریب صحیح.

رقم الحدیث ۳۴۱۰،مؤسسة الرسالة، بیروت ،الشمائل المحمدیة للترمذی، رقم الحدیث ۴۰۳)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے زمانے میں خواب میں دیکھا، تو میں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا، تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا کرتے تھے کہ شیطان کو میری صورت میں آنے کی قدرت نہیں، اس لیے جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اُس نے مجھے ہی دیکھا۔

اور پھر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا آپ اُس شخصیت کا حلیہ بیان کرسکتے ہو، جنہیں تم نے خواب میں دیکھا؟

حضرت یزید فارسی نے عرض کیا کہ جی ہاں! میں نے ایک شخصیت کو دو آدمیوں کے درمیان دیکھا، جس کے جسم وجلد کی رنگت گندم گونی (سرخ وسفید) ہے، ہنس مکھ مکھڑے والا ہے، آنکھیں سرمگیں ہیں، چہرہ گول اور حسین ہے، ایک رخسار سے دوسرے رخسار (یا ایک گال سے دوسرے گال) تک بھرپور گھنی ڈاڑھی ہے، جس نے سینے کو قریب قریب بھر رکھا تھا، تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے (ان صاحب سے) فرمایا کہ اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی میں دیکھتے، تو اس سے زیادہ حلیہ مبارک کا نقشہ نہیں بیان کرسکتے تھے (مسند احمد)

فائدہ: بعض اہلِ علم حضرات نے مذکورہ حدیث کو سند کے اعتبار سے ضعیف قرار دیا ہے۔[1]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:
إسناده ضعیف، یزید الفارسی فی عداد المجهولین، تقدم الکلام فی بیان حاله عند الحدیث . (399)
وأخرجه الترمذی فی "الشمائل (392) "عن محمد بن بشار، عن محمد بن جعفر، بهذا الإسناد.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اس کے برعکس بعض دیگر حضرات نے مذکورہ حدیث کو حسن درجہ میں معتبر قرار دیا ہے، اور بظاہر یہی قول راجح معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تعالٰی أعلم ۔ [1]

ابو ہریرہ اور جابر رضی اللہ عنہما کی حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کے بارے میں سوال کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا کہ:

كَانَ أَحْسَنَ النَّاسِ صِفَةً وَأَجْمَلَهَا، كَانَ رَبْعَةً إِلَى الطُّوْلِ مَا هُوَ،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأخرجه ابن سعد 1/417، وابن أبي شيبة 11/56 عن هَوْذة بن خليفة، عن عوف، به .
وهو عند ابن أبي شيبة دون ذكر صفة النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.
وقول النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ في الحديث تقدم منفصلًا مع شواهده برقم (2525)، وصُحح لشواهده، وبعض هذه الشواهد مخرج في الصحيح.
وانظر صفة رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مفصلة في كتاب "الشمائل "للحافظ ابن كثير ص 5وما بعدها(حاشية مسند احمد، تحت رقم الحديث ٣٤١٠)

[1] قال نبيل بن مَنصور بن يَعقوب البصارة:
قال :فقال ابن عباس :لو رأيتَه في اليقظة ما استطعتَ أن تنعتَه فوقَ هذا.
قال الهيثمي :رجاله ثقات "المجمع 272 /8
قلت :يزيد قال أبو حاتم :لا بأس به، وعوف وثقه أحمد وغيره، فالإسناد حسن(أنِيسُ السَّاري في تخريج وَتحقيق الأحاديث التي ذكرها الحَافظ ابن حَجر العسقلاني في فَتح البَاري، ج١٠،ص٨٩٩، كتاب أحاديث الأنبياء ،باب المناقب،باب صفة النبي -صلى الله عليه وسلم)

وقال أبو الفضل، حسن بن محمد بن حيدر الوائليّ الصنعانيّ:
وقد اختلف في يزيد هذا هل هو الذي في الصحيح أم غيره واختار أبو حاتم الرازي أن هذا غير الذي في الصحيح وقد قال أبو حاتم في هذا :لا بأس به وضعفه أبو زرعة ووثقه العجلي وابن حبان والصواب كونه حسن الحديث(نزهة الألباب في قول الترمذي وفي الباب، ج٥،ص٣١٤٣،قوله :باب ما جاء في قول النبي -صلى الله عليه وسلم " :-من رآني في المنام فقد رآني)

وقال الالباني:
وإسناده جيد في المتابعات(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٢٧٢٩)

بَعِيْدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ، أَسِيْلَ الْجَبِيْنِ، شَدِيْدَ سَوَادِ الشَّعْرِ، أَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ أَهْدَبَ، إِذَا وَطِءَ بِقَدَمِهِ وَطِءَ بِكُلِّهَا،لَيْسَ أَخْمَصَ،إِذَا وَضَعَ رِدَاءَ هُ عَنْ مَنْكِبَيْهِ فَكَأَنَّهُ سَبِيْكَةُ فِضَّةٍ،وَإِذَا ضَحِكَ يَتَلَأْلَأُ،لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (دلائل النبوة للبيهقى ، ج ا ص ۲۷۵،جماع أبواب صفة رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب جامع صفة رسول الله صلى الله عليه وسلم، دارالكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،لوگوں میں سب سے زیادہ حسین اور جمیل صفت رکھتے تھے، آپ کا قد مبارک لمبائی کی طرف مائل ہونے کے باوجود درمیانہ تھا، دونوں مونڈھوں کے درمیان فاصلہ تھا، پیشانی وسیع تھی، بال شدید سیاہ تھے، سرمگیں آنکھیں تھیں، لمبی پلکیں تھیں، جب اپنے قدم مبارک رکھتے تھے،تو پوری طرح (زمین پر) جما کر رکھتے تھے،سوائے تلوے کے، جب اپنی چادر اپنے کندھے سے ہٹاتے تھے،تو (محسوس ہوتا تھا کہ) گویا کہ آپ چاندی سے ڈھلے ہوئے ہیں، اور جب ہنستے تھے،تو (دانت مبارک) سچے موتیوں کی مالا ولڑی بنے چکا چوند دکھاتے اورلشکارے مارتے، میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ جیسا نہیں دیکھا، صلی اللہ علیہ وسلم (بیہقی)

فائدہ: مذکورہ حدیث کو بعض اہلِ علم حضرات نے سند کے اعتبار سے ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] قال نبيل بن مَنصور بن يَعقوب البصارة:

"كان أسيل الخدين، شديد سواد الشعر، أكحل العينين، أهدب الأشفار"

قال الحافظ :وروى الذهلى فى "الزهريات "من حديث أبى هريرة فى صفته -صلى الله عليه وسلم -فذكره"

أخرجه عبد الرزاق (20490) عن مَعمر بن راشد عن الزهرى قال :سئل أبو هريرة عن صفة النبى -صلى الله عليه وسلم -، قال :أحسن الصفة وأجملها، كان ربعة إلى الطول ما هو، بعيد ما بين المنكبين، أسيل الجبين، شديد سواد الشعر، أكحل العين، أهدب،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن واقعہ یہ ہے کہ مذکورہ حدیث فی نفسہٖ تو سند کے اعتبار سے ضعیف ہے، لیکن مذکورہ حدیث کے مضامین کی الگ الگ متعدد روایات سے تائید ہوتی ہے، اس لیے اس کے مضامین قابلِ اعتبار ہیں اور یہ حدیث دوسری احادیث کے ساتھ مل کر ''حسن'' درجہ میں داخل ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ واللہ تعالیٰ أعلم۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إذا وطء بقدمه وطء بكلها ,ليس لها أخمص، إذا وضع رداء ه عن منكبيه فكأنه سبيكة فضة، وإذا ضحک كاد يتلألأ فى الجدر، لم أر قبله ولا بعده مثله -صلى الله عليه وسلم .-وأخرجه البيهقى فى "الدلائل(275 - 274 /1) "عن أحمد بن منصور الرمادى وابن عساكر فى "تاريخه "(السيرة النبوية 232 /1)عن محمد بن يحيى الذهلى قالا :ثنا عبد الرزاق به.ووقع فى حديث الذهلى "أسيل الخدين" "أهدب الأشفار"ورواته ثقات إلا أنّ الزهرى لم يسمع من أبى هريرة .

واختلف فيه على الزهرى:

-فرواه محمد بن الوليد الزبيدى عن الزهرى عن سعيد بن المسيب عن أبى هريرة.

أخرجه البخارى فى "الأدب المفرد "(1155) وغيره .

-ورواه صالح بن أبى الأخضر عن الزهرى عن أبى سلمة بن عبد الرحمن عن أبى هريرة.

أخرجه الذهلى فى "الزهريات "(البداية والنهاية 19 /6) والبيهقى فى "الدلائل "(1/ 241) وابن عساكر (233 /1و234 - 233)وصالح قال ابن معين وغيره : ضعيف(أنِيسُ السَّارى فى تخريج وَتحقيق الأحاديث التى ذكرها الحَافظ ابن حَجر العسقلانى فى فَتح البَارى، ج٦،ص٥٨ ١٤، رقم الحديث ٢٩٠٤،حرف الكاف)

[1] قال الالبانی:

(كان أحسن الناس صفة وأجملها، كان ربعة إلى الطول ما هو، بعيد ما بين المنكبين، أسيل الخدين، شديد سواد الشعر، أكحل العينين، أهدب (الأشفار) ، إذا وطىء بقدمه وطىء بكلها، ليس له أخمص، إذا وضع رداء ه عن منكبيه فكأنه سبيكة فضة، وإذا ضحک يتلألأ).

ضعيف بتمامه.أخرجه البيهقى فى "دلائل النبوة "(203 /1) من طريق الزهرى، قال : سئل أبو هريرة عن صفة النبى -صلى الله عليه وسلم -فقال :فذكره.

قلت :وهذا إسناد ضعيف؛ لانقطاعه بين الزهرى وأبى هريرة .وقد جاء جله مفرقا فى أحاديث :فقوله": كان ربعة ."متفق عليه من حديث أنس، وقد خرجته فى "الصحيحة" (2053).

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ لَيْلَةٍ إِضْحِيَانٍ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِلَى الْقَمَرِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقوله" :بعيد ما بين المنكبين ."متفق عليه أيضا من حديث البراء بن عازب، وأخرجه الترمذي أيضا في "الشمائل "(ص 13) ، والبيهقي في "الدلائل "(1/ 167).

وقوله" :أهدب الأشفار ."ثبت من حديث علي، وقد خرجته ثم برقم (2052) ، وأخرجه البيهقي (1/ 162) من حديث أبي هريرة أيضا.

وقوله" :إذا وطيء بقدمه بكلها؛ ليس له أخمص ."أخرجه البخاري في "الأدب المفرد "(1155) ، والبيهقي (1/ 182) من طريق أخرى عن الزهري محمد بن مسلم، عن سعيد بن المسيب، عن أبي هريرة مرفوعا بلفظ ":كان يطأ بقدميه جميعا ليس له أخمص."وإسناده صحيح.

وقوله" :أسيل الخدين ."في حديث أبي هريرة المذكور في "الأدب المفرد"، وروى في حديث هند بن أبي هالة؛ وهو ضعيف كما بينته هناك أيضا (2053).

وقوله" :كأنه سبيكة فضة ."يشهد له أحاديث:

الأول :حديث أبي هريرة ... " :كأنما صيغ من فضة."

وقد سبق تخريجه هناك أيضا.الثاني :عن محرش الكعبي ":أن النبي -صلى الله عليه وسلم -خرج من الجعرانة ليلا، فاعتمر، ثم رجع فأصبح كبائت بها، فنظرت إلى ظهره كأنه سبيكة فضة."

أخرجه النسائي (2/ 30) ، وأحمد (3/ 426 و4/ 69 و5/ 380) ، والبيهقي (1/ 159). قلت :وإسناده صحيح.

الثالث :عن سراقة بن جعشم.

وقوله" :شديد سواد الشعر ."فيه حديثان:الأول :عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: "كان رسول الله أسود اللحية، حسن الثغر ."أخرجه البيهقي (1/ 164-165) ، وكذا البخاري في "الأدب المفرد."قلت :وسنده صحيح.

الثاني :عن أنس ":إن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -كان قد متع بالسواد، ولو عددت ما أقبل علي من شيبه في رأسه ولحيته ما كنت أزيدهن على إحدى عشرة شيبة، وإنما هذا الذي لون من الطيب الذي كان يطيب به شعر رسول الله -صلى الله عليه وسلم -هو الذي غير لونه."أخرجه البيهقي (1/ 178).

قلت :وسنده حسن(سلسلة الأحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ۴۱۶۱)

حَـمْـرَاءُ فَـإِذَا هُـوَ عِنْدِىْ أَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ (سنن الترمذى،رقم الحديث ٢٨١١،ابواب الادب، باب ما جاء فى الرخصة فى لبس الحمرة للرجال،شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر، شمائلِ ترمذى رقم الحديث ٩، دلائل النبوة للبيهقى رقم الحديث ١١١،سنن الدارمى رقم الحديث ٥٨، المعجم الكبير للطبرانى رقم الحديث ١٨١٢، مستدرك حاكم رقم الحديث ٧٤٨٩) [1]

ترجمہ: میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سرخ جبہ پہنے ہوئے تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا، کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نگاہ ڈالتا تھا۔ بالآخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے کہیں زیادہ حسین وجمیل ہیں (ترمذی)

اورحضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

رَأَيْـتُ رَسُـوْلَ الـلّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ إِضْحِيَانٍ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَـمْرَاءُ، فَكُنْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهِ وَإِلَى الْقَمَرِ،فَلَهُوَ أَزْيَنُ فِىْ عَيْنِىْ مِنَ الْقَمَرِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (معرفة الصحابة لأبى نعيم،رقم الحديث ١٥٣٠،دار الوطن للنشر -الرياض)

ترجمہ: میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سرخ جبہ پہنے ہوئے تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا، کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، بالآخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ رسول

---

[1] قال الترمذى: هذا حديث حسن غريب لا نعرفه الا من حديث الاشعث(ترمذى، حواله بالا)

وقال الترمذى فى العلل:

سألت محمدا فقلت له :ترى هذا الحديث هو حديث أبى إسحاق عن البراء ؟ قال :لا ، هذا غير ذاك الحديث كأنه رأى الحديثين جميعا محفوظين(علل الترمذى الكبير، تحت رقم الحديث ٤١٤)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه.

وقال الذهبى فى التلخيص: صحيح.

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے کہیں زیادہ زینت (اور حسن و جمال) والے ہیں

(معرفۃُ الصحابۃ)

اور مسند ابی یعلیٰ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ لَيْلَةٍ إِضْحِيَانٍ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ، فَكُنْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهِ وَإِلَى الْقَمَرِ، فَهُوَ كَانَ فِيْ عَيْنِيْ أَزْيَنَ مِنَ الْقَمَرِ (مسند أبى يعلى، رقم الحديث ٧٤٧٧، ج١٣ ص٤٦٤، حديث جابر بن سمرة السوائى، عن النبى صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سرخ جبہ پہنے ہوئے تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا، کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو، تو میری نظر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے زیادہ زینت (اور حسن و جمال) والے ثابت ہوئے (ابو یعلیٰ)

فائدہ: مذکورہ حدیث کو سند کے اعتبار سے بعض حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

لیکن یہ حدیث کیونکہ مختلف سندوں سے مروی ہے۔ [2]

---

[1] قال حسين سليم أسد الدارانى:

إسناده ضعيف (حاشية مسند ابى يعلىٰ، تحت رقم الحديث ٧٤٧٧)

[2] أخبرنا أبو بكر أحمد بن جعفر بن حمدان، ثنا أحمد بن محمد بن عبد الله بن عبد الرحمن بن عامر بن قيس بن عاصم المنقرى، ثنا عثمان بن الهيثم المؤذن، ثنا عوف الأعرابى، عن الحسن، عن جابر بن سمرة، قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة إضحيان وعليه حلة حمراء، فكنت أنظر إليه وإلى القمر، فكان فى عينى أزين من القمر (أمالى ابن بشران، لابى القاسم عبد الملك، رقم الحديث ١٩٧)

حدثنا أحمد بن محمد بن عبد الله بن عبد الرحمن بن عامر بن قيس بن عاصم المنقرى البصرى قال: حدثنا عثمان بن الهيثم المؤذن قال: حدثنا عوف الأعرابى، عن الحسن، عن جابر بن سمرة قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة إضحيان وعليه حلة حمراء وكنت أنظر إليه وإلى القمر فكان فى عينى أزين من القمر صلى الله عليه وسلم (جزء الألف دينار وهو الخامس من الفوائد المنتقاة والأفراد الغرائب الحسان للقطيعى، رقم الحديث ٢١٠)

اور اس کا مضمون دوسری کئی روایات سے کچھ زیادہ مختلف نہیں، اس لیے اس مضمون کے مقبول ہونے میں حرج نہیں ہونا چاہیے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے مروی ہے کہ:

كَانَ عَرَقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجْهِهٖ مِثْلَ اللُّؤْلُؤِ أَطْيَبَ مِنَ الْمِسْكِ الْأَذْفَرِ وَكَانَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا، وَأَنْوَرَهُمْ لَوْنًا، لَمْ يَصِفْهُ وَاصِفٌ قَالَ: بِمَعْنَى صِفَتِهٖ إِلَّا شَبَّهَ وَجْهَهٗ بِالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، يَقُوْلُ هِنْدٌ: فِيْ أَعْيُنِنَا أَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ (دلائل النبوة لابی نعیم اصبهانی، رقم الحديث ۵۵۴، ج ۱ ص ۶۰۷، الفصل الثلاثون فی ذکر موازاة الأنبياء فی فضائلهم بفضائل نبينا ومقابلة ما أوتوا من الآيات بما أوتی عليه السلام، دار النفائس، بيروت)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک، آپ کے چہرے میں موتی کے مثل (خوبصورت) اور انتہائی عالیشان مشک سے زیادہ خوشبودار ہوتا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک، سب لوگوں سے زیادہ حسین تھا، اور آپ کا رنگ سب سے زیادہ نورانی تھا، آپ کی کوئی تعریف کرنے والا جب تعریف کرتا تھا، تو وہ آپ کے چہرے کو چودہویں رات کے چاند کے مشابہ قرار دیتا تھا، ھند بن ابی ہالہ فرماتے ہیں کہ ہماری نظر میں آپ چاند سے زیادہ حسین تھے (ابونعیم)

فائدہ: مذکورہ حدیث کی سند میں کچھ ضعف پایا جاتا ہے۔

لیکن اس کے مضمون کی دیگر احادیث سے تائید ہوتی ہے۔ [1]

---

[1] مذکورہ حدیث کی سند درجِ ذیل ہے:

حدثنا سليمان بن أحمد قال: ثنا محمد بن عبدة المصيصی قال: ثنا صبيح بن عبد الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کو بیان کرنے کے لئے چاند یا چودھویں رات کے چاند

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الفرغانی قال :ثنا عبد العزیز بن عبد الصمد العمی ، عن جعفر بن محمد ، عن أبیه وهشام بن عروة ، عن أبیه ، عن عائشة رضی الله عنها أنها قالت (دلائل النبوة لأبی نعیم الأصبهانی،رقم الحدیث ۵۳۷)

مذکورہ حدیث کی سند میں ''محمد بن عبدۃ'' کو بعض حضرات نے ''مجهول الحال'' قرار دیا ہے، جبکہ ''صبیح بن عبداللہ'' کو بعض نے ''منکر الحدیث'' وغیرہ قرار دیا ہے، لیکن بعض حضرات نے ''محمد بن عبدۃ'' پر جرح نہیں فرمائی، اوراسی طرح ''صبیح بن عبداللہ'' کو ابنِ ابی حاتم نے ''صدوق'' قرار دیا ہے۔

قال أبو الطیب نایف بن صلاح بن علی المنصوری:

محمد بن عبدة بن عبد الله بن زید أبو بکر المصیصی.

حدث عن :محمد بن کثیر الفهری، وأحمد بن یونس الیربوعی، وأبی توبة الربیع بن نافع، وخلق سواهم.

وعنه :أبو القاسم الطبرانی فی "المعجمین"، وأبو أحمد بن عدی بجرجان إملاء سنة ثان وثمانین ومائتین، ومؤمل بن عبد الرحمن المصیصی، والحسن بن عیسی العرقی، وأبو القاسم یحیی بن عبد الباقی بن یحیی الأدنی، ومحرز بن عبد الله بن محرز، وأبو عمر أحمد بن محمد بن عبد الرحمن الطرسوسی، وجعفر بن محمد ابن مسعدة القاضی.

-تاریخ دمشق (167 - 165 /54)، مختصره (35 /23)، تاریخ الإسلام (/21 274).

قلت :(مجهول الحال)(إرشاد القاصی والدانی إلی تراجم شیوخ الطبرانی،ص ۵۸۴،حرف المیم، رقم الترجمة ۹۵۲)

وقال ابن حجر:

" صبیح "بن عبد الله شیخ لأحمد بن أبی خیثمة قال عبد الغنی المصری منکر الحدیث انتهی وأعاده المؤلف بعد قلیل فقال صبیح بن عبد الله الفرغانی من شیوخ أحمد بن أبی خیثمة قال الخطیب فی کتاب التلخیص صاحب مناکیر وذکر أنه یروی عن عبد العزیز بن عبد الصمد العمی وغیره وهو بفتح الصاد(لسان المیزان،لا بن حجر العسقلانی،ج۳،ص ۱۸۱،حرف الصاد المهملة، رقم الترجمة ۷۳۳)

وقال ابن ابی حاتم:

صبیح بن عبد الله الفرغانی نزیل طرسوس روی عن أبی إسحاق الفزاری وبقیة روی عنه أبی.

نا عبد الرحمن قال سئل أبی عنه فقال :صدوق(الجرح والتعدیل، لابن أبی حاتم،ج۴،ص ۴۵۲،باب کل اسم ابتداء حروفه علی الصاد، رقم الترجمة ۱۹۹۱)

سے زیادہ اور کوئی چیز مخلوق میں نظر نہیں آتی تھی، اس لئے عموماً اسی کے ساتھ آپ کے حسن وجمال کو بیان کیا جاتا تھا، ورنہ آپ اس سے بھی زیادہ حسین وجمیل تھے، اور اسی وجہ سے بعض اوقات آپ کو چاند سے زیادہ حسین قرار دیا جاتا تھا۔

اسی لئے کسی شاعر نے کہا ہے کہ:

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کوئی انصاف ہے
اس کے منہ پہ چھائیاں مدنی کا چہرہ صاف ہے

اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف یہ اشعار منسوب ہیں کہ:

فَاَجْمَلُ مِنْهُ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِىْ		وَاَكْمَلُ مِنْهُ لَمْ تَلِدِالنِّسَآءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ		كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَاتَشَآءُ

(ديوان الصبابة،لابن أبى حجلة ، ص ١٦ ،الباب الأول ذكر الحسن والجمال) [1]

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین وجمیل کبھی میری آنکھ نے نہیں دیکھا، اور آپ سے زیادہ کامل مکمل کبھی کسی عورت کے یہاں پیدا نہیں ہوا، آپ ہر عیب سے مبرا و پاکیزہ ہوکر پیدا ہوئے ہیں، گویا کہ آپ اپنی پسند کے مطابق پیدا کئے گئے ہیں (دیوان الصبابۃ)

اس باب کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حسن وجمال میں سب انسانوں میں زیادہ کامل اور مکمل تھے، جس کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے انداز میں اس کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے، جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ اور حسن وجمال

[1] یہ اشعار مذکورہ کتاب کے علاوہ کسی اور مستند کتاب سے سند کے ساتھ دستیاب نہیں ہوسکے، اور مذکورہ کتاب میں بھی سند مذکور نہیں۔ محمد رضوان۔

کی ایک جھلک محسوس کی جاسکتی ہے۔ [1]

لیکن یہاں یہ بات ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن وجمال کو بیان کرتے ہوئے، ایسا انداز اختیار کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے، کیونکہ اس انداز سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نعوذ باللہ تعالیٰ، نفسانی خواہش اور جنسی میلان ہونے کا اظہار ہوتا ہے، یا کسی دوسرے نبی، مثلاً حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کے حسن کی تحقیر وتنقیص پیدا ہو، جیسا کہ بعض کم علم اور جذباتی لوگوں کے طرزِ عمل سے ایسا ظاہر ہوتا ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

---

[1] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

حسن کی انواع ہیں۔ حسن کی ایک نوع یہ ہے کہ دیکھنے والے کو دفعۃً متحیر کردے۔ اور پھر رفتہ رفتہ اس کی سہار ہوتی جائے۔ یوسف علیہ السلام کا حسن ایسا ہی تھا، چنانچہ زلیخا کو آپ کے حسن کی سہار ہوگئی تھی۔ انہوں نے ایک دن بھی ہاتھ نہیں کاٹے تھے۔ اور ایک نوع حسن کی یہ ہے کہ دفعۃً تو متحیر نہ کرے، مگر جوں جوں اس کو دیکھا جائے تحمل سے باہر ہوجائے۔ جس قدر غور کیا جائے اسی قدر دل میں گھستا جائے۔ اسی کو ایک شاعر بیان کرتے ہیں: یَزِیْدُکَ وَجْھَہٗ حُسْنًا اِذَا مَازِدْتَہٗ نَظْرًا

(ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا حسن بڑھتا ہی جاتا ہے، جوں جوں میں اس کی طرف دیکھتا ہوں)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن ایسا ہی تھا کہ اس میں دفعۃً متحیر کردینے کی شان ظاہر نہ تھی (وعظ الرفع والوضع، مشمولہ خطباتِ حکیم الامت ج۵ ص ۴۸۷، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان)

بعضوں نے حسنِ یوسفی اور جمالِ مصطفی میں فرق کو یوں تعبیر کیا ہے کہ:

’’حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن ’’حسنِ صبیح‘‘ تھا، اور آپ کا حسن ’’حسنِ ملیح‘‘ تھا‘‘

حصہ سوم

حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امت پر بنیادی حقوق اور ان کی تفصیل

اطاعتِ رسول واتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

درود وسلام علی النبی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی پہچان اور معیار

حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور مرضیات ونامرضیات کی پہچان، ہم کو خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہوئی ہے۔

اس لئے مخلوقات میں سب سے بڑا حق ہم پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیمُ الشان امت ہونے کا شرف بھی ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ذریعہ سے حاصل ہوا۔

اس لیے ضروری ہوا کہ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کا علم حاصل کر کے ان پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے۔

رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امت پر بنیادی حقوق

امت کو اپنے رسول سے مختلف قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔

ایک یہ کہ وہ امیر وحاکم ہیں اور امت محکوم ورعیت۔

دوسرے یہ کہ رسول محبوب ہیں اور پوری امت ان کی محبّ۔

تیسرے یہ کہ رسول اپنے علمی وعملی اور اخلاقی کمالات کی بناء پر صاحبِ عظمت ہیں اور ساری امت ان کے مقابلہ میں (اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بعد) پست اور چھوٹی۔

ہمارے رسولِ کریم خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ سب شانیں کامل درجہ میں پائی جاتی ہیں، اس لئے امت کے تمام عاقل بالغ افراد پر لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر شان کا حق ادا کریں۔

پس بحیثیتِ رسول کے ان پر ایمان لائیں۔

بحیثیت رسول امیر وحاکم کے ان کے احکام کی پیروی کریں۔

بحیثیتِ محبوب ہونے کے ان کے ساتھ گہری محبت رکھیں۔

اور بحیثیت کمالاتِ نبوت کے ان کی تعظیم وتکریم بجالائیں (تفسیر معارف القرآن عثمانی، ج۴ص۷۸بتغیر)

پس حاصل اور خلاصہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کا چند اقسام ہوئے۔ [1]

اور وہ درجِ ذیل ہیں:

(1)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعتقاد رکھنے کے ساتھ ساتھ آپ کی اطاعت واتباع کرنا۔

(2)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دل میں ہونا۔

(3)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، ادب واحترام کا بجالانا۔

(4)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھنا۔

آگے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ان حقوق کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اتباعِ حق کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

---

[1] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان سب سے زائد ہم پر ہے، اس لئے آپ کا حق بھی سب سے زائد ہے، وہ چند حقوق یہ ہیں (1) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعتقاد رکھے (2) تمام احکام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے (3) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور محبت کو دل میں جگہ دے (4) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھا کرے (رسالہ ''حقوق الاسلام'' صفحہ۴)

ایک جگہ حضرت موصوف فرماتے ہیں کہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تین حق ہیں: ایک حق ہے محبت، دوسرا حق ہے عظمت، تیسرا حق ہے متابعت۔اب لوگوں نے کیا کیا ہے کہ تجزیہ کیا ہے، ان حقوق میں۔بعضوں نے تو محض محبت لے لی، عظمت اور متابعت کو نظر انداز کر دیا۔بعضوں نے ظاہری عظمت کو کافی سمجھا، محبت اور متابعت سے کوئی سروکار نہ رکھا۔بعضوں نے محض متابعت پر قناعت کر لی، محبت اور عظمت کی تحصیل کے درپے نہ ہوئے، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تینوں حقوق کا ادا کرنا یکساں طور پر ضروری ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حق کا ادا کرنا واجب ہے، محبت کا بھی، عظمت کا بھی، اور متابعت یعنی اتباع کا بھی (مواعظ میلاد النبی ص۱۰۶، وعظ ''نقد اللبیب فی عقد الحبیب)

اطاعت واتباعِ رسول کے عام مفہوم میں درود شریف پڑھنا بھی داخل ہے، درود شریف نماز میں بھی پڑھا جاتا ہے، اس لیے بعض اوقات درود شریف کے حق کو الگ سے ذکر نہیں کیا جاتا اور بعض اوقات، اہمیت بتلانے کے لئے الگ سے ذکر کر دیا جاتا ہے، دونوں صورتوں کا استعمال حسبِ موقع ہوتا ہے۔محمد رضوان۔

(باب نمبر1)

اطاعتِ رسول واتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امت پر سب سے پہلا حق اطاعت واتباع ہے۔

اتباع کے معنٰی ہیں، پیروی کرنا، اور اطاعت کے معنٰی ہیں، بات ماننا۔

اتباع کا تعلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال واعمال سے ہے اور اطاعت کا تعلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات اور ارشادات سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واطاعت کا حکم دے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال دونوں کو حتمی حجت اور واجبُ العمل قرار دیا ہے۔

جس کی کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

قرآن مجید میں اللہ کے ساتھ رسول کی اطاعت کا حکم

سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗۤ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (سورة الانفال ، رقم الآية ١)

ترجمہ: اور اطاعت کرو تم اللہ کی اور اس کے رسول کی، اگر ہو تم ایمان والے (سورہ انفال)

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (سورة النسآء، رقم الآية ٦٥)

ترجمہ: آپ کے رب کی قسم ہے کہ یہ لوگ (جو صرف زبانی ایمان ظاہر کرتے پھرتے ہیں، وہ اللہ کے نزدیک) ایمان نہیں لائیں گے، یہاں تک کہ یہ لوگ آپ کو حاکم نہ بنالیں، ان چیزوں میں، جن میں اختلاف ہے ان کے درمیان، پھر نہ پائیں وہ، اپنے نفسوں میں تنگی کو، اس کی طرف سے جو فیصلہ کیا آپ نے اور تسلیم کرلیں (اس فیصلہ کو) پوری طرح سے تسلیم (سورہ نساء)

مذکورہ آیات سے واضح ہوگیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا، اس کی اطاعت کے بغیر قرآن کے نزدیک ایمان ہی نہیں۔

سورہ نور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (سورة النور، رقم الآية ٦٢)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو اجازت طلب کرتے ہیں آپ سے، یہی لوگ ہیں، جو ایمان لاتے ہیں، اللہ پر اور اس کے رسول پر (سورہ نور)

معلوم ہوا کہ ایمان کی حدود میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لینے جیسی معمولی اطاعتیں بھی درج ہیں، بلکہ تمام رسولوں کی اطاعت کرنا، قرآن کی نظر میں، حقِ رسالت ہے اور ایک ایسا عام قانون ہے، جس سے کبھی کوئی رسول مستثنیٰ نہیں رہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تمام باتوں پر ایمان لائے اور یہ اطاعتِ رسول کا بنیادی اور ابتدائی درجہ ہے۔

اور قرآن مجید میں اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ ''رسول کی اطاعت'' یا ''فرمانبرداری'' نہ تو اللہ کا کوئی نیا قانون ہے اور نہ اس کا حکم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک محدود ہے، بلکہ آپ سے پہلے بھیجے جانے والے تمام انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے لئے بھی یہی اصول کارفرما، اور جاری رہا ہے۔

ہر رسول کی اطاعت واتباع کا قرآنی حکم

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَآ اَرْسَلْنَامِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (سورۃ النسآء، رقم الآیۃ ٦٤)

ترجمہ: اور نہیں بھیجا، ہم نے کوئی رسول بھی، مگر اس لیے کہ اطاعت کی جائے اس کی، اللہ کے حکم سے (سورہ نساء)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس رسول اور جس نبی کو اپنے بندوں کی طرف بھیجتا ہے، تو اسی غرض کے لئے بھیجتا ہے کہ اللہ کے حکم کے موافق بندے ان کا کہا مانیں اور عمل کریں۔

سورہ یٰس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ (سورۃ یٰسٓ، رقم الآیۃ ٢٠)

ترجمہ: اتباع کرو تم، رسولوں کی (سورہ یٰس)

حضرت ہارون علیہ الصلاۃ والسلام کے اپنی قوم سے خطاب میں بھی اتباع اور اطاعت دونوں کا ذکر موجود ہے۔

چنانچہ سورہ طٰہٰ میں ارشاد ہے کہ:

فَاتَّبِعُوْنِيْ وَ اَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ (سورۃ طٰہٰ، رقم الآیۃ ٩٠)

ترجمہ: پس اتباع کرو تم میری، اور اطاعت کرو تم میرے حکم کی (سورہ طٰہٰ)

اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں جابجا انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے اپنی اطاعت کرنے کا حکم مذکور ہے۔

چنانچہ حضرت نوح علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ:

”اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ۞ يَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ (سورۃ نوح رقم الآیات ٣، ٤)

ترجمہ: عبادت کرو تم اللہ کی، اور ڈرو تم اس سے، اور اطاعت کرو تم میری، مغفرت فرمادے گا، وہ تمہارے لیے تمہارے گناہوں کی (سورہ نوح)

اور فرمایا کہ:

" فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ "(سورة الشعرآء ،رقم الآية ١٠٨)

ترجمہ: ڈرو تم اللہ سے، اور اطاعت کرو تم میری (سورہ شعراء)

حضرت ہود علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا کہ:

" فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ "(سورة الشعرآء ،رقم الآيات ١٢٦ ،و ١٣١)

حضرت صالح علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا کہ:

" فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ "(سورة الشعرآء ،رقم الآيات ١٤٤ ،و ١٥٠)

حضرت لوط علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا کہ:

" فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ "(سورة الشعراء،رقم الآية ١٦٣)

حضرت شعیب علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا کہ:

" فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ "(سورة الشعراء،رقم الآية ١٧٩)

حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا کہ:

" فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ "(سورة الزخرف،رقم الآية ٦٣)

ان تمام آیات میں نبی کی اطاعت اور اللہ سے ڈرنے کا حکم ایک ساتھ ذکر کر کے اس طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ نبی کی اطاعت اللہ کے خوف اور ڈر کے بغیر حاصل ہونا مشکل ہے اور یہ دولت اُسی کو حاصل ہوسکتی ہے، جس کے دل میں اللہ کا ڈر اور خوف ہو۔

پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے، جس سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ اللہ کی اطاعت دراصل رسول کی اطاعت اور اتباع کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت

دراصل اللہ ہی کی اطاعت میں داخل ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (سورة النسآء، رقم الآية ۸۰)

ترجمہ: اور جس نے اطاعت کی رسول کی، تو یقیناً اس نے اطاعت کی اللہ کی (سورہ نساء)

نیز اللہ تعالیٰ کا ایک مقام پر ارشاد ہے کہ:

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ (سورة آل عمران، رقم الآية ۳۲)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ اطاعت کرو تم، اللہ کی اور رسول کی (سورہ آلِ عمران)

اس کے علاوہ بے شمار آیات میں اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم ایک ساتھ مذکور ہے، مثلاً:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ (سورة آل عمران، رقم الآية ۱۳۲)

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (سورة النسآء، رقم الآية ۵۹)

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (سورة الانفال، رقم الآية ۲۰)

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (سورة الانفال، رقم الآية ۴۶)

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (سورة النور، رقم الآية ۵۴)

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (سورة محمد، رقم الآية ۳۳)

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (سورة المجادلة، رقم الآية ۱۳)

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (سورة التغابن، رقم الآية ۱۲)

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ جب کبھی قرآن مجید میں ''اللہ کی اطاعت'' کا ذکر آیا ہے، تو اسی کے فوراً بعد ''رسول کی اطاعت'' کا حکم بھی آیا ہے جس کا پورے قرآن مجید میں التزام واہتمام پایا جاتا ہے۔

قرآن مجید کی اس قسم کی آیات سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا

حکم اوراس کی اہمیت بالکل واضح ہے، اوراس سلسلہ میں احادیثِ مبارکہ تواتنی زیادہ ہیں کہ جن کوشمار کرنا بھی آسان نہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق اپنی جانوں سے بھی زیادہ

قرآن مجید میں ایک مقام پراللہ تعالیٰ نے واضح طور پر یہ فیصلہ فرمادیا کہ:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ (سورۃ الاحزاب ، رقم الآیۃ ٦)

ترجمہ: نبی، مؤمنین کے ساتھ ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں (سورہ احزاب)

مطلب یہ ہے کہ مومنوں کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کاحقِ اطاعت، تمام انسانوں میں سب سے زیادہ ہے۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِهٖ فِى الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، اِقْرَءُ وْا إِنْ شِئْتُمْ:اَلنَّبِیُّ أَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ أَنْفُسِہِمْ (بخاری،رقم الحدیث ۴۷۸۱، ج٦ص١١٦ ،کتاب تفسیر القرآن،باب النبی أولی بالمؤمنین من أنفسھم)

ترجمہ: کوئی مومن ایسانہیں ہے کہ میں سب لوگوں میں دنیاوآخرت کے اعتبار سے اس سے زیادہ تعلق نہ رکھتاہوں،تم اگرچاہوتو (سورہ احزاب کی) یہ آیت پڑھ لو:

اَلنَّبِیُّ أَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ أَنْفُسِہِمْ (بخاری)

---

[1] قوله عز وجل :(النبی أولی بالمؤمنين من أنفسهم) يعنی من بعضهم ببعض فی نفوذ حكمه عليهم ووجوب طاعته عليهم .وقال ابن عباس وعطاء :يعنی إذا دعاهم النبی صلی الله عليه وسلم ودعتهم أنفسهم إلی شیء كانت طاعة النبی صلی الله عليه وسلم أولی بهم من طاعتهم أنفسهم . وقال ابن زيد :النبی أولی بالمؤمنين من أنفسهم فيما قضی فيهم، كما أنت أولی بعبدک فيما قضيت عليه .وقيل :هو أولی بهم فی الحمل علی الجهاد وبذل النفس دونه(تفسير البغوی، ج٣ص٦٠٨، تحت رقم الآية ٦ من سورة الاحزاب)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کی اطاعت اور نہی سے اجتناب کا حکم

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ایک مقام پر ارشاد ہے کہ:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوْا اللّٰهَ .إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (سورة الحشر، رقم الآية ٧)

ترجمہ: اور وہ چیز جو دے تمہیں رسول، تو لے لو تم اُس کو، اور وہ چیز جس سے روکے وہ تم کو، تو رک جاؤ تم، اور ڈرو تم اللہ سے، بے شک اللہ شدید سزا (دینے) والا ہے (سورہ حشر)

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عطاو بیان کردہ احکام پر عمل ضروری ہے، اور اس کا قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے۔

احادیث میں بھی اس آیت کے یہی معنیٰ بیان کیے گئے ہیں، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

دَعُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِسُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى أَنْبِيَائِهِمْ فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ (بخاری، رقم الحديث ٧٢٨٨، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم، دارطوق النجاة، بيروت)

ترجمہ: میں جب تک تمہیں کسی چیز سے چھوڑے رکھوں (یعنی کسی چیز کا حکم نہ دوں) تو تم بھی مجھے چھوڑے رکھو (یعنی بلا وجہ اس کے متعلق مجھ سے سوال نہ کرو) بس تمہارے سے پہلے لوگ ان کے بلاوجہ کے سوال اور اپنے نبی پر اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں، اور جب میں تمہیں خود سے کسی چیز سے منع کروں، تو تم اس سے رک جاؤ، اور جب میں تمہیں کسی کام کا حکم کروں، تو اپنی حسبِ قدرت اس پر عمل کرو (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُوْتَشِمَاتِ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ، لِلْحُسْنِ اَلْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ فَبَلَغَ ذٰلِکَ اِمْرَأَةً مِنْ بَنِيْ أَسَدٍ يُقَالُ لَهَا أُمُّ يَعْقُوْبَ، فَجَاءَ تْ فَقَالَتْ: إِنَّهُ بَلَغَنِيْ عَنْکَ أَنَّکَ لَعَنْتَ كَيْتَ وَكَيْتَ، فَقَالَ: وَمَا لِيْ أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ هُوَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ، فَقَالَتْ: لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ، فَمَا وَجَدْتُ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ، قَالَ: لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيْهِ لَقَدْ وَجَدْتِيْهِ، أَمَا قَرَأْتِ: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا؟ قَالَتْ: بَلٰى، قَالَ: فَإِنَّهُ قَدْ نَهٰى عَنْهُ، قَالَتْ: فَإِنِّيْ أَرٰى أَهْلَکَ يَفْعَلُوْنَهُ، قَالَ: فَاذْهَبِيْ فَانْظُرِيْ، فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ، فَلَمْ تَرَ مِنْ حَاجَتِهَا شَيْئًا، فَقَالَ: لَوْ كَانَتْ كَذٰلِکَ مَا جَامَعْتُهَا (بخاری، رقم الحديث ۴۸۸۶، كتاب تفسير القرآن، باب وما آتاكم الرسول فخذوه)

ترجمہ: اللہ ان عورتوں پر لعنت فرماتا ہے، جو بدن کو گودتی ہیں (یعنی جسم کی کھال میں رنگ بھروا کر لکھائی کرتی ہیں) اور جو عورتیں جسم گودواتی ہیں اور چہرے کے بال اکھڑواتی ہیں، حسن کے لئے دانتوں کو کشادہ کراتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بدلنے والی ہیں۔

بنی اسد کی ایک عورت کو، جس کا نام اِم یعقوب تھا، یہ خبر ملی تو وہ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس) آئی اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اس طرح (فلاں فلاں عمل کرنے والی عورتوں پر) لعنت کی ہے، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کیوں اس پر لعنت نہ کروں، جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور جو کتابُ اللہ میں بھی ہے، اس عورت نے کہا کہ میں نے قرآن کو پڑھ لیا ہے، جو دولوحوں کے درمیان ہے (یعنی میں نے پورا

قرآن پڑھا ہے) لیکن جو تم کہتے ہو، وہ میں نے اس قرآن میں نہیں پایا، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تُو (صحیح معنیٰ میں قرآن کو) پڑھتی، تو ضرور اس میں (اس لعنت کا ذکر) پاتی، کیا تُو نے (سورہ حشر کی) یہ آیت نہیں پڑھی کہ رسول جو کچھ تمہیں دے، اس کو لے لو اور جس سے روکے اس سے باز آ جاؤ، اس نے کہا کہ جی ہاں! (یہ آیت تو میں نے پڑھی ہے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں سے منع فرمایا ہے (جن کا میں نے ذکر کیا) اس عورت نے کہا کہ تمہاری بیوی بھی ایسا کرتی ہے، (اس کو بھی منع کرو) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جا کر دیکھ آ، چنانچہ وہ گئی اور دیکھا تو (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی میں ایسا) کچھ نہ پایا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر وہ ایسا کرتی، تو میں اس سے ازدواجی تعلق قائم نہ کرتا (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کردہ حکم بھی، اللہ کے حکم میں داخل ہے، جو لوگ قرآن کی باتوں کو تو مانتے ہیں، لیکن معتبر حدیثوں کی باتوں کو نہیں مانتے، وہ مذکورہ واقعہ سے اپنی غلطی کی اصلاح کر کے اپنے آپ کو اللہ کی ناراضگی سے بچا سکتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام وحی میں داخل اور ضلالت سے پاک

سورہ نجم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى. مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى. وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى. إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (سورة النجم، رقم الآيات ١ الىٰ ٤)

ترجمہ: قسم ہے ستارے کی جب وہ ڈوبنے لگے۔ نہ گمراہ ہوا ہے، تمہارا رفیق (وساتھی) اور نہ ہی وہ بہکا۔ اور نہ بات کرتا ہے، وہ اپنی خواہش سے۔ وہ تو صرف وحی ہے، جو اتاری جاتی ہے (سورہ نجم)

احادیث میں بھی اس مضمون کی وضاحت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنْتُ أَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ أَسْمَعُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيْدُ حِفْظَهُ، فَنَهَتْنِيْ قُرَيْشٌ، فَقَالُوْا: إِنَّكَ تَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ تَسْمَعُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا، فَأَمْسَكْتُ عَنِ الْكِتَابِ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ فَقَالَ: اُكْتُبْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا خَرَجَ مِنِّيْ إِلَّا حَقٌّ (مسند احمد، رقم الحديث ٦٥١٠)[1]

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جو چیزیں سن لیتا، ان کو میں لکھ لیتا، تاکہ یاد کرسکوں، مجھے قریش کے لوگوں نے اس سے منع کیا اور کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ بھی سنتے ہو، سب لکھ لیتے ہو، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک انسان ہیں، بعض اوقات غصہ میں بات کرتے ہیں اور بعض اوقات خوشی میں (اور ایسی باتوں کو لکھنے کی کیا ضرورت ہے)، ان لوگوں کے کہنے کے بعد میں نے لکھنا چھوڑ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ذکر کردی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لکھ لیا کرو، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میری زبان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا (مسند احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ: إِنِّيْ لَا أَقُوْلُ إِلَّا حَقًّا ،

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

قَالَ بَعْضُ أَصْحَابِهِ: فَإِنَّکَ تُدَاعِبُنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَقَالَ: إِنِّيْ لَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا (مسنداحمد، رقم الحديث ۸۴۸۱) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو ہمیشہ حق بات ہی کہتا ہوں، کسی صحابی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ تو ہمارے ساتھ مذاح بھی کرتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مذاح میں بھی ہمیشہ حق بات ہی کہتا ہوں (مسند احمد)

اس طرح کی آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، مزاح اور غصہ میں بھی حق بات ہی فرمایا کرتے تھے، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بھی ''حجت'' ہیں۔ [2]

[2] حدثنی الحسن بن جابر، قال: سمعت المقدام بن معدی کرب، يقول: حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم خيبر أشياء، ثم قال: " يوشک أحدكم أن يكذبنی وهو متکء على أريكته يحدث بحديثی، فيقول: بيننا وبينكم كتاب الله، فما وجدنا فيه من حلال استحللناه، وما وجدنا فيه من حرام حرمناه، ألا وإن ما حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل ما حرم الله "(مسند احمد، رقم الحديث ۱۷۱۹۴)

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

اس باب کا خلاصہ

اس باب کا خلاصہ یہ نکلا کہ امت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بنیادی حق یہ ہے کہ آپ کی اطاعت واتباع کی جائے، اور آپ کے بیان کردہ احکامات کو اللہ کی مرضی کے مطابق سمجھا جائے، خواہ کوئی بات انسان کی طبیعت کے موافق ہو یا خلاف ہو، ہر حال میں اپنی خواہش اور چاہت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تابع رکھ کر عمل کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوی من أجل محمد (حاشية مسند احمد)

(فصل نمبر 1)

نبی کی اطاعت کے ثمرات اور مخالفت کے نقصانات

قرآن وسنت میں جا بجا ’’رسول کی اطاعت واتباع‘‘ کے فوائد ومنافع اور ثمرات اور اس کے مقابلہ میں مخالفت کے نتائج وعواقب اور نقصانات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

جس کی کچھ تفصیل ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔

اللہ اور رسول کی اطاعت سے انعام یافتہ ہستیوں کی معیت

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓـئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓـئِكَ رَفِيْقًا(سورة النسآء، رقم الآية ٦٩)

ترجمہ: اور جو اطاعت کرے گا اللہ کی اور رسول کی، تو یہی لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے کہ انعام فرمایا اللہ نے ان پر یعنی انبیاءؑ، صدیقینؒ، شہداءؒ اور صالحینؒ اور کیا ہی اچھے ہیں، یہ لوگ رفیق ہونے کے اعتبار سے (سورہ نساء)

فائدہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مکمل اطاعت کرنے والے ان حضرات کے ساتھ ہوں گے، جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز اور مقبول ہیں، جن کے مذکورہ آیت میں چار درجے بتلائے گئے ہیں انبیاءؑ، صدیقینؒ، شہداءؒ، اور صالحینؒ۔

اور ان ہی معزز ہستیوں کا قرآن مجید میں دوسروں کو پیروی کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید کی ابتدائی سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (سورة الفاتحة)

ترجمہ: ہدایت عطا فرما دیجیے ہم کو سیدھے راستہ کی، ان لوگوں کے راستے کی کہ انعام فرمایا آپ نے ان پر (سورہ فاتحہ)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر لازم کیا ہے کہ وہ ہر نماز میں ان لوگوں کے راستے پر چلنے کی دعا کیا کریں، جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا، اور وہ لوگ جن پر اللہ نے انعام فرمایا، گذشتہ آیت میں ان کا ذکر ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ نعمت بھی اللہ اور اس کے رسول کی مکمل اطاعت کرنے سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔

رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسوۂ حسنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ایسی ہے کہ جس کی اتباع کر کے اور اس کو اپنا نمونہ بنا کر کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ (سورة الاحزاب، رقم الآية ۲۱)

ترجمہ: بلاشبہ یقیناً ہے تمہارے لئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ، اس شخص کے لئے جو امید رکھتا ہو، اللہ کی اور یومِ آخرت کی (سورہ احزاب)

اللہ اور رسول کی رضا کا حق زیادہ ہے

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ (سورة التوبة، رقم الآية ۶۲)

ترجمہ: اور اللہ اور اس کا رسول، زیادہ حق دار ہے، اس کا کہ راضی کریں وہ

(لوگ) اس کو، اگر ہوں وہ مومن (سورہ توبہ)

نبی کی اتباع کرنے والوں کا نبی سے تعلق

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ الانفال، رقم الآیۃ ۶۴)

ترجمہ: اے نبی کافی ہے آپ کو اللہ اور اس کو جو اتباع کرے، آپ کی مومنوں میں سے (سورہ انفال)

قرآن مجید میں اور مواقع پر بھی اللہ اور رسول کی اطاعت واتباع کے کئی فضائل وفوائد بیان کئے گئے ہیں۔

چنانچہ سورہ آلِ عمران میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر ''اللہ کی محبت حاصل ہونے کا'' ذکر کیا گیا ہے۔ [1]

اور سورہ نساء اور سورہ فتح میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر ''اللہ کی طرف سے جنت میں داخل فرمانے کا وعدہ'' فرمایا گیا ہے۔ [2]

اور سورہ اعراف میں اللہ کے رسول کی اتباع سے ''ہدایت حاصل ہونے'' کا ذکر کیا گیا ہے۔ [3]

---

[1] قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ، قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ (سورۃ آلِ عمران، رقم الآیات ۳۱، ۳۲)

[2] وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ. (سورۃ النسآء، رقم الآیۃ : ۱۳)

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ (سورۃ الفتح، رقم الآیۃ ۱۷)

[3] قُلْ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (سورۃ الاعراف، رقم الآیۃ ۱۵۸)

اورسورہ توبہ میں اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت کرنے والوں سے ''اللہ نے رحم کرنے کا وعدہ'' فرمایا ہے۔ [1]

اورسورہ نور میں اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت پر'' کامیاب ہونے اور ہدایت پانے کی فضیلت'' بتلائی گئی ہے۔ [2]

اورسورہ احزاب میں اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت پر''عظیم کامیابی پالینے کا'' ذکر کیا گیا ہے۔ [3]

اورسورہ حجرات میں اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت پر''اعمال کا بدلہ ملنے میں کمی نہ کرنے کا وعدہ'' کیا گیا ہے۔ [4]

اللہ اوررسول کی نافرمانی پروعیدیں

جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری، عظیم الشان عمل ہے،اوراللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اپنی اطاعت کے ساتھ فرمایا ہے،اوراس پر مختلف قسم کے اجر وانعام کا وعدہ فرمایا ہے،اسی طرح اس کے مقابلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی بھی انتہائی سخت گناہ اورنقصان کی چیز ہے،اوراس کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی نافرمانی کے ساتھ فرمایا ہے۔

---

[1] وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (سورة التوبة، رقم الآية ٧١)

[2] وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ .وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ قُلْ لَا تُقْسِمُوا طَاعَةٌ مَعْرُوفَةٌ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ .قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (سورة النور، رقم الآيات ٥٢ الیٰ ٥٤)

[3] وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا (سورة الأحزاب ، رقم الآية ٧١)

[4] قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (سورة الحجرات، رقم الآية ١٤)

چنانچہ قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوۡدَهٗ يُدۡخِلۡهُ نَارًا خَالِدًا فِيۡهَا ۖ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ (سورة النساء، رقم الآية ١٤)

ترجمہ: اور جو نافرمانی کرے گا، اللہ کی اور اس کے رسول کی اور آگے بڑھے گا اس کی حدوں سے تو داخل کر دے گا، وہ (یعنی اللہ) اس کو آگ میں، ہمیشہ رہے گا وہ اس (آگ) میں اور اس کے لیے اہانت والا عذاب ہے (سورہ نساء)

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنۡ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ (سورة الانفال، رقم الآية ١٣)

ترجمہ: اور جو مخالفت کرے گا، اللہ کی اور اس کے رسول کی، تو بے شک اللہ سخت عذب دینے والا ہے (سورہ انفال)

قرآن مجید میں ہی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا كَانَ لِمُؤۡمِنٍ وَّلَا مُؤۡمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗۤ اَمۡرًا اَنۡ يَّكُوۡنَ لَهُمُ الۡخِيَرَةُ مِنۡ اَمۡرِهِمۡ ؕ وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيۡنًا (سورة الاحزاب، رقم الآية ٣٦)

ترجمہ: اور نہیں ہے کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لیے اجازت، جب فیصلہ کر دے اللہ اور اس کا رسول کسی حکم کا، اس بات کی کہ ہو اُن کے لیے اختیار اپنے معاملہ کا اور جو نافرمانی کرے گا اللہ کی اور اس کے رسول کی، تو یقیناً ہو گیا وہ گمراہ واضح طور پر گمراہ (سورہ احزاب)

نیز ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا (سورة الجن،

رقم الآية ٢٣)

ترجمہ: اور جو کوئی نافرمانی کرے گا اللہ کی اور اس کے رسول کی، تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں تا ابد (سورہ جن)

اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے والے قیامت کے روز حسرت سے یہ کہیں گے کہ:

يَالَيْتَنَا اَطَعْنَا اللهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا (سورة الاحزاب ، رقم الآية ٦٦)

ترجمہ: کاش کہ اطاعت کر لیتے ہم اللہ کی اور اطاعت کر لیتے ہم رسول کی (سورہ احزاب)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی سخت گناہ اور عذاب کا باعث ہے۔

قرآن مجید کے علاوہ احادیث میں بھی تفصیل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت واتباع اور سنت کی اہمیت وفضیلت اور اس کے برخلاف چلنے والوں کے لئے سخت تنبیہات آئی ہیں، جن میں سے چند ایک احادیث کا ذکر کیا جاتا ہے۔

نبی کی اطاعت اور نافرمانی کرنے والوں کی مثال

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّمَا مَثَلِيْ وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ، كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتٰى قَوْمًا فَقَالَ: يَا قَوْمِ، إِنِّيْ رَأَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَيَّ، وَإِنِّيْ أَنَا النَّذِيْرُ الْعُرْيَانُ، فَالنَّجَاءَ، فَأَطَاعَهُ طَائِفَةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ، فَأَدْلَجُوْا، فَانْطَلَقُوْا عَلٰى مَهَلِهِمْ فَنَجَوْا، وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ، فَأَصْبَحُوْا مَكَانَهُمْ، فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ فَأَهْلَكَهُمْ وَاجْتَاحَهُمْ، فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ أَطَاعَنِيْ فَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِهٖ، وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِيْ وَكَذَّبَ بِمَا جِئْتُ بِهٖ

مِنَ الْحَقِّ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۷۲۸۳، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة.باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور اس کی مثال جو اللہ نے مجھ کو دے کر بھیجا ہے، اس شخص کی طرح ہے، جو ایک قوم کے پاس آئے اور کہے کہ اے میری قوم! میں نے اپنی آنکھ سے فوج کو دیکھا ہے، اور میں تمہیں واضح ڈرانے والا ہوں، اس لئے نجات کی جگہ تلاش کرو، پھر اس کی قوم کے کچھ لوگوں نے اس کی بات کو تسلیم کیا، اور راتوں رات نکل گئے، اور اپنی پناہ وحفاظت کی جگہ چلے گئے اور انہوں نے نجات پائی، اور ایک گروہ نے اسے جھوٹ سمجھا اور اپنی جگہ پر ہی رہے، صبح کو لشکر نے ان پر حملہ کر دیا اور انہیں ہلاک کر دیا اور قتل وغارت اور لوٹ مار کیا، یہ اس (پہلے گروہ) کی مثال ہے، جس نے میری اطاعت کی اور جو میں لے کر آیا ہوں، اس کی پیروی کی، اور اس (دوسرے گروہ) کی مثال ہے، جس نے میری نافرمانی کی اور جو میں لے کر آیا ہوں، اس کو جھٹلایا (بخاری)

اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ مَثَلَ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْهُدٰى، وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَصَابَ أَرْضًا، فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ، قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ، وَكَانَ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ، فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ، فَشَرِبُوْا مِنْهَا وَسَقَوْا وَرَعَوْا، وَأَصَابَ طَائِفَةً مِنْهَا أُخْرٰى، إِنَّمَا هِيَ قِيْعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً، وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً، فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ، وَنَفَعَهُ بِمَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهِ، فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَأْسًا، وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِيْ أُرْسِلْتُ بِهِ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۲۸۲"۱۵"کتاب

الفضائل، باب بیان مثل ما بعث به النبی صلی الله علیه وسلم من الهدی والعلم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے مجھے جتنا علم اور ہدایت دے کر بھیجا، اس کی مثال ایسی ہے، جیسا کہ زمین پر بارش برسی، اس زمین میں سے کچھ حصہ ایسا زرخیز تھا کہ جس نے پانی اپنے اندر جذب کرلیا، اور بہت کثرت سے چارہ اور سبزہ اگایا، اور زمین کا کچھ حصہ سخت تھا، اس نے پانی کو روک لیا، جس سے اللہ لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے، لوگ اس میں سے پیتے ہیں اور اپنے جانوروں کو پلاتے ہیں، اور چارہ کھلاتے ہیں، اور زمین کا کچھ حصہ چٹیل میدان ہے کہ اس نے پانی کو نہیں روکا اور نہ ہی اس میں گھاس پیدا ہوئی، تو یہی مثال اس کی ہے کہ جس نے اللہ کے دین کو سمجھا اور جو دین اللہ نے مجھے دے کر بھیجا، اللہ نے اس کے ذریعے لوگوں کو فائدہ پہنچایا، چنانچہ اس نے خود بھی دین سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھایا، اور مثال اس کی ہے، جس نے اس طرف سر بھی نہیں اٹھایا اور اللہ کی اس ہدایت (یعنی دین) کو جسے مجھے دے کر بھیجا گیا ہے، اس کو قبول نہیں کیا (مسلم)

نبی پر ایمان لانے سے جان ومال کی حفاظت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أُقَاتِلُ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَيُؤْمِنُوْا بِيْ، وَبِمَا جِئْتُ بِهٖ، فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ، عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَ هُمْ، وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۱ "۳۴" کتاب الایمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا: لا إله إلا الله محمد رسول الله)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لوگوں سے قتال کا حکم اس

وقت تک ہے کہ وہ ’’ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ ‘‘ کی گواہی دینے لگیں، اور مجھ پر اور میرے ان تمام احکام پر ایمان لے آئیں، جو میں (اللہ کی طرف سے) لایا ہوں، اگر وہ ایسا کرلیں، تو مجھ سے اپنی جان ومال محفوظ کرلیں گے، ہاں حق پر ان کی جان ومال سے تعرض کیا جائے گا (یعنی اگر انہوں نے کسی کا جانی یا مالی نقصان کیا تو اس کا بدلہ لیا جائے گا) باقی ان کا حساب (آخرت میں) اللہ کے ذمہ ہے (مسلم)

نبی کو سننے والے پر ایمان لانا ضروری ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لَا يَسْمَعُ بِىْ أَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُوْدِىٌّ، وَلَا نَصْرَانِىٌّ، ثُمَّ يَمُوْتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِىْ أُرْسِلْتُ بِهٖ، إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ (صحیح مسلم، رقم الحديث ۱۵۳ ’’۲۴۰‘‘ كتاب الايمان، باب وجوب إيمان أهل الكتاب برسالة الإسلام)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ جو کوئی بھی میرے متعلق اس امت میں سے سنے، خواہ یہودی (یعنی اسرائیلی) ہو یا نصرانی (یعنی عیسائی) اور پھر وہ مرجائے، اور اس پر ایمان نہ لائے، جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے، تو وہ آگ (یعنی جہنم) والوں میں سے ہی ہوگا (مسلم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ أَحَدٍ يَسْمَعُ بِىْ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، وَلَا يَهُوْدِىٌّ وَلَا نَصْرَانِىٌّ، وَلَا يُؤْمِنُ بِىْ إِلَّا دَخَلَ النَّارَ،

فَجَعَلْتُ أَقُوْلُ: أَيْنَ تَصْدِيْقُهَا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ؟ حَتّٰى وَجَدْتُ هٰذِهِ الْآيَةَ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْأَحْزَابِ، فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ، قَالَ: اَلْأَحْزَابُ الْمِلَلُ كُلُّهَا (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۳۰۹، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ ھود) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی بھی اس امت میں سے مجھے سن لے، اور جو کوئی یہودی اور نصرانی بھی مجھے سن لے، اور وہ مجھ پر ایمان نہ لائے، تو وہ جہنم میں داخل ہوگا (ابنِ عباس کہتے ہیں کہ) پھر میں نے اس کی کتابُ اللہ سے تصدیق چاہی، تو میں نے سورہ ھود کی اس آیت کو پایا ''وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ '' یعنی ''جو شخص بھی احزاب میں سے نبی کا انکار کرے، تو آگ اس کا ٹھکانا ہے'' اور ''احزاب'' تمام اقوام ہیں (حاکم)

مفسرین سے بھی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے مذکورہ قول کی تائید ہوتی ہے۔ [2]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ سَمِعَ بِيْ مِنْ أُمَّتِيْ أَوْ يَهُوْدِيٌّ أَوْ نَصْرَانِيٌّ فَلَمْ يُؤْمِنْ بِيْ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٩٥٣٦) [3]

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه.
وقال الذهبي في التلخيص: على شرط البخاري ومسلم.

[2] ومن يكفر به اى محمد صلى الله عليه وسلم او بالقران من الأحزاب من اهل الملل كلها فالنار موعده (التفسير المظهري، ج۵ص۷۷، سورة هود)

ومن يكفر به يعني بمحمد صلى الله عليه وسلم من الأحزاب يعني من جميع الكفار وأصحاب الأديان المختلفة فتدخل فيه اليهود والنصارى والمجوس وعبدة الأوثان وغيرهم والأحزاب الفرق الذين تحزبوا وتجمعوا على مخالفة الأنبياء فالنار موعده يعني في الآخرة (تفسير الخازن، ج۲ص۴۷۸، سورة هود)

[3] قال شعيب الارنؤوط:
صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لانقطاعه، سعيد بن جبير لم يسمع أبا موسى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری امت میں سے مجھے سنا، یا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأشعری، فقد وُلد سعيد سنة 46هـ، وتُوفی أبو موسی نحو الخمسين على أحد الأقوال، وقد أشار إلى إرسال رواية سعيد عن أبی موسی البزارُ، والحافظُ فی "التقريب ."وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين.

وأخرجه الطيالسی (509) ، والبزار فی "مسنده "(16)" زوائد"، والنسائی فی "الكبری "(11241) - وهو فی "التفسير "(261) - والطبریُ فی "تفسيره" (18079) ، وأبو نُعيم فی "الحلية 4/308 "من طرق عن شعبة، بهذا الإسناد.

قال البزار :لا نعلم أحدا رواه عن النبی صلى الله عليه وسلم إلا أبو موسى، بهذا الإسناد، ولا أحسب سمع سعيدٌ من أبی موسی .قال الهيثمی :هو فی الصحيح عن أبی هريرة .قلنا :سلف فی "المسند "من حديث أبی هريرة برقم (8203) ، وإسناده صحيح على شرط الشيخين.

وأخرجه ابن حبان (4880) من طريق أبی الوليد، عن شعبة، به، بلفظ" :من سمعَ يهودياً أو نصرانياً دخل النار ."وقد بوَّب عليه ابن حبان بقوله :إيجاب دخول النار لمن أَسْمَعَ أهل الكتاب ما يكرهونه .فتعقَّبه الحافظُ فی "إتحاف المهرة 10/24-25 "، فقال :وهذا فيه نظر كبير، وهو غلطٌ نشأ عن تصحيف، ...وكأنَ الرواية التی وقعت لابن حبان مختصرة" :من سَمعَ بی فلم يُؤمن دخل النار يهودياً أو نصرانياً "فتحرف عليه، وبوَّب هو على ما تحرَف، فوقع فی خطأ كبير .قلنا :وقد فاتنا أن نُنبه على ذلک فی صحيح ابن حبان، فيُستدرک من هنا.

وأخرجه مطولاً سعيد بن منصور فی "سننه "(التفسير) (1084) عن أبی عوانة، عن أبی بشير، به .

وأخرجه مطولاً عبدُ الرزاق فی "تفسيره 2/303 "، والطبری فی "تفسيره" (18073) و (18075) و (18076) من طريق أيوب، عن سعيد بن جبير، به.

وأورده الهيثمی فی "المجمع 8/261 "، وقال :رواه الطبرانی واللفظ له، وأحمد بنحوه، ورجالُ أحمد رجالُ الصحيح، والبزارُ أيضاً باختصار.

وسيرد برقم (19562).

قال السندی :قوله :من أمتی، أی :من غير أهل الكتاب من الأميين، ولكونه صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ من الأميين أضافهم إليه.

أو يهودی :بالجر عطف على أمتی، أی :أو مِن أهل الكتاب، والمرادُ أنَّ كل من بلغته دعوتُه صلى الله عليه وسلم، وثبتت عنده رسالتُه، يجب عليه الإيمانُ به، أمياً كان، أو كتابياً، فإن لم يؤمن به لم يدخل الجنة، وعُلم منه عمومُ رسالته صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إلى الكُل، والله تعالى أعلم(حاشية مسند احمد)

کسی یہودی (یعنی اسرائیلی) یا نصرانی (یعنی عیسائی) نے سنا، اور پھر وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا، تو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا (مسند احمد)

مذکورہ احادیث کا مطلب یہ ہے کہ جس کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پہنچ جائے، اور اس کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ثابت ہوجائے، تو اس پر واجب ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائے، خواہ وہ کوئی بھی ہو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، قیامت تک سب لوگوں کے لیے عام ہے اور نبی کی رسالت پر ایمان میں ''کل ما جاء به النبی صلی الله علیه وسلم'' پر ایمان لانا بھی داخل ہے، خواہ اجمالی طور پر، جب تک تفصیل معلوم نہ ہو، اور خواہ تفصیلی طور پر، جب اور جس چیز کی تفصیل معلوم ہوجائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آپ کو سن کر آپ پر ایمان لانے کے واجب ہونے کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے، جن میں قبر میں دفن ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال ہونے اور مومن کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے اقرار کا ذکر ہے، اور کافر کے متعلق یہ مضمون آیا ہے کہ:

''لَا أَدْرِیْ سَمِعْتُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ شَیْئًا، فَیَقُوْلُ: لَا دَرَیْتَ، وَلَا تَلَیْتَ، وَلَا اهْتَدَیْتَ''

''میں نہیں جانتا، میں نے لوگوں سے ان (نبی) کے متعلق کچھ کہتے ہوئے سنا تھا، تو فرشتہ (اس کافر سے) کہتا ہے کہ نہ تُو نے سمجھا، اور نہ اتباع کی، اور نہ ہدایت پائی'' [1]

---

[1] عن أبی سعید الخدری، قال: شهدت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم جنازة، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: " أیها الناس إن هذه الأمة تبتلی فی قبورها، فإذا الإنسان دفن فتفرق عنه أصحابه، جائه ملک فی یده مطراق فأقعده، قال: ما تقول فی هذا الرجل؟ فإن کان مؤمنا قال: أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا عبده ورسوله، فیقول: صدقت ثم یفتح له باب إلی النار، فیقول: هذا کان منزلک لو کفرت بربک، فأما إذ آمنت فهذا منزلک، فیفتح له باب إلی الجنة، فیرید أن ینهض إلیه فیقول له:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بعض محدثین نے مذکورہ احادیث میں ''یسمع'' کا ''خبر'' کے معنیٰ میں ہونا زیادہ مناسب قرار دیا ہے، یعنی ''جس کو میری رسالت کی خبر پہنچی'' تاکہ سماع کے علاوہ دوسرے ذرائع، مثلاً پڑھنے اور سمجھنے کو بھی شامل ہو جائے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اسكن ويفسح له في قبره، وإن كان كافرا أو منافقا يقول له: ما تقول في هذا الرجل؟ فيقول: لا أدري سمعت الناس يقولون شيئا، فيقول: لا دريت، ولا تليت، ولا اهتديت، ثم يفتح له باب إلى الجنة فيقول: هذا منزلك لو آمنت بربك، فأما إذ كفرت به فإن الله عز وجل أبدلك به هذا، ويفتح له باب إلى النار، ثم يقمعه قمعة بالمطراق يسمعها خلق الله كلهم غير الثقلين "فقال بعض القوم: يا رسول الله، ما أحد يقوم عليه ملك في يده مطراق إلا هيل عند ذلك، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت "(مسند احمد، رقم الحديث ١١٠٠٠، عن ابی سعید)

قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح، ولهذا إسناد حسن، رجاله ثقات رجال الصحيح غير عباد بن راشد(حاشية مسند احمد)

[1] والأظهر أن يضمن (يسمع) معنى أخبرنا فتعدى بالباء ، كقوله (تعالى :((ما سمعنا بهذا في آبائنا الأولين) أي ما أخبرنا سماعا، وهو آكد؛ لأن الإخبار أعم من أن يكون سماعا أو غير سماع، فالمعنى ما أخبر برسالتي أو يبعثني أحد ولم يؤمن إلا كان من أصحاب النار(شرح الطيبي على مشكاة المصابيح، ج٢،ص٤٤٨، كتاب الإيمان)

ثم قيل :الباء زائدة، أو بمعنى "من "، والأظهر أنها لتأكيد التعدية كما في قوله تعالى :(ما سمعنا بهذا) أو ضمن معنى الإخبار أي :ما يسمع مخبرا ببعثي، وحاصل المعنى لا يعلم رسالتي ((أحد)) أي :ممن هو موجود أو سيوجد "((من هذه الأمة)) أي :أمة الدعوة، و "من "تبعيضية، وقيل : بيانية ((يهودي ولا نصراني)) : صفتان لـ "أحد - "وحكم المعطلة وعبدة الأوثان يعلم بالطريق الأولى -أو بدلان عنه، بدل البعض من الكل، وخصا لأن كفرهما أقبح، وعلى كل لا زائدة لتأكيد الحكم ((ثم يموت)) : فيه إشارة إلى أنه ولو تراخي إيمانه ووقع قبل الغرغرة نفعه ((ولم يؤمن بالذي أرسلت به)) أي :من الدين المرضي، والجملة حال أو عطف ((إلا كان)) أي :في علم الله، أو بمعنى يكون، وتعبيره بالمضي لتحقق وقوعه، وهو استثناء مفرغ من أعم الأحوال ((من أصحاب النار)) أي ملازميها بالخلود فيها، وأما الذي سمع وآمن فحكمه على العكس، وأما الذي لم يسمع ولم يؤمن فهو خارج عن هذا الوعيد، ثم اعلم أن "لا "في " :لا يسمع "بمعنى "ليس "، و "ثم يموت "عطف على "يسمع "المثبت، "ولم يؤمن "عطف على يموت، أو حال من فاعله وليس لنفي هذا المجموع، وتقديره :ليس أحد يسمع به ثم يموت ولم يؤمن، أو غير مؤمن كائنا من أصحاب شيء إلا من أصحاب النار(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج١،ص٧٧، كتاب الإيمان)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سننے یا خبر دیے جانے سے مراد، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت یا نبوت ورسالت کی خبر کا معلوم ہونا ہے، اور نبی کی نبوت پر ایمان کے ضمن میں وہ تمام احکام بھی شامل ہیں، جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں، اسی لیے بعض روایات میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ ''وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِیْ أُرْسِلْتُ بِهٖ'' کہ وہ ان چیزوں پر ایمان نہیں لایا، جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ [1]

مذکورہ آیات واحادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول کی اطاعت واتباع کے بغیر عذاب سے نجات کا حاصل ہونا ممکن نہیں۔

پس جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی توحید کو اختیار کر لے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد کسی دوسرے رسول کے لائے ہوئے دین کے مطابق عمل کر لے، تو اس کو بھی آخرت میں نجات حاصل ہو جائے گی، تو یہ بات درست نہیں، کیونکہ خاتم النبیین کی آمد کے بعد نجات

---

[1] "لا يسمع بى"؛ أى :بمبعثى أو بنبوتى "أحد من هذه الأمة "المراد به أمة الدعوة، فاللام للاستغراق أو للجنس.

"يهودى ولا نصرانى "صفتان لـ (أحد)، أو بدلان عنه بدل البعض عن الكل.

"ثم يموت ولم يؤمن"؛ أى :يموت غير مؤمن "بالذى أرسلت به "وهو القرآن، أو الدين الحنيفى.

"إلا كان من أصحاب النار "فيه إشارة إلى أن الإيمان بجميع أحكام الإسلام واجب(شرح مصابيح السنة للإمام البغوى، ج ١، ص ٣٣، كتاب الإيمان)

فإن قيل :ينبغى أن لا يكون كافرا من لم يدرك زمن النبى عليه السلام ولم يسمع كلامه بترك الإيمان به؛ لأن النبى -عليه السلام -قال" :لا يسمع بى"، وهذا الرجل لم يسمع منه.

قلنا :ليس المراد من قوله " :يسمع بى "أن يسمع هو منه، بل المراد :وصول كلامه إليه ولو كان بواسطة كتاب أو شخص، ألا ترى أن من خالف كتاب سلطان أو رسوله يستوجب عقوبة ذلك السلطان؟

وتعظيم الرسول تعظيم الله تعالى وعصيانه عصيان الله تعالى، فكذلك تعظيم ألفاظ رسول الله عليه السلام، وتعظيم العلماء الذين هم نوابه وورثته تعظيم الله، وعصيانهم عصيان الله؛ لأنهم يدعون الخلق إلى الله تعالى، كما أن الرسول يدعو الخلق إلى الله تعالى لا إلى نفسه، ألا ترى أنه -عليه السلام -قال" :ثم يموت ولم يؤمن بالذى أرسلت به"، ولم يقل :ثم يموت ولم يؤمن بى، وحيث ذكر الإيمان بالرسول فالمراد منه :الإيمان بما جاء به الرسول، ولكنه لا يحصل الإيمان بما جاء به الرسول إلا بتصديق الرسول عليه السلام(مرقاة المفاتيح فى شرح المصابيح، ج ١، ص ٧٤، كتاب الإيمان)

کا واحد راستہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین اور اس کی اتباع وپیروی ہے۔

اطاعتِ رسول اور عصیانِ رسول، اللہ کے حکم ونافرمانی میں داخل

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ فرشتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں آ کر ذکر کیا کہ:

فَالدَّارُ اَلْجَنَّةُ وَالدَّاعِیُ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصٰی مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ (بخاری، رقم الحدیث ۷۲۸۱، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، دارطوق النجاة، بیروت)

ترجمہ: اصل گھر، جنت ہے، اور اس کی دعوت دینے والے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پس جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ أُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبٰی قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنْ یَّأْبٰی قَالَ مَنْ أَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ أَبٰی (بخاری، رقم الحدیث ۷۲۸۰، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، دارطوق النجاة، بیروت، مسند احمد رقم الحدیث ۸۷۲۸)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری تمام امت جنت میں جائے گی، مگر جو انکار کرے، صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کون ہے جو

آپ کا انکار کرتا ہے، آپ نے جواب میں فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی، وہ جنت میں داخل ہوا، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے میرا انکار کیا (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَطَاعَنِيْ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيْرِيْ فَقَدْ أَطَاعَنِيْ وَمَنْ عَصٰى أَمِيْرِيْ فَقَدْ عَصَانِيْ (بخاری، رقم الحديث ۷۱۳۷، کتاب الاحکام، باب قول الله تعالى وأطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم، دارطوق النجاة، بيروت)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی، اس نے میری نافرمانی کی (بخاری)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، لَتَدْخُلُنَّ الْجَنَّةَ كُلُّكُمْ، إِلَّا مَنْ أَبٰى وَشَرَدَ عَلَى اللّٰهِ كَشِرَادِ الْبَعِيْرِ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَنْ يَّأْبٰى أَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ؟ فَقَالَ: مَنْ أَطَاعَنِيْ، دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِيْ، فَقَدْ أَبٰى (موارد الظمآن الىٰ زوائد ابنِ حبان، رقم الحديث ۲۳۰۶، كتاب المناقب، باب فضل أمة نبينا محمد -صلى الله عليه وسلم-) [1]

---

[1] قال حسين سليم اسد الداراني:

إسناده صحيح، فقد أخرج مسلم في الطهارة (250) باب: تبلغ الحلية حيث يبلغ الوضوء رواية قتيبة بن سعيد، عن خلف بن خليفة .

وهو في صحيح ابن حبان برقم (17) بتحقيقنا، نشر دار الرسالة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم سب ضرور بالضرور جنت میں داخل ہوجاؤ گے، سوائے اس کے جو انکار کرے، اور اللہ سے اس طرح علیٰحدگی اختیار کرلے، جس طرح سے اونٹ، زمین میں بھٹک کر (اپنے قافلہ سے) الگ ہوجاتا ہے، لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کون ہوگا جو جنت میں داخلہ سے انکار کرے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی، وہ تو جنت میں داخل ہوگا، اور جس نے میری نافرمانی کی، تو اس نے انکار کیا (اس لیے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا) (موارد)

نبی کی اطاعت کرنے والوں کی کثرت

احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے اور آپ پر ایمان لانے والوں کی تعداد، دوسرے نبیوں کی تصدیق کرنے اور ان پر ایمان لانے والوں کے مقابلہ میں زیادہ ہوگی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأخرجه الطبراني في الأوسط 1/ 449 – 450 برقم (812) من طريق أحمد بن يحيى الحلواني، حدثنا سعيد بن سليمان، حدثنا خلف بن خليفة، بهذا الإسناد.

وذكره الهيثمي في "مجمع الزوائد 10/ 70 "باب: منه في فضائل الأمة، وقال: " رواه الطبراني في الأوسط، ورجاله رجال الصحيح."

ويشهد له حديث أبي هريرة عند أحمد 2/ 361، والبخاري في الاعتصام (7280) باب: الاقتداء بسنة رسول الله –صلى الله عليه وسلم –؛ والحاكم 1/ 55، و 4/247.

كما يشهد له حديث أبي أمامة الباهلي عند أحمد 5/ 258، والحاكم 1/ 55، و 4/ 247، ومجمع الزوائد 10/ 70 – 71.

وعند الهيثمي أيضاً شواهد أخرى فانظرها إذا طمعت بالمزيد (حاشية موارد الظمآن)

الْقِيَامَةِ، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يَّقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٩٦ "٣٣١" كتاب الايمان، باب فى قول النبى صلى الله عليه وسلم: أنا أول الناس يشفع فى الجنة وأنا أكثر الأنبياء تبعا)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری اتباع کرنے والے، تمام نبیوں سے زیادہ افراد ہوں گے، اور میں سب سے پہلے جنت کے دروازہ پر دستک دوں گا (مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا صُدِّقَ نَبِيٌّ مَا صُدِّقْتُ، إِنَّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ مَنْ لَّمْ يُصَدِّقْهُ مِنْ أُمَّتِهٖ إِلَّا رَجُلٌ وَّاحِدٌ (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٦٢٤٣، كتاب التاريخ، باب بدء الخالق) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنی تصدیق میری کی گئی، اتنی کسی نبی کی تصدیق نہیں کی گئی، بے شک بعض انبیاء ایسے بھی ہیں کہ جن کی امت میں سے صرف ایک آدمی نے ہی ان کی تصدیق کی (ابنِ حبان)

نبی پر دیکھے بغیر ایمان لانے کی فضیلت

بعض احادیث میں ان لوگوں کی بھی تعریف کی گئی ہے، جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا، اس کے باوجود وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، اورانہوں نے آپ کی تصدیق و اطاعت کی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: طُوْبٰى لِمَنْ رَآنِيْ وَآمَنَ بِيْ

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الصحيح (حاشية ابنِ حبان)

وَطُوبٰى سَبْعَ مَرَّاتٍ لِمَنْ آمَنَ بِيْ وَلَمْ يَرَنِيْ (صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۷۲۳۲، کتاب إخباره صلی الله علیه وسلم عن مناقب الصحابة رضی الله عنهم أجمعین، باب فضل الامة) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوشخبری ہے، اس شخص کے لیے، جس نے مجھے دیکھا، اور مجھ پر ایمان لایا (اور ایمان کی حالت میں ہی اس نے وفات پائی) اور سات مرتبہ خوشخبری ہے، اس شخص کے لیے، جو مجھ پر ایمان لایا، لیکن اس نے مجھے نہیں دیکھا (ابنِ حبان)

اس طرح کی حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

اور اس طرح کی احادیث حضرت ابوامامہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما کی سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [3]

اس قسم کی احادیث سے ان لوگوں کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے، جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا، اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، کیونکہ ان کا ایمان بالغیب کہلاتا ہے، جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آیات ومعجزات وغیرہ کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ نہیں

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده حسن فی الشواهد (حاشیة صحیح ابنِ حبان)

[2] عن أبی سعید الخدری عن رسول الله صلی الله علیه وسلم أن رجلا قال له: یا رسول الله، طوبی لمن رآک وآمن بک، قال: " طوبی لمن رآنی وآمن بی وطوبی ثم طوبی لمن آمن بی ولم یرنی "(صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۷۲۳۰)

قال شعیب الارنؤوط: حدیث حسن لغیره (حاشیة صحیح ابنِ حبان)

[3] عن أبی أمامة أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: " طوبی لمن رآنی ثم آمن بی وطوبی سبع مرات لمن آمن بی ولم یرنی "(صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۷۲۳۳)

قال شعیب الارنؤوط: إسناده حسن فی الشواهد کالذی قبله (حاشیة صحیح ابنِ حبان)

عن أنس بن مالک قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: " طوبی لمن آمن بی ورآنی "مرة، "وطوبی لمن آمن بی ولم یرنی "سبع مرار (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۲۵۷۸)

قال شعیب الارنؤوط: حسن لغیره، وهذا إسناد ضعیف (حاشیة مسند احمد)

کیا اور اس کے باوجود آپ کی نبوت ورسالت پر ایمان لائے، اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کی تصدیق کی۔ [1]

بعض دوسری احادیث میں بھی اس طرح کے لوگوں کی تعریف کی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: وَدِدْتُ أَنِّیْ لَقِیْتُ إِخْوَانِیْ، قَالَ: فَقَالَ أَصْحَابُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَوَلَیْسَ نَحْنُ إِخْوَانَکَ؟ قَالَ: أَنْتُمْ أَصْحَابِیْ، وَلٰکِنْ إِخْوَانِیَ الَّذِیْنَ آمَنُوْا بِیْ وَلَمْ یَرَوْنِیْ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۲۵۷۹) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنے بھائیوں سے ملاقات کروں، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے صحابہ ہو، لیکن میرے بھائی وہ ہیں، جو مجھ پر ایمان لائے، اور انہوں نے مجھے نہیں دیکھا (مسند احمد)

حضرت ابو جمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

تَغَدَّیْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَمَعَنَا أَبُوْ عُبَیْدَةَ بْنُ

---

[1] (طوبى لمن رآني وآمن بي مرة وطوبى لمن لم يرني وآمن بي سبع مرات) وذلك لأن الله مدحهم بإيمانهم بالغيب وكان إيمان الصدر الأول غيبا وشهودا فإنهم آمنوا بالله واليوم الآخر غيبا وآمنوا بالنبي صلى الله عليه وسلم شهودا لما أنهم رأوا الآيات وشاهدوا المعجزات وآخر هذه الأمة آمنوا غيبا بما آمن به أولها شهودا فلذا أثنى عليهم النبي صلى الله عليه وسلم وأخذ ابن عبد البر من هذا الحديث ونحوه أنه يوجد فيمن يأتي بعد الصحابة من هو أفضل من بعض الصحابة وأيده بعضهم بخبر ابن عمر مرفوعا: أتدرون أى الخلق أفضل إيمانا؟ قالوا: الملائكة قال: وحق لهم بل غيرهم قالوا: الأنبياء قال: وحق لهم بل غيرهم ثم قال: أفضل الخلق إيمانا قوم فى أصلاب الرجال يؤمنون بى ولم يرونى فهم أفضل الخلق إيمانا انتهى(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۵۳۰۱)

[2] قال شعيب الارنوؤط: حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف كسابقه(حاشية مسند احمد)

الْجَرَّاحِ، قَالَ: فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلْ أَحَدٌ خَيْرٌ مِّنَّا؟ أَسْلَمْنَا مَعَكَ وَجَاهَدْنَا مَعَكَ، قَالَ: نَعَمْ، قَوْمٌ يَكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِكُمْ يُؤْمِنُوْنَ بِيْ وَلَمْ يَرَوْنِيْ (مسند احمد، رقم الحديث ١٦٩٧٦) [1]

ترجمہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کا کھانا کھایا، اور ہمارے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن جراح بھی تھے، ابوجمعہ کہتے ہیں کہ ابوعبیدہ بن جراح نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا کوئی ہم سے بھی بہتر ہے؟ ہم آپ کے ساتھ اسلام لائے، اور آپ کے ساتھ جہاد کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک! وہ لوگ جو تمہارے بعد ہوں گے، وہ مجھ پر ایمان لائیں گے، اور انہوں نے مجھے نہیں دیکھا ہوگا (مسند احمد)

اس طرح کا مضمون اور بھی کئی احادیث وروایات میں آیا ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح، صالح بن جبير روى عنه جمع، ووثقه ابن معين، وذكره ابن حبان فى "الثقات"، وقال أبو حاتم: مجهول، وقال الحافظ فى "التقريب": "صدوق .قلنا: وقد روى له البخارى فى "خلق أفعال العباد"، وهو متابع فى الرواية الآتية، وباقى رجال الإسناد ثقات رجال الشيخين غير أسِيد بن عبد الرحمن– وهو الخثعمى– فمن رجال أبى داود، وهو ثقة، وغير صحابيه فقد أخرج له البخارى فى "خلق أفعال العباد" (حاشية مسند احمد)

[2] قال ابوحذيفة نبيل بن منصور البصارة الكويتى:
حديث عمر رفعه "أفضل الخلق إيمانا قوم فى أصلاب الرجال يؤمنون بى ولم يرونى" قال الحافظ: أخرجه الطيالسى وغيره لكن إسناده ضعيف فلا حجة فيه"
أخرجه إسحاق فى "مسنده "(مختصر إتحاف السادة 77 /1– المطالب 1 /2939) والبزار (288) وأبو يعلى (160) والحاكم (86 - 85 /4) والخطيب فى "شرف أصحاب الحديث (57) "وابن عبد البر فى "التمهيد (248 /20) "وبيبى الهرثمية فى "جزئها (104) "وابن مردويه فى "تفسيره) "تفسير ابن كثير 42 /1) والهروى فى "ذم الكلام) "ق /133أ) والحافظ فى "الأمالى المطلقة (37 /2) "من طرق عن مُحَمَّدُ بن أبى حميد المدنى عن زيد بن أسلم عن أبيه عن عمر قال: كنت مع رسول الله – صلى الله عليه وسلم – جالسا فقال "أنبئونى بأفضل أهل الإيمان إيمانا "قالوا: يا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مطلب یہ ہے کہ صحابیت کی وجہ سے جو شرف اور مقام ومرتبہ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رسول الله، الملائكة .قال "هم كذلك، ويحق لهم ذلك، وما يمنعهم وقد أنزلهم الله المنزلة التى أنزلهم بها، بل غيرهم "قالوا: يا رسول الله، الأنبياء الذين كرمهم الله برسالته والنبوة، قال "هم كذلك، ويحق لهم، وما يمنعهم وقد أنزلهم الله المنزلة التى أنزلهم بها، بل غيرهم "قالوا: يا رسول الله، الشهداء الذين استشهدوا مع الأعداء، قال "هم كذلك، ويحق لهم، وما يمنعهم وقد كرمهم الله بالشهادة مع الأنبياء، بل غيرهم "قالوا: فمن يا رسول الله؟ قال "أقوام فى أصلاب الرجال يأتون من بعدى، يؤمنون بى، ولم يرونى، ويصدقون بى ولم يرونى، يجدون الورق المعلق فيعملون بما فيه، فهؤلاء أفضل أهل الإيمان إيمانا"

وأخرجه ابن عبد البر فى "التمهيد (20/ 248) "من طريق الطيالسى عن مُحَمَّدُ بن أبى حميد به.

قال الحاكم: صحيح الإسناد"وتعقبه الذهبى فقال: قلت: بل مُحَمَّدُ ضعفوه"وقال الحافظ: وغلط – أى الحاكم – لأجل مُحَمَّدُ بن أبى حميد"

وقال أيضا: هذا حديث غريب، ومحمد بن أبى حميد ضعيف عند الجمهور إلا أنّ أحمد بن صالح قواه .وقال ابن عدى: الضعف على رواياته بين، ومع ضعفه يكتب حديثه "

وقال البوصيرى: مدار إسناد الحديث على مُحَمَّدُ بن أبى حميد وهو ضعيف "مختصر إتحاف السادة 77 /1

قلت: ولم ينفرد به بل تابعه يحيى بن أبى كثير عن زيد بن أسلم عن أبيه عن عمر قال: فذكر نحوه.

أخرجه البزار (289)والعقيلى (238 /4)من طريق المنهال بن بحر القشيرى ثنا هشام الدستوائى عن يحيى بن أبى كثير به.

وقال البزار: وهذا الحديث لا نعلمه يُروى عن عمر إلا من هذا الوجه، وحديث المنهال بن بحر عن هشام الدستوائى عن يحيى بن أبى كثير عن زيد بن أسلم عن أبيه عن عمر، إنما يرويه الحفاظ الثقات عن هشام عن يحيى عن زيد بن أسلم عن عمر مرسلا.

وإنما يعرف هذا الحديث من حديث مُحَمَّدُ بن أبى حميد، ومحمد رجل من أهل المدينة ليس بقوى، قد حدث عنه جماعة ثقات واحتملوا حديثه"

وقال العقيلى: وهذا الحديث إنما يعرف بمحمد بن أبى حميد عن زيد بن أسلم وليس بمحفوظ من حديث يحيى بن أبى كثير، ولا يتابع منهال عليه أحد"

قلت: منهال بن بحر وثقه أبو حاتم وابن حبان، وكذا من فوقه كلهم ثقات، إلا أنّ يحيى بن أبى كثير مدلس ولم يذكر سماعا من زيد بن أسلم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہوا، وہ شرف اور مقام ومرتبہ تو بعد والوں کو حاصل نہ ہوگا، لیکن ایمان بالغیب وغیرہ کی حیثیت

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وللحديث شاهد من حديث ابن عمرو ومن حديث أبي هريرة ومن حديث أنس ومن حديث ابن عباس ومن حديث أبي جمعة.

فأما حديث ابن عمرو فأخرجه الحسن بن عرفة (19)عن إسماعيل بن عياش عن المغيرة بن قيس التميمي عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم – "أيّ الخلق أعجب إليكم إيمانا؟ "قالوا: الملائكة، قال "وما لهم لا يؤمنون، وهم عند ربهم عز وجل "قالوا: فالنبيون، قال "وما لهم لا يؤمنون، والوحي ينزل عليهم "قالوا: فنحن، قال "وما لكم لا تؤمنون وأنا بين أظهركم، ألا إنّ أعجب الخلق إليّ إيمانا لقوم يكونون من بعدكم، يجدون صحفا فيها كتب، يؤمنون بما فيها"

ومن طريقه أخرجه اللالكائي في "السنة 1670) "و 1671) والبيهقي في "الدلائل" (538 /6)والخطيب في "شرف أصحاب الحديث (56) "وأبو القاسم الأصبهاني في "الترغيب (48) "ومحمد بن عبد الباقي الأنصاري في "المشيخة الكبرى (511)" والحافظ في "الأمالي المطلقة(39 - 38 /2) "

وقال: هذا حديث غريب، ومغيرة بن قيس بصري قال أبو حاتم: منكر الحديث. وإسماعيل بن عياش روايته عن غير الشاميين ضعيفة، وهذا منها, لكنّه يعتضد بالذي قبله"

وأما حديث أبي هريرة فأخرجه الإسماعيلي في "معجمه (532 - 531 /2) " والسهمي في "تاريخ جرجان "(ص 404) وأبو نعيم في "أخبار أصبهان "(- 1/308 309) واللالكائي (1669) من طريق خالد بن يزيد العمري ثنا سفيان الثوري عن مالك بن مِغُول عن طلحة بن مصرّف عن أبي صالح عن أبي هريرة رفعه "أيّ شيء أعجب إيمانا؟ "قيل: الملائكة، قال "كيف وهم في السماء يرون من الله ما لا ترورن" قيل: فالأنبياء، قال "كيف وهم يأتيهم الوحي "قالوا: فنحن، قال "(وكيف تكفرون وأنتم تتلى عليكم آيات الله وفيكم رسوله)الآية .ولكن قوم يأتون من بعدي يؤمنون بي ولم يروني، أولئك أعجب إيمانا، وأولئك هم إخواني وأنتم أصحابي"

خالد بن يزيد العمري كذبه ابن معين وأبو حاتم، وقال ابن حبان: يروي الموضوعات عن الأثبات.والصحيح مرسل.

قال أحمد بن عبد الجبار العطاردي: ثنا يونس بن بكير عن مالك بن مغول عن طلحة عن أبي صالح أنّ رسول الله – صلى الله عليه وسلم – قال، مرسل .

أخرجه البيهقي في "الدلائل (538 /6) "عن الحاكم ثنا أبو العباس مُحَمَّدُ بن يعقوب ثنا أحمد بن عبد الجبار به.وقال: هذا مرسل"

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سے ان کی جزوی فضیلت زیادہ ہے، جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا، اور پھر بھی آپ پر ایمان لائے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت: وأحمد بن عبد الجبار ويونس بن بكير مختلف فيهما، والباقون كلهم ثقات.
وأما حديث أنس فأخرجه البزار (كشف 2840) عن الفضل بن يعقوب الرُّخامی ثنا زيد بن يحيى بن عبيد الدمشقی ثنا سعيد بن بشير عن قتادة عن أنس رفعه "أیّ الخلق أعجب إيمانا؟ "قالوا: الملائكة، قال "الملائكة كيف لا يؤمنون "قالوا: النبيون، قال "النبيون يوحى إليهم، فكيف لا يؤمنون "قالوا: الصحابة، قال "الصحابة مع الأنبياء فكيف لا يؤمنون، ولكن أعجب الناس إيمانا، قوم يجيئون من بعدكم، فيجدون كتابا من الوحی، فيؤمنون به ويتبعونه، فهم أعجب الناس إيمانا، أو الخلق إيمانا"
وقال: غريب من حديث أنس"
وقال الهيثمی: فيه سعيد بن بشير وقد اختلف فيه، فوثقه قوم وضعفه آخرون، وبقية رجاله ثقات "المجمع 65 /10
قلت: وقتادة مدلس ولم يذكر سماعا من أنس.
وأما حديث ابن عباس فأخرجه الطبرانی فی "الكبير (12560) "عن مُحَمَّدُ بن خالد الراسبی ثنا مُحَمَّدُ بن معاوية بن مَالَج ثنا خلف بن خليفة عن عطاء بن السائب عن الشعبی عن ابن عباس رفعه "يا أيها الناس من أعجب الخلق إيمانا؟ "قالوا: الملائكة، قال:" وكيف لا يؤمن الملائكة وهم يعاينون الأمر "قالوا: فالنبيون يا رسول الله، قال "وكيف لا يؤمن النبيون والوحی ينزل عليهم من السماء "قالوا: فأصحابک يا رسول الله، قال "وكيف لا يؤمن أصحابی وهم يرون ما يرون ولكن أعجب الناس إيمانا قوم يجيئون من بعدی يؤمنون بی ولم يرونی، ويصدقونی ولم يرونی، أولئک إخوانی"
مُحَمَّدُ بن خالد لم أقف له علی ترجمة، ومحمد بن معاوية قال النسائی وغيره: لا بأس به، وخلف بن خليفة وعطاء بن السائب صدوقان اختلطا بأخرة.
واختلف فيه علی خلف بن خليفة، فرواه سنيد بن داود عن خلف فلم يذكر الشعبی.
ذكره ابن عبد البر فی "التمهيد(249 - 248 /20) "
وأما حديث أبی جمعة فسيأتی الكلام عليه فی حرف القاف فانظر حديث "قوم يكونون من بعدكم يؤمنون بی ولم يرونی "(انيس الساری تخريج احاديث فتح الباری، ج ا ص٦٩٧ الیٰ ٧٠٠، تحت رقم الحديث ٤٨٢، حرف الهمزة)

[1] (طوبی لمن رآنی وآمن بی وطوبی لمن آمن بی ولم يرنی ثلاث مرات) ولهذا قال ابن مسعود للحرث بن قيس عند الله يحتسب إيمانكم بمحمد ولم تروه وقد اعتضد بهذه الأحاديث ونحوها من ذهب إلی أن المراد بالأفضلية فی حديث خير الناس قرنی أفضلية المجموع لا الأفراد قالوا:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نبی کے متبعین میں اہلِ خیر کی یکے بعد دیگرے آمد کا سلسلہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ مَثَلَ أُمَّتِيْ مَثَلُ الْمَطَرِ، لَا يُدْرٰى أَوَّلُهٗ خَيْرٌ أَوْ آخِرُهٗ (مسند احمد، رقم الحديث ١٢٣٢٧) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے، کیا خبر کہ اس بارش کا اول حصہ بہتر ہے، یا اس بارش کا آخری حصہ بہتر ہے (مسند احمد)

اس طرح کی حدیث حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

مطلب یہ ہے کہ اس امت میں ایک سے بڑھ کر ایک خصوصیات وصفات والے افراد یکے بعد دیگرے آتے رہیں گے، جس کی بناء پر یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوجائے گا کہ ان میں سے کون بہتر ہے؟ جیسا کہ بارش کا حال ہوتا ہے، برخلاف اممِ سابقہ کے کہ ان میں جب بگاڑ ایک

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

والسبب فى كون القرن الأول أفضل أنهم كانوا غرباء فى زمانهم لكثرة الكفار وصبرهم على أذاهم وقبضهم على دينهم وكذا غيرهم إذا أقاموا الدين وتمسكوا به وصبروا على الطاعة حين ظهور المعاصى والفتن كانوا عند ذلك أيضا غرباء وقد زكت أعمالهم فى ذلك الزمان كما زكت أعمال أولئك وما تقدم عن ابن عبد البر نوزع فيه بأن قضية كلامه أن يكون فيمن يجيء بعد الصحابة من يكون أفضل من بعضهم وبه صرح القرطبى قال ابن حجر: لكن كلام ابن عبد البر ليس على إطلاقه فى جميع الصحابة فإنه صرح باستثناء أهل بدر والحديبية نعم الجمهور على أن فضل الصحابة لا يعدله شىء لمشاهدة المصطفى صلى الله عليه وسلم وأما من سبق إليه بالهجرة أو النصر وضبط الشرع وتبليغه لمن بعده فلا يعدله أحد ممن بعده ومحل النزاع فيمن لم يحصل له إلا مجرد المشاهدة وبه يجمع بين الأحاديث (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٥٣٠٢)

[1] قال شعيب الارنوؤط: حديث قوى بطرقه وشواهده، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

[2] عن عمار بن ياسر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " مثل أمتى مثل المطر لا يدرى أوله خير أم آخره " (مسند احمد، رقم الحديث ١٨٨٨١)

قال شعيب الارنوؤط: حديث قوى بطرقه وشواهده (حاشية مسند احمد)

دفعہ آ گیا تو وہ نسل در نسل بڑھتا ہی گیا اور خیر و بھلائی سمٹتی، سکڑتی اور مٹتی ہی گئی، حتیٰ کہ وہ شریعت و ہدایت قلبِ ماہیت ہو کر پوری طرح مسخ ہی ہوگئی اور وہ امت شر و گمراہی اور کفر پر جمع و متفق ہوگئی، اب خیر و ہدایت ان کے لیے نامانوس و نامقبول ہوگیا، اور شر و کفر مانوس و مرغوب و مطلوب ہوگیا، اور ان کا گمان یہی رہا کہ ہم آسمانی ہدایت کے متبع ہیں۔ [1]

اپنی خواہشات، حکمِ نبی کے تابع کرنے کا حکم

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبِعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ (شرح السنة للبغوی، ج ا ص ۲۱۳، کتاب الایمان، باب رد البدع والأهواء، المكتب الإسلامي -دمشق، بیروت، الابانة الكبرىٰ لابنِ بطة، رقم الحديث ۲۹۱، السنة لابنِ ابی عاصم رقم الحديث ۱۴)

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اس کی خواہشات، میرے لائے ہوئے احکام کے تابع نہ ہوجائیں (شرح السنۃ)

---

[1] "مثل أمتي مثل المطر: لا يدرى أوله خير، أم آخره.(حم ت) عن أنس، (ح) (حم) عن عمار، (ع) عن علي، (طب) عن ابن عمر وابن عمرو."

(مثل أمتي) أهل الإجابة) .مثل المطر) ووجه الشبه (لا يدرى أوله خير، أم آخره) قال البيضاوي: نفي تعلق العلم بتفاوت طبقات الأمة في الخيرية وأراد به نفي التفاوت لاختصاص كل منهم بخاصية توجب خيريتها كما أن كل نوبة من نوب المطر لها فائدة في النماء لا يمكن إنكارها والحكم بعدم نفعها، فإن الأولين آمنوا لما شاهدوا من المعجزات وتلقوا دعوة الرسول – صلى الله عليه وسلم – بالإجابة والإيمان , والآخرون آمنوا بالغيب بما تواتر عندهم من الآيات واتبعوا من قبلهم بإحسان، وكما اجتهد الأولون في التأسيس والتمهيد اجتهد المتأخرون في التجريد والتلخيص وصرفوا عمرهم في التأكيد والتقرير فكل ذنبه مغفور وسعيه مشكور انتهى وتقدم البحث في الجمع بين هذا وبين حديث: " خير القرون قرني "في حرف الخاء(التنوير شرح الجامع الصغير للصنعاني، تحت رقم الحديث ۸۱۴۲، حرف الميم)

فائدہ: مذکورہ حدیث کو علامہ ابنِ حجر اور امام نووی صاحبان نے صحیح قرار دیا ہے۔ ۱
لیکن بعض دیگر حضرات نے اس حدیث کو سند کے لحاظ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ ۲

---

۱ قال ابن حجر:
ویجمع ذلک کله حدیث أبی هریرة لا یؤمن أحدکم حتی یکون هواه تبعا لما جئت به أخرجه الحسن بن سفیان وغیره ورجاله ثقات وقد صححه النووی فی آخر الأربعین(فتح الباری لابنِ حجر، ج۱۳ ص ۲۸۹، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة،قوله باب ما یذکر من ذم الرأی)
وقال النووی:
حدیث حسن صحیح، رویناه فی کتاب الحجة بإسناد صحیح(الاربعون النوویة،۱۱۳، الحدیث الحادی والأربعون)
۲ قال أبو حذیفة، نبیل بن منصور بن یعقوب بن سلطان البصارة الکویتی:
حدیث أبی هریرة: لا یؤمن أحدکم حتی یکون هواه تبعًا لما جئت به"
قال الحافظ: أخرجه الحسن بن سفیان وغیره، ورجاله ثقات، وقد صححه النووی فی آخر الأربعین"ضعیف
یرویه نعیم بن حماد المروزی واختلف عنه:
فقال غیر واحد: ثنا نعیم بن حماد ثنا عبد الوهاب بن عبد المجید الثقفی عن هشام بن حسان عن محمد بن سیرین عن عقبة بن أوس عن ابن عمرو به مرفوعا.
منهم:
1۔ :محمد بن الحسن الأعین.
أخرجه الحسن بن سفیان فی "الأربعین (9) "والخطیب فی "التاریخ (4/ 369)" والهروی فی "ذم الکلام "(ق /35أ) والبغوی فی "شرح السنة (104) "وفی "الشمائل (1234) "والسلفی فی "معجم السفر (1265) "وفی "الأربعین البلدانیة" (45)
2۔ :أبو زید عبد الرحمن بن حاتم المرادی .أخرجه أبو نعیم فی "الأربعین "کما فی "جامع العلوم "(ص 393)
3۔ :جعفر بن محمد بن فضیل.أخرجه البیهقی فی "المدخل(209) "
وقال غیر واحد: ثنا نعیم بن حماد ثنا عبد الوهاب الثقفی ثنا بعض مشیختنا هشام أو غیره عن ابن سیرین عن عقبة بن أوس عن ابن عمرو.
منهم:
1۔ :محمد بن مسلم بن واره.
أخرجه ابن أبی عاصم فی "السنة (15) "وابن بطة فی "الابانة (279) "وأبو القاسم الأصبهانی فی "الحجة(251 /1) "

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نبی کی سنت سے اعراض پر وعید

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

2- أبو الأحوص محمد بن الهيثم بن حماد الثقفي.
أخرجه ابن بطة (279)
3- أحمد بن مهدى.
أخرجه أبو القاسم (1)الأصبهانى فى "الترغيب(30) "
- وقال أبو حاتم الرازى وعثمان بن سعيد الدارمي: ثنا نعيم بن حماد ثنا عبد الوهاب الثقفي: سمعت بعض أشياخنا يقول: ثنا هشام بن حسان أو غيره عن ابن سيرين عن عقبة بن أوس أنّ ابن عمر قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم- فذكره.
أخرجه الهروى (ق 35- 36)
قال البيهقى: تفرد به نعيم بن حماد"
وقال النووى: حديث حسن صحيح، رويناه فى كتاب "الحجة "بإسناد صحيح" الأربعون النووية
وقال ابن رجب: قلت: تصحيح هذا الحديث بعيد جدًا من وجوه، منها:
1- أنّه حديث يتفرد به نعيم بن حماد، وهو وإن كان وثقه جماعة من الأئمة، وخرّج له البخارى فإنّ أئمة الحديث كانوا يحسنون به الظن، لصلابته فى السنة، وتشدده فى الرد على أهل الأهواء، وكانوا ينسبونه إلى أنّه يَهِم، ويُشَبَّه عليه فى بعض الأحاديث، فلما كثر عثورهم على مناكيره، حكموا عليه بالضعف.
ثم ذكر تضعيفه عن ابن معين وصالح جزرة والنسائى وأبى عروبة وغيرهم.
وقال: وأين كان أصحاب عبد الوهاب الثقفى، وأصحاب هشام بن حسان، وأصحاب ابن سيرين عن هذا الحديث حتى يتفرد به نعيم.
2- ومنها أنّه قد اختلف على نعيم فى إسناده، فروى عنه عن الثقفى عن هشام، وروى عنه عن الثقفى ثنا بعض مشيختنا هشام أو غيره، وعلى هذه الرواية فيكون شيخ الثقفى غير معروف عينه، وروى عنه عن الثقفى ثنا بعض مشيختنا ثنا هشام أو غيره، فعلى هذه الرواية فالثقفى رواه عن شيخ مجهول، وشيخه رواه عن غير معين، فتزداد الجهالة فى إسناده.
3- ومنها أنّ فى إسناده عقبة بن أوس السدوسى البصرى وثقه العجلى وابن سعد وابن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّيْ (بخاری، رقم الحديث ٥٠٦٣، كتاب النكاح، باب الترغيب فی النكاح، دارطوق النجاة، بيروت، مسلم رقم الحديث ٣٤٦٩)

ترجمہ: پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا، تو وہ مجھ میں سے نہیں (بخاری)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ مِنْ سُنَّتِيْ أَنْ أُصَلِّيَ، وَأَنَامَ، وَأَصُوْمَ، وَأَطْعَمَ، وَأَنْكِحَ، وَأُطَلِّقَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ، فَلَيْسَ مِنِّيْ، يَا عُثْمَانُ، إِنَّ لِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا (سنن الدارمی، رقم الحديث ٢٢١٥، كتاب النكاح، باب فی النهی عن التبتل) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری سنت یہ ہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں، اور سوتا بھی ہوں، اور روزہ رکھتا ہوں، اور کھاتا بھی ہوں، اور نکاح بھی کرتا ہوں، اور (ضرورت کے وقت) طلاق بھی دیتا ہوں، پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا، تو وہ مجھ میں سے نہیں، اے عثمان! آپ کے گھر والوں کا بھی آپ پر حق ہے، اور آپ کی جان کا بھی آپ پر حق ہے (دارمی)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِكُلِّ عَمَلٍ شِرَّةٌ، وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةٌ، فَمَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ إِلٰى سُنَّتِيْ، فَقَدْ أَفْلَحَ، وَمَنْ كَانَتْ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

حبان، وقال ابن عبد البر: هو مجهول.

وقال الغلابی فی "تاريخه": "يزعمون أنّه لم يسمع من ابن عمرو، وإنّما يقول: قال ابن عمرو، فعلى هذا تكون رواياته عن ابن عمرو منقطعة "جامع العلوم ص 394– 395 (أنِيسُ السَّارى فى تخريج احاديث فَتح البَارى، ج٣ص ١٥٤١ الىٰ ١٥٤٣، تحت رقم الحديث ٥٨٤، حرف اللام الالف)

[1] قال حسين سليم اسد الدارانی: إسناده صحيح والحديث متفق عليه (حاشية سنن الدرامی)

إِلٰی غَیْرِ ذٰلِکَ فَقَدْ هَلَکَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۶۹۵۸، مؤسسة الرسالة، بیروت) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر عمل کے اندر (شروع میں) رغبت (یعنی حرص وتازگی) ہوتی ہے، اور ہر رغبت میں (بالآخر) سکون ہوتا ہے، پس جس کا سکون میری سنت کی طرف ہوا، تو وہ کامیاب ہوگیا، اور جس کا سکون میری سنت کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف ہوا، تو وہ ہلاک ہوگیا (مسند احمد)

ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَمَنْ اِقْتَدٰی بِیْ فَهُوَ مِنِّیْ، وَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ، إِنَّ لِکُلِّ عَمَلٍ شِرَّةً ثُمَّ فَتْرَةً، فَمَنْ کَانَتْ فَتْرَتُهٗ إِلٰی بِدْعَةٍ فَقَدْ ضَلَّ، وَمَنْ کَانَتْ فَتْرَتُهٗ إِلٰی سُنَّةٍ فَقَدْ اِهْتَدٰی (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۳۴۷۴) [2]

ترجمہ: پس جو شخص میری اقتداء وپیروی کرے، تو وہ مجھ میں سے ہے، اور جو میری سنت سے اعراض کرے، تو وہ مجھ میں سے نہیں ہے، بے شک ہر عمل کے اندر (شروع میں) رغبت (یعنی حرص وتازگی) ہوتی ہے، پھر (بالآخر) سکون ہوتا ہے، پس جس کا سکون بدعت کی طرف ہوا، تو وہ گمراہ ہوگیا، اور جس کا سکون میری سنت کی طرف ہوا، تو وہ کامیاب ہوگیا (مسند احمد)

اس طرح کا مضمون اور بھی کئی احادیث میں آیا ہے۔ [3]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحیح علی شرط الشیخین (حاشیة مسند احمد)

[2] قال شعیب الانؤوط: إسناده صحیح (حاشیة مسند احمد)

[3] عن سعید بن المسیب: أن نفرا من أصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم فیهم علی بن أبی طالب، وعبد اللہ بن عمرو لما تبتلوا وجلسوا فی البیوت، واعتزلوا النساء، وهموا بالخصاء، وأجمعوا لقیام اللیل، وصیام النهار، بلغ ذلک النبی صلی اللہ علیه وسلم فدعاهم، فقال: أما أنا فأنا أصلی وأنام، وأصوم وأفطر، وأتزوج النساء، فمن رغب عن سنتی فلیس منی (مصنف عبد الرزاق، رقم الحدیث ۱۰۳۷۴)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مطلب یہ ہے کہ جب بھی کوئی عمل شروع کیا جاتا ہے، تو اس کی ابتداء میں انتہائی رغبت اور جوش وخروش ہوتا ہے، لیکن بعد میں وہ جوش وخروش ٹھنڈا ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے عمل کرنے والا کبھی افراط اور کبھی تفریط کا شکار ہوجاتا ہے۔

اس سے بچنے کا راستہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع ہے۔

پس جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اختیار کیا، تو وہ کامیاب ہوگیا، خواہ اس میں جوش وخروش بھی نہ ہو۔

اور جس نے اس کے خلاف اور کوئی طریقہ (بدعت وغیرہ کا) اختیار کیا، تو وہ ہلاک ہوگیا، خواہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن الحسن، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :عمل قليل فى سنة، خير من عمل كثير فى بدعة، ومن استن بى فهو منى، ومن رغب عن سنتى فليس منى(جامع معمر بن راشد، رقم الحديث ٢٠٥٦٨)

عن مجاهد، قال :دخلت أنا ويحيى بن جعدة على رجل من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم، قال :قيل :يا رسول الله :إن مولاة لموالى بنى عبد المطلب ثم ذكر مثله وزاد " :ومن رغب عن سنتى فليس منى (شرح مشكل الآثار، رقم الحديث ١٢٤٠)

عن ابن عباس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :إن لكل عمل شرة، ثم تكون شرته إلى فترة ، فإن كانت فترته إلى سنتى فقد هدى ,ومن كانت فترته إلى غير ذلك فقد ضل، إنى لأقوم وأنام، وأصوم وأفطر، فمن رغب عن سنتى فليس منى (شرح مشكل الآثار، رقم الحديث ١٢٤١)

عن عبد الله بن عمرو، قال :قال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم " :أتصوم النهار ؟ "قال :قلت :نعم "وتقوم الليل ؟ "قال :قلت :نعم .قال " :لكنى أصوم وأفطر، وأنام وأمس النساء ، فمن رغب عن سنتى فليس منى (شرح مشكل الآثار، رقم الحديث ١٣٤١)

عن عبد الله بن عمر، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :من رغب عن سنتى فليس منى (ابن حزيمة، رقم الحديث ٢٠٢٤)

قال الأعظمى :إسناده صحيح(حاشية صحيح ابنِ خزيمة)

عن أبى أيوب، قال :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبس الصوف، ويخصف النعل، ويرقع القميص، ويركب الحمار، ويقول :من رغب عن سنتى فليس منى (اخلاق النبى للاصبهانى، رقم الحديث ٣٢٦)

اس میں جوش وخروش ہی کیوں نہ ہو۔ [1]

نبی کا طریقہ، سب سے بہترین طریقہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ، فَيَخْطُبُ، فَيَحْمَدُ اللّٰهَ، وَيُثْنِيْ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، وَيَقُوْلُ: مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، إِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ، وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ (مسند احمد، رقم الحديث ١٤٩٨٤، مسلم، رقم الحديث ٨٦٧ "٤٣") [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر خطبہ دیتے تھے، پھر اللہ کی شایانِ شان حمد وثنا بیان کیا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ جس کو اللہ ہدایت دے، اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، اور جس کو اللہ گمراہ کرے، اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں، بلاشبہ سب سے اچھا کلام، کتابُ اللہ (یعنی قرآن مجید) ہے، اور سب سے بہترین طریقہ (وسیرت) محمد کا طریقہ (وسیرت) ہے، اور تمام کاموں میں شریر ترین کام، نوایجاد کام ہیں، اور ہر نوایجاد کام بدعت ہے (مسند احمد، مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ وسیرت، سب سے بہترین طریقہ

---

[1] (إن لكل شئ) كذا هو فى خط المصنف وفى رواية عمل وفى أخرى عابد (شرة) بكسر الشين والتشديد بضبط المصنف حدة وحرصا ونشاطا ورغبة قال القاضى الشرة الحرص على الشء والنشاط فيه وصاحبها فاعل فعل دل عليه ما بعده وقوله تعالى *(وإن أحد من المشركين استجارك) * (ولكل شرة فترة) أى وهنا وضعفا وسكونا يعنى أن العابد يبالغ فى العبادة أو لا وكل مبالغ تسكن حدته وتفتر مبالغته بعد حين وقال القاضى المعنى أن من اقتصد فى الأمور سلك الطريق المستقيم واجتنب جانبى الإفراط الشرة والتفريط الفترة فارجوه ولا تلتفتوا إلى شهرته فيما بين الناس واعتقادهم فيه(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٢٤٢٢)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

وسیرت ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ اور سیرت کا علم احادیث اور سنت سے ہوتا ہے، اس لئے احادیث اور سنت بھی قابلِ حجت ہوئیں۔ ؎۱

؎۱ وعن جابر -رضی الله عنه -قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم -(أما بعد :المفهوم من قوله :أما بعد أنه عليه الصلاة والسلام قال ذلک فی أثناء خطبته أو معظته، لأنه فصل الخطاب وأكثر استعماله بعد تقدم قصة أو حمد الله سبحانه والصلاة على النبی -صلى الله عليه وسلم - فقوله :بعد مبنی على الضم بحذف المضاف إليه مع نية معناه، أی :بعد ما تقدم من الحمد والصلاة (فإن خير الحديث) ، أی :ما يتحدث به ويتكلم فالفاء لما فی إما من معنى الشرط، أی :مهما يكن من شیء بعدما ذكر فإن خير الحديث أی الكلام (كتاب الله) : لاشتماله على ما تميز به من دقائق علوم الفصاحة، والبلاغة، واشتمل عليه من بيان كل شیء تصريحا أو تلويحا.
قال تعالى :(ونزلنا عليک الكتاب تبيانا لكل شیء)أی :مما يحتاج إليه من أمر الدين والدنيا والعقبى، كالعلوم الاعتقادية، والأعمال الشرعية، والأخلاق البهية، والأحوال السنية وغيرها .وقد ورد فضل كلام الله على سائر الكلام كفضل الله على خلقه، وفيه إشارة واضحة إلى أن كلام الله تعالى غير مخلوق (وخير الهدى) : بالنصب عطفا على اسم إن، وروی بالرفع عطفا على محل إن واسمها (هدى محمد) : والهدى بفتح الهاء وسكون الدال :السيرة، ويقال :هدى هديه إذا سار سيرته، ولا تكاد تطلق إلا على طريقة حسنة، ولذا حسن إضافة الخير إليه والشر إلى الأمور .وقال ابن حجر :ويصح ضم الهاء وفتح الدال اهـ.
واللام فی الهدى للاستغراق لأن اسم التفضيل يضاف إلى ما هو بعض منه، وأيضا المقصود تفضيل دينه على سائر الأديان وهذا توطئة لقوله (وشر الأمور) : بالنصب وقيل بالرفع (محدثاتها) : بفتح الدال يعنی البدع الاعتقادية والقولية والفعلية (وكل بدعة) : بالرفع وقيل بالنصب (ضلالة) : قال فی "الأزهار "، أی :كل بدعة سيئة ضلالة لقوله عليه الصلاة والسلام " :من سن فی الإسلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها ."وجمع أبو بكر وعمر القرآن، وكتبه زيد فی المصحف، وجدد فی عهد عثمان رضی الله عنهم .قال النووی :البدعة كل شیء عمل على غير مثال سبق، وفی الشرع إحداث ما لم يكن فی عهد رسول الله -صلى الله عليه وسلم -وقوله " :كل بدعة ضلالة "عام مخصوص .قال الشيخ عز الدين بن عبد السلام فی آخر كتاب "القواعد :"البدعة إما واجبة كتعلم النحو لفهم كلام الله ورسوله وكتدوين أصول الفقه والكلام فی الجرح والتعديل، وإما محرمة كمذهب الجبرية والقدرية والمرجئة والمجسمة، والرد على هؤلاء من البدع الواجبة لأن حفظ الشريعة من هذه البدع فرض كفاية، وإما مندوبة كإحداث الربط والمدارس، وكل إحسان لم يعهد فی الصدر الأول، وكالتراويح أی بالجماعة العامة والكلام فی دقائق الصوفية، وإما مكروهة كزخرفة المساجد وتزويق المصاحف يعنی عند الشافعية وأما عند الحنفية فمباح، إما مباحة كالمصافحة عقيب الصبح والعصر أی عند الشافعية أيضا، وإلا فعند الحنفية مكروه، والتوسع فی لذائذ المآكل والمشارب، والمساكن، وتوسيع الأكمام، وقد اختلف فی كراهة بعض

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کتاب اللہ اور سنتِ رسولُ اللہ، گمراہی سے حفاظت کا ذریعہ

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ فَلَنْ تَضِلُّوْا أَبَدًا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّ كُلَّ مُسْلِمٍ أَخُ مُسْلِمٍ، الْمُسْلِمُوْنَ إِخْوَةٌ، وَلَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ مِنْ مَالِ أَخِيْهِ إِلَّا مَا أَعْطَاهُ عَنْ طِيْبِ نَفْسٍ، وَلَا تَظْلِمُوْا، وَلَا تَرْجِعُوْا مِنْ بَعْدِىْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۳۱۸، ج ۱ ص ۱۷۱، کتاب العلم، دار الكتب العلمية، بيروت، دلائل النبوة للبيهقى، ج۵ ص ۴۴۹، باب ما جاء فی نعى النبى صلى الله عليه وسلم نفسه إلى الناس فی حجة الوداع، سنن البيهقى رقم الحديث ۱۱۵۲۴) [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذلک أى كما قدمنا. قال الشافعى رحمه الله: ما أحدث مما يخالف الكتاب أو السنة أو الأثر أو الإجماع فهو ضلالة، وما أحدث من الخير مما لا يخالف شيئا من ذلک فليس بمذموم، وقال عمر -رضى الله عنه- فى قيام رمضان: نعمت البدعة. هذا هو آخر كلام الشيخ فى "تهذيب الأسماء" واللغات. وروى عن ابن مسعود: ما رأوه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن. وفى حديث مرفوع ": لا تجتمع أمتى على الضلالة "(مرقاة المفاتيح، ج ۱ ص ۲۲۳، ۲۲۴، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

[۱] قال الحاكم: وقد احتج البخارى بأحاديث عكرمة واحتج مسلم بأبى أويس، وسائر رواته متفق عليهم، وهذا الحديث لخطبة النبى صلى الله عليه وسلم متفق على إخراجه فى الصحيح: يا أيها الناس إنى قد تركت فيكم ما لن تضلوا بعده إن اعتصمتم به كتاب الله، وأنتم مسئولون عنى فما أنتم قائلون؟ وذكر الاعتصام بالسنة فى هذه الخطبة غريب ويحتاج إليها ."وقد وجدت له شاهدا من حديث أبى هريرة.

قلت: ذكر الاعتصام بالسنة فى هذه الخطبة لهٗ شاهد من حديث عروة. رواه البيهقى.

عن عروة بن الزبير، فذكر قصة حجة الوداع، قال: ثم ركب رسول الله صلى الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: اے لوگو! میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑ کر رکھو گے، تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے، ایک کتابُ اللہ اور دوسرے سنتِ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بلا شبہ ہر مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں، اور کسی آدمی کے لئے اس کے (مسلمان) بھائی کا مال حلال نہیں، جب تک کہ وہ اپنی خوش دلی سے نہ دے، اور تم میرے بعد کافروں (اور زمانۂ جاہلیت) کے طریقے پر نہ لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردنوں کو مارو (یعنی ایک دوسرے کو قتل کرو) (حاکم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِنِّیْ قَدْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ شَیْئَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُمَا: کِتَابُ اللّٰہِ وَسُنَّتِیْ، وَلَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۱۹، ج ۱ ص ۱۷۲، کتاب العلم، دارالکتب العلمیة، بیروت، سنن الدارقطنی رقم الحدیث ۴۶۰۶، سنن البیهقی رقم الحدیث ۱۰۸۹۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، جن (پر عمل کرنے) کے بعد تم ہرگز گمراہ نہیں ہو گے، ایک اللہ کی کتاب، اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

علیه وسلم علی الراحلة، وجمع الناس وقد أراهم مناسکهم، فقال: یا أیها الناس اسمعوا ما أقول لکم، فإنی لا أدری لعلی لا ألقاکم بعد عامی هذا فی هذا الموقف، ثم ذکر خطبته، وقال فی آخرها: اسمعوا أیها الناس قولی؛ فإنی قد ترکت فیکم ما إن اعتصمتم به لن تضلوا أبدا أمرین بینین: کتاب الله وسنة نبیکم وکذلک ذکره أیضا موسی بن عقبة بمعناه أخبرنا أبو الحسین بن الفضل، أنبأنا أبو بکر بن عتاب، حدثنا القاسم الجوهری، حدثنا ابن أبی أویس، حدثنا إسماعیل بن إبراهیم بن عقبة، عن عمه موسی بن عقبة، فذکره إلا أنه قال: لن تضلوا بعده أبدا أمرا بینا: کتاب الله، وسنة نبیه (دلائل النبوة للبیهقی، ج۵ ص۴۴۸، باب ما جاء فی نعی النبی صلی الله علیه وسلم نفسه إلی الناس فی حجة الوداع)

دوسرے میری سنت، اور یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے ہرگز بھی جدا نہیں ہوں گی، یہاں تک کہ قیامت کے دن میرے اوپر حوضِ کوثر پر آئیں گی (حاکم)

اس سے واضح ہوا کہ قرآن مجید کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے طریقہ کی اتباع بھی گمراہی سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

لہٰذا سنت کو چھوڑ کر صرف قرآن مجید پر اکتفاء کا دعویٰ کرنا ہدایت کے لئے کافی نہیں ہے۔[1]

امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَرَكْتُ فِيْكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ نَبِيِّهِ (مؤطا امام مالک، رقم الحديث ٣، كتاب القدر، باب النهى عن القول بالقدر)[2]

ترجمہ: انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑ کر رکھو گے، تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے، ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے اس کے نبی کی سنت (مؤطا امام مالک)

اس طرح کی حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔[3]

---

[1] (تركت فيكم شيئين لن تضلوا بعدهما كتاب الله) القرآن (وسنتي) أي طريقتي وكتاب بدل مما قبله أو خبر لمحذوف أي وهما إلخ (ولن يتفرقا حتى يردا على الحوض) قد مر بيانه موضحا بما منه أنهما الأصلان اللذان لا عدول عنهما ولا هدى إلا منهما والعصمة والنجاة لمن تمسك بهما واعتصم بحبلهما وهما الفرقان الواضح والبرهان اللائح بين المحق إذا اقتفاهما والمبطل إذا خلاهما فوجوب الرجوع إلى الكتاب والسنة متعين معلوم من الدين بالضرورة لكن القرآن يحصل به العلم القطعي يقينا وفي السنة تفصيل معروف والمحصول مبسوط في الأصول (فيض القدير للمناوي، تحت رقم الحديث ٣٢٨٢)

[2] قال الالباني: رواه مالک بلاغا والحاكم موصلا بإسناد حسن (منزلة السنة، ص١٨، عدم كفاية اللغة لفهم القرآن)

[3] وحدثنا عبد الرحمن بن يحيى قال حدثنا أحمد بن سعيد قال حدثنا محمد بن إبراهيم الديبلي قال حدثنا على بن زيد الفرائضي قال حدثنا الحنيني عن كثير بن عبد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

گزشتہ تفصیل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کے فوائد کی اہمیت اور آپ کی مخالفت ونافرمانی کے نقصانات کا علم ہوا۔

اس فصل کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ قرآن وسنت میں خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آپ کی سنت پر عمل کرنے کے مختلف فوائد وثمرات کا ذکر آیا ہے، جو انسان کو دنیا میں بھی حاصل ہوتے ہیں، اور آخرت میں بھی حاصل ہوتے ہیں، اور اس کے برعکس خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ونافرمانی اور آپ کے طریقہ کو چھوڑ کر دوسرے طریقوں کو اختیار کرنے اور بطورِ خاص دین میں نئی نئی باتیں پیدا کرنے کے مختلف نقصانات اور عذابات کا ذکر آیا ہے، اس لیے ہر مسلمان کو خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آپ کی سنت کی پیروی کرنی چاہئے، اور دوسرے طریقوں اور خاص طور پر دین میں نئی ایجادات وبدعات سے بچنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الله بن عمرو بن عوف عن أبيه عن جده قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تركت فيكم أمرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنة نبيه صلى الله عليه وسلم(التمهيد لما فى الموطأ من المعانى والأسانيد لابن عبدالبر، ج ٢٤ ص ٣٣١، باب بلاغات مالك ومرسلاته، الحديث الثانى والثلاثون)

(فصل نمبر 2)

صحابۂ کرام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ اتباع واطاعت کرنے والے ہیں، اور صحابۂ کرام ہی دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کا سب سے اولین مصداق اور نمونہ ہیں۔

اس سلسلہ میں چند واقعات وآثار ملاحظہ ہوں۔

عبداللہ بن عمرو کے چادر جلانے کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

هَبَطْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثَنِيَّةٍ فَالْتَفَتَ إِلَيَّ وَعَلَيَّ رَيْطَةٌ مُضَرَّجَةٌ بِالْعُصْفُرِ فَقَالَ مَا هٰذِهِ الرَّيْطَةُ عَلَيْكَ: فَعَرَفْتُ مَا كَرِهَ فَأَتَيْتُ أَهْلِيْ وَهُمْ يَسْجُرُوْنَ تَنُّورًا لَهُمْ فَقَذَفْتُهَا فِيْهِ ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنَ الْغَدِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ مَا فُعِلَتِ الرَّيْطَةُ . فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ أَلَا كَسَوْتَهَا بَعْضَ أَهْلِكَ فَإِنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ لِلنِّسَاءِ (ابوداؤد، رقم الحديث ٤٠٦٦، كتاب اللباس، باب فى الحمرة، المكتبة العصرية، صيدا -بيروت، سنن ابنِ ماجه رقم الحديث ٣٦٠٣، مسند احمد رقم الحديث ٦٨٥٢) [1]

ترجمہ: ایک مرتبہ سفر میں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میرے اوپر ایک چادر تھی، جو

[1] قال شعيب الارنؤوط: اسنادهٗ حسن (حاشية سنن ابى داؤدو مسند احمد وحاشية سنن ابنِ ماجه)

کسم کے (خاص قسم کے رنگ) میں ہلکی سی رنگی ہوئی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا ’’یہ کیا اوڑھ رکھا ہے‘‘؟ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سوال سے محسوس ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نا گواری کے اثرات ہیں، میں گھر والوں کے پاس واپس گیا، تو گھر میں چولہا جلا ہوا تھا، میں نے وہ چادر اس چولہے میں ڈال دی، دوسرے دن، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری ہوئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبداللہ! ’’اس چادر کا کیا ہوا‘‘؟ میں نے قصہ سنا دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں میں سے کسی کو کیوں نہ پہنا دی، عورتوں کو پہننے میں تو حرج نہ تھا (ابوداؤد)

اگرچہ چادر کے جلا دینے کی کوئی خاص ضرورت نہ تھی، مگر جس کے دل میں کسی کی نا گواری اور ناراضگی کی چوٹ لگ گئی ہو، وہ دوسری سوچ کا متحمل ہی نہیں ہوتا، اور یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ہی شان تھی۔

ایک صحابی کے اپنا قبہ منہدم کرنے کا واقعہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فَرَأَى قُبَّةً مُشْرِفَةً فَقَالَ مَا هٰذِهِ،قَالَ لَهُ أَصْحَابُهُ هٰذِهِ لِفُلَانٍ رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِقَالَ فَسَكَتَ وَحَمَلَهَا فِيْ نَفْسِهِ حَتّٰى إِذَا جَاءَ صَاحِبُهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ فِي النَّاسِ أَعْرَضَ عَنْهُ صَنَعَ ذٰلِكَ مِرَارًا حَتّٰى عَرَفَ الرَّجُلُ الْغَضَبَ فِيْهِ وَالْإِعْرَاضَ عَنْهُ فَشَكَا ذٰلِكَ إِلٰى أَصْحَابِهِ فَقَالَ وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأُنْكِرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،قَالُوْا خَرَجَ فَرَأَى قُبَّتَكَ،قَالَ فَرَجَعَ الرَّجُلُ إِلٰى قُبَّتِهِ فَهَدَمَهَا حَتّٰى سَوَّاهَا

بِالْأَرْضِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمْ يَرَهَا قَالَ مَا فُعِلَتِ الْقُبَّةُ ؟ قَالُوا شَكَا إِلَيْنَا صَاحِبُهَا إِعْرَاضَكَ عَنْهُ فَأَخْبَرْنَاهُ فَهَدَمَهَا فَقَالَ أَمَا إِنَّ كُلَّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلٰى صَاحِبِهٖ إِلَّا مَا لَا إِلَّا مَا لَا ،يَعْنِيْ مَا لَا بُدَّ مِنْهُ (ابوداؤد،رقم الحديث ۵۲۳۷،كتاب الادب، باب ماجاء فى البناء،مسند ابى يعلىٰ الموصلى رقم الحديث ۴۳۴۷) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ گھر سے باہر تشریف لے جارہے تھے،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے میں ایک قُبَّہ (گنبدوالاحجرہ) دیکھا،

---

[1] قال حسين سليم أسد الدارانى:
إسناده حسن(حاشية مسند ابى يعلىٰ)

وقال الالبانى:
أخرجه أبو داود (۲/۳۴۸،۳۴۷ تازية) و الطحاوى فى "مشكل الآثار "(۱/۴۱۶)و أبو يعلى فى "مسنده "(۷/۳۰۸/۱۵۹۲) و البيهقى فى "شعب الإيمان " (۷/۳۹۰/۱۰۷۰۴) من طريق إبراهيم بن محمد بن حاطب القرشي عن أبى طلحة ۔ قلت :و هذا إسناد جيد كما قال الحافظ العراقى فى "تخريج الإحياء "(۴/۲۳۶ المعرفة -لبنان) و كنت خالفته فى ذلك فى "الضعيفة "(رقم ۱۷۶) اعتمادا منى على أن الحافظ قال فى ترجمة أبى طلحة الأسدى من "التقريب " : "مقبول . "يعنى عند المتابعة ، و إلا فلين الحديث ، يضاف إلى ذلك أنه لم يحك فى "التهذيب " توثيقه عن أحد .ثم إن أحد إخواننا المشتغلين بهذا العلم جزاه الله خيرا لفت نظرى (سلسلة الاحاديث الصحيحة ، تحت رقم الحديث ۲۸۳۰)

وقال شعيب الارنؤوط:
أبو طلحة الأسَدى وإبراهيم بن محمَّد بن حاطب القرشي، روى عنهما جمعٌ وذكرهما ابن حبان فى "ثقاته"، وباقى رجاله ثقات .وقال الحافظ العراقى فى تخريج "الإحياء 4/ 236:"إسناده جيد.
وأخرجه الطحاوى فى "شرح مشكل الآثار "(956) عن أحمد بن عبد الله بن يونس، بهذا الإسناد.
وأخرجه أحمد فى "مسنده "(13301) من طريق شريك بن عبد الله النخعى، عن عبد الملك بن عمير، عن أبى طلحة الأسدى، به .وشريك سيىء الحفظ.
وأخرجه ابن ماجه بنحوه (4161) من طريق الوليد بن مسلم، عن عيسى بن عبد الأعلى بن أى فروة، عن إسحاق بن أبى طلحة، عن أنس .وعيسى بن عبد الأعلى مجهول(حاشية سنن أبى داود)

جو اونچا بنا ہوا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں انصاری نے قبہ بنایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر خاموش ہوگئے، کسی دوسرے وقت وہ انصاری صحابی، خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور سلام کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا اور سلام کا جواب مرحمت نہیں فرمایا، ان انصاری صحابی نے اس خیال سے کہ شاید آپ کی توجہ نہ ہوئی ہو، دوبارہ سلام کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی اعراض فرمایا اور جواب نہیں دیا (وہ صحابی پریشان ہوگئے اور وہ اس بات کا کیسے تحمل کرسکتے تھے) مجلس میں موجود صحابہ سے دریافت کیا کہ آج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں کو پھرا ہوا پاتا ہوں، خیر تو ہے؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے تھے، راستہ میں تمہارا قبہ دیکھا تھا اور دریافت فرمایا تھا کہ یہ کس کا ہے؟ (اور بس) یہ سن کر وہ انصاری فوراً واپس گئے اور اس قبہ کو توڑ کر ایسا زمین کے برابر کردیا کہ نام ونشان بھی نہ رہا (اور پھر آکر آپ سے اس واقعہ کا ذکر بھی نہیں کیا، اتفاقاً) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اس جگہ ایک دن گزر ہوا، تو دیکھا کہ وہ قبہ وہاں نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ وہ قبہ کہاں گیا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ انصاری نے آپ کے اعراض کے بارے میں معلوم کیا تھا، ہم نے ان کو بتلادیا تھا کہ تمہارا قبہ دیکھا ہے، انھوں نے آکر اس کو توڑ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر تعمیر آدمی پر وبال ہے، مگر وہ تعمیر جو ضرورت کی ہو، جو ضرورت کی ہو (ابوداؤد)

یہ حدیث تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ مسند احمد میں بھی ہے۔ [1]

---

[1] عن أنس قال: مررت مع النبى صلى الله عليه وسلم فى طريق من طرق المدينة، فرأى قبة من لبن، فقال: " لمن هذه؟ "فقلت لفلان: فقال: " أما إن كل بناء هد على

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

صحابۂ کرام کو اس کا تحمل ہی نہیں تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو رنجیدہ دیکھیں، یا کوئی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صاحبه يوم القيامة، إلا ما كان في مسجد – أو في بناء مسجد، شك أسود – أو، أو، أو "ثم مر فلم يرها، فقال: " ما فعلت القبة؟ "قلت: بلغ صاحبها ما قلت: فهدمها .قال: فقال: " رحمه الله "(مسند احمد، رقم الحديث ١٣٣٠١)

قال شعيب الارنؤوط:

حديث محتمل للتحسين لطرقه وشواهده، وهذا إسناد ضعيف، شريك – وهو ابن عبد الله النخعي – سيء الحفظ، وأبو طلحة الأسدي روى عنه جمع وذكره ابن حبان في "الثقات ."

وأخرجه ابن أبي الدنيا في "قصر الأمل (244) "، والبيهقي في "الشعب (10705)" من طريق أسود بن عامر، بهذا الإسناد.

وأخرجه بنحوه أبو داود (5237)، والطحاوي في "شرح المشكل (956) "، والبيهقي (10704)، والمزي في ترجمة أبي طلحة من "تهذيبه 33/439-440 "من طريق إبراهيم بن محمد بن حاطب، عن أبي طلحة، عن أنس .وإسناده قابل للتحسين، إبراهيم بن محمد وأبو طلحة روى عنهما جمع

وذكرهما ابن حبان في "الثقات "، وباقي رجاله ثقات، وجوَد هذا الإسناد الحافظ العراقي في "تخريج الإحياء.4/236 "

وأخرجه ابن ماجه (4161)من طريق عيسى بن عبد الأعلى بن أبي فروة، عن إسحاق بن أبي طلحة، عن أنس .وعيسى بن عبد الأعلى مجهول.

وأخرج الترمذي (2482)عن محمد بن حميد الرازي، عن زافر بن سليمان، عن إسرائيل، عن شبيب بن بشر، عن أنس قال: قال رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "النفقة كلها في سبيل الله إلا البناء فلا خير فيه ."وإسناده ضعيف جداً.

وأخرجه البيهقي بنحوه في "الشعب (10707) "من طريق قيس بن الربيع،عن أبي حمزة، عن أنس .وقيس بن الربيع ضعيف.

وأخرج البيهقي (10710)من طريق بقية بن الوليد، عن الضحاك بن حُمُرَة، عن ميمون، عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " من بني بناءَ أكثر مما يحتاج إليه كان عليه وبالا يوم القيامة ."وإسناده ضعيف جداَ مسلسل بالضعفاء.

وفي الباب بنحوه عن خباب بن الأرت موقوفاَ عند البخاري (5672)، وعند ابن ماجه (4163)، والترمذي . (2483)

وعن واثلة بن الأسقع مرفوعاَ عند الطبراني في "الكبير. (131) /22 "وإسناده ضعيف جداً (حاشية مسند احمد)

شخص اپنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گرانی کو محسوس کرے۔ان صحابی نے قبہ کو گرایا اور پھر یہ بھی نہیں کہ گرانے کے بعد جتانے کے طور پر آ کر کہتے کہ آپ کی خوشی کے واسطے گرادیا، بلکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خود ہی اتفاق سے اُدھر کو تشریف لے جانا ہوا تو ملاحظہ فرمایا۔ ۱؎

۱؎ (وعنه) أي: عن أنس (أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم خرج يوما) أي: وقتا (ونحن معه) : جملة حالية (فرأى قبة مشرفة) أي: بناء عاليا (فقال: " ما هذا؟ : ("استفهام إنكار أي: ما هذه العمارة المنكرة ومن بانيها؟ (قال أصحابه: هذه لفلان، رجل) : بالجر، وفي نسخة بالرفع (من الأنصار، فسكت وحملها) أي: أضمر تلك الفعلة (في نفسه) : غضبا على فاعلها في فعلها، ففي أساس البلاغة حملت الحقد عليه إذا أضمرته .قال الشاعر:

ولا أحمل الحقد القديم عليهم ...وليس رئيس القوم من يحمل الحقدا

(حتى لما جاء صاحبها، فسلم) أي: صاحبها (عليه) أي: على النبي عليه الصلاة والسلام (في الناس) أي: في محضر منهم، أو فيما بينهم (فأعرض عنه) أي: فلم يرد عليه السلام، أو رد وأعرض عن الالتفات، كما هو دأبه من الملاطفة لديه صلى الله تعالى عليه وسلم تأديبا له وتنبيها لغيره (صنع ذلك مرارا) : لا يبعد أن يكون جواب لما، ويحتمل أن يكون مدخول حتى، ولما الحينية ظرف معترض بين العامل والمعمول مسامحة، وكان الطيبي رحمه الله جعل قوله صنع استئناف بيان حيث قال قوله: فأعرض يجوز أن يكون جواب لما مع الفاء وهو قليل، ويجوز أن يقدر جواب لما أي كرهه فأعرض عنه وقوله: (حتى عرف الرجل الغضب فيه) أي: عرف أن الغضب كان لأجله (والإعراض عنه)أي: بسببه (فشكا ذلك) أي: ما رآه من أثر الغضب والإعراض (إلى أصحابه) أي: أصحابه الخلص، أو إلى أصحاب نبيه صلى الله تعالى عليه وسلم (وقال) : تفسير لما قبله (والله إني لأنكر رسول الله صلى الله عليه وسلم) أي: أرى منه ما لم أعهده من الغضب والكراهة، ولا أعرف له سببا، وفي نسخة إلى رسول الله ولا يظهر لها وجه، (قالوا: خرج فرأى قبتك .فرجع الرجل إلى قبته فهدمها حتى سواها بالأرض) : اختيارا لرضا الله تعالى على نفسه وما تهواه، (فخرج رسول الله – صلى الله عليه وسلم – ذات يوم فلم يرها) أي: القبة (قال) : استئناف بيان ("ما فعلت القبة؟ : ("بصيغة الفاعل، وفي نسخة على بناء المجهول (قالوا: شكا إلينا صاحبها إعراضك) أي: سببه (فأخبرناه) أي: بأنه لأجل بنائك القبة (فهدمها .قال: " أما : ("بتخفيف الميم للتنبيه ("إن كل بناء : ("بكسر الموحدة، وهو إما مصدر أو أريد به المبنى ("وبال على صاحبه إلا ما لا، إلا ما لا) : كرره للتأكيد (يعني: إلا ما لا بد منه) أي: لا فراق عنه، قيل: معنى الحديث أن كل بناء بناه صاحبه فهو وبال أي: عذاب في الآخرة، والوبال في الأصل الثقل، والمكروه أراد ما بناه للتفاخر والتنعم فوق الحاجة لا أبنية الخير من المساجد والمدارس والرباطات، فإنها من الآخرة، وكذا ما لا بد منه للرجل من القوت والملبس والمسكن(مرقاة المفاتيح، ج۸ص ۳۲۴۴، ۳۲۴۵، كتاب الرقاق)

وائل بن حجر اور خریم اسدی کا سر کے بال کاٹنے کا واقعہ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيَ شَعْرٌ طَوِيْلٌ فَلَمَّا رَآنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذُبَابٌ ذُبَابٌ،قَالَ فَرَجَعْتُ فَجَزَزْتُهُ ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنَ الْغَدِ فَقَالَ إِنِّيْ لَمْ أَعْنِكَ وَهٰذَا أَحْسَنُ (ابوداؤد،رقم الحديث ۴۱۹۰، كتاب الترجل، باب فى تطويل الجمة،المكتبة العصرية، صيدا - بيروت، سنن ابنِ ماجه رقم الحديث ۳۶۳۶) [1]

---

[1] قال الصنعانی:

والحديث ليس فی إسناده إلا عمرو بن شعيب وقد حسن حديثه جماعة من الأئمة(فتح الغفار الجامع لأحكام سنة نبينا المختار للصنعانی، تحت رقم الحديث ۴۷۰، ج ۱ ص ۲۴۶، كتاب اللباس)

وقال شعيب الارنؤوط:

إسناده قوی من أجل عاصم بن كليب -وهو ابن شهاب -وأبيه، فهما لا بأس بهما.

وأخرجه ابن ماجه (3636)، والنسائی فی "الكبرى (9258) و (9281) من طريق سفيان الثوری، بهذا الإسناد.

قال الخطابی :أخبرنی أبو عمر، عن أبی العباس أحمد بن يحيى قال :الذباب :الشؤم.

وقال فی "النهاية :"الذباب :الشؤم، أی :هذا شؤم، وقيل :الذباب :الشر الدائم، يقال: أصابک ذباب من هذا الأمر(حاشية سنن أبی داود)

وقال ايضاً:

إسناده حسن .سفيان :هو الثوری.

وأخرجه أبو داود (4195)، والنسائی 131 /8و 135من طريق سفيان الثوری، بهذا الإسناد.

قوله " :ذباب "قال ابن الأثير فی "النهاية :"الذُّباب :الشؤم، أی :هذا شؤم، وقيل : الذباب :الشر الدائم(حاشية سنن ابن ماجه)

وقال ابوحذيفة نبيل بن منصور البصارة الكويتی:

عن وائل بن حُجر قال :أتيت النبی -صلى الله عليه وسلم -ولی شعر طويل فقال "ذباب ذباب "فرجعت فجززته .ثم أتيت من الغد فقال "إنی لم أعنک، وهذا أحسن"

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میرے سر کے بال لمبے تھے، جب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ ''ذُبَابٌ ذُبَاب'' (میں یہ سمجھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بالوں کے متعلق ارشاد فرمایا) میں واپس گیا اور ان کو کٹوا دیا، پھر جب میں اگلے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں نہیں کہا تھا، لیکن یہ بہت اچھا کیا

(ابوداؤد)

''ذباب'' کے معنی منحوس کے بھی ہیں اور بُری چیز کے بھی، یہ اشاروں پر مر مٹنے کی بات ہے کہ منشا سمجھنے کے بعد، خواہ وہ غلط ہی سمجھا ہو، اس کی تعمیل میں دیر نہ ہوتی تھی۔

یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد بھی فرمادیا کہ تم (یا تمہارے بال) مراد نہ تھے، مگر یہ کیونکہ اپنے متعلق سمجھے اس لئے کیا مجال تھی کہ دیر ہوتی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الحافظ :وقد أخرج أبو داود والنسائي وابن ماجه وصححه من رواية عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر قال :فذكره(3) "

صحيح أخرجه ابن سعد (27 - 26 /6) وابن أبي شيبة (455 /8) وأبو داود (4190) واللفظ له وابن ماجه (3636) والنسائي (113 /8و 117) وفي "الكبرى "(9332) والطحاوي في "المشكل "(322 /4) والطبراني في "الكبير "ط40 /22) والخطابي في "الغريب "(493 /1) والبيهقي في "الشعب"(6055و 6056) وأبو سعد السمعاني في "أدب الإملاء "(ص 29) من طرق عن سفيان الثوري ثنا عاصم بن كليب الجَرْمي عن أبيه عن وائل بن حجر به.

وإسناده صحيح رواته ثقات(أَنِيسُ السَّارى فى تخريج وَتحقيق الأحاديث التى ذكرها الحَافظ ابن حَجر العسقلانى فى فَتح البَارى، ج۴،ص۳۱۱۷،حرف الذال، رقم الحديث ۲۰۹۶)

[1] (عن وائل بن حجر) رضى الله تعالى عنه، أنه (قال أتيت النبى –صلى الله عليه وسلم–، ولى شعر) أى طويل، ففى رواية أبى داود: " أتيت النبى –صلى الله عليه وسلم–، ولى شعر طويل " (فقال) –صلى الله عليه وسلم– (ذباب) وفى رواية أبى داود: " فلما رآنى رسول الله –صلى الله عليه وسلم–، قال: " ذباب ذباب ."بذال معجمة، مضمومة، وموحدتين: قال الخطابى: الذباب الشؤم .وقيل فى "المجمع :"الشر الدائم: أى هذا شؤم، أو شر دائم .انتهى .وفى "النهاية :"

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ایک لمبی روایت میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمٌ الْأَسَدِيُّ لَوْلَا طُوْلُ جُمَّتِهٖ وَإِسْبَالُ إِزَارِهٖ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ خُرَيْمًا فَعَجَّلَ فَأَخَذَ شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهٗ إِلٰى أُذُنَيْهِ وَرَفَعَ إِزَارَهٗ إِلٰى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ (ابوداؤد، رقم الحديث ۴۰۸۹، كتاب اللباس، باب ماجاء فى اسبال الازار، المكتبة العصرية، صيدا -بيروت، مسند احمد رقم الحديث ۱۷۶۲۲) ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الذباب هو الشؤم، أى هذا مشؤم، وقيل: هو الشر الدائم، يقال: أصابك ذباب من هذا الأمر .انتهى (فظننت أنه يعنينى) أى يقصدنى بهذا الكلام (فأخذت من شعرى) أى بعضه، فـ"من "تبعيضية .وفى رواية أبى داود:" فرجعت، فجززته "(ثم أتيته) —صلى الله عليه وسلم— زاد فى رواية أبى داود: " من الغد "(فقال لى: " لم أعنك) أى لم أقصدك بقولى: " ذباب"، وإنما قصدت أمرا آخر (وهذا أحسن) أى هذا الذى فعلته، من أخذ ما طال شعرك أحسن من تركه طويلا، يعنى أنه أخطأ فى الفهم، وأصاب فى الفعل(شرح سنن النسائى المسمى ذخيرة العقبى فى شرح المجتبى، لمحمد بن على بن آدم بن موسى الإثيوبى الوَلَّوِى، ج۳۸ص ۱۹، كتاب الزينة، باب الاخذ من الشعر)

؎ قال شعيب الارنؤوط:

إسناده محتمل للتحسين .بشر والد قيس -واسمه بِشْر بن قيس التغلبى -تابعى كبير، كان جليساً لأبى الدرداء، وذكره ابن حبان فى "الثقات ."وابنه قيس قال فيه هشام بن سعد :كان رجل صدق، وقال أبو حاتم :ما أرى بحديثه بأساً.

وأما هشام بن سعد فحسن الحديث فى المتابعات والشواهد، وقد جاء للمرفوع من حديثه شواهد تعضده .ولهذا قال الحافظ ابن حجر فى "الأمالى المطلقة "ص 36: هذا حديث حسن.

وابن الحنظلية :هو سهل بن الربيع بن عمرو، ويقال :سهل بن عمرو، أنصارى حارثى، سكن الشام، والحنظلية :هى أم جده، وهى من بنى حنظلة بن تميم .قاله المنذرى فى "تهذيب السنن."

وأخرجه أحمد (17622)، والطبرانى فى "الكبير "(5616) و (5617)، والبيهقى فى "شعب الإيمان "(6204)، وفى "الآداب "(594)، والمزى فى ترجمة بشر بن قيس التغلبى من "تهذيب الكمال 144 - 143 /4 "، وابن حجر فى "الأمالى المطلقة "ص 36 - 35، من طريق هشام بن سعد، بهذا الإسناد.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: خریم اسدی کیا ہی اچھے آدمی ہیں، اگر ان کے بال لمبے نہ ہوتے، اور لنگی کو نیچے نہ لٹکاتے، یہ بات جب حضرت خریم اسدی نے سنی، تو فوراً قینچی لے کر بال کانوں تک کاٹ دیئے اور لنگی آدھی پنڈلیوں تک اوپر اٹھالی (ابوداؤد)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک سننے کے بعد فوراً لمبے بال بھی کٹوا دیئے، اور لنگی بھی ٹخنوں سے اوپر کر لی، یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی شان تھی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأخرج القطعة الأولى منه ابن أبی شیبة 506 /12، وابن أبی عاصم فی "الجهاد 244))، والطبرانی 5618))، وابن عساكر فی "تاریخ دمشق 251 - 250 /10 "من طریق هشام بن سعد، به.

وأخرج القطعة الثانیة منه الحاكم 92 - 91 /2من طریق هشام بن سعد، به.

وأخرج القطعة الثالثة منه البخاری فی "التاریخ الكبیر 225 /3 "، وابن أبی عاصم فی "الآحاد والمثانی "(1045)، وابن قانع فی "معجم الصحابة 268 /1 "، والبیهقی فی "الآداب "(702) وابن عساكر فی "تاریخ دمشق 352 /16 "من طریق هشام بن سعد، به .

وأخرج القطعة الرابعة منه ابن المبارك فی "مسنده "(33)، وفی "الزهد "(853)، وابن أبی شیبة 345 /5، والبیهقی فی الشُّعب"(6205)، والحاكم 183 /4، وابن عساكر 250 /10من طریق هشام بن سعد، به.

ویشهد للقطعة الأولى منه حدیث أبی ذر عند مسلم (2642) قال :قیل :یا رسول الله، أرأیت الرجل یعمل العمل من الخیر ویحمده الناسُ علیه؟ قال " :تلك عاجل بشرى المؤمن."

ویشهد للقطعة الثانیة، وهی قصة الخیل حدیث أبی كبشة عند أبی عوانة (7294)، والطحاوی فی "شرح معانی الآثار 274 /3 "، وابن حبان (4674)، والطبرانی فی "الكبیر 22/ "(849) وفی "مسند الشامیین "(2064)، والحاكم .91 /2وإسناده صحیح.

وحدیث أبی هریرة عند أبی عوانة (7276)، وابن حبان .(4675)وإسناده صحیح.

ویشهد للقطعة الثالثة منه حدیث خریم نفسه عند عبد الرزاق (19986)، وابن سعد فی "الطبقات38 /6 "، وأحمد (18899)، وغیرهم، وهو حسن بطرقه كما بیناه فی "مسند أحمد."

وروى عن أخیه سمرة بن فاتك الأسدی أن النبی -صلَّى الله علیه وسلم -قال ذلك له .أخرجه ابن المبارك فی "الجهاد "(109)، وأحمد (17788)، والبخاری فی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس طرح کے واقعات اور بھی احادیث میں آئے ہیں۔ لے

حکمِ نبی پر صحابی کے مسجد سے باہر بیٹھنے کا واقعہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لَمَّا اِسْتَوٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ قَالَ اِجْلِسُوْا،فَسَمِعَ ذٰلِکَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَجَلَسَ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ فَرَآہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَعَالْ یَا عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ مَسْعُوْدٍ (سنن أبی داوٗد،رقم الحدیث ۱۰۹۱،کتاب الصلاۃ،باب الامام یکلم الرجل فی خطبتہ،مستدرک حاکم رقم الحدیث ۱۰۰۷) ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾"التاریخ "الکبیر 177 /4 "، وابن قانع فی "معجم الصحابة" 305 /1، وغیرهم .وإسناده حسن إن شاء الله.

ویشهد لقوله " :إن الله لا یُحب الفُحش ولا التفحُّش "حدیث عائشة عند مسلم (2165).

ومن حدیث عبد الله بن عمرو بن العاص عند أحمد (6487)، وابن حبان (5176) وغیرهما .وإسناده صحیح.

ومن حدیث أبی هریرة عند أحمد (9569) وإسناده صحیح.

واللمة :بكسر اللام وتشدید المیم وفتحها :الشعر یجاوز شحمة الأذنین، وقیل :هی أكثر من الوفرة، والوفرة:الشعر إلى شحمة الأذن ثم الجمة، ثم اللمة(حاشیة سنن أبی داود)

لے عن عمرو بن الشرید، عن أبیه، أو عن یعقوب بن عاصم، أنه سمع الشرید یقول: أبصر رسول الله صلى الله علیه وسلم رجلا یجر إزاره، فأسرع إلیه، أو هرول، فقال: " ارفع إزارک واتق الله "قال: إنی أحنف تصطک ركبتای، فقال: " ارفع إزارک، فإن كل خلق الله عز وجل حسن "فما رئی ذلک الرجل بعد إلا إزاره یصیب أنصاف ساقیه أو إلى أنصاف ساقیه (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۹۴۷۵)

قال شعیب الارنؤوط:إسناده صحیح على شرط مسلم(حاشیة مسند احمد)

۲ قال الحاكم:هذا حدیث صحیح على شرط الشیخین، ولم یخرجاه(مستدرک حاکم)

وقال الذهبی فی التلخیص :على شرطهما.

وقال شعیب الارنؤوط:

إسناده صحیح .عطاء :هو ابن أبی رباح، وابن جریج :هو عبد الملک بن عبد العزیز .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف لے گئے، تو فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، اس ارشاد کو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے مسجد کے دروازے پر سنا، اور وہ وہیں بیٹھ گئے، پھر جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بیٹھے ہوئے دیکھا، تو فرمایا کہ اے عبداللہ بن مسعود! اندر تشریف لے آ یئے (ابوداؤد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کا واقعہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهو وإن لم يصرح بسماعه من عطاء ، فروايته عنه محمولة على الاتصال كما صرح هو نفسه بذلك فيما أسنده ابن أبي خيثمة في"تاريخه "(858) عن يحيى القطان، عنه.
وأخرجه الحاكم 286 /1، والبيهقي 206 /3، وابن عساكر في "تاريخ دمشق /33" 128، وابن الجوزي في"التحقيق "(806) من طريق مخلد بن يزيد، بهذا الإسناد.
وأخرجه البيهقي 3 /218من طريق معاذ بن معاذ، عن ابن جريج، به .وهذه متابعة قوية لمخلد بن يزيد .وإسناده صحيح.
وأخرجه ابن خزيمة (1780)، والحاكم 283 /1، والبيهقي205 /3من طريق هشام بن عمار، عن الوليد بن مسلم، حدثنا ابن جريج، عن عطاه، عن ابن عباسٍ، وهذه متابعة جيدة أيضاً، والاختلاف في تعيين الصحابي غير ضارّ، لأنهم جميعاً عدولٌ.
وأخرجه عبد الرزاق (5368)، وأخرجه كذلك الحارث بن أبي أسامة (-1015 زوائد الهيثمي) عن روح بن عبادة، كلاهما (عبد الرزاق وروح) عن ابن جريج، عن عطاء بن أبي رباح مرسلاً.
وأخرجه البيهقي 218 /3من طريق عمرو بن دينار، عن عطاء مرسلاً كذلك.
وقد ثبت في غير حديث جواز كلام الإمام في الخطبة مع أحد الحاضرين، منها حديث جابر بن عبد الله قال :جاء رجل والنبي -صلَّى الله عليه وسلم -يخطب الناس يوم الجمعة، فقال" :أصليت يا فلان "قال :لا، قال" :قم فاركع ركعتين ."أخرجه البخاري (930)، ومسلم (875)، وسيأتي عند المصنف برقم (1115) و .(1116)
ونحوه من حديث أبي سعيد الخدري عند ابن ماجه (1113)، والنسائي في "الكبرى" (1731) وإسناده قوي.
ومنها حديث أبي رفاعة العدوي قال :انتهيت إلى النبي -صلَّى الله عليه وسلم -وهو يخطب، قال :فقلت :يا رسول الله، رجل غريب جاء يسأل عن دينه لا يدري ما دينه، قال :فأقبل عليَّ رسولُ الله -صلَّى الله عليه وسلم -وترك خطبته حتى انتهى إليّ، فأُتي بكرسي، حسبت قوائمه حديداً، قال :فقعد عليه رسول الله -صلَّى الله عليه وسلم -وجعل يعلمني مما علمه الله، ثم أتى خطبته فأتم آخرها .أخرجه مسلم .(876)(حاشية سنن أبي داود)

بارے میں مروی ہے۔ [1]

نیز یہی واقعہ حضرت عطاء سے بھی مرسلاً مروی ہے۔ [2]

اوراسی قسم کا واقعہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی مروی ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ عَلَى الْمِنبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ: اِجْلِسُوْا فَسَمِعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْلِسُوْا فَجَلَسَ فِيْ بَنِيْ غُنْمٍ (دلائل النبوة للبيهقى، ج٦ص ٢٥٦، ٢٥٧، باب ما جاء في إسماعه صلى الله عليه وسلم خطبته العوائق في خدورهن وهو في موضعه من المسجد، دارالكتب العلمية، بيروت، المعجم الاوسط للطبراني رقم الحديث ٩١٢٨) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف لے گئے، اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد، حضرت عبداللہ بن رواحہ نے سنا کہ آپ بیٹھنے کا حکم فرمارہے ہیں، تو آپ بنی غنم میں (جہاں یہ ارشاد سنا، وہیں فوراً) بیٹھ گئے (بیہقی)

---

[1] عن ابن عباس قال :لما استوى النبي صلى الله عليه وسلم على المنبر قال للناس : اجلسوا ، فسمعه ابن مسعود وهو على باب المسجد فجلس ، فقال له النبي صلى الله عليه وسلم : تعال يا ابن مسعود(صحيح ابن خزيمة، رقم الحديث ١٧٨٠)

[2] عن عطاء ، قال : كان النبي صلى الله عليه وسلم يخطب ، فقال للناس : اجلسوا ، فسمعه عبد الله بن مسعود وهو على الباب فجلس ، فقال له : يا عبد الله ، ادخل(مُصنف ابن أبي شيبة،رقم الحديث ٥٢٥٦)

[3] قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الاوسط وفيه ابراهيم بن اسماعيل بن مجمع وهو ضعيف(مجمع الزوائد، ج٩ص ٣١٦، تحت رقم الحديث ١٥٧٥١، باب في عبدالله بن رواحة رضي الله عنه)

قلت: قال البيهقي: .وروى مرسلا من وجه آخر كما سيأتي.

اور بعض روایات میں یہ قصہ اس طرح آیا ہے کہ:

أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ رَوَاحَةَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ يَخْطُبُ فَسَمِعَهُ وَهُوَ يَقُوْلُ: اِجْلِسُوْا فَجَلَسَ مَكَانَهُ خَارِجًا مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰى فَرَغَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُطْبَتِهٖ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا عَلٰى طَوَاعِيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَطَوَاعِيَةِ رَسُوْلِهٖ(دلائل النبوة للبيهقي، ج٦ص٢٥٧،باب مـا جاء في إسماعه صلى الله عليه وسلم خطبته العوائق في خدورهن وهو في موضعه من المسجد،دارالكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن رواحہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ رہے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خطبہ دے رہے تھے، حضرت عبداللہ بن رواحہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اشادسنا کہ آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، تو عبداللہ بن رواحہ مسجد سے باہر اسی جگہ بیٹھ گئے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے فارغ ہوئے، اور آپ کو عبداللہ بن رواحہ کے اس قصہ کا پتہ چلا، تو فرمایا کہ اللہ آپ کی، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر حرص ورغبت کو اور زیادہ کرے (بیہقی)

یہ واقعہ اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

---

[1] عن بن جريج قال أخبرني ربيعة بن أبي عبد الرحمن أن النبي صلى الله عليه و سلم لما علا المنبر يوم الجمعة قال اجلسوا فسمع رجل من الانصار قول النبي صلى الله عليه و سلم ذلك وهو بالطريق لم يدخل المسجد فجلس في بني غنم قال فلما أقيمت الصلاة دخل الرجل فقال له النبي صلى الله عليه و سلم الا رحت فأخبره الخبر فقال له النبي صلى الله عليه و سلم خيرا زعموا أن ذلك الرجل عبد الله بن رواحة (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ٥٣٦٦)

عن أيوب قال بلغني أن بن رواحة سمع النبي صلى الله عليه و سلم وهو بالطريق يقول اجلسوا فجلس في الطريق فمر به النبي صلى الله عليه و سلم فقال له ما شأنك قال سمعتك تقول اجلسوا فجلست فقال له النبي صلى الله عليه و سلم زادك الله طاعة (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ٥٣٦٧)

یہ بات نہیں تھی کہ یہ حضرات اس بات کو جانتے نہیں تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاص مجھے اسی جگہ بیٹھنے کا حکم نہیں دے رہے تھے، بلکہ اصل بات یہ تھی کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کان میں پڑ گیا کہ ''بیٹھ جاؤ'' تو اب صرف احتمال ہونے پر قدم نہیں اٹھ سکتا، صحابۂ کرام کی اتباع کا یہ حال تھا، آج محبت کے دعوے دار تو بہت ہیں، لیکن صحیح معنوں میں محبت واطاعت سے بہت دور ہیں، اوراس کے باوجود عشق ومحبت کا شور ہے۔ [1]

صحابیہ کا حکمِ نبی پر موت تک گھر میں نماز پڑھنے کا واقعہ

حضرت اُمِّ حُمید رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اورعرض کیا کہ:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّيْ أُحِبُّ الصَّلَاةَ مَعَکَ، قَالَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّكِ تُحِبِّيْنَ الصَّلَاةَ مَعِيَ، وَصَلَاتُکِ فِيْ بَيْتِکِ خَيْرٌ لَّکِ مِنْ صَلَاتِکِ فِيْ حُجْرَتِکِ، وَصَلَاتُکِ فِيْ حُجْرَتِکِ خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِکِ فِيْ دَارِکِ، وَصَلَاتُکِ فِيْ دَارِکِ خَيْرٌ لَّکِ مِنْ صَلَاتِکِ فِيْ مَسْجِدِ قَوْمِکِ، وَصَلَاتُکِ فِيْ مَسْجِدِ قَوْمِکِ خَيْرٌ لَّکِ مِنْ صَلَاتِکِ فِيْ مَسْجِدِيْ ، قَالَ :فَأَمَرَتْ فَبُنِيَ لَهَا مَسْجِدٌ فِيْ أَقْصٰى

---

[1] فلما سمع ذلک جلس فی مکانه، أی :مبادرةً إلى امتثال أمر الرسول صلى الله عليه وسلم، فرآه رسول الله فقال :(تعال يا ابن مسعود وهذا مخاطبة منه لعبد الله بن مسعود حيث طلب منه أن يأتي .وهذا الصنيع من عبد الله بن مسعود يدل على فضله ونبله، وعلى مبادرته لامتثال أمر الرسول صلى الله عليه وسلم، ويدلنا على ما كان عليه أصحاب الرسول عليه الصلاة والسلام ورضي الله تعالى عنهم وأرضاهم من المبادرة إلى الاستسلام والانقياد لما جاء عن الرسول الكريم صلوات الله وسلامه وبركاته عليه(شرح سنن أبی داود ـ لعبد المحسن العباد، ج۶ص ۳۳۶، کتاب الصلاۃ،باب الامام یکلم الرجل فی خطبته،شرح حدیث جلوس ابن مسعود علی باب المسجد)
والحديث يدل على أنه -عليه السلام -تكلم لابن مسعود قبل شروعه في الخطبة، فلم يطابق التبويب عليه(شرح سنن أبی داود،لبدر الدين العينی، ج۴ص ۴۲۹، کتاب الصلاۃ،باب الإمام یکلم الرجل فی خطبته)

شَيْءٍ مِنْ بَيْتِهَا وَأَظْلَمِهِ، فَكَانَتْ تُصَلِّي فِيهِ حَتّٰى لَقِيَتِ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ

(مسند احمد،رقم الحديث ٢٧٠٩٠، مؤسسة الرسالة، بيروت، صحيح ابنِ حبان رقم الحديث ٢٢١٧) [1]

ترجمہ: اے اللہ کے رسول! مجھے آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کا شوق ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنے کا شوق رکھتی ہو، مگر تمہاری وہ نماز، جو اندرونی کوٹھری میں ہو، اس نماز سے بہتر ہے، جو کمرہ میں ہو اور تمہاری وہ نماز، جو کمرہ میں ہو، اس نماز سے بہتر ہے، جو گھر کے احاطہ میں ہو اور تمہاری وہ نماز، جو گھر کے احاطہ میں ہو، اُس نماز سے بہتر ہے، جو محلّہ کی مسجد میں ہو، اور تمہاری وہ نماز، جو محلّہ کی مسجد میں ہو، اُس نماز سے بہتر ہے، جو میری مسجد (یعنی میری اقتداء میں مسجد نبوی) میں ہو، چنانچہ (حضرت اُمِّ حمید رضی اللہ عنہا نے) گھر والوں کو کہہ کر اپنے کمرے کے کونے میں، جہاں سب سے زیادہ اندھیرا رہتا تھا، نماز پڑھنے کی جگہ بنوائی، وہیں نماز پڑھا کرتی تھیں، یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے ملاقات کرلی (یعنی ان کا انتقال ہوگیا) (مسنداحمد)

جثامہ کا سونے کی کرسی سے اعراض کا واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت جثامہ بن مساحق رضی اللہ عنہ کو ہرقل بادشاہ روم کے پاس ایلچی بنا کر بھیجا، وہ ہرقل کے دربار میں پہنچے، تو ان کے اکرام کے لئے ہرقل نے انہیں سونے کی ایک کرسی پر بٹھایا۔

حضرت جثامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

---

[1] قال شعيب الأرنؤوط :

حديث حسن(حاشية مسند احمد)

وقال ايضاً:

حديث قوى(حاشية صحيح ابنِ حبان)

جَلَسْتُ فَلَمْ أَدْرِ مَا تَحْتِي، فَإِذَا تَحْتِي كُرْسِيٌّ مِنْ ذَهَبٍ، فَلَمَّا رَأَيْتُهُ نَزَلْتُ عَنْهُ فَضَحِكَ، فَقَالَ لِي: لِمَ نَزَلْتَ عَنْ هٰذَا الَّذِي أَكْرَمْنَاكَ بِهِ ؟ فَقُلْتُ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ مِثْلِ هٰذَا (معرفة الصحابةلابی نعيم الأصبهانی، قم الحديث ١٧٢٩ ،تحت ترجمة جثامة بن مساحق بن الربيعِ بن قيس الكنانی ،دار الوطن للنشر -الرياض)

ترجمہ: میں شروع میں بے خیالی کے عالم میں اس کرسی پر بیٹھ گیا، لیکن جب احساس ہوا کہ یہ سونے کی کرسی ہے، تو اس سے فوراً اتر کر کھڑا ہو گیا۔ ہرقل نے میرے اس عمل پر ہنس کر پوچھا کہ ہم نے تو اس کرسی کے ذریعہ تمہارا اکرام کیا تھا، تم اتر کیوں گئے؟ میں نے جواب میں کہا کہ:

’’میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ آپ نے اس جیسی (یعنی سونے کی چیز) پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے‘‘ (معرفة الصحابة)

مذکورہ روایت کی سند میں اگرچہ کچھ ضعف پایا جاتا ہے۔ [1]

لیکن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اس طرح کے واقعات کثرت سے پائے جاتے ہیں، جن سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، کس قدر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اطاعت کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

اس فصل کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع میں آپ کے جانثار صحابۂ کرام

---

[1] مندرجہ بالا حدیث کی سند درج ذیل ہے:

حدثناه، عن محمد بن أبی عمرو، ثنا عمر بن محمد البحيری، ثنا أحمد بن عبد الواحد التميمی، ثنا محمد بن مخلد الرعينی أبو أسلم، عن عبد الخالق الحمصی، عن يحيی بن أيوب، عن الكنانی(معرفة الصحابة)

جس میں بعض راوی مجہول معلوم ہوئے۔ محمد رضوان۔

رضی اللہ عنہم سب سے زیادہ آگے تھے، اور اس سلسلہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ایسے واقعات پائے جاتے ہیں کہ جن کی قیامت تک نظیر ملنا مشکل ہے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کے لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات ملاحظہ کر کے ان کو اپنی زندگی کا نمونہ بنانا چاہئے، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کو چھوڑ کر دوسرے نت نئے طریقوں سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگوں کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت کے خوب دعوے اور نعرے ہیں، لیکن نہ ان کا طرزِ عمل سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے، اور نہ ہی ان کی زندگی، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل سے میل کھاتی ہے۔

ظاہر ہے کہ اس کے طرح کے کھوکھلے دعوے اور نعرے کام نہ آئیں گے، جب تک عملی طور پر اس کا ثبوت نہ ہو۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

(باب نمبر2)

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اس امت پر خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا حق یہ ہے کہ آپ سے محبت رکھی جائے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا ایسا اتباع مقصود نہیں، جیسے عام دنیا کے حُکَّام و حکمرانوں کا اتباع جبرًا قہرًا کرنا پڑتا ہے، بلکہ وہ اتباع مقصود ہے، جو عظمت ومحبت کا نتیجہ ہو، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت دل میں اتنی ہو کہ اس کی وجہ سے آپ کے احکام کی اتباع پر مجبور ہو، اور اس کی لذت محسوس ہو۔
اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی آپ کے حقوق میں داخل ہوگئی۔
جس کی کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

قرآن مجید میں اللہ کے رسول کی محبت کا ذکر

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (سورة التوبة، رقم الآية ٢٤)

ترجمہ: (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (ان لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور وہ تجارت کہ ڈرتے ہو تم اس کی نکاسی نہ ہونے

سے، اور وہ گھر جن کو پسند کرتے ہو تم (اگر یہ چیزیں) زیادہ محبوب ہوں تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے، اور جہاد کرنے سے اس کے راستہ میں، تو صبر کرو تم، یہاں تک کہ لے آئے اللہ اپنا حکم (یعنی سزا) (سورہ توبہ)

اس سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت، دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ ہونی چاہئے۔

انس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ (بخاری، رقم الحدیث ۱۵، کتاب الایمان، باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الإیمان، دار طوق النجاۃ، بیروت، مسلم رقم الحدیث ۴۴ "۷۰")

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی شخص (پورا) ایماندار نہیں ہوسکتا، جب تک کہ میرے ساتھ اپنے والد سے اور اپنی اولاد سے اور سب آدمیوں سے زیادہ محبت نہ رکھے (بخاری، مسلم)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا، جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، دنیا کے سب انسانوں سے زیادہ نہ ہوجائے۔

انس رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ أَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ إِلَّا لِلّٰهِ وَأَنْ يَّكْرَهَ أَنْ يَّعُوْدَ

فِی الْکُفْرِ کَمَا یَکْرَهُ أَنْ یُّقْذَفَ فِی النَّارِ (بخاری، رقم الحدیث ۱۶، کتاب الایمان، باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الإیمان، دار طوق النجاۃ، بیروت)

ترجمہ: تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں ہوں گی، اس کو (ان کی وجہ سے) ایمان کی حلاوت ومٹھاس نصیب ہوگی، ایک وہ شخص جس کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم دوسری سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہوں (یعنی جتنی محبت اس کو اللہ اور رسول سے ہو، اتنی کسی دوسری چیز سے نہ ہو) اور ایک وہ شخص جس کو کسی بندہ سے محبت ہو، صرف اللہ کے لئے محبت ہو (یعنی کسی دنیوی غرض سے نہ ہو، صرف اس وجہ سے محبت ہو کہ وہ شخص اللہ والا ہے) اور ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے کفر سے بچالیا ہو (خواہ پہلے ہی سے بچائے رکھا ہو، خواہ بعد میں کفر سے توبہ کرلی اور بچ گیا ہو) اور اس (بچالینے) کے بعد وہ کفر کی طرف آنے کو اس قدر ناپسند کرتا ہو، جیسے آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے (بخاری)

انس رضی اللہ عنہ کی تیسری حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتَی السَّاعَةُ؟ قَالَ وَمَا أَعْدَدْتَ لِلسَّاعَةِ؟قَالَ حُبُّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ،قَالَ فَإِنَّکَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ،قَالَ أَنَسٌ فَمَا فَرِحْنَا بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرَحًا أَشَدَّ مِنْ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّکَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ،قَالَ أَنَسٌ فَأَنَا أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَأَبَا بَکْرٍ وَعُمَرَ فَأَرْجُوْ أَنْ أَکُوْنَ مَعَهُمْ وَإِنْ لَّمْ أَعْمَلْ بِأَعْمَالِهِمْ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۶۳۹ "۱۶۳" کتاب البر والصلة والآداب، باب المرء مع من احب، دار إحیاء التراث العربی -بیروت)

ترجمہ: ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول قیامت کب واقع ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت، اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اسی کے ساتھ ہوں گے، جس سے آپ محبت رکھتے ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام کے بعد ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے زیادہ خوشی اور کسی چیز سے نہیں ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ آپ اس کے ساتھ ہوں گے، جس سے آپ محبت رکھیں گے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے اور ابوبکر اور عمر سے محبت رکھتا ہوں، اور مجھے امید ہے کہ میں انہی کے ساتھ (محشور) ہوں گا، اگرچہ میرا عمل ان کے اعمال جیسا نہیں ہے (مسلم)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ أَشَدِّ أُمَّتِیْ لِیْ حُبًّا نَاسٌ يَكُوْنُوْنَ بَعْدِیْ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ رَآنِیْ بِأَهْلِهِ وَمَالِهِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٨٣٢ "١٢" كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب فيمن يود رؤية النبی صلى الله عليه وسلم بأهله وماله، دار إحياء التراث العربی -بيروت)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے مضبوط ترین لوگ وہ ہیں، جو میرے بعد مجھ سے محبت رکھتے ہوں گے، جو کہ یہ چاہیں گے کہ کاش کہ وہ مجھے اپنے گھر اور مال کے بدلے (اور ان کے عوض میں) دیکھ لیتے (مسلم)

مذکورہ آیات اور احادیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی اہمیت اور اس کی فضیلت واضح ہوئی۔

اس باب کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ امت پر خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا حق یہ ہے کہ آپ سے سچی محبت رکھی جائے، اور ایسی محبت رکھی جائے کہ ایسی محبت مخلوق میں سے کسی کے ساتھ نہ ہو، اور یہ محبت صرف اللہ کے لیے خالص ہو۔

اور اس محبت کا صحیح اور سچا معیار اور نمونہ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت اور اس کا طرزِ عمل ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور حقیقی محبت نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ.

(فصل نمبر 1)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حقوق کو سب سے پہلے ادا کرنے والی جماعت، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ہے، انہی کے قول وفعل کو دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت کو پہچانا جاسکتا ہے، اس لئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کا کچھ حال ذکر کیا جاتا ہے۔

البتہ محبت کی پوری حقیقت کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں، بلکہ وہ ایک کیفیت ہے، جو الفاظ وعبارات سے بالاتر ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کا یہ عالم تھا کہ آپ کی وجہ سے صحابہ کو نہ جان کی پرواہ تھی، نہ زندگی کی تمنا، نہ مال کا خیال تھا، نہ تکلیف کا خوف، نہ موت سے ڈر۔

اس طرح کے چند واقعات وروایات ملاحظہ فرمائیں۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ:

وَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلاَ أَجَلَّ فِيْ عَيْنِيْ مِنْهُ وَمَا كُنْتُ أُطِيْقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنَيَّ مِنْهُ إِجْلاَلًا لَهُ وَلَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ مَا أَطَقْتُ لِأَنِّيْ لَمْ أَكُنْ أَمْلَأُ عَيْنَيَّ مِنْهُ وَلَوْ مُتُّ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ لَرَجَوْتُ أَنْ أَكُوْنَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ (مسلم، رقم الحديث ۱۲۱ "۱۹۲" كتاب الايمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله وكذا الهجرة والحج، دار

إحياء التراث العربي -بيروت)

ترجمہ: اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا، اور نہ کوئی میری نظر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قابلِ عظمت تھا، اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی وجہ سے آپ کو آنکھ بھر کر دیکھنے کی طاقت نہیں تھی، اور اگر مجھ سے سوال کیا جائے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (سراپا) صفت بیان کروں، تو مجھے اس کی طاقت نہیں ہے، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھا، اور اگر میں اسی حال میں (جبکہ میرا دل آپ کی عظمت ومحبت سے لبریز ہے) فوت ہو جاؤں، تو مجھے امید ہے کہ میں جنتیوں میں سے ہوں گا (مسلم)

زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ کسی کام سے بھیجا تھا، مگر ان کو قریشِ مکہ نے قید کرلیا، اور ان کو حرم کی حدود سے باہر لے جا کر قتل کرنا چاہا، اس موقع پر ابوسفیان بن حرب بھی موجود تھے (جو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے) ابوسفیان نے ان کو قتل سے پہلے کہا کہ:

نَشَدْتُکَ بِاللّٰهِ يَا زَيْدُ، أَتُحِبُّ أَنَّ مُحَمَّدًا عِنْدَنَا الْآنَ بِمَكَانِکَ يُضْرَبُ عُنُقُهُ، وَأَنَّکَ فِيْ أَهْلِکَ ؟ قَالَ: وَاللّٰهِ مَا أُحِبُّ أَنْ مُحَمَّدًا الْآنَ فِيْ مَكَانِهِ الَّذِیْ هُوَ فِيْهِ تُصِيْبُهُ شَوْكَةٌ تُؤْذِيْهِ وَإِنِّيْ جَالِسٌ فِيْ أَهْلِيْ، فَقَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ: مَا رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ أَحَدًا يُحِبُّ أَحَدًا كَحُبِّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدًا، ثُمَّ قَتَلَهٗ نِسْطَاسٌ

(معرفة الصحابة للأبی نعيم الأصبهانی ،رقم الحديث ٢٩٩٩،تحت ترجمة زيد بن

الدثنة الأنصاری من بنی بیاضة بن عامر،دار الوطن للنشر -الریاض)

ترجمہ: اے زید! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ ہمارے پاس اس وقت آپ کی جگہ محمد ہوتے، جن کو قتل کیا جاتا، اور آپ اپنے گھر میں ہوتے؟ حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں تو اس بات کو بھی پسند نہیں کرتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت جس جگہ ہیں، وہاں ان کو کسی کانٹے کی بھی تکلیف پہنچے، اور میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا ہوں، جس پر ابوسفیان نے کہا کہ میں نے لوگوں میں سے کسی کو، کسی سے ایسی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا، جیسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم ''محمد'' سے محبت کرتے ہیں، اس کے بعد حضرت زید بن دثنہ (رضی اللہ عنہ) کو نسطاس (نامی شخص) نے قتل کر دیا (معرفۃ الصحابۃ)

فائدہ: اس حدیث کی سند قابلِ تحقیق ہے، جس کا فی الوقت مجھے تحقیق کرنے کا موقع حاصل نہ ہوسکا۔ [1]

ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت شعبی سے مرسلاً روایت ہے کہ:

---

[1] اس روایت کی سند درجِ ذیل ہے:

حدثنا حبیب بن الحسن، ثنا محمد بن یحیی، ثنا أحمد بن محمد، ثنا إبراهیم بن سعد، عن محمد بن إسحاق، قال: حدثنی عاصم بن عمر، قال: بعث رسول الله صلی الله علیه وسلم نفرا من أصحابه منهم زید بن الدثنة أخو بنی بیاضة بن عامر، فأما زید بن الدثنة فأسر، فقدم به مكة، فبعث به صفوان بن أمیة مع مولی له یقال له نسطاس إلی التنعیم، فأخرجوه من الحرم لیقتله، فاجتمع إلیه رهط من قریش فیهم أبو سفیان بن حرب، فقال له أبو سفیان حین قدم لیقتل: نشدتک بالله یا زید......الخ (معرفة الصحابة للأصبهانی،رقم الحدیث ۲۹۹۹)

اور ایک روایت میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی اسی طرح کے الفاظ ہیں:

وزاد عروة وموسی جمیعا أنهم لما رفعوا خبیبا علی الخشبة نادوه یناشدوه أتحب أن

محمدا مکانک؟ قال: لا والله العظيم ما أحب أن يفديني بشوكة يشاكها في قدميه فضحكوا منه وزاد أبياتا قالها ونحن نذكرها في رواية ابن إسحاق إن شاء الله (دلائل النبوة للبيهقي، ج۳ص ۳۲۶، ۳۲۷، باب غزوة الرجيع وما ظهر في قصة عاصم بن ثابت ابن أبي الأقلح، وخبيب بن عدي من الآثار والأعلام)

أخبرنا عبدالوهاب الحافظ قال أخبرنا حمد بن أحمد قال أخبرنا أبو نعيم الحافظ قال حدثنا محمد بن عبدالله قال حدثنا الحسن بن علي الطوسي قال حدثنا محمد بن عبدالكريم قال حدثنا الهيثم بن عدي قال حدثنا ثور بن يزيد قال حدثنا خالد بن معدان قال قال سعيد بن عامر بن جذيم ، شهدت مصرع خبيب وقد بضعت قريش لحمه ثم حملوه على جذعة فقالوا أتحب أن محمدا مكانک فقال والله ما أحب أني في أهلي وولدي وأن محمدا شيک بشوكة ثم نادى يا محمد (الثبات عند الممات لابن الجوزي، ص ۱۲۴، تحت ترجمة " خبيب بن عدي رضي الله عنه ")

وفي رواية الطبراني:

وقتل خبيب بن عدي أبناء المشركين الذين قتلوا يوم بدر، فلما وضعوا فيه السلاح وهو مصلوب نادوه وناشدوه: أتحب محمدا مكانک؟ فقال: لا والله العظيم ما أحب أن يفديني بشوكة يشاكها في قدمه، فضحكوا (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۵۲۸۴، ج۵ص ۲۵۹)

قال الهيثمي:رواه الطبراني، وفيه ابن لهيعة وحديثه حسن وفيه ضعف(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۰۳۳۹)

جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِيُ وَوَلَدِيُ وَأَهْلِيُ وَمَالِيُ، وَلَوْلَا أَنِّيُ آتِيُكَ فَأَرَاكَ لَظَنَنْتُ أَنِّيُ سَأَمُوْتُ، وَبَكَى الْأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَبْكَاكَ ؟قَالَ :ذَكَرْتُ أَنَّكَ سَتَمُوْتُ وَنَمُوْتُ فَتُرْفَعُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ، وَنَحْنُ إِنْ دَخَلْنَا الْجَنَّةَ كُنَّا دُوْنَكَ، فَلَمْ يُخْبِرْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ "إِلٰى قَوْلِهٖ"عَلِيْمًا (النساء ۶۹،۷۰) " فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْشِرْ (شعب الإيمان للبيهقي،رقم الحديث ۱۳۱۷، باب حب النبي ﷺ،مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض)

ترجمہ: انصاری صحابۂ کرام کے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ آپ مجھے میری جان اور میری اولاد اور میرے گھر اور میرے مال سب سے زیادہ محبوب ہیں، اور اگر میں آپ کے پاس نہ آتا، اور آپ کو نہ دیکھتا، تو شاید میری موت واقع ہو جاتی، اور یہ کہہ کر وہ انصاری رونے لگے، اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ ان انصاری صحابی نے عرض کیا کہ آپ کے اور ہمارے فوت ہونے کے بعد آپ تو نبیوں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے، اور ہم اگر جنت میں داخل بھی ہو گئے، تو آپ سے نیچے (درجہ میں) ہوں گے، اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں فرمایا، یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے (سورہ نساء کی) یہ آیات نازل فرمائیں:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ سے عَلِيْمًا تک، جس کا ترجمہ یہ ہے:

''اور جو بھی اللہ کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا، جن پر اللہ نے انعام کیا، جیسے نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ، یہ بہترین رفیق ہیں، یہ فضل (اور عنایت) ہے، اللہ کی طرف سے، اور کافی ہے اللہ، خوب جاننے والا''

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لئے خوشخبری ہو (بیہقی)

اس طرح کی روایات اور سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [1]

---

[1] حدثنا معاوية بن عمرو ، قال : حدثنا زائدة بن قدامة ، عن منصور ، عن مسلم ، قال : قال أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم – أو من شاء الله منهم – : يا رسول الله ما نولنا أن نفارقک في الدنيا فإنک لو مت رفعت فوقنا فلم نرک , فأنزل الله : }ومن يطع الله والرسول فأولئک مع الذين أنعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن أولئک رفيقا)(مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۳۲۴۳۴)

عن عائشة، قالت: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله، والله إنک لأحب إلي من نفسي، وإنک لأحب إلي من أهلي، وأحب إلي من ولدي، وإني

لأكون فى البيت، فأذكرك فما أصبر حتى آتيك، فأنظر إليك، وإذا ذكرت موتى وموتك عرفت أنك إذا دخلت الجنة رفعت مع النبيين، وإني إذا دخلت الجنة خشيت أن لا أراك .فلم يرد عليه النبى صلى الله عليه وسلم حتى نزل جبريل بهذه الآية:(ومن يطع الله والرسول فأولئك مع الذين أنعم الله عليهم من النبيين والصديقين)الآية(المعجم الأوسط للطبرانى، رقم الحديث ٤٧٧)

قال الهيثمى:رواه الطبرانى فى الصغير والأوسط، ورجاله رجال الصحيح غير عبد الله بن عمران العابدى، وهو ثقة(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٠٩٣٧)

عن عطاء بن السائب، عن الشعبى، عن ابن عباس أن رجلا أتى النبى صلى الله عليه وسلم، فقال: يا رسول الله , إني لأحبك حتى إني لأذكرك، فلولا أني أجيء فأنظر إليك ظننت أن نفسي تخرج، فأذكر أني إن دخلت الجنة صرت دونك فى المنزلة فشق ذلك علي، وأحب أن أكون معك فى الدرجة، "فلم يرد رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا، فأنزل الله عز وجل: (ومن يطع الله والرسول فأولئك مع الذين أنعم الله عليهم)الآية، فدعاه رسول الله صلى الله عليه وسلم، فتلاها عليه (المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ١٢٥٥٩)

قال الهيثمى:رواه الطبرانى، وفيه عطاء بن السائب، وقد اختلط(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٠٩٣٦، قوله تعالى:ومن يطع الله والرسول)

اور مذکورہ روایات مجموعی طور پر سند کے اعتبار سے معتبر معلوم ہوتی ہیں۔ [1]

---

[1] قال ابن كثير:

ذكر سبب نزول هذه الآية الكريمة:

قال ابن جرير: حدثنا ابن حميد، حدثنا يعقوب القمي عن جعفر بن أبي المغيرة، عن سعيد بن جبير، قال: جاء رجل من الأنصار إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو محزون، فقال له النبى صلى الله عليه وسلم: يا فلان ما لى أراك محزونا؟ فقال: يا نبى الله شيء فكرت فيه، فقال: ما هو؟قال: نحن نغدو عليك ونروح ننظر إلى وجهك ونجالسك وغدا ترفع مع النبيين فلا نصل إليك، فلم يرد النبى صلى الله عليه وسلم شيئا، فأتاه جبريل بهذه الآية ومن يطع الله والرسول فأولئك مع الذين أنعم الله عليهم من النبيين الآية، فبعث النبى صلى الله عليه وسلم فبشره.

وقد روى هذا الأثر مرسلا عن مسروق، وعن عكرمة، وعامر الشعبى وقتادة، وعن الربيع بن أنس وهو من أحسنها سندا(تفسير ابنِ كثير، ج٢ص٣١٠، ٣١١، سورة النساء)

وقال الالبانى:

ومن يطع الله والرسول فأولئك مع الذين أنعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن أولئك رفيقا) ." *

أخرجه الطبراني في "المعجم الأوسط (2 - 1 / 29 / 1) "، و "الصغير "(ص 12– هندية) : حدثنا أحمد بن عمرو الخلال المكي أبو عبد الله: حدثنا عبد الله بن عمران العابدي: حدثنا فضيل بن عياض عن منصور عن إبراهيم عن الأسود عن عائشة قالت: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إنك لأحب إلي من نفسي، وإنك لأحب إلي من أهلي، وأحب إلي من ولدي، وإني لأكون في البيت فأذكرك فما أصبر حتى آتيك، فأنظر إليك، وإذا ذكرت موتي وموتك عرفت أنك إذا دخلت الجنة رفعت مع النبيين، وإني إذا دخلت الجنة خشيت أن لا أراك؟ فلم يرد عليه النبي صلى الله عليه وسلم شيئا حتى نزل جبريل عليه السلام بهذه الآية. فذكرها .وقال: " لم يروه عن منصور عن إبراهيم عن الأسود عن عائشة إلا فضيل، تفرد به عبد الله ابن عمران ." قلت: وهو صدوق كما قال أبو حاتم،وذكره ابن حبان في "الثقات (363 / 8) "وقال: " يخطىء ويخالف ."قلت:فهو حسن الحديث إن شاء الله تعالى، وإلى هذا يشير الحافظ المقدسي بقوله عقبه في "صفة الجنة - "وقد رواه من طريق الطبراني –: " لا أرى بإسناده بأسا ."كما في "تفسير ابن كثير / 1) " (523 . وفيه أنه رواه ابن مردويه من طريق أخرى عن عبد الله بن عمران به .وقال الهيثمي في "المجمع " : (7 / 7) "رواه الطبراني في "الصغير "و "الأوسط "، ورجاله رجال (الصحيح) غير عبد الله بن عمران العابدي، وهو ثقة ."قلت: ويقويه أن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرِ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللّٰهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآنَ يَا عُمَرُ (بخاری،رقم الحديث ٦٦٣٢، كتاب الايمان والنذور، باب :كيف كانت يمين النبي صلى الله عليه وسلم، دارطوق النجاة، بيروت)

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے،اوراس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ میں ہاتھ لئے ہوئے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک مجھ کو آپ کے ساتھ سب چیزوں سے زیادہ محبت ہے، سوائے اپنی جان کے (یعنی اپنی جان کے برابر آپ کی محبت معلوم نہیں ہوتی) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے، اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم اس وقت تک مومن نہ ہوگے، جب

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

له شواهد مرسلة فى "تفسير ابن جرير (5 / 104) "عن جماعة منهم قتادة، وإسناده صحيح .وآخر من رواية عطاء بن السائب عن الشعبى عن ابن عباس أن رجلا أتى النبى صلى الله عليه وسلم فقال: فذكره .أخرجه الطبرانى فى "المعجم الكبير "(12/86 /12559) من طريق ثابت بن عباس أبى بكر الأحدب: حدثنا خالد بن عبد الله عن عطاء بن السائب ..وعطاء كان اختلط، وبه أعله الهيثمى .لكن ثابت بن عباس هذا لم أجد له ترجمة فيما عندى من المصادر، ولا ذكره أصحاب "الكنى "(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٢٩٣٣)

تک میرے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت نہ رکھو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اب تو (آپ کا ارشاد سننے کے بعد) آپ کے ساتھ اپنی جان سے بھی زیادہ محبت معلوم ہوتی ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب ٹھیک ہے، اے عمر (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ سے اپنی جان سے بھی زیادہ محبت ہوگئی، یا پہلے سے جو اتنی محبت تھی، غور کرتے ہی اس کا استحضار اور احساس ہوگیا۔

کبشہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

حضرت کبشہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا قِرْبَةٌ مُعَلَّقَةٌ فَشَرِبَ مِنْهَا وَهُوَ قَائِمٌ فَقَطَعَتْ فَمَ الْقِرْبَةِ تَبْتَغِىْ بَرَكَةَ مَوْضِعِ فِىْ

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ(ابنِ ماجه ،رقم الحديث ۳۴۲۳، کتاب الاشربة، باب الشرب قائما،دار إحياء الكتب العربية، المعجم الكبير للطبرانی رقم الحديث ۲۰۵۳۱) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے، وہاں ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ لگا کر کھڑے کھڑے پانی پیا، تو حضرت کبشہ انصاریہ رضی اللہ عنہا نے اس مشکیزے کا منہ کاٹ لیا (اور یہ حصہ تبرک کے طور پر محفوظ رکھ لیا) تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منہ مبارک لگی ہوئی جگہ سے برکت حاصل کریں (ابنِ ماجہ)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح .
وأخرجه الترمذی (2001) من طريق سفيان بن عيينة، بهذا الإسناد.
وهو فی "مسند أحمد "(27448)، و"صحيح ابن حبان(5318)(حاشية سنن ابن ماجه)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی اسی طرح کا قصہ منقول ہے۔ [1]

ہجرت کے وقت کا ایک واقعہ

بعض روایات میں یہ قصہ مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی نوجوانی کی عمر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنی زندگی کو قربانی کے لئے ایسے وقت میں پیش کر دیا تھا، جب مشرکینِ مکہ نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا اور قتل کرنے کی سازش بنا رکھی تھی۔

ایسی حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے لئے روانہ ہوگئے اور آپ کے بستر پر اس خطرے کی حالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نہایت سکون واطمینان کے ساتھ رات بھر لیٹے رہے، صبح ہوتے ہی جب مشرکینِ قریش اپنے ناپاک ارادہ کی تکمیل کے لئے اندر آئے، تو یہاں یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ نبی

صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے آپ کا ایک جان نثار، اپنے آقا پر قربان ہونے کے لئے سر بکف سورہا ہے۔ ۲

---

۱ عن أنس بن مالك، "أن النبي صلى الله عليه وسلم، دخل على أم سليم وفي البيت قربة معلقة، فشرب من فيها وهو قائم "قال: فقطعت أم سليم فم القربة فهو عندنا (مسند أحمد،رقم الحديث ١٢١٨٨)

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده ضعيف لجهالة ابن بنت أنس -واسمه البراء بن زيد -فإنه لم يرو عنه غير عبد الكريم الجزري، والصحيح أن هذه القصة وقعت لكبشة بنت ثابت الأنصارية كما سيأتي في مسندها ٦/٤٣٤ بإسناد صحيح(حاشية مسند احمد)

وقال الهيثمي:

رواه أحمد والطبراني وفيه البراء بن زيد ولم يضعفه أحد ، وبقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ج٥ ص ٧٩،باب الشرب قائما، مكتبة القدسي، قاهرة)

۲ عن ابن إسحاق قال :وأقام رسول الله صلى الله عليه وسلم ينتظر أمر الله حتى إذا اجتمعت قريش فمكرت به وأرادوا به ما أرادوا أتاه جبريل عليه السلام ، فأمره أن لا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہ روایت مسند احمد وغیرہ میں مروی ہے، اور اس واقعہ کو بعض سیرت نگاروں نے ذکر کیا ہے،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يبيت في مكانه الذي كان يبيت فيه ، دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم علي بن أبي طالب ، فأمره أن يبيت على فراشه ، ويتسجى ببرد له أخضر ، ففعل ، ثم خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم على القوم وهم على بابه وخرج معه بحفنة من تراب فجعل يذرها على رء وسهم ، وأخذ الله عز وجل بأبصارهم عن نبيه وهو يقرأ :يس والقرآن الحكيم إلى قوله :فأغشيناهم فهم لا يبصرون وروى عن عكرمة ما يؤكد هذا(دلائل النبوة للبيهقي،ج٢ ص ٤٦٩، ٤٧٠، باب مكر المشركين برسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وعصمة الله رسوله وإخباره إياه بذلك،الخ)

حدثنا عبد الرزاق، حدثنا معمر، قال: وأخبرني عثمان الجزري، أن مقسما، مولى ابن عباس أخبره عن ابن عباس: في قوله (وإذ يمكر بك الذين كفروا ليثبتوك)قال: " تشاورت قريش ليلة بمكة، فقال بعضهم: إذا أصبح، فأثبتوه بالوثاق، يريدون النبي صلى الله عليه وسلم، وقال بعضهم: بل اقتلوه، وقال بعضهم: بل أخرجوه، فأطلع الله عز وجل نبيه على ذلك، فبات علي على فراش النبي صلى الله عليه وسلم تلك الليلة، وخرج النبي صلى الله عليه وسلم حتى لحق بالغار، وبات المشركون يحرسون عليا، يحسبونه النبي صلى الله عليه وسلم، فلما أصبحوا ثاروا إليه، فلما رأوا عليا، رد

الله مكرهم، فقالوا: أين صاحبك هذا؟ قال: لا أدرى، فاقتصوا أثره، فلما بلغوا الجبل خلط عليهم، فصعدوا فى الجبل، فمروا بالغار، فرأوا على بابه نسج العنكبوت، فقالوا: لو دخل هاهنا، لم يكن نسج العنكبوت على بابه، فمكث فيه ثلاث ليال (مسند احمد، رقم الحديث ٣٢٥١، المعجم الكبير للطبرانى رقم الحديث ١١٩٨٧، شرح مشكل الآثار للطحاوى، رقم الحديث ٥٨٠٦)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده ضعيف(حاشية مسند احمد)

وأخبرنا أبو الحسين بن الفضل القطان، قال: أخبرنا أبو بكر محمد بن عبد الله بن عتاب العبدى، قال: حدثنا القاسم بن عبد الله بن المغيرة، قال:

أخبرنا إسماعيل بن أبى أويس، قال: حدثنا إسماعيل بن إبراهيم بن عقبة عن عمه موسى بن عقبة.

(ح) ، وأخبرنا أبو عبد الله الحافظ قال :أخبرنى إسماعيل بن محمد بن الفضل الشعرانى قال :حدثنا جدى قال :حدثنا إبراهيم بن المنذر قال :حدثنا محمد بن فليح ، عن موسى بن عقبة ، عن ابن شهاب الزهرى وهذا لفظ حديث إسماعيل قال :ومكث رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد الحج بقية ذى الحجة ، والمحرم ، وصفر ، ثم إن مشركى قريش اجتمعوا أن يقتلوه أو يخرجوه حين ظنوا أنه خارج ، وعلموا أن الله عز وجل قد جعل له مأوى ومنعة ولأصحابه ، وبلغهم إسلام من أسلم ، ورأوا من يخرج

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر اس واقعہ سے متعلق روایت، سند کے اعتبار سے کچھ کمزور معلوم ہوتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إليهم من المهاجرين ، فأجمعوا أن يقتلوا رسول الله صلى الله عليه وسلم أو يثبتوه ، فقال الله عز وجل : وإذ يمكر بك الذين كفروا ليثبتوك أو يقتلوك أو يخرجوك ويمكرون ويمكر الله والله خير الماكرين،وبلغه صلى الله عليه وسلم فى ذلك اليوم الذى أتى فيه أبا بكر أنهم مبيتوه إذا أمسى على فراشه ، فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبو بكر فى جوف الليل قبل الغار غار ثور ، وهو الغار الذى ذكر الله عز وجل فى الكتاب ، وعمد على بن أبى طالب فرقد على فراش رسول الله صلى الله عليه وسلم يوارى عنه ، وباتت قريش يختلفون ويأتمرون أيهم يجثم على صاحب الفراش فيوثقه ، فكان ذلك أمرهم حتى أصبحوا ، فإذا هم بعلى بن أبى طالب رضى الله عنه ، فسألوه عن النبى صلى الله عليه وسلم فأخبرهم أنه لا علم له به ، فعلموا عند ذلك أنه قد خرج فارا منهم ، فركبوا فى كل وجه يطلبونه (دلائل النبوة للبيهقى، ج٢ص ٤٦٦، باب مكر المشركين برسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وعصمة الله رسوله وإخباره إياه بذلك،الخ)

[1] قال أبو حذيفة، نبيل بن منصور بن يعقوب بن سلطان البصارة الكويتى:

أخرجه أحمد (348 /1) عن عبد الرزاق ثنا مَعْمَر أنى عثمان الجزرى أنّ مِقْسَما مولى

ابـن عبـاس أخبـره عـن ابـن عبـاس فـى قـولـه (وَإِذْ يَـمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ) (الأنفال30 :) قال :فذكره.

قال ابن كثير :وهذا إسناد حسن وهو من أجود ما روى فى قصة نسج العنكبوت على فم الغار (3) " البداية والنهاية 181 /3

قلت :ولم ينفرد أحمد به بل تابعه:

- 1إسحاق بن راهوية.

أخرجه الطبرى فى "تفسيره(228 /9) "

- 2على بن المدينى.

أخرجه الطبرانى فى "الكبير(12155) "

- 3محفوظ بن الفضل بن أبى توبة.

أخرجه الخطيب فى "التاريخ(192 - 191 /13) "

- 4محمد بن يحيى بن أبى عمر فى "مسنده "(إتحاف الخيرة 7686)

واختـلف فيـه عـلى عبـد الـرزاق، فـرواه إسـحـاق بـن إبراهيم الدَّبَرى عن عبد الرزاق (المصنف 389 /5) فلم يذكر ابن عباس.

وتابعه سلمة بن شبيب النيسابورى عن عبد الرزاق (التفسير 258 /2) به.

وإسناده ضعيف، عثمان الجزرى ترجمه البخارى فى "الكبير "(258 /2 /3) ولم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

احادیث میں یہ قصہ آتا ہے کہ غزوۂ احد کے موقع پر جبکہ دشمنوں کی طرف سے تیروں کی بوچھاڑ ہورہی تھی، اس وقت حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ڈھال بنے ہوئے تھے، اور اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کررہے تھے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يذكر فيه جرحا ولا تعديلا.

وقال ابن أبى حاتم :عثمان الجزرى ويقال له :عثمان المشاهد روى عن مقسم، وروى عـنـه مـعمر والنعمان بن راشد، سئل عنه أحمد فقال :روى أحـاديث مناكير، زعموا أنّه ذهـب كتـابـه، وسألت أبى عنه فقال :لا أعـلـم روى عـنه غير معمر والنعمان "الجرح والتعديل 174 /1 /3

ولم يذكره الحسينى فى " :الإكمال"، ولا الحافظ فى "التعجيل "مع أنّه من شرطهما .

واختلف فی هذا الحديث علی معمر، فرواه محمد بن ثور الصنعانی عن معمر فلم يذكر عثمان الجزری ولا ابن عباس .أخرجه الطبری (228 /9) عن محمد بن عبد الأعلی الصنعانی ثنا محمد بن ثور به(أَنِيسُ السَّاری فی تخريج وَتحقيق الأحاديث التی ذكرها الحَافظ ابن حَجر العسقلانی فی فَتح البَاری، ج۴،ص ۲۵۲۶ ۹،حرف التاء ، تحت رقم الحديث ۱۸۲۸)

لے عن أنس رضی الله عنه، قال: لما كان يوم أحد انهزم الناس عن النبی صلی الله عليه وسلم، وأبو طلحة بين يدی النبی صلی الله عليه وسلم مجوب عليه بحجفة له ، وكان أبو طلحة رجلا راميا شديد النزع، كسر يومئذ قوسين أو ثلاثا، وكان الرجل يمر معه بجعبة من النبل، فيقول: انثرها لأبی طلحة قال: ويشرف النبی صلی الله عليه وسلم ينظر إلی القوم، فيقول أبو طلحة: بأبی أنت وأمی، لا تشرف، يصيبک سهم من سهام القوم، نحری دون نحرک، ولقد رأيت عائشة بنت أبی بكر وأم سليم، وإنهما لمشمرتان، أری خدم سوقهما تنقزان القرب علی متونهما تفرغانه فی أفواه القوم، ثم ترجعان فتملآنها، ثم تجيئان فتفرغانه فی أفواه القوم، ولقد وقع السيف من يدی أبی طلحة إما مرتين وإما ثلاثا(بخاری، رقم الحديث ۳۸۱۱)

عن أنس، "أن أبا طلحة كان يرمی بين يدی النبی صلی الله عليه وسلم يوم أحد، والنبی صلی الله عليه وسلم خلفه يتترس به، وكان راميا، وكان إذا رمی رفع رسول الله صلی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو جب شکست ہو رہی تھی تو کسی نے یہ خبر اڑا دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے اس وحشت ناک خبر سے جو اثر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر ہونا چاہئے تھا، وہ ظاہر ہے۔

اس طرح کے اثرات کا بعض روایات میں ذکر آیا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کو جب غزوۂ احد کے موقع پر یہ خبر پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے، تو حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:

مَا تَصْنَعُوْنَ بِالْحَيَاةِ بَعْدَهٗ فَقُوْمُوْا فَمُوْتُوْا عَلٰی مَا مَاتَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقَوْمَ فَقَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ (دلائل النبوة للبيهقی ،ج۳ص ۲۴۵ ،باب تحريض النبی صلی الله عليه وسلم أصحابه علی

القتال يوم أحد وثبوت من عصمه الله -عز وجل-، دارالكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تم زندہ رہ کر کیا کرو گے، تم بھی کھڑے ہو، اور اس حکم (یعنی اعلاء کلمۃ الحق) پر شہید ہو جاؤ، جس پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے، چنانچہ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کفار کے مقابلہ میں پہنچ گئے، اور قتال کرتے کرتے شہید ہو گئے (بیہقی)

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ انہوں

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الله عليه وسلم شخصه ينظر أين يقع سهمه، ويرفع أبو طلحة صدره، ويقول: هكذا بأبى أنت وأمي يا رسول الله، لا يصيبك سهم، نحرى دون نحرك، وكان أبو طلحة يشور نفسه بين يدى رسول الله صلى الله عليه وسلم، ويقول: إنى جلد يا رسول الله، فوجهنى فى حوائجك، ومرنى بما شئت " (مسند أحمد ،رقم الحديث ١٤٠٥٨)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

نے اپنے شہید ہونے سے پہلے جنت کی خوشبو محسوس کر لی تھی۔ [1]

ایک انصاری صحابیہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو تکلیف بھی بہت پہنچی تھی اور شہید بھی بہت ہو گئے تھے، مدینہ طیبہ میں یہ وحشت ناک خبر پہنچی، ایک انصاری عورت کے شوہر اور بھائی بھی اس میں شہید ہو گئے تھے، جب ان خاتون کو اپنے گھر والوں کی خبر پہنچی، تو انہوں نے گھبرا کر کہا کہ:

مَا فُعِلَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالُوْا:خَيْرًا يَا أُمَّ فُلَانٍ، فَقَالَتْ:أَرُوْنِيْهِ حَتّٰى أَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَأَشَارُوْا لَهَا إِلَيْهِ حَتّٰى إِذَا رَأَتْهُ قَالَتْ: كُلُّ مُصِيْبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ (دلائل النبوة للبيهقي ،ج٣ص ٣٠٢،باب ما جرى بعد انقضاء الحرب وذهاب المشركين فى أمر القتلى والجرحى الخ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ خیریت سے ہیں،

پھران خاتون نے کہا کہ مجھے دکھلاؤ، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا چاہتی ہوں، لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا کہ وہ ہیں، جب ان خاتون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا (اور آپ کی خیریت کا یقین ہوگیا، تو) انہوں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (سلامت رہنے کے) بعد ہر مصیبت ہلکی ہے (بیہقی)

ل ومر أنس بن النضر بقوم من المسلمين قد ألقوا بأيديهم، فقال ما تنتظرون؟ فقالوا: قتل رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: ما تصنعون فى الحياة بعده؟ قوموا فموتوا على ما مات عليه، ثم استقبل الناس، ولقى سعد بن معاذ فقال: يا سعد إنى لأجد ريح الجنة من دون أحد، فقاتل حتى قتل، ووجد به سبعون ضربة، وجرح يومئذ عبد الرحمن بن عوف نحوا من عشرين جراحة (زاد المعاد فى هدى خير العباد لابن القيم، ج٣ص١٧٧، ١٧٨، فصل فى سياق مغازيه وبعوثه على وجه الاختصار،فصل فى غزوة أحد،أحداث غزوة أحد)

غزوۂ احد کے موقع پر اس طرح کے اور بھی واقعات پیش آئے کہ بہت سی صحابیات اپنے بیٹوں، والدوں اور شوہر اور بھائیوں کے شہید ہونے کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے زیادہ فکر مند تھیں۔ ل

علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَقَدْ سُئِلَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: كَيْفَ كَانَ حُبُّكُمْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟قَالَ كَانَ وَاللّٰهِ أَحَبَّ إِلَيْنَا مِنْ أَمْوَالِنَا وَأَوْلَادِنَا وَآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ عَلَى الظَّمَأِ (الشفا بتعريف حقوق المصطفى، ج٢ص٢٢،القسم الثانى فيما يجب على الأنام من حقوقه صلى الله عليه وسلم،الباب الثانى: فى لزوم محبته صلى الله عليه وسلم،فصل فيما روى عن السلف والأئمة من محبتهم للنبى صلى الله عليه وسلم وشوقهم له.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا گیا کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت تھی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ہم لوگوں کے نزدیک اپنے مالوں سے اور اپنی اولادوں سے اور اپنی

ماؤں سے اور سخت پیاس کی حالت میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب تھے (الشفا)

مذکورہ واقعہ کی سند ہمیں تلاش کرنے کے باوجود دستیاب نہیں ہوئی۔

اس قسم کے واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس درجہ کی محبت تھی؟

اس فصل کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد درجہ محبت تھی، اور آپ کی خاطر وہ ہر کچھ کرنے کے لیے تیار تھے، جس کا اندازہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات سے لگایا جاسکتا ہے۔

اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت سیکھنے اور اپنے اندر پیدا کرنے کے لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

لے عن أنس بن مالک قال لما كان يوم أحد حاص أهل المدينة حيصة قالوا قتل محمد حتى كثرت الصوارخ فى ناحية المدينة فخرجت امرأة من الأنصار متحزمة فاستقبلت بابنها وأبيها وزوجها وأخيها لا أدرى أيهم استقبلت به أول فلما مرت على آخرهم قالت من هذا قالوا أبوک أخوک زوجک ابنک تقول ما فعل رسول الله صلى الله عليه و سلم يقولون أمامک حتى دفعت إلى رسول الله صلى الله عليه و سلم فأخذت بناحية ثوبه ثم قالت بأبى أنت وأمي يا رسول الله لا أبالى إذ سلمت من عطب (المعجم الأوسط للطبرانى ،رقم الحديث ٧٤٩٩)

قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الاوسط عن شيخه محمد بن شعيب ولم أعرفه ، وبقية رجاله ثقات(مجمع الزوائد،ج٦ص١١٥ ، تحت رقم الحديث١٠٠٨٧)

(فصل نمبر 2)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا معیار اور پہچان

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی کچھ علامات ہیں۔

مثلاً یہ کہ جو شخص کسی چیز کو محبوب رکھتا ہے، اس کو ماسویٰ پر ترجیح دیتا ہے۔ یہی معنیٰ محبت کے ہیں، ورنہ محبت نہیں، صرف محبت کا دعویٰ ہے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی علامات میں سب سے مہتم بالشان یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو اختیار کرے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کی پیروی کرے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی بجا آوری کرے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں سے روک دیا ہے، ان سے پرہیز کرے، خوشی میں رنج میں تنگی میں وسعت میں، ہر حال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلے۔ [1]

---

[1] ثم قال لی (یا بنی وذلک من سنتی، ومن أحیا سنتی فقد أحبنی ومن أحبنی کان معی فی الجنة) فمن اتصف بهذه الصفة فهو کامل المحبة لله ورسوله ومن خالفها فی بعض هذه الأمور فهو ناقص المحبة ولا یخرج عن اسمها(الشفا بتعریف حقوق المصطفی، لقاضی عیاض، ج۲ص۲۵،القسم الثانی فیما یجب علی الأنام من حقوقه صلی الله علیه وسلم،الباب الثانی: فی لزوم محبته صلی الله علیه وسلم،فصل فی علامة محبته صلی الله علیه وسلم)

والصحیحة لرسوله التصدیق بنبوته وبذل الطاعة له فیما أمر به ونهی عنه قاله أبو سلیمان، وقال أبو بکر :وموازرته ونصرته وحمایته حیا ومیتا، وإحیاء سنته بالطلب والذب عنها ونشرها، والتخلق بأخلاقه الکریمة وآدابه الجملیة، وقال أبو إبراهیم إسحاق التجیبی :نصیحة رسول الله صلی الله علیه وسلم التصدیق بما جاء به والاعتصام بسنته ونشرها والحض علیها والدعوة إلی الله وإلی کتابه وإلی رسوله وإلیها إلی العمل بها، وقال أحمد بن محمد من مفروضات القلوب اعتقاد النصیحة لرسول الله صلی الله علیه وسلم، وقال أبو بکر الآجری وغیره النصح له یقتضی نصحین نصحا فی حیاته ونصحا بعد مماته ففی حیاته نصح أصحابه له بالنصر والمحاماة عنه ومعاداة من عاداه والسمع والطاعة له وبذل النفوس وأموال دونه کما قال الله تعالی (رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه) الآیة، وقال (وینصرون الله ورسوله) الآیة، وأما نصیحة المسلمین له بعد وفاته فالتزام

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

قرآن کی رُو سے اتباعِ رسول، اللہ کی محبت کی دلیل

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ ○(سورة آلِ عمران ، رقم الآيات ٣١، ٣٢)

ترجمہ: کہہ دیجیے آپ (اے محمد لوگوں سے) کہ اگر ہو تم محبت رکھنے والے اللہ سے، تو اتباع کرو تم میری، محبت فرمائے گا تم سے اللہ، اور مغفرت فرمائے گا تمہارے لیے تمہارے گناہوں کی، اور اللہ غفور الرحیم ہے۔

کہہ دیجیے آپ کہ اطاعت کرو تم اللہ کی اور رسول کی، پھر اگر پیٹھ پھیرو گے تم، تو بے شک اللہ نہیں محبت کرتا کافروں سے (سورہ آلِ عمران)

ان دو آیات میں سے پہلی آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا حکم دیا گیا اور دوسری آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔

معلوم ہوا کہ اصل محبت کی علامت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور آپ کی سنت کی اتباع ہے، جو حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کے افعال واعمال، سنتوں کے خلاف ہوں، ان کی محبت کا دعویٰ سچا نہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا معیار بتلا دیا گیا کہ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

التوقير والإجلال وشدة المحبة له والمثابرة على تعلم سنته والنفقة فى شريعته ومحبة آل بيته وأصحابه ومجانبة من رغب عن سنته وانحرف عنها وبغضه والتحذير منه والشفقة على أمته والبحث عن تعرف أخلاقه وسيره وآدابه والصبر على ذلك :فعلى ما ذكره تكون النصيحة إحدى ثمرات المحبة وعلامة من علاماتها كما قدمناه (الشفا بتعريف حقوق المصطفى، لقاضى عياض، ج٢ ص٣٣، القسم الثانى فيما يجب على الأنام من حقوقه صلى الله عليه وسلم، الباب الثانى: فى لزوم محبته صلى الله عليه وسلم، فصل فى وجوب مناصفته صلى الله عليه وسلم)

دعویٰ ہو، تو ضروری ہے کہ اس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھ لے، سب کھرا کھوٹا معلوم ہوجائے گا، جو شخص جس قدر حبیبُ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر چلتا ہے اور آپ کی لائی ہوئی روشنی کو مشعلِ راہ بناتا ہے، اسی قدر سمجھنا چاہیئے کہ وہ اللہ کی محبت کے دعوے میں سچا اور کھرا ہے اور جتنا اس دعوے میں سچا ہوگا، اتنا ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں مضبوط ہوگا، جس کا پھل یہ ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرمانے لگے گا، اور اللہ کی محبت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہوجائیں گے اور آئندہ اللہ کی طرف سے طرح طرح کی ظاہری و باطنی نعمتیں حاصل ہوں گی۔

یہود ونصاریٰ کہتے تھے ''نَحْنُ اَبْنَآءُ اللّٰهِ وَاَحِبَّآءُ ہٗ'' (ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں) یہاں بتلادیا گیا کہ کافر کبھی اللہ کا محبوب نہیں ہوسکتا، اگر واقعی محبوب بننا چاہتے ہو، تو اس کے احکام کی تعمیل کرو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا مانو اور اللہ کے سب سے عظیم نبی کے نقشِ قدم پر چلے آؤ۔

محبت کا معیار، محبوب کی اطاعت

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ محبت کا بڑا معیار، محبوب کی اطاعت ہے، اسی کو عربی شاعر نے اپنے انداز میں اس طرح بیان کیا ہے کہ: ؎

تَعْصِی الرَّسُوْلَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ ۔۔۔ هٰذَا لَعُمْرِیْ فِی الْفِعَالِ بَدِیْعٗ
لَوْ کَانَ حُبُّکَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ ۔۔۔ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٗ

ترجمہ: ''تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے اور ان کی محبت کو ظاہر کرتا ہے۔ میری عمر کی قسم! یہ بات عجیب چیزوں میں سے ہے، اگر تیری محبت سچی ہوتی تو ضرور تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا۔ اس لئے کہ محبّ (یعنی محبت کرنے والا) محبوب کا فرمانبردار ہوا کرتا ہے''۔

ایک فارسی زبان کے شاعر کا واقعہ ہے کہ وہ آزاد منش تھا (جیسا کہ آج کل بہت سے شاعر آزاد منش ہوتے ہیں) لیکن اس شاعر کا دل نرم تھا اور اس کے کلام میں سوز و گداز تھا۔

ایک شخص اس شاعر کا فارسی کلام اور اشعار دیکھ کر بہت متاثر ہوا، اور ان کو اللہ والا اور صوفی سمجھ کر دور دراز سے ملاقات کے لئے روانہ ہوا، شاعر کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ ایک نائی (یعنی ہیئر ڈریسر) اس شاعر کی اُسترے سے ڈاڑھی صاف کر رہا ہے۔

اس آنے والے شخص نے جھلّا کر تعجب سے کہا کہ:

"آغا ریش می تراشی"

کہ جناب عالی! آپ ڈاڑھی ترشوا رہے ہیں؟

اس شاعر نے جواب میں کہا کہ:

"بلے ریش می تراشم مگر دلِ کسے نمی تراشم"

یعنی میں ڈاڑھی ہی تو ترشوا رہا ہوں کسی کا دل تو نہیں تراش رہا۔

مطلب یہ تھا کہ میں کسی کا دل نہیں دکھا رہا، کیونکہ بڑا گناہ تو دل دکھانا ہے۔

اس آنے والے مسافر نے بے ساختہ جواب دیا کہ:

"ارے دلِ رسول اللہ می خراشی"

یعنی تُو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل تراش رہا ہے۔

مطلب یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اپنے امتی کے بارے میں اس حکم کی خلاف ورزی کا علم ہوگا، تو آپ کو اس سے ایذا پہنچے گی۔

یہ سن کر شاعر کی آنکھیں کھل گئیں، کیونکہ وہ پہلے سے نرم دل تھا اور یہ بات اس کے دل کو لگ گئی۔

اور اس نے زبانِ حال سے فارسی کا یہ شعر پڑھا کہ:

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی   مُرا با جانِ جاں ہمراز کردی

یعنی "تم کو اللہ جزائے خیر دے، میں تو اندھا تھا، تم نے میری آنکھوں سے پردہ اُٹھا دیا"۔

جناب فاضل احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

دعویٰ محبت تو بہت آسان ہے، مگر اس کو ثابت کرنا، بڑا مشکل کام ہے، اس کا سب سے بڑا ثبوت اطاعتِ محبوب ہے۔ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی:

مَنْ اَحْیَا سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیْ فِی الْجَنَّۃِ (ترمذی) [1]

جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی ، وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا (مجموعہ رسائل ص ۱۶و۱۷،حصہ اول ،مرتب:مفتی سید شجاعت علی قادری)

اس فصل کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی پہچان اور معیار یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کی جائے،اس کا نہ صرف یہ فائدہ حاصل ہوگا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے محبت ہو جائے گی، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ،اللہ بھی اس سے محبت فرمائے گا،اور اس کے نتیجہ میں دنیا وآخرت کی کامیابی وکامرانی حاصل ہوگی۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔آمین

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

---

[1] عن سعيد بن المسيب، قال: قال أنس بن مالک، قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا بني، إن قدرت أن تصبح وتمسي ليس في قلبک غش لأحد فافعل ثم قال لي: يا بني وذلک من سنتي، ومن أحيا سنتي فقد أحبني، ومن أحبني كان معي في الجنة وفي الحديث قصة طويلة :"هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه، ومحمد بن عبد الله الأنصاري ثقة، وأبوه ثقة، وعلي بن زيد صدوق إلا أنه ربما يرفع الشيء الذي يوقفه غيره، وسمعت محمد بن بشار، يقول: قال أبو الوليد: قال شعبة: حدثنا علي بن زيد وكان رفاعا ولا نعرف لسعيد بن المسيب عن أنس رواية إلا هذا الحديث بطوله وقد روى عباد بن ميسرة المنقري، هذا الحديث عن علي بن زيد، عن أنس، ولم يذكر فيه عن سعيد بن المسيب: وذاكرت به محمد بن إسماعيل فلم يعرفه، ولم يعرف لسعيد بن المسيب، عن أنس هذا الحديث ولا غيره، ومات أنس بن مالک سنة ثلاث وتسعين، ومات سعيد بن المسيب بعده بسنتين، مات سنة خمس وتسعين (سنن الترمذي، رقم الحديث ٢٦٧٨)

(باب نمبر3)

عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حق آپ کی عظمت واحترام کو بجالانا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اوراتباع تو امت پرفرض ہونا ہی چاہیئے تھا، کیونکہ انبیاء کے بھیجنے کا مقصد ہی اس کے بغیر پورا نہیں ہوتا، لیکن حق تعالیٰ نے خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صرف اسی پر اکتفاء نہیں فرمایا، بلکہ امت پر آپ کی تعظیم وتوقیر اوراحترام وادب کو بھی لازم قرار دیا ہے اورقرآنِ کریم میں جابجا اس کے آداب سکھائے گئے ہیں۔

ذیل میں اس کی کچھ تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

رسول سے پیش قدمی کرنے کی ممانعت

قرآن مجید کی سورہ حجرات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (سورة الحجرات، رقم الآية ١)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے! نہ پیش قدمی کروتم، اللہ کے سامنے اوراس کے رسول کے سامنے، اورڈروتم اللہ سے، بے شک اللہ سمیع ہے، علیم ہے (سورہ حجرات)

مذکورہ آیت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب بیان کیے گئے ہیں کہ جس مجلس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں اورکوئی معاملہ پیش آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی نہ بولے، اورجب آپ کلام کریں، تو سب خاموش ہوکر سنیں، ہاں آپ ہی کسی کو جواب کے لئے حکم فرمادیں، تو الگ بات ہے، اسی طرح اگر آپ چل رہے ہیں، تو کوئی آپ سے آگے

نہ بڑھے، کھانے کی مجلس ہے، تو آپ سے پہلے کھانا شروع نہ کرے، ہاں اگر آپ کے کہنے، یا اشارے سے ثابت ہوجائے کہ آپ خود ہی کسی کو آگے بھیجنا چاہتے ہیں، جیسے سفر اور جنگ کے موقع پر ایسا ہوتا تھا، تو علیٰحدہ بات ہے۔

نبی کی آواز سے اونچی آواز کرنے کی ممانعت

سورہ حجرات میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْالَاتَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَاتَجْھَرُوْالَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِبَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَ (سورة الحجرات ، رقم الآية ٢)

ترجمہ: اے ایمان والو! بلند نہ کرو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے، اور نہ جہر کرو ان کے لیے بات کرتے ہوئے، جیسے تم میں سے بعض کا بعض کے لیے جہر کرنا، کہیں ضائع ہوجائیں، تمہارے اعمال، اور تم کو شعور بھی نہ ہو (سورہ حجرات)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، باوجودیکہ ہر وقت ہر حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریکِ کار رہتے تھے اور ایسی حالت میں احترام وتعظیم کے آداب ملحوظ رکھنا مشکل ہوتا ہے، لیکن صحابۂ کرام خود بھی ادب واحترام کا لحاظ کرتے تھے، پھر اس آیت کے نازل ہونے سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اور زیادہ ادب واحترام کا اہتمام شروع کردیا۔

ایک روایت میں ہے کہ مذکورہ آیت نازل ہونے کے بعد یہ قصہ پیش آیا کہ:

قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا أُكَلِّمُكَ إِلَّا كَأَخِي السِّرَارِ حَتّٰى أَلْقَى اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ (شعب الايمان للبيهقي، رقم الحديث ١٤٣١ ، باب في تعظيم النبي صلى الله عليه وسلم وإجلاله وتوقيره صلى الله عليه وسلم، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض، مستدرك حاكم ،رقم الحديث ٣٦٧٩، مصنف ابنِ ابی شيبة ، رقم

الحدیث ۳۵۵۷۶،بخاری، تحت رقم الحدیث ۴۳۰۲) ۱

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ عرض کیا کہ اب میں مرتے دم تک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس طرح بولوں گا، جیسے کوئی کسی سے سرگوشی کرتا ہو (بیہقی)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ:

فَمَا كَانَ عُمَرُ يُسْمِعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هٰذِهِ الْآيَةِ حَتّٰى يَسْتَفْهِمَهُ (بخاری،رقم الحدیث ۴۸۴۵،کتاب تفسیر القرآن، باب لا ترفعوا أصواتکم فوق صوت النبی الآیة، دارطوق النجاة، بیروت)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر آہستہ بولنے لگے کہ بعض اوقات دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا (بخاری)

بعض روایات میں ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ طبعی طور پر بہت بلند آواز تھے، یہ آیت سن کر وہ بہت ڈرے اور اپنے گھر میں سر جھکا کر بیٹھ گئے کہ کہیں ان کے اعمال ضائع نہ ہو جائیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تسلی اور جنت کی بشارت دینے پر آپ کو سکون ملا، اور باہر تشریف لائے، جس کے بعد انہوں نے اپنی آواز کو پست کرلیا۔ ۲

---

۱ قال الحاکم: حدیث صحیح علیٰ شرط مسلم، ولم یخرجاہ.
وقال الذهبی فی التلخیص: علیٰ شرط مسلم.

۲ عن أنس بن مالک رضی الله عنه، أن النبی صلی الله علیه وسلم، افتقد ثابت بن قیس، فقال رجل: یا رسول الله، أنا أعلم لک علمه، فأتاه فوجده جالسا فی بیته، منکسا رأسه، فقال: ما شأنک؟ فقال: شر، کان یرفع صوته فوق صوت النبی صلی الله علیه وسلم، فقد حبط عمله، وهو من أهل النار، فأتی الرجل فأخبره أنه قال کذا وکذا، فقال موسی بن أنس: فرجع المرة الآخرة ببشارة عظیمة، فقال: " اذهب إلیه، فقل له: إنک لست من أهل النار، ولکن من أهل الجنة "(بخاری، رقم الحدیث ۳۶۱۳،کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام)

وقوله: (یا أیها الذین آمنوا لا ترفعوا أصواتکم فوق صوت النبی)نزلت فی ثابت بن قیس بن شماس الأنصاری کان إذا جالس النبی صلی الله علیه وسلم یرفع صوته إذا تکلم، فلما نزلت هذه الآیة انطلق مهموما حزینا، فمکث فی بیته أیاما مخافة أن یکون

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عمر رضی اللہ عنہ کا مسجدِ نبوی میں بلند آواز سے منع فرمانا

حضرت سائب بن یزید کہتے ہیں کہ دو آدمی مسجدِ نبوی میں اونچی آواز سے بات کر رہے تھے، جن کو بلا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے کہا کہ طائف کے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ البَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری، ج ا ص ۱۰۱، رقم الحديث ۴۷۰، كتاب الصلاة، باب رفع الصوت فى المساجد، دارطوق النجاة، بيروت)

ترجمہ: اگر تم شہر (مدینہ) والوں میں سے ہوتے، تو میں تمہیں سزا دیتا، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اپنی آوازوں کو بلند کرتے ہو (بخاری)

یہ لوگ طائف کے علاقے کے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لئے درگزر فرما دیا کہ وہاں کے لوگوں کو شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے قریب اور مسجدِ نبوی کی حرمت وعظمت اور آداب کا پوری طرح علم نہ ہو۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قد حبط عمله، وكان سعد بن عبادة جاره، فانطلق حتى أتى النبى صلى الله عليه وسلم، فأخبره بذلك، فقال له النبى صلى الله عليه وسلم: " اذهب فأخبر ثابت بن قيس أنك لم تعن بهذه الآية، ولست من أهل النار بل أنت من أهل الجنة "فاخرج إلينا فتعاهدنا، ففرح ثابت بذلك، ثم أتى النبى صلى الله عليه وسلم، فلما أبصره النبى صلى الله عليه وسلم قال: " مرحبا برجل يزعم أنه من أهل النار، بل غيرك من أهل النار، وأنت من أهل الجنة "فكان بعد ذلك إذا جلس إلى النبى صلى الله عليه وسلم يخفض صوته حتى ما يكاد أن يسمع الذى يليه، فنزلت فيه:(إن الذين يغضون أصواتهم عند رسول الله أولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى، لهم مغفرة وأجر عظيم)فقتل يوم اليمامة(شعب الايمان للبيهقى، تحت رقم الحديث ۱۴۳۰، باب فى تعظيم النبى صلى الله عليه وسلم وإجلاله وتوقيره صلى الله عليه وسلم)

[1] نما فرق عمر بين أهل المدينة وغيرها فى هذا؛ لأن أهل المدينة لا يخفى عليهم حرمة مسجد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے سامنے بھی زیادہ بلند آواز سے سلام وکلام کرنا ادب کے موافق نہیں، اسی طرح جس مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پڑھی یا بیان کی جارہی ہوں، اس میں بھی شور وشغب کرنا آداب کے خلاف ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام، جس وقت آپ کی زبان مبارک سے ادا ہورہا ہو، اس وقت سب کے لئے خاموش ہوکر اس کے سننے اور ادب کرنے کا حکم تھا، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالِ مبارک کے بعد، جس مجلس میں آپ کا کلام سنایا جاتا ہو، وہاں شور وشغب کرنا بھی آداب کے خلاف ہے۔

رسول کو ایک دوسرے کی طرح بلانے کی ممانعت

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا (سورۃ النور ، رقم الآیۃ ۶۳)

ترجمہ: نہ کرو تم رسول کے بلانے کو آپس میں اس طرح، جیسا بلاتے ہو تم آپس میں ایک دوسرے کو (سورہ نور)

مطلب یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نرمی، عاجزی وتواضع سے مخاطب کریں، اور آپ کی تعظیم وتوقیر ملحوظِ خاطر رکھیں۔

نبی کی تعظیم ونصرت کرنے والے کامیاب ہیں

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رسول الله -صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ -وتعظيمه، بخلاف من لم يكن من أهلها؛ فإنه قد يخفى عليه مثل هذا القدر من احترام المسجد، فعفى عنه بجهله(فتح البارى لابنِ رجب ،ج۳ص۳۹۵، كتاب الصلاة، باب رفع الصوت فى المساجد،مكتب تحقيق دار الحرمين -القاهرة)

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورة الاعراف، رقم الآية ۱۵۷)

ترجمہ: پس جو لوگ ایمان لائے اس (نبی) پر اور تعظیم کی اس (نبی) کی، اور مدد کی اس (نبی) کی، اور اتباع کی اس نور (یعنی قرآن) کی، جو نازل کیا گیا ہے، اس (نبی) پر یہ لوگ ہیں فلاح پانے والے (سورہ اعراف)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کرنے کا حکم

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (سورة الفتح، رقم الآيات ۸تا ۹)

ترجمہ: بلاشبہ ہم نے بھیجا آپ کو گواہی دینے والا، اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر، تاکہ ایمان لاؤ تم اللہ پر، اور اس کے رسول پر، اور تعظیم کرو اس کی، اور ادب کرو اس کا (سورہ فتح)

ان آیات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ادب واحترام کا حکم معلوم ہوتا ہے۔

اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچانے کی وعید

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا (سورة الاحزاب، رقم الآية ۵۷)

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایذاء پہنچاتے ہیں، اللہ کو اور اس کے رسول کو، لعنت فرماتا ہے، اللہ ان پر، دنیا میں، اور آخرت میں، اور تیار کر رکھا ہے، اس نے ان کے لیے رسوا کن عذاب کو (سورہ احزاب)

یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت واحترام سے متعلق چند آیات تھیں، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت واحترام سے متعلق احادیث، بہت کثرت سے آئی ہیں۔

اور اسی وجہ سے اگر نعوذ باللہ تعالیٰ کوئی مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی وتوہین کر دے، تو وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہوجاتا ہے، اور اسلامی حکومت میں شرعی اصولوں کے مطابق گستاخی ثابت ہونے پر اور توبہ نہ کرنے کی صورت میں اس کی قانوناً سزا قتل ہے، جس کی تفصیل ہم نے اپنی دوسری مفصل ومدلل تالیف ''سابِّ رسول کی سزا وتوبہ'' میں بیان کر دی ہے۔ [1]

---

[1] من سب رسول الله الله صلى الله عليه وسلم فانه مرتد وحكمه حكم المرتد ويفعل به ما يفعل بالمرتد(النتف فى الفتاوىٰ، ج٢ص ٦٩٤، كتاب المرتد واهل البغى)

(قوله وقد صرح فى النتف إلخ) أقول :ورأيت فى كتاب الخراج لأبى يوسف ما نصه :وأيما رجل مسلم سب رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أو كذبه أو عابه أو تنقصه فقد كفر بالله تعالى وبانت منه امرأته، فإن تاب وإلا قتل، وكذلك المرأة إلا أن أبا حنيفة قال لا تقتل المرأة وتجبر على الإسلام اهـ وهكذا نقل الخير الرملى فى حاشية البحر أن المسطور فى كتب المذهب أنها ردة، وحكمها حكمها، ثم نقل عبارة النتف ومعين الحكام :والعجب منه أنه أفتى بخلافه فى الفتاوى الخيرية .رأيت بخط شيخ مشايخنا السائحانى فى هذا المحل والعجب كل العجب حيث سمع المصنف كلام شيخ الإسلام يعنى ابن عبد العال، ورأى هذه النقول كيف لا يشطب متنه عن ذلك. وقد أسمعنى بعض مشايخى رسالة حاصلها أنه لا يقتل بعد الإسلام وأن هذا هو المذهب اهـ وكذلك كتب شيخ مشايخنا الرحمتى هنا على نسخته أن مقتضى كلام الشفاء وابن أبى جمرة فى شرح مختصر البخارى فى حديث إن فريضة الحج أدركت أبى إلخ "أن مذهب أبى حنيفة والشافعى حكمه حكم المرتد، وقد علم أن المرتد تقبل توبته كما نقله هنا عن النتف وغيره، فإذا كان هذا فى ساب الرسول -صلى الله عليه وسلم -ففى ساب الشيخين أو أحدهما بالأولى، فقد تحرر أن المذهب كمذهب الشافعى قبول توبته كما هو رواية ضعيفة عن مالك وأن تحتم قتله مذهب مالك(ردالمحتار، ج٤ص ٢٣٤، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب توبة اليأس مقبولة دون إيمان اليأس، دارالفكر، بيروت)

(قوله وهو الذى ينبغى التعويل عليه) قلت :الذى ينبغى التعويل عليه ما نص عليه أهل المذهب فإن اتباعنا له واجب ط (قوله رعاية لجانب حضرة المصطفى -صلى الله عليه وسلم -) أقول :رعاية جانبه فى اتباع ما ثبت عنه عند المجتهد(ردالمحتار، ج٤ص ٢٣٦، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب توبة اليأس مقبولة دون إيمان اليأس، دارالفكر، بيروت)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس باب کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آپ کا ادب واحترام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں داخل ہے، جس کی قرآن وسنت میں بڑی اہمیت وتاکید آئی ہے، اس لیے ہر مسلمان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ادب واحترام کا بھی اہتمام کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نعم نفس المؤمن تميل إلى قول المخالف فى مسألة السب لكن اتباعنا للمذهب واجب وفى الحاوى القدسى ويؤدب الذمى ويعاقب على سبه دين الإسلام أو النبى أو القرآن اهـ(البحرالرائق ج٥ص١٢٥، كتاب السير،فصل فى الجزية، دارالكتاب الاسلامى، بيروت)

(فصل نمبر 1)

صحابۂ کرام اور نبی ﷺ کا ادب واحترام

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ براہِ راست، جن لوگوں کو واسطہ پیش آیا، وہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت تھی۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جس طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام کرتے تھے، اس کا اظہار سینکڑوں طرح سے ہوتا تھا۔

جس کی کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

نبی ﷺ کے موئے مبارک ہاتھوں میں لینے کا واقعہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهُ وَأَطَافَ بِهِ أَصْحَابُهُ فَمَا يُرِيْدُوْنَ أَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ إِلَّا فِيْ يَدِ رَجُلٍ (مسلم، رقم الحديث ۲۳۲۵ ”۷۵“ كتاب الفضائل، باب قرب النبى عليه السلام من الناس وتبركهم به، دار إحياء التراث العربى -بيروت)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نائی آپ کے بال مونڈتا تھا، اور آپ کے صحابہ ارد گرد جمع رہتے تھے، ان صحابۂ کرام میں سے ہر آدمی بال (زمین پر گرنے سے پہلے) اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا تھا (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا ادب واحترام کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک بھی زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے، بلکہ زمین پر

گرنے سے پہلے اپنے ہاتھوں میں لیتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرہ برابر انحراف نہ کرنے کا واقعہ

حضرت ابوجری جابر بن سلیم نے جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا، اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تشریف لائے تھے، وہ اس وقت کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ رَجُلًا يَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَأْيِهِ لَا يَقُوْلُ شَيْئًا إِلَّا صَدَرُوْا عَنْهُ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (سنن أبی داؤد، رقم الحديث ۴۰۸۴، كتاب اللباس، باب ما جاء فی إسبال الإزار، المكتبة العصرية، صيدا -بيروت) [1]

ترجمہ: میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس کی رائے سے ذرہ برابر انحراف نہیں کرتے، جو کچھ وہ کہتے ہیں، فوراً اس کی تعمیل کرتے ہیں، میں نے کہا کہ یہ کون شخص ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (ابوداؤد)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی وجہ سے نظر نہ اٹھانے کا واقعہ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد پہلے گزر چکا ہے کہ:

وَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا أَجَلَّ فِيْ عَيْنِيْ مِنْهُ وَمَا كُنْتُ أُطِيْقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنَيَّ مِنْهُ إِجْلَالًا لَّهُ (مسلم، رقم الحديث ۱۲۱ "۱۹۲" كتاب الايمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله وكذا الهجرة والحج، دار إحياء التراث العربی -بيروت)

ترجمہ: اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا، اور نہ کوئی

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد قوی من أجل أبی غفار (حاشية سنن ابی داود)

میری نظر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قابلِ عظمت تھا، اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی وجہ سے آپ کو آنکھ بھر کر دیکھنے کی طاقت نہیں تھی (مسلم)

اور امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ عَلٰى أَصْحَابِهٖ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ وَهُمْ جُلُوْسٌ فِيْهِمْ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ فَلَا يَرْفَعُ إِلَيْهِ أَحَدٌ مِنْهُمْ بَصَرَهٗ إِلَّا أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ فَإِنَّهُمَا كَانَا يَنْظُرَانِ إِلَيْهِ وَيَنْظُرُ إِلَيْهِمَا وَيَتَبَسَّمَانِ إِلَيْهِ وَيَتَبَسَّمُ إِلَيْهِمَا (ترمذی، رقم الحديث ٣٦٦٨، كتاب المناقب، باب فی مناقب أبی بكر وعمر رضی الله عنهما كليهما، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابی الحلبی -مصر) [1]

---

[1] قال الترمذی:

هذا حديث غريب، لانعرفه الا من حديث الحكم بن عطية ، وقد تكلم بعضهم فی الحكم بن عطية.

قلت :الحكم بن عطية مختلف فيه.

قال المزی :

الحكم بن عطية العيشی البصری ....

قال أبو طالب، عن أحمد بن حنبل : لا بأس به إلا أن أبا داود روى عنه أحاديث منكرة.

وقال عباس الدوری، وعبد الله بن أحمد الدورقی عن يحيى بن معين :ثقة

وقال البخاری كان الوليد يضعفه.

وقال أبو حاتم : سمعت سليمان بن حرب يقول :عمدت إلى حديث الشمايخ فغسلته، فقيل :مثل من؟ قال :مثل الحكم بن عطية.

وقال الترمذی : قد تكلم فيه بعضهم.

وقال النسائی : ليس بالقوی، وقال فی موضع آخر :ضعيف.

وقال أبو العباس الأصم، عن عباس الدوری، عن يحيى بن معين :الحكم بن عطية هو أبو عزة الدباغ قدم الكوفة يروی عنه التبوذكی، وأبو الوليد الطيالسی، وأبو عطية الذی يروی عن الحسن، وابن سيرين ليس بهما جميعا بأس.

قال الحاكم أبو أحمد :لست أرى ذكر عطية والد الحكم، ونسبه إليه لأبی عزة الدباغ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابۂ کرام کے پاس تشریف لاتے تھے، تو سب مہاجرین وانصار صحابہ بیٹھے ہوئے ہوتے تھے، جن میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی ہوتے تھے، کوئی بھی ان میں سے اپنی نظر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں اٹھاتا تھا، سوائے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے، کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے تھے (ترمذی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ادب سے بیٹھنے کا واقعہ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا إِذَا قَعَدْنَا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ نَرْفَعْ رُءُ وْسَنَا إِلَيْهِ إِعْظَامًا لَّهُ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۴۱۵، کتاب العلم، فصل فی توقیر العالم، دار الکتب العلمية -بیروت، المدخل الی السنن الکبریٰ للبیہقی، رقم الحدیث ٦٥٨) [1]

ترجمہ: جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھتے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنے سر نہیں اٹھاتے تھے، آپ کی تعظیم کی وجہ سے (حاکم)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

إلا وهما، ولست أرى ذلک من يحيى بن معين أو ممن هو دونه، والحكم بن عطية هو العيشي البصري ضعيف الحديث، وأبو عزة الدباغ اسمه الحكم بن طهمان.

وقال عبد الرحمن بن أبي حاتم : سألت أبي عن الحكم بن عطية، فقال :يكتب حديثه، وليس بمنكر الحديث وكان أبو داود يذكره بجميل، قلت :يحتج به؟ قال :لا، من ألف شيخ يحتج بواحد، ليس هو بالمتين هو مثل الحكم بن سنان(تهذيب الكمال فی أسماء الرجال، ج٧، ص ١٢٠ الیٰ ١٢٣، تحت رقم الترجمة ١٤٣٩)

[1] قال الحاكم:هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولا أحفظ له علة ولم يخرجاه .
وقال الذهبي فی التلخيص :على شرطهما ولا أحفظ له علة.

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ عِنْدَهُ كَأَنَّمَا عَلٰى رُءُ وُسِهِمُ الطَّيْرُ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ٦١٦، کتاب العلم، فصل فی توقير العالم، دار الكتب العلمية -بيروت) [1]

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور (میں نے دیکھا کہ) آپ کے صحابہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ حالت تھی کہ گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں (حاکم)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ مَغَازِيْهِ فَانْتَهَيْتُ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَلَمْ أَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَكَانِهِ وَإِذَا أَصْحَابُهُ كَأَنَّ عَلٰى رُؤُوْسِهِمُ الطَّيْرَ (صحيح ابن حبان، ج١٦ ص ١٨٥، رقم الحديث ٧٢٠٧، كتاب إخباره صلى الله عليه وسلم عن مناقب الصحابة رضى الله عنهم أجمعين، مناقب الصحابة رضى الله عنهم أجمعين، مؤسسة الرسالة، بيروت) [2]

ترجمہ: ہم بعض غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، میں ایک رات آیا، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی جگہ نہیں دیکھا، مگر آپ کے صحابہ (اس وقت بھی) اس حال میں تھے کہ گویا کہ ان کے سروں پر پرندے ہیں (ابنِ حبان)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيْ جِنَازَةِ رَجُلٍ مِّنَ

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح.
وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.

[2] قال شعيب الأرنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية ابنِ حبان)

الْأَنْصَارِ، فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ، وَلَمَّا يُلْحَدْ ، فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ، كَأَنَّ عَلٰى رُءُ وْسِنَا الطَّيْرَ (مسند أحمد، رقم الحديث ١٨٥٣٤، مؤسسة الرسالة، بيروت) [1]

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری شخص کے جنازے میں گئے، اور ہم قبر کی جگہ پہنچے، اور ابھی تک میت کو قبر میں نہیں اتارا گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے، اور ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے، گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں (مسند احمد)

خلاصہ یہ کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اتنے مؤدب ہو کر بیٹھتے تھے کہ اپنے سروں کو بھی حرکت نہیں دیتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام کے چند نمونے

حضرت عروہ بن مسعود صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار کی طرف سے قاصد کی حیثیت سے آئے تھے، صحابہ کی حالت کو بڑے غور سے دیکھا اور کہا کہ:

فَوَاللّٰهِ مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ وَإِذَا أَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوْا أَمْرَهُ وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوئِهِ وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ وَمَا يُحِدُّوْنَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَهُ فَرَجَعَ عُرْوَةُ إِلٰى أَصْحَابِهٖ فَقَالَ أَيْ قَوْمِ وَاللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوْكِ وَوَفَدْتُ عَلٰى قَيْصَرَ وَكِسْرٰى وَالنَّجَاشِيِّ وَاللّٰهِ إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدًا

---

[1] قال شعيب الأرنؤوط :إسناده صحيح، رجاله رجال الصحيح(حاشية مسند احمد)

وَاللّٰهِ إِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ وَإِذَا أَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوْا أَمْرَهٗ وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهٖ وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ وَمَا يُحِدُّوْنَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَّهٗ (بخاری، رقم الحديث ٢٧٣١، ج٣ص١٩٣، كتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب وكتابة الشروط، دارطوق النجاة، بيروت)

ترجمہ: اللہ کی قسم! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوکتے ہیں، تو تھوک، صحابہ میں سے کسی کے ہاتھ میں گرتا ہے، اور وہ اس کو اپنے چہرے اور جسم پر مَل لیتا ہے، اور جب وہ ان کو کسی چیز کا حکم فرماتے ہیں، تو آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے سب آگے بڑھ جاتے ہیں، اور جب وہ وضو کرتے ہیں، تو وضو کے استعمال شدہ پانی کو لینے کے لئے لڑنے کے قریب ہو جاتے ہیں، اور جب وہ کلام کرتے ہیں، تو سب کی آوازیں، ان کی آواز کے سامنے خاموش ہو جاتی ہیں، اور وہ ان کی طرف تعظیم کی وجہ سے نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے، پھر جب حضرت عروہ اپنے قریشی ساتھیوں کی طرف لوٹے، تو انہوں نے کہا کہ قریش کے لوگو! میں بڑے بڑے بادشاہوں کے یہاں وفد میں گیا ہوں، قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے یہاں بھی گیا ہوں، اور اللہ کی قسم میں نے کسی بادشاہ کے یہاں یہ بات نہیں دیکھی کہ اس کے دربار میں اس قدر (غیر رسمی) تعظیم ہوتی ہو، جتنی تعظیم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جماعت ان کی کرتی ہے، کبھی ان کا تھوک زمین پر نہیں گرنے دیتی، وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر پڑتا ہے اور وہ اس کو منہ اور بدن پر مَل لیتا ہے، جب وہ کوئی حکم کرتے ہیں، تو ہر شخص دوڑتا ہے کہ تعمیل کرے، جب وہ وضو کرتے ہیں، تو وضو کے پانی پر (زمین پر گرنے سے پہلے خود لینے کے لئے) لڑنے کے قریب ہو جاتے ہیں، اور جب

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کلام کرتے ہیں، تو ان کے سامنے ان کی آوازیں دَب جاتی ہیں، اوران کی طرف تعظیم کی وجہ سے نظر اٹھا کرنہیں دیکھتے (بخاری)

نبی ﷺ کے برابر میں نماز نہ پڑھنے کا واقعہ

حضرت ابوکریب سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَقُمْتُ وَرَاءَ هُ، فَأَخَذَنِيْ فَأَقَامَنِيْ حِذَاءَ هُ، فَلَمَّا أَقْبَلَ عَلٰى صَلَاتِهٖ اِنْخَنَسْتُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: مَا لَكَ؟ أَجْعَلُكَ حِذَائِيْ فَتَخْنِسُ قُلْتُ: مَا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ أَنْ يُصَلِّيَ حِذَاءَ كَ وَأَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَأَعْجَبَهٗ فَدَعَا اللّٰهَ أَنْ يَّزِيْدَنِيْ فَهْمًا وَعِلْمًا (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۶۲۷۹، كتاب معرفة الصحابة) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضرہوا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم، رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھنے لگے، تو میں نے بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہوکر نماز پڑھنی شروع کی، تو مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پکڑ کر اپنے برابر میں نماز پڑھنے کے لئے کھڑا کیا، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے میں مشغول ہوگئے، تو میں پیچھے ہٹ گیا، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر فارغ ہوئے، تو فرمایا کہ آپ کو کیا ہوگیا تھا، میں نے آپ کو اپنے برابر میں کیا تھا، اورآپ پیچھے ہٹ گئے، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ کسی کے لئے یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ آپ کے برابر میں (کھڑے ہوکر) نماز پڑھے، جبکہ آپ، اللہ کے رسول

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه بهذه السياقة .
وقال الذهبي في التلخيص: على شرط البخاري ومسلم.

ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند آئی، جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے حق میں) یہ دعا دی کہ اللہ میرے فہم اور علم کو زیادہ کرے (حاکم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر ناخنوں سے دستک دینے کا واقعہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنَّ أَبْـوَابَ الـنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ تُقْرَعُ بِالْأَظَافِيْرِ (شعب الإيمان للبيهقى ، رقم الحديث ١٤٣٧ ،الخامس عشر من شعب الايمان وهو باب فى تعظم النبى صلى الله عليه وسلم واجلاله وتوقيره صلى الله عليه وسلم،مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض ، اخبارِ اصبهان ، ج ٢ ص ٧٣،الادب المفرد للبخارى، رقم الحديث ١٠٨٠)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازوں پر ناخنوں سے دستک دی جایا کرتی تھی (بیہقی)

ایسا کرنا، ادب کے طور پر تھا، تا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے، اگر آرام کر رہے ہوں، تو آنکھ نہ کھلے، اور عبادت یا کام میں مشغولی ہو، تو خلل نہ آئے۔

اس طرح کی روایات مختلف سندوں سے مروی ہیں، جن کی اسنادا لگ الگ ضعیف ہیں۔ [1]

---

[1] قال أبو الفيض الغُمَارِى الحسنى:

كان بابه يقرع بالأظافير ."الحاكم فى الكنى عن أنس قال فى الكبير :ورواه أيضًا البخارى فى التاريخ، ورواه أبو نعيم عن المطلب ابن يزيد عن عمير بن سويد عن أنس، قال فى الميزان عن ابن حبان :لا يجوز أن يحتج به، وقال فى موضوع آخر :رواه أبو نعيم عن حميد بن الربيع وهو ذو مناكير اهـ .ورواه أيضًا البزار قال الهيثمى :وفيه ضِرَار بن صرد وهو ضعيف.

قلت :فى هذا عدة أوهام، الأول :عزوه إلى البخارى فى التاريخ قصور على طريقة الشارح، فإنه خرجه أيضًا فى الأدب المفرد وهو أولى بالعزو إليه؛ قال البخارى فى الأدب:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوران کی اسناد پر محدثین نے کلام کیا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حدثنا مالک بن إسماعيل ثنا المطلب بن زياد قال :حدثنا أبو بكر بن عبد الله الأصبهانی عن محمد بن مالک بن المنتصر عن أنس" :أن أبواب النبی -صلى الله عليه وسلم -كانت تقرع بالأظافير."

الثانی :قوله :ورواه أبو نعيم عن المطلب -يفيد أنه أبو نعيم الأصبهانی صاحب المصنفات المشهور وليس كذلک، إنما هو راو قديم كما ستعرفه

الثالث :قوله :المطلب بن يزيد بـ"الياء "وهو تحريف والصواب :ابن زياد بدون ياء فی أوله، وبزيادة الألف بعد الياء فی وسطه.

الرابع :قوله عن الذهبی :وقال فی موضع آخر هو كذب وتلبيس، بل قال جميع ما نقل عنه فی موضع واحد من الميزان فی ترجمة عمير بن سويد كما سأذكره.

الخامس :قوله :ورواه أبو نعيم عن حميد بن الربيع هو قلب للحقائق وكذب على الذهبی، فإن أبا نعيم هو شيخ حميد بن الربيع فيه، وكذلک قال الذهبی ونصه :عمير بن سويد عن أنس قال ابن حبان :لا يجوز أن يحتج به، قال أبو نعيم :حدثنا المطلب بن زياد عن عمير عن أنس" :كان باب النبی -صلى الله عليه وسلم -يقرع بالأظافير." رواه عن أبی نعيم حميد بن الربيع وهو ذو مناكير اهـ.

فأخَّر الشارح كلمة "عن "بعد أبی نعيم، وجعل التلميذ شيخًا والشيخ تلميذًا، يوضح لک ذلک كلام ابن حبان وسنده؛ فإنه قال فی الضعفاء :عمير بن سويد شيخ يروی عن أنس بن مالک ما ليس من حديث الثقات عنه، لا يجوز الاحتجاج به؛ لمخالفته الأثبات فی الروايات على قلة ما يأتی منها، روى عن أنس بن مالک قال" :كان باب النبی -صلى الله عليه وسلم -يقرع بالأظافير"، حدثناه محمد بن المسيب :ثنا حميد بن الربيع الخراز ثنا أبو نعيم ثنا المطلب به.

السادس :قوله :ورواه البزار :قال الهيثمی :وفيه ضرار بن صرد، يوهم أن البزار رواه بسند غير السابق، والواقع أن ضرار بن صرد هو أبو نعيم الطحان المذكور فی السند قبله، وإن كان صنيع الذهبی وسكوته عليه يوهم أنه أبو نعيم الفضل بن دكين، وكلاهما روى عنه البخاری، إلَّا أن ضرار بن صرد لم يرو عنه فی الصحيح لضعفه.

السابع :أن الحديث له طريق أشهر من هذا وهو مذكور فی كتب الاصطلاح كمقدمة ابن الصلاح وسائر مختصراتها، وفی نفس ألفية العراقی وشروحها، وهو ما رواه الحاكم فی علوم الحديث فی النوع الخامس منه، والبيهقی فی المدخل، والسلفی فی الوجيز كلاهما من طريقه قال :حدثنا الزبير بن عبد الواحد الحافظ بأسدباذ ثنا محمد بن أحمد الزبيقی ثنا زكريا بن يحيى المنقری ثنا الأصمعی ثنا كيسان مولى هشام بن حسان عن محمد بن حسان عن محمد بن سيرين عن المغيرة بن شعبة قال" :كان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن ساتھ مل کر ''حسن'' درجہ میں داخل ہونے کا احتمال رکھتی ہیں۔ ؎[1]

ملاحظہ فرمائیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب، احترام اور تعظیم اس درجے کیا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أصحاب رسول اللّٰه -صلى اللّٰه عليه وسلم -يقرعون بابه بالأظافير."

ورواه أبو نعيم فى المستخرج على علوم الحديث ببعض اختلاف فى الإسناد.

والمؤلف إنما لم يذكره؛ لكون بعضه لا يدخل فى المتن.

أما الشارح فمن دأبه الاستدراک من غير مراعاة اللفظ، فأين كان عن هذا الذى هو فى (كتب) المصطلح متداول مشهور يمثلون به فى الموقوف(المداوى لعلل الجامع الصغير وشرحى المناوى، ج۵،ص ۱۸۲ ،حرف الكاف)

[1] قال الالبانى:

"كان بابه يقرع بالأظافير ."

أخرجه البخارى فى "الأدب المفرد (1080) "وفى "التاريخ (228 / 1 / 1) " وأبو نعيم فى "أخبار أصفهان "(110 / 2و 365) عن أبى بكر بن عبد الله الأصفهانى عن محمد بن مالک بن المنتصر عن أنس بن مالک مرفوعا .

قلت: وهذا إسناد ضعيف، ابن المنتصر وأبو بكر الأصفهانى مجهولان .وله شاهد من حديث كيسان مولى هشام بن حسن عن محمد بن سيرين عن المغيرة بن شعبة قال: فذكره.

أخرجه الحاكم فى "معرفة علوم الحديث "(ص 19) عن محمد بن أحمد الزيبقى حدثنا زكريا بن يحيى المنقرى حدثنا الأصمعى حدثنا كيسان ...وكيسان هذا قال ابن أبى حاتم " : (166 / 2 / 3)روى عن محمد بن سيرين .روى عنه أبو نعيم ومسلم بن إبراهيم ."قلت: وعنه الأصمعى أيضا كما فى هذه الرواية، فهو مجهول الحال، فهو على شرط ابن حبان .فلعله أورده فى "ثقاته "ثم رأيته فيه . (358 / 7) وأما الزبيقى، فأورده السمعانى فى هذه النسبة، وقال: " حدث عن يحيى بن أبى طالب روى عنه القاضى أبو عمر بن أثيافا البصرى ."ثم وجدت له طريقا أخرى عن أنس يرويه ضرار بن صرد: حدثنا المطلب بن زياد عن عمرو بن سويد عن أنس .أخرجه البزار - 2008) كشف الأستار) : حدثنا حميد بن الربيع حدثنا ضرار بن صرد به.

قلت: وضرار، قال الحافظ: " صدوق له أوهام وخطأ ." وبه أعله الهيثمى فى " المجمع (43 / 8) "، وقلده الأعظمى! وإعلاله بحميد بن الربيع أولى، فإنه مختلف فيه، وقد أتهمه بعضهم، فراجع "اللسان "إن شئت .وعمرو بن سويد لم أعرفه .ثم تبينت أنه محرف، وأن الصواب عمير بن سويد، أورده ابن حبان فى " الضعفاء "(2/ 198) وضعفه، وساق له هذا الحديث من طريق حميد أيضا، وقال الذهبى عقبه: " وحميد ذو مناكير "(سلسلة الاحاديث الضعيفة ، تحت رقم الحديث ۲۰۹۲)

کرتے تھے کہ اگر کسی صحابی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ دولت پر آپ کو بلانے کی ضرورت پڑتی تو باہر سے آواز دے کر آپ کو بلانا بے ادبی سمجھا جاتا تھا اور دستک کی بھی ضرورت پڑا کرتی، تو وہ اپنے ناخنوں کے ساتھ دروازہ کو کھٹکھٹایا کرتا تھا تاکہ زیادہ شور نہ ہو (اور آپ کا حجرہ مبارک چھوٹا ہونے کی وجہ سے ناخنوں کی آواز سے ضرورت پوری ہو جاتی تھی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی صحابہ وتابعین کا معمول یہ تھا کہ مسجدِ نبوی میں غیر ضروری بلند آواز سے بات کرنا تو درکنار، کوئی وعظ تقریر بھی زیادہ بلند آواز سے پسند نہ کرتے تھے، اسی تعظیم وتوقیر کی برکت تھی کہ ان حضرات کو کمالاتِ نبوت سے خاص حصہ ملا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی قرآن مجید میں مختلف انداز میں تعریف وتوصیف فرمائی۔

اس فصل کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام کا بہت اہتمام کرتے تھے، جس کی وجہ سے ان کو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فیضِ صحبت سے وافر حصہ عطا فرمایا، اور ان کا مقام بلند کیا، قرآن مجید میں ان کی تعریف وتوصیف فرمائی۔

اس طرح سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کو معیار بنانا چاہیے، اور ان کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

(باب نمبر 4)

درودوسلام علی النبی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حق یہ ہے کہ آپ پر درودوسلام پڑھا جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چوتھا حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درودوسلام بھیجنا ہے اوراس عمل کی بھی بڑی فضیلت واہمیت ہے،، جس کی کچھ تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

قرآن میں نبی پر درود اور سلام کا حکم

سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ. یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا(سورۃ الاحزاب ،رقم الآیۃ ۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ اوراس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں، نبی پر، اے ایمان والو! تم بھی درود بھیجو ان پر اور سلام بھیجو، اچھی طرح سلام (سورہ احزاب)

اس آیتِ شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درودوسلام بھیجا کریں، مگراس کی تعبیر اس طرح فرمائی کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے خود اپنا اوراپنے فرشتوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا ذکر فرمایا، اس کے بعد عام مؤمنین کو اس کا حکم دیا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف اور عظمت کو بلند فرمادیا کہ جس کام کا حکم مسلمانوں کو دیا جاتا ہے، وہ کام ایسا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتے بھی وہ کام کرتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ بھیجنے سے مراد رحمت بھیجنا ہے اورفرشتوں اور

مومنوں کی صلوٰۃ بھیجنے سے مراد اللہ تعالیٰ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں رحمت کی دعا کرنا ہے۔ [1]

لہٰذا مؤمنین جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات بے شمار ہیں، ان کو اس عمل کا بڑا اہتمام کرنا چاہئے، اور ایک فائدہ اس تعبیر میں یہ بھی ہے کہ اس سے درود وسلام بھیجنے والے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کام میں شریک فرمالیا، جو کام اللہ تعالیٰ خود بھی کرتا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو حکم دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا کریں۔

سورہ احزاب کی مذکورہ آیت کی روشنی میں ہر مسلمان پر زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے، خواہ نماز میں پڑھ لیا جائے، یا غیر نماز میں، اُس سے اِس آیت کا فریضہ ادا ہوجاتا ہے، وہ الگ بات ہے کہ دوسرے مواقع پر بھی درود شریف پڑھنا سنت ومستحب اور انتہائی فضیلت کا ذریعہ ہے۔

اور احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اور ذکرِ مبارک آئے، تو کلام کرنے اور سننے والے پر اس وقت درود پڑھنا واجب ہوجاتا ہے۔ [2]

---

[1] واولی الأقوال ما تقدم عن أبی العالیة ان معنی صلاة الله علی نبیه ثناؤه علیه وتعظیمه وصلاة الملائکة وغیرهم علیه طلب ذلک له من الله تعالی (فتح الباری لابن حجر، ج ۱۱ ص ۱۵۶، کتاب الدعوات، باب الصلاة علی النبی صلی الله علیه و سلم)

[2] اور یہ جو مشہور ہے کہ سورہ احزاب کی مذکورہ آیت جب بھی تلاوت کی جائے، تو تلاوت کرنے اور سننے والے پر درود شریف پڑھنا واجب ہوجاتا ہے، اس کی کوئی دلیل نہیں ملی۔

البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ مبارک کے زبان سے کرنے اور کان سے سننے پر درود پڑھنا بہت سے حضرات کے نزدیک واجب ہوجاتا ہے، بشرطیکہ کوئی مانع (مثلاً نماز اور تلاوت کی قرأت وسماعت میں مشغولی) نہ ہو۔

قلت وظنی ان الاصح فی الاستدلال بالآیة ما ذهب الیه الکرخی حیث لاتوقیت فی الآیة ولا اشارة فیها الی الذکر والسماع بل الامر مطلق، وهو لایقتضی التکرار، وهو الذی رجحه ابوبکر الجصاص فی الاحکام حیث قال: قوله : (یا أیها الذین آمنوا صلوا علیه) قد تضمن الأمر بالصلاة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ اگر ایک مجلس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ مبارک ایک سے زیادہ مرتبہ آئے، تو بہت سے اہلِ علم حضرات کے نزدیک صرف ایک مرتبہ درود پڑھنے سے واجب ادا ہوجاتا ہے، لیکن پھر بھی بعض حضرات کے نزدیک مستحب وافضل یہ ہے کہ جتنی مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ مبارک کرے، یا سنے، ہر مرتبہ درود شریف پڑھے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

على النبى صلى الله عليه وسلم وظاهره يقتضى الوجوب ، وهو فرض عندنا فمتى فعلها الإنسان مرة واحدة فى صلاة أو غير صلاة فقد أدى فرضه ، وهو مثل كلمة التوحيد والتصديق بالنبى صلى الله عليه وسلم متى فعله الإنسان مرة واحدة فى عمره فقد أدى فرضه، انتهىٰ.

نعم صح ماذهب اليه الطحاوى ايضابالسنة والحديث الصحيح ، والذى رواه الترمذى، فالواجب بالكتاب هو الصلاة مرة فى العمر، وبالسنة فى مواضع آخر ايضا (احكام القرآن للفقيه المفسر العلامة محمد شفيع رحمه الله تعالىٰ ج٣ ص ٤٨٨، سورة الاحزاب)

قال ابن دقيق العيد قد اتفقوا على وجوب الصلاة على النبى -صلى الله عليه وسلم -فقيل يجب فى العمر مرة وهو الأكثر وقيل :يجب فى كل صلاة فى التشهد الأخير وهو مذهب الشافعى وقيل : يجب كلما ذكر واختاره الطحاوى من الحنفية والحليمى من الشافعية(التنوير شرح الجامع الصغير للصنعانى، تحت رقم الحديث ٥٠١٤)

ولا صلاة لمن لا يصلى على النبى صلى الله عليه وسلم لعل المراد منه الصلاة عليه صلى الله عليه وسلم فى العمر مرة وهى فرض على من آمن بالله ورسوله امتثالا لقول الله جل ذكره يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما والمراد منه الصلاة عند ذكره صلى الله عليه وسلم وهو أيضا واجب وهل تكرر الوجوب عند تجدد الذكر ويكفى فى مجلس الذكر مرة ففيه اختلاف مشهور بين الطحاوى والكرخى(إنجاح الحاجة لمحمد عبد الغنى المجددى الحنفى ، مشمولة شرح سنن ابنِ ماجه للسيوطى، ج ا ص ٣٣، تحت رقم الحديث ٤٠٠، كتاب الطهارة، باب الاستبراء بعد البول)

[1] ومن الواجب عند الاكثرين عند ذكره او سماع اسمه عليه الصلاة والسلام ، كما ذهب اليه الطحاوى، واختاره فى التحفة، للاحاديث المذكورة آنفا، ولو تكرره ذكره الشريف فى المجلس ففى شرح المنية عن الكافى:لم يلزمه الا مرة واحده فى الصحيح ، لان تكراراسمه واجب لحفظ سنته التى بها قوام الشريعة، فلو وجبت الصلاة فى كل مرة لافضى الى الحرج ، غير انه ندب تكرارها، انتهىٰ.

وسنة اصحاب الحديث الذين هم اكثر الناس تكرارا لذكره الشريف ، هو تكرار الصلاة عند تكرارالذكر قراءة وكتابة، وهو الاولىٰ والاحرىٰ (احكام القرآن للفقيه المفسر العلامة محمد شفيع رحمه الله تعالىٰ ،ج٣ ص ٤٨٩، سورة الاحزاب)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

درودوسلام پر عظیم اجروثواب کی احادیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا بہت بڑی فضیلت والاعمل ہے۔

اس سلسلہ میں چنداحادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاتَّبَعْتُهُ حَتّٰى دَخَلَ نَخْلًا فَسَجَدَ، فَأَطَالَ السُّجُوْدَ حَتّٰى خِفْتُ ،أَوْ خَشِيْتُ ،أَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ قَدْ تَوَفَّاهُ،أَوْ قَبَضَهُ،قَالَ:فَجِئْتُ أَنْظُرُ فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ:مَا لَكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ!قَالَ:فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، قَالَ:فَقَالَ:إِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والحديث يدل على وجوب الصلاة عليه كلما جرى ذكره وإليه صار جمع من المذاهب الأربعة وقيل يجب ذلك فى العمر مرة فقط(فيض القدير شرح الجامع الصغيرللمناوى، تحت رقم الحديث ٨٦٧٨)

الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم مع اتحاد المجلس:

للفقهاء آراء عديدة فى حكم الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم كلما ذكر فى غير الصلاة، ويتعلق بالمجلس منها ثلاثة آراء :

الأول :أنها تجب كلما ذكر اسمه صلى الله عليه وسلم ولو اتحد المجلس، وبه قال جمع، منهم الطحاوى من الحنفية، والطرطوشى، وابن العربى، والفاكهانى من المالكية، وأبو عبد الله الحليمى وأبو حامد الإسفراييني من الشافعية، وابن بطة من الحنابلة . لحديث من ذكرت عنده فلم يصل على فدخل النار فأبعده الله .

الثانى :وجوب الصلاة مرة فى كل مجلس، وهو ما صححه النسفى فى الكافى حيث قال فى باب التلاوة :وهو كمن سمع اسمه مرارا، لم تلزمه الصلاة إلا مرة فى الصحيح؛ لأن تكرار اسمه صلى الله عليه وسلم لحفظ سنته التى بها قوام الشريعة، فلو وجبت الصلاة بكل مرة لأفضى إلى الحرج. وهو قول أبى عبد الله الحليمى إن كان السامع غافلا فيكفيه مرة فى آخر المجلس .

الثالث :ندب التكرار فى المجلس الواحد، ذكره ابن عابدين فى تحصيله لآراء فقهاء الحنفية.

وبقية الفقهاء لا ينظرون إلى اتحاد المجلس، فمنهم من يقول :إنها واجبة فى العمر مرة، ومنهم من يقول بالندب مطلقا، اتحد المجلس أم اختلف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١ ، ص ٢٠٣ و ٢٠٥، مادة "اتحاد المجلس")

السَّلامُ قَالَ لِیْ: أَلا أُبَشِّرُکَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ لَکَ: مَنْ صَلّٰی عَلَیْکَ صَلَّیْتُ عَلَیْهِ، وَمَنْ سَلَّمَ عَلَیْکَ سَلَّمْتُ عَلَیْهِ (مسند احمد رقم الحدیث ۱۶۶۲) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، اور میں آپ کے پیچھے چلا، یہاں تک کہ آپ کھجور کے باغ میں داخل ہو گئے، پھر آپ نے سجدہ کیا، اور بہت لمبا سجدہ کیا، یہاں تک کہ مجھے خوف ہوا کہ اللہ نے آپ کو وفات دے دی، یا آپ کی روح قبض فرمالی، پھر میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب) آیا، تاکہ میں (قریب سے) دیکھوں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک اٹھایا، اور فرمایا کہ اے عبدالرحمٰن! آپ کو کیا ہو گیا؟ تو میں نے یہ (اپنے دل کی) بات آپ سے ذکر کی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک جبریل علیہ السلام نے مجھے فرمایا کہ کیا میں آپ کو یہ خوشخبری نہ سنادوں کہ بے شک اللہ عزوجل آپ کے لئے یہ فرماتا ہے کہ جو آپ پر درود بھیجے گا، میں اس پر رحمت نازل کروں گا، اور جو آپ پر سلام بھیجے گا،

---

[1] قال الهيثمي: رواه أحمد ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ج۲ ص۲۸۷، باب سجود الشكر)
وقال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف، أبو الحويرث -واسمه عبد الرحمن بن معاوية بن الحويرث -فيه ضعف من قبل حفظه، وباقي رجاله ثقات رجال الشيخين إلا أن محمد بن جبير بن مطعم لا يصح سماعه من عبد الرحمن بن عوف .ليث :هو ابن سعد.
وأخرجه الحاكم (۱/۲۲۲-۲۲۳) من طريق يحيى بن عبد الله بن بكير، والبيهقي (۲/۳۷۰-۳۷۱) من طريق عبد الله بن الحكم وشعيب بن الليث، ثلاثتهم عن الليث، بهذا الإسناد .وصححه الحاكم على شرطهما ووافقه الذهبي !فوهما، وله طرق أخرى يأتي تخريجها تحت رقم (۱۶۶۴) (حاشية مسند احمد)
وقال الالباني: اسناده صحيح لغيره (تحقيق فضل الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم، رقم الحديث ۷)
وقال ايضاً: فالحديث بالطريقين حسن (ارواء الغليل فی تخريج احاديث منار السبيل، تحت رقم الحديث ۴۷۴)

میں اس پر سلامتی نازل کروں گا (مسند احمد)

اور مسند احمد کی ایک روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَقَالَ: إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، أَتَانِي فَبَشَّرَنِي، فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ: مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ صَلَّيْتُ عَلَيْهِ، وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَسَجَدْتُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ شُكْرًا (مسند احمد، رقم الحديث ١٦٦٤)[1]

ترجمہ: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے، اور مجھے یہ خوشخبری سنائی، کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ جو آپ پر درود بھیجے گا، میں اس پر رحمت نازل کروں گا، اور جو آپ پر سلام بھیجے گا، میں اس پر سلامتی نازل کروں گا، تو اس (نعمت وانعام کے حاصل ہونے پر) میں نے اللہ عزوجل کے لئے سجدۂ شکر کیا (مسند احمد)

اور مسند ابی یعلیٰ کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره، عبد الواحد بن محمد بن عبد الرحمن لم يوثقه غير ابن حبان، ولا نخالُه سمع من جده عبد الرحمن بن عوف، وباقي رجاله ثقات رجال الصحيح. أبو سعيد مولى بني هاشم: هو عبد الرحمن بن عبد الله بن عبيد البصري.

وأخرجه عبد بن حميد(١٥٧) والحاكم (١/٥٥٠)وعنه البيهقي(٢/٣٧١)من طريق سليمان بن بلال، عن عمرو بن أبي عمرو، عن عاصم بن عمر بن قتادة، عن عبد الواحد بن محمد، به.

وأخرجه مختصراً إسماعيل القاضي في "فضل الصلاة على النبي "(7) من طريق عبد العزيز بن محمد، عن عمرو بن أبي عمرو، عن عبد الواحد بن محمد، به.

وقد تقدم برقم(١٦٦٢)من طريق آخر.

وله طريق ثالث عند أبي يعلى(٨٤٧)والبيهقي في "شعب الإيمان(١٥٥٥)"من طريق ابن أبي سندر الأسلمي، عن مولى لعبد الرحمن بن عوف، عن عبد الرحمن بن عوف، بنحوه.

ورابع عند ابنِ أبي شيبة ١١/٥٠٦، وإسماعيل القاضي(١٠)والبزار(١٠٠٦)وأبي يعلى (٨٥٨) من طريق سعد بن إبراهيم، عن أبيه، عن جده عبد الرحمن بن عوف، به ولفظه " :سجدت شكراً فيما أبلاني من أمتي، من صلى علي من أمتي صلاة كتبت له عشر حسنات وحط عنه عشر سيئات " وهذا لفظ ابن أبي شيبة، وهو مختصر(حاشيه مسند احمد)

فَقَالَ: إِنِّیُ لَمَّا رَأَیْتَنِیُ دَخَلْتُ النَّخُلَ لَقِیْتُ جِبُرِیُلَ فَقَالَ: إِنِّیُ أُبَشِّرُکَ أَنَّ اللّٰهَ یَقُوُلُ: مَنُ سَلَّمَ عَلَیُکَ سَلَّمُتُ عَلَیُهِ، وَمَنُ صَلّٰی عَلَیُکَ صَلَّیُتُ عَلَیُهِ (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث ۸۶۹، ج۲ص۱۷۳، مسند عبدالرحمن بن عوف) [1]

ترجمہ: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک جب آپ نے مجھے دیکھا کہ میں کھجور کے باغ میں داخل ہوا، تو مجھ سے جبریل نے ملاقات کی، اور فرمایا کہ بے شک میں آپ کو یہ خوشخبری سناتا ہوں کہ بلاشبہ اللہ فرماتا ہے کہ جو آپ پر سلام بھیجے گا، میں اس پر سلام بھیجوں گا، اور جو آپ پر درود بھیجے گا، میں اس پر رحمت نازل کروں گا (ابویعلیٰ)

مذکورہ احادیث وروایات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھنے والے کے لئے یہ فضیلت معلوم ہوئی کہ اس پر اللہ تعالیٰ رحمت وسلامتی نازل فرماتا ہے۔ [2]

---

[1] قال حسین سلیم أسد الدارانی:إسناده حسن(حاشیة مسند ابی یعلیٰ)

[2] (وعن عبد الرحمن بن عوف قال :خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى دخل نخلا) ، أي :بستان نخل، وفي رواية :فتوجه نحو صدقته فدخل فاستقبل القبلة فخر ساجدا ، وفي رواية : فوجدته قد دخل حائطا من الأسواق ، وهو بالفاء ، موضع بالمدينة، خوضا ثم صلى ركعتين (فسجد) : أي :سجدة كما في رواية (فأطال السجود حتى خشيت أن يكون الله تعالى قد توفاه) ، أي :قبض نفسه فيها كما في رواية، قال، أي :عبد الرحمن (فجئت أنظر) : هل هو حي أو ميت؟ وفي رواية :فأطال السجدة حتى ظننت أن الله قبض نفسه فيها، فدنوت منه (فرفع رأسه فقال) صلى الله عليه وسلم :("ما لك؟ ") ، أي :أي شيء عرض لك حتى ظهرت أمارة الحزن والفزع عليك؟ وفي رواية قال " :من هذا "قلت :عبد الرحمن، قال " :ما شأنك؟ (فذكرت ذلك) ، أي :الخوف المرادف للخشية التي مستفادة من خشيت (له) : عليه السلام، وفي رواية قال :قلت: يا رسول الله، سجدت سجدة حتى ظننت أن يكون الله قبض نفسك فيها، (قال :فقال " :إن جبريل عليه السلام قال لي :ألا أبشرك أن الله عز وجل) : بفتح أن، وقيل :بكسرها ;لأن في البشارة معنى القول ")يقول لك ") : وفي (لك) ، إيماء لك ")من صلى عليك ") ، أي: صلاة كما في نسخة ")صليت عليه، ومن سلم عليك سلمت عليه "، رواه أحمد) : قال ميرك: ورواه الحاكم، وقال :صحيح الإسناد، ورواه أبو علي، وابن أبي الدنيا نحوه، وزاد أحمد في بعض

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ایک مرتبہ درود بھیجنے پر دس رحمتوں کا نزول

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا (مسلم ،رقم الحديث ۴۰۸"۷۰" كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبى -صلى الله عليه وسلم -بعد التشهد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا، اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے (مسلم)

دس نیکیوں کے حصول اور دس گناہوں کی معافی کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مَرَّةً وَاحِدَةً، كُتِبَ لَهُ بِهَا عَشْرُ حَسَنَاتٍ (صحيح ابنِ حبان رقم الحديث ۹۰۵، كتاب الرقائق، باب الادعية) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ دورد پڑھا، تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں (ابنِ حبان)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رواياته " :لسجدت شكرا لله "انتهى، قال السخاوى :ونقل البيهقى فى الخلافيات عن الحاكم وقال :هذا حديث صحيح، ولا أعلم فى سجدة الشكر أصح من هذا الحديث .انتهى، وله طرق متعددة ذكرها السخاوى فى القول البديع(مرقاة المفاتيح ،ج۲ ص ۷۵۰، كتاب الصلاة،باب الصلاة على النبى وفضلها)

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية صحيح ابنِ حبان)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ، وَحَطَّ عَنْهُ عَشْرَ خَطِيْئَاتٍ (مسند احمد، رقم الحديث ١١٩٩٨) ۱؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا، اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے، اور اس کی دس خطاؤں کو معاف فرما دیتا ہے (مسند احمد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

إِنَّ جِبْرِيْلَ أَتَانِيْ، فَقَالَ: مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ مِنْ أُمَّتِكَ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا، وَرَفَعَهُ بِهَا عَشَرَ دَرَجَاتٍ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ٦٧٠٢، المعجم الصغير للطبرانی، رقم الحديث ١٠١٦) ۲؎

ترجمہ: بے شک میرے پاس جبریل آئے، اور انہوں نے فرمایا کہ آپ کی امت

۱؎ صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٩٠٤، مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ٨٧٩٥، كتاب الصلاة ،باب فی ثواب الصلاة علی النبی صلی الله عليه وسلم، الخراج لابی يوسف رقم الحديث ٤.

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن من اجل يونس بن أبی إسحاق، وهو من رجال مسلم، وباقی رجاله ثقات (حاشية مسند احمد)

وقال ايضاً: اسناده صحيح (حاشية صحيح ابنِ حبان)

وقال محمد عوامة: واسناده حسن، لكن شواهده كثيرة، تجعلها صحيحا (تحقيق محمد عوامة فی حاشية مصنف ابنِ ابی شيبة، ج٦ ص٤٥)

۲؎ قال ابن كثير: قال الطبرانی تفرد به يحيی بن ايوب ولم يروه عنه الا عمرو بن الربيع وقد اختاره الضياء من هذا الوجه قلت وله شواهد عن غير واحد من الصحابة مرفوعة والله اعلم (مسند الفاروق، ج ١ ص١٧٧، كتاب الصلاة)

قال الطبرانی لم يروه عن عبيد الله بن عمر إلا يحيی بن أيوب تفرد به عمرو بن الربيع (إسناده حسن) (الاحاديث المختارة لابی عبدالله المقدسی، ج ١ ص١٨٧، دراسة وتحقيق: معالی الأستاذ الدكتور عبد الملک بن عبد الله بن دهيش)

میں سے جو آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا، اللہ اس پر، دس رحمتیں نازل فرمائے گا، اوراس کے دس درجات بلند فرمائے گا (طبرانی)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَجَدْتُ شُكْرًا فِيْمَا أَبْلاَنِيْ مِنْ أُمَّتِيْ: مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً كُتِبَتْ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ ، وَحُطَّ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ (مصنف ابنِ ابی شیبة ،رقم الحدیث ۸۷۹۹،کتاب الصلاۃ ،باب فی ثواب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس نعمت پر سجدۂ شکر کیا، جو (اللہ تعالیٰ) نے میری امت کی طرف سے مجھ کو عطا فرمائی ہے کہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا، تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اوراس کی دس خطائیں معاف کی جائیں گی (ابنِ ابی شیبہ)

اس حدیث کو بعض حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن اس کی تائید دیگر روایات سے ہوتی ہے، کیونکہ بعض دیگر صحیح روایات میں ایک مرتبہ درود پڑھنے پر دس نیکیوں کے لکھے جانے کا، اور بعض روایات میں دس خطائیں معاف کئے جانے کا ذکر ملتا ہے، اس لئے ان روایات کے ہوتے ہوئے اس روایت کو حسن اور معتبر قرار دیا جاسکتا ہے۔ [1]

---

[1] حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة، حدثنا زيد بن الحباب، حدثنا موسى بن عبيدة، حدثني قيس بن عبد الرحمن بن أبي صعصعة، عن سعد بن إبراهيم، عن أبيه، عن جده عبد الرحمن قال :كان لا يفارق رسول الله صلى الله عليه وسلم منا خمسة أو أربعة من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم لما ينوبه من حوائجه بالليل والنهار، قال :فجئته وقد خرج، فاتبعته فدخل حائطا من حيطان الأسواف، فصلى فسجد فأطال السجود، وقلت :قبض الله روحه، قال :فرفع رأسه فدعاني، فقال :ما لک؟، فقلت :يا رسول الله، أطلت السجود قلت :قبض الله روح رسوله لا أراه أبدا، قال :سجدت شكرا لربي فيما أبلاني في أمتي، من صلى علي صلاة من أمتي كتب له عشر حسنات ومحى عنه عشر سيئات (مسند ابی یعلی، رقم الحدیث ۸۵۸)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلَاۃً وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحُطَّتْ عَنْہُ عَشْرُ خَطِیْئَاتٍ وَرُفِعَتْ لَہٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ (سنن النسائی ،رقم الحدیث ۱۲۹۷ ،کتاب السھور، باب الفضل فی الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث ۱۲۲۱، ورقم الحدیث ۱۰۱۲۲، شعب الایمان للبیھقی رقم الحدیث ۱۴۵۵، باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وإجلالہ وتوقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم، الاحادیث المختارۃ لابی عبداللہ المقدسی ، رقم الحدیث ۱۵۶۸) ۱؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا، تو اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجے گا، اور اس کی دس خطائیں معاف کی جائیں گی، اور اس کے دس درجات بھی بلند کئے جائیں گے (نسائی، بیہقی)

کثرتِ درود کی وجہ سے بروزِ قیامت نبی کی قربت

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ أَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال حسین سلیم أسد الدارانی: إسنادہ ضعیف (حاشیۃ ابی یعلیٰ)

وقال محمد عوامۃ: وعلیٰ کل حال فالحدیث بطرقہ المختلفۃ ثابت (تحقیق محمد عوامۃ فی حاشیۃ مصنف ابنِ ابی شیبۃ، ج۵ص۴۶۵)

۱؎ قال الالبانی:

صحیح (صحیح وضعیف سنن النسائی، تحت رقم الحدیث ۱۲۹۷)

وقال عبد الملک بن عبد اللہ بن دھیش:

إسنادہ صحیح . والحدیث فی "عمل الیوم واللیلۃ ص:۲۹۷، حدیث :۳۶۳ (حاشیۃ الاحادیث المختارۃ لابی عبداللہ المقدسی: ،تحت رقم الحدیث ۱۵۶۸، ج۴ص۳۹۷، مطبوعۃ: دارخضر ،بیروت، الطبعۃ الاولیٰ 2001ء)

أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً (سنن الترمذی ، رقم الحديث ۴۸۴،ابواب الوتر،باب ما جاء فی فضل الصلاة على النبی صلى الله عليه وسلم، موارد الظمآن الى زوائد ابن حبان، رقم الحديث ۲۳۸۹) ؎

؎ قال الترمذی: هذا حديث حسن غريب(سنن الترمذی)

و قال ابن حجر:

هذا حديث حسن . أخرجه البخاری فی تاريخ عن محمد بن المثنى على الموافقة. وأخرجه الترمذی عن محمد بن بشار، عن محمد بن خالد بن عثمة . وقال :حسن غريب (نتائج الافكار، ج۳، ص ۲۹۵،کتاب :الصلاة على رسول الله صلى الله عليه وسلم، المجلس: ۲۸۹)

و قال محمد بن إسماعيل الكحلانی الصنعانی، المعروف كأسلافه بالأمير:

وعن ابن مسعود -رضی الله عنه -قال :قَالَ رَسُولَ الله -صلى الله عليه وسلم :- "أولى الناس بی يوم القيامة أكثرهم على صلاة ."أخرجه الترمذی (حسن لغيره) (التحبير لإيضاح معانی التيسير، رقم الحديث ۳ ،ج ۴،ص۳۱۳)

و قال حسين سليم أسد الدّارانی:

إسناده حسن، عبد الله بن كيسان الزهری ترجمه البخاری فی النكبير۵/۱۷۷ ولم يورد فيه جرحاً ولا تعديلاً، وتبعه على ذلک ابن أبی حاتم فی "الجرح. والتعديل۵/۱۴۳ "وذكره ابن حبان فی الثقات۷/۴۹، وقال ابن القطان" :لا يعرف حاله."

وقال الذهبی فی كاشفه" :وثق ."وقال ابن حجر فی تقريبه" :مقبول"، فهو عندنا حسن الحديث.

وموسى بن يعقوب بينا أنه حسن الحديث فی مسند الموصلی عند الحديث(۵۰۱۱) والحديث فی الإحسان ۲/۱۳۳ برقم(۹۰۸)وقال الحافظ ابن حبان " :فی هذا الخبر دليل على أن أولى الناس برسول الله -صلى الله عليه وسلم -فی القيامة يكون أصحاب الحديث، إذ ليس من هذه الأمة قوم أكثر صلاة عليه -صلى الله عليه وسلم-منهم."

وأخرجه البخاری فی الكبير۵/۱۷۷، والمزی فی "تهذيب الكمال۱۵/۴۸۲ "من طريق ابن أبی شيبة، بهذا الإِسناد.

وأخرجه البخاری فی الكبير۵/۱۷۷، والبغوی فی "شرح السنة۳/۱۹۶ــ ۱۹۷ "برقم(۶۸۶)من طريق محمد بن خالد بن عثمة، حدثنی موسى بن يعقوب الزمعی، به .وليس عندهما "عن أبيه "بعد "عبد الله بن شداد."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن، لوگوں میں سب سے زیادہ میرے قریب وہ (مومن) ہوگا، جو مجھ پر زیادہ درود بھیجتا ہوگا (ترمذی، ابنِ حبان)

امام ابنِ حبان رحمہ اللہ اس حدیث کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:

فِيْ هٰذَا الْخَبَرِ دَلِيْلٌ عَلٰى أَنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقِيَامَةِ يَكُوْنُ أَصْحَابَ الْحَدِيْثِ ، إِذْ لَيْسَ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ أَكْثَرَ صَلاَةٍ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ (صحيح ابنِ حبان، تحت رقم الحديث ٩١١، كتاب الرقائق، باب الادعية)

ترجمہ: اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب لوگوں میں حدیث کے اصحاب ہوں گے، اس لئے کہ اس امت میں سے کوئی گروہ، اِن سے زیادہ درود پڑھنے والا نہیں ہے (ابنِ حبان)

مطلب یہ ہے کہ احادیث کو روایت اور نقل کرنے اور پڑھنے والے محدثین کے درود شریف پڑھنے و لکھنے کی تعداد، دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے، وہ ہر ہر حدیث کے وقت ''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ '' کا وِرد کرتے ہیں، اس لئے وہ قیامت کے دن رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب ہوں گے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأخرجه ابن عدى فى كامله ٢٣٤٢/٦ من طريق عمرو بن معمر العمرى، حدثنا خالد بن مخلد، به .وقد استوفينا تخريجه فى مسند الموصلى٤٢٧/٨برقم (٥٠١١)وأطلنا فى الحديث عنه فعد إليه إن شئت، وانظر "تحفة الأشراف٦٩/٧ " برقم(٩٣٤٠)وجامع الأصول٤٠٥/٤-٤٠٦، والترغيب والترهيب ٥٠٠/٢برقم (١٨)وفتح البارى ١٦٧/١١، وجلاء الأفهام ص ـ٥٨، ٥٩ (حاشية موارد الظمآن)

ذکرِ نبی ﷺ پر درود نہ پڑھنے پر وعید

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَخِیْلُ الَّذِیْ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ (سنن الترمذی ، رقم الحدیث ۳۵۴۶،ابواب الدعوات،باب فی فضل التوبة والاستغفار وما ذکر من رحمة الله بعباده، مستدرک حاکم رقم الحدیث ۲۰۱۵،مسنداحمد،رقم الحدیث ۱۷۳۶ ، مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث ۶۷۷۶) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخیل ہے وہ شخص، جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے، پھر وہ مجھ پر درود نہ پڑھے (ترمذی، حاکم، مسنداحمد، ابویعلیٰ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال الترمذی:هذا حدیث حسن صحیح غریب.

وقال الحاکم: هذا حدیث صحیح الإسناد، ولم یخرجاه .وله شاهد عن أبی هریرة.

وقال شعیب الارنووط:

إسناده قوی، رجاله ثقات رجال الصحیح غیرَ عبد الله بن علی بن حسین، فمن رجال الترمذی والنسائی، روی عنه جمع، ووثقه ابنُ حبان وابن خلفون والذهبی (حاشیة مسند احمد)

و قال حسین سلیم أسد:

إسناده صحیح (حاشیة مسند ابی یعلیٰ)

وقال الالبانی:

قلت :ورجاله ثقات معرفون ,غیر عبد الله بن علی حفید الحسین رضی الله عنه ,وقد وثقه ابن حبان وحده ,وروی عنه جماعة ,وقد اختلف علیه فی إسناده علی وجوه , خرجها إسماعیل القاضی.

لکن الحدیث صحیح .فإن له شاهدین :أحدهما عن أبی ذر ,والآخر عن الحسن البصری مرسلا بسند صحیح عنه ,أخرجهما القاضی.

وله شاهد ثالث أورده الفیروز آبادی فی "الرد علی المعترضین علی ابن عربی " (ق ۱/۳۹)من روایة النسائی عن أنس ,ثم قال " :وهذا حدیث صحیح (إرواء الغلیل فی تخریج أحادیث منار السبیل، تحت رقم الحدیث ۵)

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : إِنَّ أَبْخَلَ النَّاسِ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (فضل الصلاة على النبى لاسماعيل بن اسحاق رقم الحديث ٣٥، مسند الحارث، رقم الحديث ١٠٦٤) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں بخیل ترین شخص وہ ہے کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے، پھر وہ مجھ پر درود نہ پڑھے، صلی اللہ علیہ وسلم (فضل الصلاۃ، مسند حارث)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ يُّغْفَرَلَهُ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَكَ عِنْدَهُ اَبَوَاهُ الْكِبَرَ فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ قَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ وَاَظُنُّهُ قَالَ اَوْاَحَدُهُمَا (سنن الترمذی، رقم الحديث ٣٤٦٨، ابواب الدعوات، باب قول رسول الله صلى الله عليه وسلم رغم أنف رجل، ومسند احمد، رقم الحديث ٧٤٥١، وابن حبان، رقم الحديث ٩٠٨) [2]

ترجمہ: ذلیل وخوار ہو وہ شخص، جس کے سامنے میرا نام لیا گیا اور پھر اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا اور ذلیل وخوار ہو وہ شخص، جس کو رمضان کے مہینہ کی نعمت حاصل

---

[1] قال الالبانی: صحيح لغيره (صحيح الترغيب و الترهيب، تحت رقم الحديث ١٦٨٤)

[2] قال الترمذی: وفی الباب عن جابر، وأنس :هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه وربعی بن إبراهيم هو :أخو إسماعيل بن إبراهيم، وهو ثقة، وهو :ابن علية ويروى عن بعض أهل العلم قال: إذا صلى الرجل على النبى صلى الله عليه وسلم مرة فى المجلس أجزأ عنه ما كان فى ذلك المجلس (سنن الترمذی)

وقال شعيب الارنؤوط: صحيح، وهذا إسناد حسن، عبد الرحمن بن إسحاق -وهو المدنى -حسن الحديث، روى له البخارى فى "الأدب المفرد"، ومسلم متابعة، وأصحاب السنن، وباقى رجاله ثقات (حاشية مسند احمد)

وقال ايضاً : إسناده صحيح، رجاله رجال الصحيح، عبد الرحمن بن إسحاق :هو ابن عبد الله بن الحارث بن كنانة المدنى (حاشية صحيح ابن حبان)

ہوئی اور رمضان گزر بھی گیا، مگر اس نے اپنی مغفرت کا سامان نہیں کیا اور ذلیل وخوار ہو وہ شخص جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پایا، لیکن وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں، عبدالرحمٰن (اس حدیث کے راوی) فرماتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (والدین) میں سے ایک (کے بارے میں بھی یہی) فرمایا (ترمذی، مسند احمد، ابن حبان)

بعض روایات میں کچھ تفصیل کے ساتھ یہ مضمون آیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بددعاء جبریل علیہ السلام نے کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہا تھا۔

سلام پہنچانے کے لیے فرشتوں کا روئے زمین پر گشت کرنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِلّٰهِ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ، يُبَلِّغُوْنِيْ مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ (مسند احمد ، رقم الحديث ٣٦٦٦، سنن النسائی، کتاب الصلاة، باب السلام علی النبی صلی الله علیه وسلم،مستدرک حاکم رقم الحديث ١٥٧٦)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ، اللہ کے فرشتے زمین میں گشت کرتے ہیں، جو کہ میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں (مسند احمد، نسائی، حاکم)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير عبد الله بن السائب -وهو الكندى الكوفى-، وغير زاذان -وهو أبو عمر الكندى-، فهما من رجال مسلم.
ابن نمير :هو عبد الله، وسفيان :هو الثورى(حاشية مسند احمد)
وقال الحاكم : صحيح الاسناد ولم يخرجاه(مستدرک حاكم)
وقال الذهبى فى التلخيص:صحيح(مستدرک حاكم)
وقال ابن القيم:وهذا إسناد صحيح(جلاء الافهام ، تحت رقم الحديث ٣٣)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے جانے والے سلام کے لئے روئے زمین پر فرشتے مقرر ہیں، اور وہ روئے زمین کے چپے چپے سے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے جانے والے سلام کو پہنچانے کی خدمت سرانجام دیتے ہیں۔ [1]

یہ چند ایک فضائل ہیں جو ذکر کیے گئے ہیں، ورنہ درودوسلام کے فضائل اور فوائد اتنے زیادہ ہیں کہ ان کو مختصر مضمون میں جمع نہیں کیا جاسکتا۔

(تفصیل کے لئے ہماری دوسری تالیف ''درودوسلام کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں)

بعض لوگ درودشریف کے سلسلے میں کچھ غلطیوں میں مبتلا ہیں، انہوں نے اپنی طرف سے درودشریف کے مختلف صیغے اور درودشریف پڑھنے کے طور، طریقے اور اوقات متعین کرلئے ہیں، اور جب ان کو اس قسم کی غلطیوں پر متنبہ کیا جاتا ہے، تو وہ فوراً جواب میں کہتے ہیں کہ تم درودشریف کے منکر ہو۔

حالانکہ درودشریف اور اس کی فضیلت کا کون مسلمان انکار کرسکتا ہے، اگر انکار کیا جاتا ہے، تو غلطیوں اور خرابیوں کا انکار کیا جاتا ہے، اور یہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ کوئی شخص سورج کے طلوع یا غروب ہوتے وقت، یا زوال کے وقت نماز پڑھے، یا عیدین کے دنوں میں روزہ رکھے اور اس کو اس عمل سے منع کیا جائے، تو یہ بذاتِ خود نماز یا روزہ سے منع کرنا نہیں کہلائے گا، بلکہ اس عمل کے اصولوں کی خلاف ورزیوں سے روکنا اور منع کرنا کہلائے گا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درودوسلام سے کون انکار کرسکتا ہے، جبکہ نماز کے اندر ہر قعدہ میں ''اَلسَّلَامُ

---

[1] (إن لله تعالى ملائكة) جمع ملك ونكره على معنى بعض صفته كذلك (سياحين) بسين مهملة من السياحة وهى السير يقال ساح فى الأرض يسيح سياحة إذا ذهب فيها أصله من السيح وهو الماء الجارى المنبسط (فى الأرض) فى مصالح بنى آدم وفى رواية بدله فى الهواء (يبلغونى من) وفى رواية عن (أمتى) أمة الإجابة (السلام) ممن يسلم على منهم وإن بعد قطره وتناء ت داره أى فيرد عليهم سماعه منهم كما بين فى خبر آخر وهذا التعظيم للمصطفى صلى الله عليه وسلم وإجلالا لمنزلته حيث سخر الملائكة الكرام لذلك (فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ٣٢٥٥)

عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ ''موجود ہے۔اور نماز کے ہر آخری قعدہ میں درود شریف بھی موجود ہے۔اگر اس کا حساب لگایا جائے ،تو ہر روز صرف فرضوں کی نماز میں 9 مرتبہ ہر نماز پڑھنے والا مسلمان ، آپ پر سلام بھیجتا ہے (فجر میں 1 مرتبہ، ظہر میں 2 مرتبہ،عصر میں 2 مرتبہ، مغرب میں 2 مرتبہ،عشاء میں 2 مرتبہ۔9=2+2+2+2+1)اور اگر وتر کی ایک سلام کے ساتھ تین رکعات کو بھی ملائیں تو 2 کا مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

اور پانچ فرض نمازوں میں کل پانچ قعدۂ اخیرہ ہوتے ہیں،جن میں 5 مرتبہ ہر نماز پڑھنے والا مسلمان آپ پر درود بھیجتا ہے،اور وتروں کی ایک سلام کے ساتھ تین رکعات کو بھی ملائیں،تو ایک قعدۂ اخیرہ کا اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

اس طرح ہر روز پانچ نمازوں میں بار بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھنے کی ہر مسلمان کو سعادت حاصل ہوتی ہے،اور اگر سنتوں اور نفلوں کو بھی شمار کیا جائے ،تو تعداد بہت زیادہ بن جاتی ہے۔

پھر ہر فرض نماز کے بعد اور بعض دوسرے مخصوص اوقات میں دعا کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے اور دعا کے آداب میں سے ہے کہ اس کی ابتداء اور انتہاء درود شریف سے کی جائے۔

اس طرح دعا کے وقت میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

اور جو احادیث کے پڑھنے والے طالبِ علم ہیں،وہ تو ہر حدیث کے ساتھ ''قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ''پڑھتے ہیں اور اپنے دن رات کے بیشتر اوقات کو درود شریف پڑھنے میں صرف کرتے ہیں۔

لہٰذا اس طرح درود وسلام پڑھنے والے مسلمانوں پر درود وسلام کے منکر ہونے کا الزام لگانا، درست طرزِ عمل نہیں،اس الزام کی آخرت میں جواب دہی اور مؤاخذہ سے ڈرنا چاہیے۔

اس باب کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حق یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے۔

اور جتنا ممکن ہو اتنی کثرت کے ساتھ یہ عمل کیا جائے، جس کے بہت عظیم الشان فضائل وفوائد ہیں۔

لیکن اس سلسلہ میں بعض لوگوں نے جو مختلف قسم کی خرابیاں پیدا کر لی ہیں، ان سے اپنے آپ کو بچایا جائے۔ جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جس طرح سے درود وسلام پڑھا، اس طرح سے عمل کیا جائے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

(فصل نمبر 1)

صحابۂ کرام اور درود شریف

پہلے معلوم ہو چکا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا گہری عقیدت، واطاعت اور محبت والا تعلق تھا، اور امت میں سب سے پہلی جماعت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ہے، جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکمل حقوق ادا کیے۔

اس لیے یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کس طرح درود پڑھا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَحْسِنُوْا الصَّلَاةَ عَلَيْهِ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٩٠٦، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيه، باب الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم) [1]

ترجمہ: جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو، تو اچھے طریقہ سے درود بھیجو (ابن ماجہ)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہائی عمدہ طریقہ پر کثرت سے

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، عبد الملك بن عبد العزيز الماجشون متابَع، وباقى رجاله ثقات.

وهو فى "موطأ مالك 165 /1 "، ومن طريقه أخرجه البخارى (3369) و (6360)، ومسلم (407)، وأبو داود (979)، والنسائى .49 /3وهو فى "مسند أحمد "(23600) من طريق مالك أيضًا(حاشية سنن ابنِ ماجه)

درود اور سلام پڑھنا احادیث و روایات میں موجود ہے، جن میں سے کچھ کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكُمْ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ. إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (بخاری ، رقم الحدیث ۳۳۷۰، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول الله تعالى واتخذ الله إبراهيم خليلا)

ترجمہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کے اہلِ بیت پر کس طرح سے درود پڑھا جائے؟ یہ تو اللہ نے ہمیں بتلا دیا کہ آپ پر سلام کس طرح بھیجیں (مگر درود پڑھنے کا طریقہ ہمیں پتہ نہیں چلا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس طرح درود پڑھا کرو کہ:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ . إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

اے اللہ! رحمتِ خاص نازل فرما محمد پر اور ان کی آل پر، جیسا کہ آپ نے رحمت نازل فرمائی، حضرت ابراہیم پر اور ان کی آل پر، بے شک آپ تعریف کے لائق اور بزرگ و بَرتَر ہیں، اے اللہ! برکت نازل فرما، محمد پر اور ان کی آل پر، جیسا کہ آپ نے برکت نازل فرمائی ابراہیم پر اور ان کی آل پر، بے شک آپ تعریف کے لائق اور بزرگ و بَرتَر ہیں (بخاری)

ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُمْ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟ قَالَ: قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَّعَلٰى أَزْوَاجِهٖ، وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى أَزْوَاجِهٖ، وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (مسلم، رقم الحديث ٤٠٧ "٦٩" كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم بعد التشهد، بخارى، رقم الحديث ٣٣٦٩)

ترجمہ: صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟ تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح بھیجو کہ:

" اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَّعَلٰى أَزْوَاجِهٖ، وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى أَزْوَاجِهٖ، وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ "

اے اللہ! رحمتِ خاص نازل فرما حضرت محمد پر اور ان کی ازواج پر، اور ان کی اولاد پر، جیسا کہ آپ نے رحمت نازل فرمائی حضرت ابراہیم کی آل پر، اور برکت

نازل فرما حضرت محمد پر اوران کی ازواج پر اوران کی اولاد پر، جیسا کہ آپ نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیم کی آل پر، بے شک آپ تعریف کے لائق اور بزرگ وبَرتر ہیں (مسلم)

طلحہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا أَتٰى نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ؟ قَالَ: قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (سنن النسائی ، رقم الحدیث ۱۲۹۱، کتاب السهو، باب كيف الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: ایک آدمی، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اوراس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟ تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح بھیجو کہ:

”اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ“

اے اللہ! رحمتِ خاص نازل فرما حضرت محمد پر اوران کی آل پر، جیسا کہ آپ نے رحمت نازل فرمائی حضرت ابراہیم پر، بے شک آپ تعریف کے لائق اور بزرگ وبَرتر ہیں، اور برکت نازل فرما حضرت محمد پر اوران کی آل پر، جیسا کہ آپ نے

برکت نازل فرمائی، حضرت ابراہیم پر، بے شک آپ تعریف کے لائق اور بزرگ وبرتر ہیں (نسائی)

ابومسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قِيْلَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ فَقَالَ: قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

(مسند احمد، رقم الحديث ١٧٠٦٧) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح بھیجو کہ:

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ "

اے اللہ! رحمتِ خاص نازل فرما حضرت محمد پر اوران کی آل پر، اور برکت نازل فرما حضرت محمد پر اوران کی آل پر، جیسا کہ آپ نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیم پر عالمین میں، بے شک (اے اللہ!) آپ تعریف کے لائق اور بزرگ وبرتر ہیں (مسند احمد)

حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين، غير محمد بن عبد الله :وهو ابن زيد بن عبد ربه الأنصارى، فإنه من رجال مسلم، وأخرج له البخارى فى "خلق أفعال العباد"، وهو ثقة(حاشية مسند احمد)

أَقْبَلَ رَجُلٌ حَتّٰى جَلَسَ بَيْنَ يَدَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ عِنْدَهٗ، فَقَالَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ، فَقَدْ عَرَفْنَاهُ، فَكَيْفَ نُصَلِّىْ عَلَيْكَ إِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا فِىْ صَلَاتِنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ؟ قَالَ :فَصَمَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أَحْبَبْنَا أَنَّ الرَّجُلَ لَمْ يَسْأَلْهُ .فَقَالَ: إِذَا أَنْتُمْ صَلَّيْتُمْ عَلَيَّ فَقُوْلُوْا : اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَآلِ إِبْرَاهِيْمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ(مسندأحمد، رقم الحديث ١٧٠٧٢) [1]

ترجمہ: ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا، اور ہم بھی آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام کا طریقہ تو ہم جان چکے ہیں، تو ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں، جب ہم اپنی نماز میں درود پڑھیں، اللہ آپ پر درود (یعنی رحمت) بھیجے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے، یہاں تک کہ ہم اس کو پسند کرنے لگے کہ اس سوال کرنے والے آدمی نے یہ سوال نہ کیا ہوتا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مجھ پر درود بھیجو، تو اس طرح پڑھو کہ:

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَآلِ إِبْرَاهِيْمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ، كَمَا

[1] قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح، محمد بن إسحاق -وإن كان مدلسا -صرح بالتحديث هنا فانتفت شبهة تدليسه، وقد توبع .وباقى رجال الإسناد ثقات رجال الشيخين، غير محمد بن عبد اللـه بن زيد بن عبد ربه الأنصارى فإنه من رجال مسلم، وأخرج له البخارى فى "أفعال العباد "وهو ثقة(حاشية مسند احمد)

بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ“

”اے اللہ! رحمتِ خاص نازل فرما حضرت محمد پر جو کہ نبی اور اُمّی ہیں اور حضرت محمد کی آل پر، جیسا کہ آپ نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم پر اور ابراہیم کی آل پر، اور برکت نازل فرما حضرت محمد پر جو کہ نبی اور اُمّی ہیں، جیسا کہ آپ نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیم پر اور حضرت ابراہیم کی آل پر، بے شک (اے اللہ!) آپ تعریف کے لائق اور بزرگ و بَرتر ہیں“ (مسند احمد)

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَتٰى رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى جَلَسَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ، وَأَمَّا الصَّلَاةُ عَلَيْكَ فَأَخْبِرْنَا بِهَا، كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى وَدِدْنَا أَنَّ الرَّجُلَ الَّذِيْ سَأَلَهُ لَمْ يَكُنْ سَأَلَهُ، فَقَالَ: إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَيَّ فَقُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَآلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ٦٩٨) ؎

ترجمہ: ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا، اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام کا طریقہ تو ہم جان چکے ہیں، لیکن ہمیں اس کی خبر دیجئے کہ ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ ہوگئے، یہاں تک کہ ہم چاہنے لگے کہ اس سوال کرنے والے آدمی نے یہ سوال نہ کیا ہوتا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

؎ قال ابن حجر: هذا حديث حسن من هذا الوجه (نتائج الافكار، ج٢ ص ٢٠٢، باب :الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم بعد التشهد، المجلس: ١٦١)

نے فرمایا کہ جب تم مجھ پر درود بھیجو، تو اس طرح پڑھو کہ:

”اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَآلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ“

”اے اللہ! رحمتِ خاص نازل فرما حضرت محمد پر جو کہ نبی اور اُمّی ہیں اور حضرت محمد کی آل پر، جیسا کہ آپ نے رحمت نازل فرمائی حضرت ابراہیم پر اور حضرت ابراہیم کی آل پر، بے شک آپ تعریف کے لائق اور بزرگ و برتر ہیں“ (طبرانی)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُمْ سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ؟ قَالَ :قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَآلِ إِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عُلِّمْتُمْ (كشف الاستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ٥٦٥) [1]

ترجمہ: صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟ تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح بھیجو کہ:

” اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَآلِ إِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ“

---

[1] قال الهيثمي:رواه البزار ورجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٢٨٧٠)
وقال ابن حجر:هذا حديث صحيح، أخرجه البزار(نتائج الافكار، ج٢ص٢٠٨، باب :الدعاء بعد التشهد الأخير، المجلس:١٦٢)

”اے اللہ! رحمتِ خاص نازل فرما حضرت محمد پر، اور برکت نازل فرما حضرت محمد پر، جیسا کہ آپ نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر تمام جہانوں میں، بے شک آپ تعریف کے لائق اور بزرگ وبَرتَر ہیں“

اور سلام اسی طرح ہے، جس طرح تم کو سکھلایا گیا ہے (بزار)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ درود اور سلام کا طریقہ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا ہے، لہٰذا امت کے دیگر افراد کو بھی صحابۂ کرام کے سیکھے ہوئے طریقوں کے مطابق درود وسلام پڑھنا چاہئے، کیونکہ ایک تو یہ سنت ہے، دوسرے زیادہ برکت وفضیلت اور زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے۔

اور احادیث میں یہ بھی وضاحت ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو اللہ تعالیٰ سے دعاء ودرخواست کے ساتھ درود پڑھنے کا طریقہ بتلایا، پس درود شریف کا مسنون اور افضل وبہتر طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعاء کے صیغہ کے ساتھ درود شریف پڑھا جائے، مثلاً ”اَللّٰھُمَّ صَلِّ“ کہا جائے۔

جس کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ درود یعنی رحمتِ خاص بندہ اپنی طرف سے بھیجنے کے بجائے، اللہ سے اس کی درخواست ہی کرسکتا ہے، بندہ رحمت کا مالک نہیں اور نہ ہی اس کے پاس اس کا اختیار ہے، بلکہ اس کا کلی اختیار، اللہ کے پاس ہے، وہی اس کا مالک ہے۔ [1]

---

[1] معارفُ القرآن عثمانی میں ہے کہ:

جو طریقہ صلاۃ وسلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہوا، اس کا حاصل یہ ہے کہ ہم سب مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحمت وسلامتی کی دعاء کریں، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مقصود آیت کا تو یہ تھا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کا حق خود ادا کریں، مگر طریقہ یہ بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں، اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حقِ تعظیم واطاعت پورا ادا کرنا ہمارے کسی کے بس میں نہیں، اس لئے ہم پر یہ لازم کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں (معارف القرآن، ج ۷ ص ۲۲۴، سورہ احزاب، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن، سنِ طباعت: اپریل ۲۰۰۸ء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور احادیث وروایات میں جتنے بھی درود شریف کے صیغے آئے ہیں، ان میں عام طور پر ''اَللّٰھُمَّ'' وغیرہ کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی درخواست کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فان معنى الحديث ان المراد بالتعظيم المامور به فى الآية هو التعظيم المخصوص الذى يكون بهذااللفظ ونحوه ممايدل على طلب التعظيم لشأنه عليه الصلاة والسلام من الله عزوجل لقصور وسع المومنين عن اداء حقه عليه الصلاة والسلام ، ففى الحديث ارشاد الى كيفية التعظيم المامور به وصفته لا انه تفسير للفظ "صلوا" (احكام القرآن للفقيه المفسر العلامة محمد شفيع رحمه الله تعالىٰ ج۳ ص۴۸۵، سورة الاحزاب)

فقال صلى الله عليه وسلم : قولوا اللهم صل على محمد إلى آخر ما فى بعض الروايات الصحيحة ، وفيه إيماء إلى أنكم عاجزون عن التعظيم اللائق بى فأطلبوه من الله عزوجل لى ومن هنا يعلم أن الآتى بما أمر به من طلب الصلاة له صلى الله تعالى عليه وسلم عزوجل آت بأعظم أنواع التعظيم لتضمنه الإقرار بالعجز عن التعظيم اللائق(روح المعانى ،ج ۱۱ ص ۲۵۴،تحت رقم الآية ۵۶، من سورة الاحزاب)

التنبيه الثانى :سئل شيخنا عن إضافة الصلاة إلى الله تعالى وملائكته دون السلام وأمر المؤمنين بها وبالسلام فأجاب بأنه يحتمل أن يقال السلام له معنيان التحية والإنقياد فأمر به المؤمنون لصحتها منهم والله وملائكته لا يجوز منهم الإنقياد فلم يضف إليهم دفعاً للإيهام والله أعلم(القول البديع للسخاوى،ص ۴۲،ما الحكمة فى إضافة الصلاة إلى الله تعالى وملائكته دون السلام)

مهمة :قرأت فى شرح مقدمة أبى الليث للأمير المصطفى التركمانى من الحنفية مانصه، فإن قيل: ما الحكمة فى أن الله تعالى أمرنا أن نصلى ونحن نقول اللهم صل على محمد وعلى آل محمد فنسأل الله تعالى أن يصلى عليه ولا نصلى عليه نحن بأنفينا يعنى بأن يقول العبد فى الصلاة أصلى على محمد قلنا لأنه -صلى الله عليه وسلم -طاهر لا عيب فيه ونحن فينا المعائب والنقائص فكيف يثنى من فيه معائب على طاهر؟ فنسأل الله تعالى أن يصلى عليه لتكون الصلاة عن رب طاهر على نبى طاهر كذا فى المرغينانى انتهى، ونحو ذلك منقول عن النيسابورى فى كتابه اللطائف والحكم فإنه قال لا يكفى للعبد أن يقول فى الصلاة صليت على محمد لأن مرتبة العبد تقصر عن ذلك بل يسأل ربه أن يصلى عليه لتكون الصلاة على لسان غيره وحينئذ فالمصلى فى الحقيقة هو الله ونسبة الصلاة إلى العبد مجازية بمعنى السؤال انتهى.

وقد أشار ابن أبى حجلة إلى شىء عن ذلك فقال الحكمة فى تعليمه الأمة صيغة اللهم صل على محمد أنا لما أمرنا بالصلاة عليه ولم يبلغ قدر الواجب من ذلك أحلناه عليه لأنه أعلم بما يليق به، وهو كقوله لا أحصى ثناء عليك وسبق له أبو اليمن بن عساكر والله أعلم، إذا عرفت ذلك كله فلتكن صلاتك عليه كما أمرك بالصلاة عليه فبذلك تعظم حظوتك لديه وعليك بالأكثار منها والمواظبة عليها (القول البديع للسخاوى،ص ۷۲ و ۷۳، الباب الاول،ما الحكمة فى أن الله تعالى أمرنا أن نصلى عليه ونحن نقول اللهم صل)

گئی ہے، براہِ راست اپنی طرف سے درود بھیجنے کا احادیث وروایات میں ذکر نہیں ملتا۔ ۱؎

۱؎ یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت جو مختصر دعاء آتی ہے، اس میں بھی ''اللّٰھم صل علی محمد'' کے الفاظ ہیں۔

اور ہمیں باوجود تلاش کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے معتبر سند کے ساتھ درود کا کوئی صیغہ بھی ایسا نہیں ملا، جس میں اللہ تعالیٰ سے دعاء ودرخواست کے بغیر درود کا ذکر ہو۔

اور اس صورت میں ظاہر ہے کہ حقیقی مصلی اللہ ہوگا، اور بندے کا مصلی ہونا مجازی ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ بہت سے اہلِ علم حضرات نے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کئے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ کے استعمال سے منع کیا ہے، البتہ دیگر حضرات نے بنیتِ دعاء اجازت دی ہے۔

اگر ماضی کے صیغہ سے اس طرح درود پڑھا جائے کہ ''صلی اللّٰہ علی محمد'' تو بھی جائز ہے، کیونکہ یہ خبر بمعنیٰ انشاء ہے، لیکن صیغۂ امر وطلب کے ساتھ درود پڑھنا صیغۂ خبر کے مقابلہ میں افضل ہے، اور محدثینِ کرام کا جو احادیث کے ضمن میں اس افضل کو چھوڑ کر صیغۂ خبر کے ساتھ درود کا معمول رہا ہے، اس کی وجہ بعض اہلِ علم حضرات نے یہ بیان کی ہے کہ ان کا یہ معمول احادیث وروایات کے ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی آ جانے کی وجہ سے ہے، اور اصل مقصود احادیث وروایات کے مضامین واخبار کو بیان کرنا ہے، اور درود ضمنی طور پر شامل ہے، اگر ان مواقع پر صیغۂ طلب وامر کے ساتھ درود شریف کا معمول بنایا جاتا، تو احادیث وروایات کے مضامین کا تسلسل متأثر ہونے اور زیادہ فصل واقع ہونے کی وجہ سے مضامین کی افہام وتفہیم میں دشواری پیدا ہوتی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ومقتضى ظاهر إرشاده صلى الله تعالى عليه وسلم إياهم إلى طلب الصلاة عليه من الله تعالى شأنه أنه لا يحصل إمتثال الأمر إلا بما فيه طلب ذلك منه عزوجل ويكفى اللهم صلى على محمد لأنه الذى اتفقت عليه الروايات فى بيان الكيفية ، وكأن خصوصية الإنشاء لفظاً ومعنى غير لازمة ، ولذا قال بعض من أوجبها فى الصلاة وستعلمه إن شاء الله تعالى :إنه كما يكفى اللهم صلى على محمد ، ولا يتعين اللفظ الوارد خلافاً لبعضهم يكفى صلى الله على محمد على الأصح بخلاف الصلاة على رسول الله فإنه لا يجزى اتفاقاً لأنه ليس فيه إسناد الصلاة إلى الله تعالى فليس فى معنى الوارد .وفى تحفة ابن حجر يكفى الصلاة على محمد إن نوى بها الدعاء فيما يظهر.

وقال النيسابورى :لا يكفى صليت على محمد لأن مرتبة العبد تقصر عن ذلك بل يسأل ربه سبحانه أن يصلى عليه عليه الصلاة والسلام وحينئذ فالمصلى عليه حقيقة هو الله تعالى ، وتسمية العبد مصلياً عليه مجاز عن سؤاله الصلاة من الله تعالى عليه الصلاة والسلام فتأمله .

وذكروا أن الإتيان بصيغة الطلب أفضل من الإتيان بصيغة الخبر .وأجيب عن إطباق المحدثين على الإتيان بها بأنه مما أمرنا به من تحديث الناس بما يعرفون إذ كتب الحديث يجتمع عند قراء تها أكثر العوام فخيف أن يفهموا من صيغة الطلب أن الصلاة عليه صلى الله عليه وسلم لم توجد من الله عز وجل بعد وإلا لما طلبنا حصولها له عليه صلاة الله تعالى وسلامه فأتى بصيغة يتبادر إلى أفهامهم منها الحصول وهى مع إبعادها إياهم من هذه الورطة متضمنة للطلب الذى أمرنا به انتهى ، ولا يخفى ضعفه .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہی وجہ ہے کہ اکثر مفسرین نے بھی سورہ احزاب کی آیت میں درود شریف پڑھنے کے حکم کی تفسیر کے ضمن میں یہی بات بیان فرمائی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعاء کی جائے، اور "اَللّٰھُمَّ صَلِّ الخ" پڑھا جائے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فالأولى أن يقال :إن ذلك لأن تصليتهم فى الأغلب فى أثناء الكلام الخبرى نحو قال النبى صلى الله عليه وسلم كذا وفعل صلى الله عليه وسلم كذا فأحبوا أن لا يكثر الفصل وأن لا يكون الكلام على أسلوبين لما فى ذلك من الخروج عن الجادة المعروفة إذ قلما تجد فى الفصيح توسط جملة دعائية إلا وهى خبرية لفظاً مع احتمال تشوش ذهن السامع وبطء فهمه وحسن الإفهام مما تحصل مراعاته فتدبر(روح المعانى، ج ١١ ص ٢٥٤، ٢٥٥،تحت رقم الآية ٥٦ من سورة الاحزاب)

ل (يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه)أى ادعوا له بالرحمة، (وسلموا تسليما)أى حيوه بتحية الإسلام .وقال أبو العالية :صلاة الله :ثناؤه عليه عند الملائكة، وصلاة الملائكة الدعاء (معالم التنزيل للبغوى، ج٥ص ١٧٦، تحت رقم الآية ٥٦ من سورة الاحزاب)

تأويل قوله تعالى :(إن الله وملائكته يصلون على النبى يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما)

يقول تعالى ذكره :إن الله وملائكته يبركون على النبى محمد صلى الله عليه وسلم.

كما حدثنى على، قال :ثنا أبو صالح، قال :ثنى معاوية، عن على، عن ابن عباس، قوله(إن الله وملائكته يصلون على النبى ياأيها الذين آمنوا صلوا عليه) يقول :يباركون على النبى .وقد يحتمل أن يقال :إن معنى ذلك :أن الله يرحم النبى، وتدعو له ملائكته ويستغفرون، وذلك أن الصلاة فى كلام العرب من غير الله إنما هو دعاء .وقد بينا ذلك فيما مضى من كتابنا هذا بشواهده، فأغنى ذلك عن إعادته.

(يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه) يقول تعالى ذكره :يا أيها الذين آمنوا ادعوا لنبى الله محمد صلى الله عليه وسلم(وسلموا تسليما) يقول :وحيوه تحية الإسلام .

وبنحو الذى قلنا فى ذلك جاء ت الآثار عن رسول الله صلى الله عليه وسلم(تفسير الطبرى، ج٢٠ص ٣٢٠، تحت رقم الآية ٥٦ من سورة الاحزاب)

إن الله وملائكته يصلون على النبى يعتنون بإظهار شرفه وتعظيم شأنه .يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه اعتنوا أنتم أيضا فإنكم أولى بذلك وقولوا اللهم صلى على محمد .وسلموا تسليما وقولوا السلام عليك أيها النبى (تفسير البيضاوى ،ج٤ص ٢٣٨، تحت رقم الآية ٥٦ من سورة الاحزاب)

إن الله وملائكته يصلون على النبى ياأيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما.قولوا اللهم صل على محمد أو صلى الله على محمد (وسلموا تسليما) أى قولوا اللهم سلم على محمد أو انقادوا لأمره وحكمه انقيادا(مدارك التنزيل وحقائق التأويل ،لابى البركات النسفى ،ج٣ص ٤٤، تحت رقم الآية ٥٦ من سورة الاحزاب)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خلاصہ یہ ہے کہ درود شریف کا مسنون، افضل وبہتر طریقہ یہ ہے کہ مسنون صیغوں کی رعایت کی جائے، اور درود شریف، اللہ تعالیٰ سے دعاء کی درخواست کے ساتھ پیش کیا جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ دنیوی میں اور آپ کے نزدیک رہ کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جو درود پڑھا کرتے تھے، وہ بھی اس طرح ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ'' کے صیغہ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ [1]

اور مسنون درود شریف کا ادنیٰ درجہ ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ'' ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(یا أیها الذین آمنوا صلوا علیه) اعتنوا أنتم أیضا بذلک فإنکم أولی به (وسلموا تسلیما) قائلین اللهم صل علی محمد وسلم أو نحو ذلک(تفسیر ابی السعود ، ج۷ص ۱۱۴، تحت رقم الآیة ۵۶ من سورة الاحزاب)

(یا أیها الذین آمنوا صلوا علیه) أی ادعوا له بالرحمة (وسلموا تسلیماً) أی حیوه بتحیة الإسلام(تفسیر الخازن، ج۳ص ۴۳۴، ۴۳۵، تحت رقم الآیة ۵۶ من سورة الاحزاب)

(یأیها الذین آمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما) أی قولوا اللهم صل علی سیدنا محمد وسلم(تفسیر الجلالین ، ج ا ص ۵۵۹، تحت رقم الآیة ۵۶ من سورة الاحزاب)

[1] اس تفصیل کی روشنی میں یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ درود شریف خواہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے قریب کھڑے ہو کر پڑھا جائے، یا کسی دوسرے مقام پر رہ کر پڑھا جائے، بہر صورت سنت وافضلیت کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے درخواست ودعاء کے ساتھ پڑھا جائے، یعنی ''اللھم صل'' کا صیغہ اختیار کیا جائے، اور جب احادیث میں مذکور مسنون صیغوں کے ساتھ درود پڑھا جائے گا، تو اس سے یہ مقصد خود ہی حاصل ہو جائے گا۔

یہ حکم تو درود شریف کے بارے میں تھا، جہاں تک سلام پیش کرنے کا معاملہ ہے، تو اگر کسی کو قبر مبارک کے قریب کھڑے ہونے کی نعمت میسر آئے، تو ایسے شخص کو خطاب کے ساتھ سلام پیش کرنے میں کوئی مانع نہیں۔

تاہم اگر اس صورت میں بھی احادیث میں مذکور مسنون وماثور خطاب والے صیغوں (مثلاً ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ آخر تک'') کے ساتھ سلام پیش کیا جائے؛ تو اس کی فضیلت زیادہ ہے۔

[2] عن أنس بن مالک، رضی الله عنه قال :کان رسول الله صلى الله علیه وسلم إذا دخل المسجد قال :بسم الله، اللهم صل علی محمد .وإذا خرج قال :بسم الله، اللهم صل علی محمد(عمل الیوم واللیلة لابن السنی، رقم الحدیث۸۸،باب مایقول اذا دخل المسجد)

قال الالبانی: أخرجه ابن السنی فی (عمل الیوم واللیلة) (ص ۳۱رقم ۸۶) قال :ثنی الحسن بن موسی الرسعنی :ثنا إبراهیم بن الهیثم البلدی :ثنا إبراهیم بن محمد بن البحتری -شیخ صالح

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پہلے ذکر کیا جاچکا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم امت کی طرف سے پیش کئے جانے والے سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔

اسی وجہ سے شریعت نے اس سلام کے لئے مستحسن اور پسندیدہ طریقہ یہ قرار دیا ہے کہ اس کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہونی چاہئے۔ [1]

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد وسلام

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم پہلے نماز میں جب التحیات پڑھتے تھے، تو ہم ایک دوسرے کا نام لے کر اس کو سلام کیا کرتے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بغدادی :-ثنا عیسی بن یونس عن معمر عن الزهری عنه.وهذا سند حسن أو محتمل للتحسين(الثمر المستطاب فی فقه السنة والكتاب، ج۲،ص۴۰۲،كتاب الصلاة، احكام المساجد)

ألفاظ الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم:

روى عن النبى صلى الله عليه وسلم -فى الصلاة عليه -صيغ مختلفة فى بعض ألفاظها .

قال صاحب المهذب :إن أفضل صيغ الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم :أن يقول المصلى عليه :(اللهم صل على محمد، وعلى آل محمد، كما باركت على إبراهيم، وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد)

ومنها :ما رواه البخارى ومسلم عن كعب بن عجرة -رضى الله عنه -قال :خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلنا :قد علمنا -أو عرفنا -كيف نسلم عليك، فكيف نصلى عليك؟ قال :قولوا :اللهم صل على محمد، وعلى آل محمد، كما صليت على آل إبراهيم .إنك حميد مجيد.

اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد، كما باركت على إبراهيم .إنك حميد مجيد. وفى لفظ للبخارى ومسلم :قولوا :اللهم صل على محمد، وعلى أزواجه، وذريته، كما صليت على آل إبراهيم .وبارك على محمد، وعلى أزواجه، وذريته، كما باركت على آل إبراهيم .إنك حميد مجيد وهناك صيغ أخرى .وأقل ما يجزء هو : اللهم صل على محمد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷،ص۲۳۷ و ۲۳۸ ،مادة"الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم")

[1] علاوہ ازیں یہ سلام درحقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک دعاء ہے، اور دعاء کے آداب میں حمد وثناء سے آغاز کرنا بھی داخل ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ محمد رضوان۔

نے یہ سنا تو فرمایا کہ تم اس طرح سلام پڑھا کرو، اس کے نتیجہ میں آسمان اور زمین میں جتنے بھی اللہ کے نیک بندے ہیں، ان سب پر تمہاری طرف سے سلام ہو جائے گا۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ.

ترجمہ: ساری قولی اور بدنی اور مالی عبادات اللہ کے لئے ہیں، سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں (آپ پر نازل ہوں) سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد، اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں (بخاری) [1]

فائدہ: سلام کا یہ طریقہ زیادہ جامع اور افضل ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی سلام کے صیغے احادیث وروایات میں آئے ہیں۔

اور اس سلام میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مقام سے پیش کئے جانے والے سلام کو براہِ راست سماعت فرماتے ہیں، کیونکہ اس بارے میں صحیح احادیث کی روشنی میں یہ بات گزر چکی ہے کہ روئے زمین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سلام پہنچانے کے لئے فرشتے گشت کرتے ہیں، جو اسی لمحہ، فوراً نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پیش فرمادیتے ہیں۔

اس کی وجہ بعض اہلِ علم حضرات نے یہ بیان فرمائی ہے کہ معراج میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پیش کیا گیا تھا، اور ہم اسی کی نقل میں اپنی طرف

---

[1] رقم الحديث ١٢٠٢، كتاب الجمعة، باب من سمى قوما أو سلم فى الصلاة على غيره مواجهة وهو لا يعلم.

سے بھی سلام پیش کرتے ہیں، یا پھر یہ سلام درحقیقت اللہ کی طرف سے ہے۔

لہٰذا اس سے بعض کم علم لوگوں کا یہ سمجھنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ سے اپنے اوپر پیش کئے جانے والے سلام یا سلام کے علاوہ آواز کو بھی براہِ راست سنتے ہیں، درست نہیں۔ [1]

---

[1] وأما قوله :السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته حكاية سلام الله تعالى على نبيه -عليه الصلاة والسلام -فهي ثلاثة بمقابلة الثلاث التي أثنى بها النبي -صلى الله عليه وسلم -على ربه ليلة الإسراء (البحرالرائق،ج ١ ص ٣٤٣ ، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

ويقصد بألفاظ التشهد معانيها مرادة له على وجه الإنشاء كأنه يحيى اللّه تعالى ويسلم على نبيه وعلى نفسه وأوليائه(اللباب فى فى شرح الكتاب، ج ١ ص ٧٣، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة)

ومعنى قولنا السلام عليك الدعاء أى سلمت من المكاره وقيل معناه اسم السلام عليك كأنه تبرك عليه باسم الله تعالى فإن قيل كيف شرع هذا اللفظ وهو خطاب بشر مع كونه منهيا عنه فى الصلاة.

فالجواب أن ذلك من خصائصه صلى الله عليه و سلم فإن قيل ما الحكمة فى العدول عن الغيبة إلى الخطاب فى قوله عليك أيها النبى مع أن لفظ الغيبة هو الذى يقتضيه السياق كأن يقول السلام على النبى فينتقل من تحية الله إلى تحية النبى ثم إلى تحية النفس ثم إلى الصالحين أجاب الطيبى بما محصله نحن نتبع لفظ الرسول بعينه الذى كان علمه الصحابة ويحتمل أن يقال على طريق أهل العرفان إن المصلين لما استفتحوا باب الملكوت بالتحيات أذن لهم بالدخول فى حريم الحى الذى لا يموت فقرت أعينهم بالمناجاة فنبهوا على أن ذلك بواسطة نبى الرحمة وبركة متابعته فالتفتوا فإذا الحبيب فى حرم الحبيب حاضر فأقبلوا عليه قائلين السلام عليك أيها النبى ورحمة الله وبركاته أه (فتح البارى لابنِ حجر، ج٢ ص ٣١٤، كتاب الصلاة،باب التشهد فى الآخرة)

فعلم بهذاان للمشائخ فى توجيه الخطاب ثلاثة اقوال مجرد الاتباع وكون الحبيب فى حريم الحبيب وحكاية مافى المعراج على طريق الانشاء ولعلك دريت بهذا كله انه لايصح الاستدلال بصيغة التشهد على حضوره صلى الله عليه وسلم فى كل محل او علىٰ عموم ندائه صلى الله عليه وسلم عن كل موضع كما توهمه بعض المبتدعة فى هذاالزمان (اوجز المسالک الیٰ مؤطا مالک ج ١ ص ٢٦٥، كتاب الصلاة، باب التشهد فى الصلاة)

واعلم أن الأحاديث المرفوعة كلها متفقة على قوله فى التشهد "السلام عليك أيها النبى "أى على لفظ الخطاب وحرف النداء ، نعم ترك بعض الصحابة كابن مسعود

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر نماز میں پڑھے جانے والے سلام کے سلسلہ میں بہت سی روایات میں خطاب کے صیغہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وغيره الخطاب بعد وفاته -صلى الله عليه وسلم -، ففرقوا بين حياته -عليه السلام - ووفاته، وقالوا "السلام على النبى "كما عند البخارى فى الإستيذان، وأبى عوانة فى صحيحه، والسراج والجوزقى وأبى نعيم الأصبهانى والبيهقى وعبد الرزاق، لكن جمهور الصحابة والتابعين وغيرهم من المحدثين والفقهاء مطبقون على التشهد المرفوع المروى بصيغة الخطاب والنداء ، أى على عدم المغايرة بين زمانه -صلى الله عليه وسلم -وما بعده، وعلى هذا فلا بد من بيان توجيه الخطاب؛ لأنه يرد عليه أنه كيف شرع هذا اللفظ وهو خطاب بشر مع كونه منهياً عنه فى الصلاة؟ والجواب أن ذلك من خصائصه -عليه السلام -، فإن قيل :ما الحكمة فى العدول عن الغيبة إلى الخطاب مع أن لفظ الغيبة هو الذى يقتضيه السياق؟ كأن يقول "السلام على النبى" فينتقل من تحية الله إلى تحية النبى، ثم إلى تحية النفس، ثم إلى تحية الصالحين .أجاب الطيبى مما محصله :نحن نتبع لفظ الرسول بعينه الذى كان علمه الصحابة .وقال ابن الملك :روى أنه -صلى الله عليه وسلم -لما عرج به أثنى على الله تعالى بهذه الكلمات، فقال الله تعالى :السلام عليك أيها النبى ورحمة الله وبركاته، فقال عليه السلام :السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، فقال جبريل :أشهد أن لا إله إلا الله، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله-انتهى .قال القارى :وبه يظهر وجه الخطاب، وأنه على حكاية معراجه -عليه السلام -فى آخر الصلاة التى هى معراج المؤمنين -انتهى .وقال فى "مسک الختام "فى شرح "بلوغ المرام "بالفارسية ما معربه :ووجه الخطاب إبقاء هذا الكلام على ما كان فى الأصل، فإن ليلة المعراج قد خاطب الله تعالى رسوله بالسلام، فأبقاه النبى -صلى الله عليه وسلم -وقت تعليم الأمة على ذلک الأصل، ليكون ذک مذكراً لتلک الحال -انتهى .وتمام بيان القصة مع شرح ألفاظ التشهد فى الإمداد كذا فى رد المحتار .وهذا المروى لم أقف على سنده، فإن كان ثابتاً فنعم التوجيه هذا، لكن يقصد على هذا التوجيه بألفاظ التشهد معانيها مرادة له على وجه الإنشاء كأنه يحيى الله تعالى ويسلم على نبيه -صلى الله عليه وسلم -، وعلى نفسه، وأولياء ه، ولا يقصد مجرد الإخبار والحكاية عما وقع فى المعراج عنه -صلى الله عليه وسلم -.وقد ظهر بما ذكرنا عدم صحة استدلال القبوريين بصورة النداء والخطاب فى التشهد على حضوره -صلى الله عليه وسلم -فى كل موضع، وعلى جواز ندائه فى غير التشهد، وهذا لأن كون النداء فيه نداء حقيقياً ممنوع، فإنه ليس فيه طلب شء، بل هو نداء مجازى يطلب به استحضار المنادى فى القلب فيخاطب المشهود بالقلب .قال الإمام ابن تيمية فى اقتضاء الصراط المستقيم :وقوله :يا محمد !يا نبى الله !هذا وأمثاله نداء يطلب به استحضار المنادى فى القلب فيخاطب المشهود بالقلب كما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کے ساتھ ہی سلام کا ذکر آیا ہے، اور متعدد فقہائے کرام نے بھی نماز میں اسی صیغہ کے ساتھ سلام پڑھنے کو اختیار فرمایا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يقول المصلى :السلام عليك أيها النبى ورحمة الله وبركاته، والإنسان يفعل مثل هذا كثيراً يخاطب من يتصوره فى نفسه وإن لم يكن فى الخارج من يسمع الخطاب-انتهى. وعلى هذا فليس هذا النداء مما يدعيه هؤلاء القبوريون .وقال بعض شيوخ مشائخنا ما حاصله :أن تشهده -صلى الله عليه وسلم -كان مثل ما علم الأمة، فكان -عليه السلام -يقول فى التشهد "السلام عليك أيها النبى "كما أمر به الأمة، كما هو مصرح فى حديث عبد الله بن الزبير عند الطحاوى، والبزار، والطبرانى، وفى حديث ابن مسعود عند أحمد والطبرانى .قال الزرقانى فى شرح المواهب نقلاً عن النووى بعد ذكر ألفاظ التشهد ما نصه :وفى هذا فائدة حسنة، وهى أن تشهده -عليه السلام -بلفظ تشهدنا-انتهى .ومن المعلوم أن التشهد المروى فى الأحاديث عام للحاضرين من الصحابة، وللغائبين والموجودين فى زمنه -صلى الله عليه وسلم -، ولمن جاء بعده، إذا الخطاب فى قوله" :إذا صلى أحدكم "وقوله" :ولكن قولوا "يشمل الحاضرين والغائبين، والموجودين، والمعدومين الكائنين إلى يوم القيامة مثل سائر الخطابات الواردة فى الوضوء ، والصلاة، والصيام، والزكاة، والحج، وغير ذلك، وليس هناك حديث يدل على أن للغائبين والمعدومين تشهداً آخر غير هذا التشهد، وأيضاً علمهم النبى -صلى الله عليه وسلم -التشهد هكذا بلفظ الخطاب والنداء بدون التفريق بين الحاضرين منهم والغائبين عنه مع أن الصحابة كانوا يغيبون عنه -صلى الله عليه وسلم -فى الغزوات، والسرايا، وغير ذلك من الأسفار، ولا يغايرون بين الحضور عنده والغيبة عنه، ولم يثبت ما تقدم من حكاية المعراج، فهذا كله يدل على أن ذلك مما لم نؤت علمه فينبغى لنا أن لا نبحث فيه، ونكل أمره إلى الله، قال الله تعالى :(ولا تقف ما ليس لك به علم)وإذا يكون هذا الخطاب معدولاً عن العقل والقياس، فيكون مقصوراً على مورده، فلا يقتضى هذا الخطاب جواز خطابه -صلى الله عليه وسلم -ونداء ه فى غير تشهد الصلاة -انتهى(مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، للمباركفورى، ج٣ص ٢٣٣، ٢٣٤، كتاب الصلاة، باب التشهد)

[1] النبى صلى الله عليه وسلم علم التشهد تعليما عاما ، وقد كان فى زمنه صلى الله عليه وسلم من يصلى حاضرا معه ومنهم من يصلى غائبا عنه ولم يفرق النبى صلى الله عليه وسلم بينهما فى ذلك ولاتفاوت بين من صلى فى زمنه صلى الله عليه وسلم غائبا عنه ، وبين من صلى بعد وفاته صلى الله عليه وسلم(اعلاء السنن ج٣ص ١٢٣ ، باب التشهد ووجوبه)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن بعض روایات میں یہ مضمون بھی آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بعض صحابۂ کرام نے نماز میں خطاب کے صیغہ کے ساتھ سلام چھوڑ دیا تھا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثم لایخفی علیک ان الفاظ التشهد هکذا وردت بصیغة الخطاب فی اکثر الروایات الا ما ورد عن بعض الصحابة کابنِ مسعود وغیره رضی اللہ تعالیٰ عنهم ، کما سیجیئ .انهم قالوا بعد وفاته صلى الله عليه وسلم بلفظ الغائب فقالوا السلام علی النبی لکن جمهور الصحابة وسائر الفقهاء متظافرون علی التشهد بصیغة الخطاب ولم یفرقوا فی حیاته ووفاته صلى الله عليه وسلم لما انه ثبت عنه صلى الله عليه وسلم بهذا اللفظ وعلمهم النبی صلى الله عليه وسلم هکذا بدون التفریق بین الحاضر منهم والغائب مع ان الصحابة کانوا یغیبون عنه صلى الله عليه وسلم فی السرایا والاسفار ولایفرقون بین الحضور والغیبة (اوجز المسالک الیٰ مؤطا مالک ج ۱ ص ۲۶۴، ۲۶۵، کتاب الصلاة، باب التشهد فی الصلاة)

[1] حدثنی عبد الله بن سخبرة أبو معمر قال :سمعت ابن مسعود، یقول :علمنی رسول الله صلى الله عليه وسلم، وکفی بین کفیه، التشهد، کما یعلمنی السورة من القرآن :التحیات لله، والصلوات والطیبات، السلام علیک أیها النبی ورحمة الله وبرکاته، السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین، أشهد أن لا إله إلا الله، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله وهو بین ظهرانینا، فلما قبض قلنا :السلام -یعنی -علی النبی صلى الله عليه وسلم(بخاری ،رقم الحدیث ۶۲۶۵ ،کتاب الاستئذان،باب الأخذ بالیدین)

حدثنی عبد الله بن سخبرة أبو معمر، قال :سمعت ابن مسعود، یقول :علمنی رسول الله صلى الله عليه وسلم التشهد -کفی بین کفیه -کما یعلمنی السورة من القرآن، قال " :التحیات لله، والصلوات والطیبات، السلام علیک أیها النبی ورحمة الله وبرکاته، السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین، أشهد أن لا إله إلا الله، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله "وهو بین ظهرانینا، فلما قبض قلنا :السلام علی النبی (مسند احمد رقم الحدیث ۳۹۳۵)

قال شعیب الارنؤوط:إسناده صحیح علی شرط الشیخین(حاشیة مسند احمد)

عن عطاء أن أصحاب النبی صلى الله عليه و سلم کانوا یسلمون والنبی صلى الله عليه و سلم حی السلام علیک أیها النبی ورحمة الله وبرکاته فلما مات قالوا السلام علی النبی ورحمة الله وبرکاته (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث ۳۰۷۵، باب التشهد)

عن نافع أن عبد الله بن عمر کان یتشهد فیقول بسم الله التحیات لله الصلوات لله الزاکیات لله السلام علی النبی ورحمة الله وبرکاته السلام علینا وعلی عباد الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض صحابۂ کرام نے خطاب کے صیغہ کو کیوں چھوڑ دیا تھا؟ اس کی اہلِ علم حضرات نے مختلف وجوہات بیان فرمائی ہیں، جن میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ ان صحابۂ کرام کا مقصد عام اور کم علم لوگوں کو شرک کا شبہ ہونے سے بچانا تھا، تاکہ نماز میں پڑھے جانے والے سلام کے خطاب والے صیغہ سے وہ اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوجائیں، کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ سے خطاب کو فرشتوں کے واسطہ وغیرہ کے بغیر براہِ راست سنتے ہیں، حالانکہ یہ خطاب معراج کی رات کے سلام کی نقل کرکے بندے اپنی طرف سے پیش کرتے ہیں، یا پھر یہ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الصالحين شهدت أن لا إله إلا الله شهدت أن محمدا رسول الله يقول هذا في الركعتين الأوليين ويدعو إذا قضى تشهده بما بدا له فإذا جلس في آخر صلاته تشهد كذلك أيضا إلا أنه يقدم التشهد ثم يدعو بما بدا له فإذا قضى تشهده وأراد أن يسلم قال السلام على النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين السلام عليكم عن يمينه ثم يرد على الإمام فإن سلم عليه أحد عن يساره رد عليه (مؤطاامام مالک، رقم الحديث ١٩٠، باب التشهد في الصلاة)

عن القاسم بن محمد، قال :رأيت عائشة تعد بيدها تقول :التحيات الطيبات، الصلوات الزاكيات لله، السلام على النبي ورحمة الله، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، أشهد أن لا إله إلا الله، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله، قال :ثم يدعو لنفسه بما بدا له (مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ٣٠١٠، كتاب الصلاة، باب التشهد في الصلاة)

أخبرني يحيى بن سعيد قال :سمعت القاسم بن محمد يقول :كانت عائشة تعلمنا التشهد وتشير بيدها تقول " :التحيات الطيبات الصلوات الزاكيات لله، السلام على النبي ورحمة الله وبركاته، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله، ثم يدعو الإنسان لنفسه بعد (السنن الكبرىٰ للبيهقي، رقم الحديث ٢٨٤٢، كتاب الصلاة، باب من قدم كلمتي الشهادة على كلمتي التسليم)

قال السبكي في شرح المنهاج بعد أن ذكر هذه الرواية من عند أبي عوانة وحده إن صح هذا عن الصحابة دل على أن الخطاب في السلام بعد النبي صلى الله عليه و سلم غير واجب فيقال السلام على النبي قلت قد صح بلا ريب وقد وجدت له متابعا قويا قال عبد الرزاق أخبرنا بن جريج أخبرني عطاء أن الصحابة كانوا يقولون والنبي صلى الله عليه و سلم حي السلام عليك أيها النبي فلما مات قالوا السلام على النبي وهذا إسناد صحيح (فتح الباري لابنِ حجر، ج ٢ ص ٣١٤، باب التشهد في الآخرة)

خطاب اللہ کی طرف سے ہے، واللہ اعلم۔ [1]

(تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''درودوسلام کے فضائل واحکام'' کا ''خاتمہ'' ملاحظہ فرمائیں)

اس فصل کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے براہِ راست محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درودوسلام پڑھنے کا طریقہ معلوم کیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو درودوسلام پڑھنے کا مسنون طریقہ بتلایا، اس کے مطابق ہر مسلمان کو درودوسلام پڑھ کر فضیلت حاصل کرنی چاہیے اور اس میں اپنی طرف سے نئی نئی اختراعات وبدعات سے بچنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

---

[1] وقال الشيخ اطال الله بقائه: ويمكن ان يكون هذا التغيير من بعضهم بقصد اسماع بعض الاعراب والعوام صدا لهم عن شائبة الشرك التي عسى ان يقعوا فيها توهما من ظاهر الخطاب، كما قال عمر رضى الله عنه للحجر الاسود لما اراد تقبيله بمحضر من العوام: "انى لاعلم ان حجر لاتضر ولاتنفع، ولولا انى رأيت النبى صلى الله عليه وسلم يقبلك ما قبلتك"، رواه البخارى (اعلاء السنن ج۳ص ۱۲۳، ۱۲۴، باب التشهد ووجوبه)

(خاتمہ)

صحابۂ کرام “نبی ﷺ کے حقوق کی پہچان وادائیگی کا معیار

گزشتہ تفصیل سے خاتم النبیین محمد ﷺ کے امت پر حقوق کی وضاحت ہو چکی ہے۔

مندرجہ بالا تفصیلات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حقوق کی اس طرح ادائیگی کی ہے جو کہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے نمونہ ہے۔

اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے حالات کو سامنے رکھ کر ہی صحیح معنٰی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی پر عمل ہو سکتا ہے۔

اور مذکورہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو چکا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی کے لئے آج کل کی طرح شور وشغب اور ہنگامہ آرائی والی محفلیں اور مجلسیں نہیں سجائی جاتی تھیں۔ اور نہ ہی آج کل کی طرح ماہِ ربیع الاول کے حوالے سے مروَّجہ رسوم کا کوئی نام ونشان تھا، بلکہ ان کی پوری زندگی عملی طور پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی سے عبارت تھی۔

جس کی کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

صَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا، فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً، ذَرَفَتْ لَهَا الْأَعْيُنُ، وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ، قُلْنَا أَوْ قَالُوْا :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَأَنَّ هٰذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَأَوْصِنَا .قَالَ

أُوْصِيُكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا، فَإِنَّهُ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ يَرٰى بَعْدِىْ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِىْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

(مسند احمد ، رقم الحديث ١٧١٤٤ ، مؤسسة الرسالة، بيروت) [1]

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہوکر انتہائی مؤثر وعظ فرمایا، جس سے آنکھیں نمدار ہوگئیں، اور دل ڈر گئے، ہم نے یا صحابۂ کرام نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! گویا کہ یہ تو رخصت ہونے والے کا وعظ ہے، لہٰذا آپ ہمیں وصیت فرمائیے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور (امیر کی بات) سننے اور فرمانبرداری کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، پس بلاشبہ جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا، تو وہ بہت اختلافات دیکھے گا، پس تم پر (ایسے وقت) میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔ جو ہدایت یافتہ ہیں، اس سنت کو تم مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور اس کو اپنی ڈاڑھوں کے نیچے خوب دبا لینا، اور تم (دین میں) نئی نئی باتوں کے (پیدا کرنے) سے بچنا کیونکہ (دین میں) جو بھی نئی چیز نکالی جائے، وہ بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وطریقہ کے ساتھ صحابۂ کرام اور بالخصوص خلفائے راشدین کا عمل بھی گمراہی سے بچنے اور ہدایت کو پانے کا ذریعہ ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، سلف الكلام عليه برقم (١٧١٤٢) ورجاله ثقات (حاشية مسند احمد)

[2] وقوله:" فعليكم بسنتى "السنة الطريقة القويمة التى تجرى على السنن وهو السبيل الواضح "وسنة الخلفاء الراشدين المهديين "يعنى الذين شملهم الهدى وهم الأربعة بالإجماع: أبو بكر وعمر وعثمان وعلى رضى الله عنهما أجمعين.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أُمَّتِيْ مَا أَتٰى عَلٰى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتّٰى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتٰى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ أُمَّتِيْ مَنْ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ، وَإِنَّ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا وَمَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ (سنن الترمذی، رقم الحديث ٢٦٤١، ابواب الايمان، ما جاء فی افتراق هذه الأمة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت پر ضرور وہ حالات پیش

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأمر صلى الله عليه وسلم بالثبات على سنة الخلفاء الراشدين لأمرين: أحدهما: التقليد لمن عجز عن النظر .

والثاني: الترجيح لما ذهبوا إليه عند اختلاف الصحابة(شرح الاربعين النووية لابن دقيق العيد، ص٩٧، ٩٨، باب وجوب لزوم السنة)

الأصل أن المسلمين يكونون جماعة واحدة على منهج الكتاب والسنة، وعلى ما كان عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه، فهذا هو الأصل، لكن وجد التفرق كما أخبر به النبى صلى الله عليه وسلم :(وأنه من يعش فسيرى اختلافاً كثيراً)، وقال :(ستفترق هذه الأمة على ثلاث وسبعين فرقة كلها فى النار إلا واحدة، قالوا :من هى؟ قال :الجماعة)، وفى لفظ :(من كان على ما أنا عليه وأصحابى)، فالذين هم على هذا المنهج لا يقال :إنهم على حلف، وإنما هم ملتزمون بما جاء فى الكتاب والسنة عملاً ودعوة، وإذا وجدت جماعات خرجت عن هذا المسلك وعن هذا المنهج الذى كان عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه، فتلك جماعات مختلفة، وهى ممن يتحالف ويتآزر ويتعاون على الشيء الذى التزموه، وذلك الذى التزموه ليس على منهج صحيح، وإذا كانوا على منهج صحيح فليكونوا على ما كان عليه سلف هذه الأمة من الصحابة، وهو الالتزام بالكتاب والسنة(شرح سنن ابى داؤد لعبدالمحسن العباد، ج١٦ ص ٢٢، الجماعات الاسلامية)

[1] قال الترمذی:هذا حديث مفسر غريب لا نعرفه مثل هذا إلا من هذا الوجه.

آئیں گے، جو بنی اسرائیل پر پیش آئے تھے (احوال میں مطابقت، مشابہت و مماثلت سابق کے ساتھ اس امت کی ہو بہو ہوگی) جیسے جوتوں کے ایک جوڑے میں ایک جوتے کی دوسرے جوتے کے ساتھ مماثلت ہوتی ہے، یہاں تک کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں سے کھلے عام بدکاری کی ہوگی، تو میری امت میں بھی کوئی شخص یہ حرکت کرے گا، اور بنی اسرائیل کے بہتّر (72) فرقے ہوگئے تھے، اور میری امت کے تہتّر (73) فرقے ہوجائیں گے، جو تمام جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک فرقے کے، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ ایک فرقہ کون سا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں (ترمذی)

اس حدیث کو تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ اور محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] عن عبد الله بن عمرو بن العاص , عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ليأتين على أمتي ما أتى على بني إسرائيل مثل بمثل , حذو النعل بالنعل , حتى لو أن فيهم من أتى أمه علانية كان في أمتي من يصنع ذلك , وإن بني إسرائيل تفرقوا على ثنتين وسبعين ملة , وستفترق أمتي على ثلاث وسبعين فرقة , كلها في النار إلا ملة واحدة , قالوا: وأي ملة تنفلت من النار؟ قال: ما أنا عليه وأصحابي(البدع لابن الوضاح، رقم الحديث ٢٥٠)

عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " ليأتين على أمتي ما أتى على بني إسرائيل: تفرق بنو إسرائيل على اثنتين وسبعين ملة وستفترق أمتي على ثلاث وسبعين، تزيد عليهم، كلها في النار إلا ملة واحدة، فقالوا: من هذه الملة الواحدة؟ قال: ما أنا عليها وأصحابي "(الشريعة للآجري، رقم الحديث ٢٣)

عن عبد الله بن عمرو، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سيأتي على أمتي ما أتى على بني إسرائيل مثلا بمثل حذو النعل بالنعل، وإنهم تفرقوا على ثنتين وسبعين ملة وستفترق أمتي على ثلاث وسبعين ملة كلهم في النار غير واحدة ، قالوا: يا رسول الله وما تلك الواحدة؟ قال:هو ما أنا عليه اليوم وأصحابي(السنة للمروزي،رقم الحديث ٥٩)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَفْتَرِقُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ فِرْقَةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً، قَالُوْا: وَمَا تِلْكَ الْفِرْقَةُ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِيْ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۴۸۸۶،ورقم الحدیث ۷۸۴۰، المعجم الصغیر للطبرانی، رقم الحدیث ۷۲۴) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ امت تہتّر (73) فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی، سب فرقے جہنم میں جائیں گے، سوائے ایک فرقہ کے، صحابہ نے عرض کیا کہ وہ ایک فرقہ کون سا ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جس طریقہ پر آج کے دن میں اور میرے صحابہ ہیں (طبرانی)

اس طرح کی حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے، جس کی سند پر محدثین نے کلام کیا ہے۔ [2]

لیکن گزشتہ سندوں سے یہ حدیث معتبر ہے۔ [3]

---

[1] قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الصغير، وفيه عبد الله بن سفيان، قال العقيلی :لا يتابع على حديثه هذا، وقد ذكره ابن حبان فی الثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۸۹۹)

[2] عن عبد الله بن يزيد بن آدم الدمشقی، قال، حدثنی أبو الدرداء ، وأبو أمامة، وواثلة بن الأسقع، وأنس بن مالك قالوا :خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما، ونحن نتمارى فی شیء من أمر الدين، فغضب غضبا شديدا لم يغضب مثله، ثم انتهرنا، فقال :...........ذروا المراء ، فإن بنی إسرائيل افترقوا على إحدى وسبعين فرقة، والنصارى على ثنتين وسبعين فرقة كلهم على الضلالة إلا السواد الأعظم .قالوا :يا رسول الله، ومن السواد الأعظم؟ قال :من كان على ما أنا عليه، وأصحابی من لم يمار فی دين الله، ومن لم يكفر أحدا من أهل التوحيد بذنب غفر له(المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۷۶۵۹،الشريعة للآجری،رقم الحديث ۱۱۱،الابانة الكبرىٰ لابنِ بطة،رقم الحديث ۲۳۵)

قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الكبير، وفيه كثير بن مروان، وهو ضعيف جدا(مجمع الزوائد،رقم الحديث ۷۰۴،باب ما جاء فی المراء)

[3] قال الفتنی:افترقت اليهود على اثنين وسبعين فرقة والنصارى كذلک وتفترق أمتی على ثلاث سبعين فرقة كلها فی النار إلا واحدة قالوا من هی يا رسول الله قال ما أنا عليه وأصحابی حسن صحيح روى عن أبی هريرة وسعد ابن عمر وأنس جابر وغيرهم(تذكرة الموضوعات للفتنی، ج ۱ ص ۱۵ ، باب افتراق الامة على ثلاث وسبعين فرقة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ اِفْتَرَقَتْ عَلٰى إِحْدَى وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً، وَإِنَّ أُمَّتِيْ سَتَفْتَرِقُ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الالبانی:والحديث أورده الحافظ ابن كثير فی تفسيره (1/390) من رواية أحمد، ولم يتكلم على سنده بشيء ، ولكنه أشار إلى تقويته بقوله ":وقد ورد هذا الحديث من طرق ." ولهذا قال شيخ الإسلام ابن تيمية فی "المسائل "(2/83). "هو حديث صحيح مشهور ." وصححه أيضا الشاطبی فی "الاعتصام "(3/38). ومن طرق الحديث التی أشار إليها ابن كثير، وفيها الزيادة، ما ذكره الحافظ العراقی فی "تخريج الإحياء "(3/199) قال: "رواه الترمذی من حديث عبد الله بن عمرو وحسنه، وأبو داود من حديث معاوية، وابن ماجه من حديث أنس وعوف بن مالک، وأسانيدها جياد ." قلت :ولحديث أنس طرق كثيرة جدا تجمع عندی منها سبعة، وفيها كلها الزيادة المشار إليها، مع زيادة أخرى يأتی التنبيه عليها، وهذه هی: الطريق الأولى: عن قتادة عنه . أخرجه ابن ماجة (2/480) ، وقال البوصيری فی "الزوائد :" "إسناده صحيح، رجاله ثقات ." قلت :وفی تصحيحه نظر عندی لا ضرورة لذكره الآن، فإنه لا بأس به فی الشواهد.الثانية :عن العميری عنه..................

السابعة :عن عبد الله بن سفيان المدنی عن يحيی بن سعيد الأنصاری عنه . وفيه الزيادة بلفظ ": قال :ما أنا عليه وأصحابی ." أخرجه العقيلی فی "الضعفاء "(ص 208 - 207) والطبرانی فی " الصغير " (150) وقال ":لم يروه عن يحيی إلا عبد الله بن سفيان ."وقال العقيلی " :لا يتابع على حديثه ."قلت :وهو على كل حال خير من الأبرد بن أشرس فإنه روى هذا الحديث أيضا عن يحيی بن سعيد به، فإنه قلب متنه، وجعله بلفظ ":تفترق أمتی على سبعين أو إحدى وسبعين فرقة كلهم فی الجنة إلا فرقة واحدة،قالوا :يا رسول الله من هم؟ قال :الزنادقة وهم القدرية ."

أورده العقيلی أيضا وقال ":ليس له أصل من حديث يحيی بن سعيد "وقال الذهبی فی "الميزان ":"أبرد بن أشرس قال ابن خزيمة :كذاب وضاع ."قلت :وقد حاول بعض ذوی الأهواء من المعاصرين تمشية حال هذا الحديث بهذا اللفظ الباطل، وتضعيف هذا الحديث الصحيح، وقد بينت وضع ذاک فی "سلسلة الأحاديث الضعيفة "رقم (1035) ، والغرض الآن إتمام الكلام على هذا اللفظ الصحيح،فقد تبين بوضوح أن الحديث ثابت لا شک فيه، ولذلک تتابع العلماء خلفا عن سلف على الاحتجاج به حتى قال الحاكم فی أول كتابه "المستدرک " :"إنه حديث كبير فی الأصول (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۰۴)

كُلُّهَا فِي النَّارِ، إِلَّا وَاحِدَةً وَهِيَ: الْجَمَاعَةُ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٣٩٩٣، ابواب الفتن، باب افتراق الأمم) لے

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے اکہتر (71) فرقے ہوئے اور میری امت کے بہتر (72) فرقے ہوں گے، سب کے سب آگ میں ہوں گے، سوائے ایک کے اور وہ ایک فرقہ ''اَلْـجَـمَـاعَةُ'' ہے (ابن ماجہ)

جماعت سے مراد اہلِ سنت ہیں، جس کی سب سے پہلی مصداق صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے۔ ؎

لے قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح .هشام بن عمار متابع.

وأخرجه ابن أبي عاصم في "السنة "(64) ومن طريقه الضياء المقدسي في "المختارة" (2500) عن هشام بن عمار، بهذا الإسناد.

وأخرجه الضياء المقدسي (2499) من طريق أبي عامر موسى بن عامر بن خريم، عن الوليد بن مسلم، بهذا الإسناد .وهذا إسناد حسن.

وأخرجه أحمد (12208) من طريق زياد بن عبد الله النميري، عن أنس .والنميري ضعيف.

وانظر تمام تخريجه وبيان طرقه عند أحمد.

ويشهد له حديث عوف بن مالك السالف قبله، وانظر تمام شواهده عنده(حاشية سنن ابن ماجه)

وقال البوصيري:

هذا إسناد صحيح رجاله ثقات (مصباح الزجاجة، تحت رقم الحديث ١٤٠٢)

؎ (ستفترق هذه الأمة على ثلاث وسبعين فرقة كلها في النار إلا واحدة قيل :من يا رسول الله؟ قال :الجماعة) وفي لفظ :(من كان على ما أنا عليه وأصحابي) .فقوله :(من كان على ما أنا عليه وأصحابي) يدل على اتباع السنة، واتباع ما كان عليه الرسول صلى الله عليه وسلم، ووصفهم بأنهم جماعة ثم كونه يقول :إنهم أهل سنة وإنهم ليسوا جماعة هذا كلام غير صحيح؛ لأن أهل السنة هم الجماعة، والجماعة وأهل السنة والطائفة المنصورة والفرقة الناجية؛ كل هذه الصفات لفرقة واحدة، وهم من هم على ما كان عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه، وكونه يصير هناك شيء من الاختلاف والتنافر لأمور دنيوية أو لأمور أخرى هذا لا يؤثر على الاتفاق في العقيدة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابو عامر عبداللہ بن لحی سے روایت ہے کہ:

حَجَجْنَا مَعَ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَامَ حِيْنَ صَلّٰى صَلَاةَ الظُّهْرِ، فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابَيْنِ افْتَرَقُوْا فِيْ دِيْنِهِمْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً، وَإِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً يَعْنِيْ: الْأَهْوَاءَ، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ، وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ فِيْ أُمَّتِيْ أَقْوَامٌ تَجَارٰى بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ بِصَاحِبِهٖ، لَا يَبْقٰى مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهٗ، وَاللّٰهِ يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ لَئِنْ لَّمْ تَقُوْمُوْا بِمَا جَاءَ بِهٖ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَغَيْرُكُمْ مِنَ النَّاسِ أَحْرٰى أَنْ لَّا يَقُوْمَ بِهٖ

(مسند احمد، رقم الحدیث ۱۶۹۳۷، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۴۴۳، ابوداؤد، رقم الحدیث ۴۵۹۷) [1]

ترجمہ: ہم نے حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، جب ہم

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وعلى ما كان عليه سلف الأمة، فإذا وجد شيء من ذلك لا يقال :إن هذا يقتضى أن يفرق بين السنة والجماعة، وأن السنة شيء والجماعة شيء ، بل أهل السنة هم الجماعة، والجماعة هم أهل السنة، وعقائد أهل السنة فيها ذكر السنة والجماعة معاً فلا يقال :إن هذا شيء وهذا شيء آخر .معنى المنهج وضابطه الصحيح(شرح سنن ابی داؤد لعبدالمحسن العباد، ج۱۳ ص۲۸۲، حكم من يقول السلفيون فى هذا الزمان أهل سنة وليسوا أهل جماعة)

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن، وحديثُ افتراق الأمة منه صحيح بشواهده(حاشية مسند احمد)

وقال الحاكم: هذه أسانيد تقام بها الحجة فى تصحيح هذا الحديث، وقد روى هذا الحديث عن عبد الله بن عمرو بن العاص وعمرو بن عوف المزنى بإسنادين تفرد بأحدهما عبد الرحمن بن زياد الأفريقى، والآخر كثير بن عبد الله المزنى، ولا تقوم بهما الحجة.

وقال الذهبى فى التلخيص: هذه أسانيد تقوم بها الحجة.

مکہ مکرمہ پہنچے، تو وہ ظہر کی نماز پڑھ کر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود ونصاریٰ اپنے دین میں بہتر (72) فرقوں میں تقسیم ہوگئے، جبکہ یہ امت تہتر (73) فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی، وہ سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے اور وہ ایک فرقہ جماعت کے نقش پر ہوگا اور میری امت میں کچھ ایسی اقوام بھی آئیں گی جن میں یہ فرقہ پرستی (اور تعصّبات وخواہشات) اس طرح سرایت ونفوذ کر جائے گی، جیسے کتے کا زہر کسی میں سرایت کر جاتا ہے اور اس شخص کی کوئی رگ اور کوئی جوڑ ایسا نہیں رہتا، جس میں زہر سرایت نہ کر جائے، اللہ کی قسم! اے گروہِ عرب! اگر تم اپنے نبی کی لائی ہوئی شریعت پر قائم نہ رہے، تو دوسرے لوگ تو زیادہ ہی اس پر قائم نہ رہیں گے (مسند احمد، حاکم)

کئی احادیث میں حق پرست جماعت کے تا قیامت باقی رہنے کا بھی ذکر آیا ہے۔ [1]

اور اس سے مراد، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت، اور پھر قیامت تک اس جماعت کے نقشِ قدم پر چلتے رہنے والی جماعت مراد ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] عن المغيرة بن شعبة، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: لا يزال طائفة من أمتي ظاهرين، حتى يأتيهم أمر الله وهم ظاهرون(بخاری ،رقم الحديث ۷۳۱۱)

عن ثوبان، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق، لا يضرهم من خذلهم، حتى يأتي أمر الله وهم كذلك(مسلم،رقم الحديث ۱۹۲۰ "۱۷۰")

عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر، أن عمير بن هانء، حدثه، قال: سمعت معاوية، على المنبر يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا تزال طائفة من أمتي قائمة بأمر الله، لا يضرهم من خذلهم أو خالفهم، حتى يأتي أمر الله وهم ظاهرون على الناس(مسلم، رقم الحديث ۱۰۳۷ "۱۷۴")

إِنَّ اللّٰـهَ نَظَرَ فِيْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ، فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ، فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهٖ، فَابْتَعَثَهُ بِرِسَالَتِهٖ، ثُمَّ نَظَرَ فِيْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ، فَوَجَدَ قُلُوْبَ أَصْحَابِهٖ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ، فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهٖ، يُقَاتِلُوْنَ عَلٰى دِيْنِهٖ، فَمَا رَأَى الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا، فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ، وَمَا رَأَوْا سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ سَيِّءٌ (مسند احمد، رقم الحديث ٣٦٠٠) [1]

ترجمہ: بے شک اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں پر نظر فرمائی، تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو سب بندوں کے دلوں میں سب سے بہتر پایا، تو اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لئے منتخب فرما لیا، اور انہیں اپنی مخصوص رسالت کے لئے مبعوث فرما دیا، پھر اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کے بعد دوسرے بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کے دلوں کو دوسرے بندوں کے دلوں میں سب سے بہتر پایا، تو اللہ نے ان کو اپنے نبی کے وزیر بنا دیا، جو اس کے دین کے لئے قتال کرتے ہیں، پس مسلمان (یعنی صحابۂ کرام، پھر ان کے بعد ان کی اتباع کرنے والے ہر زمانے کے مسلمان) جس چیز کو اچھا سمجھیں، وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے، اور جس چیز کو وہ برا سمجھیں، تو وہ اللہ کے نزدیک بھی بری ہے (مسند احمد)

اس طرح کا مضمون ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

[2] عن زر، عن عبد الله قال: ما رأى المسلمون حسنا فهو عند الله حسن، وما رآه المسلمون سيئا فهو عند الله سيء، وقد رأى الصحابة جميعا أن يستخلفوا أبا بكر رضى الله عنه (مستدرك حاكم، رقم الحديث ٤٤٦٥)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه، وله شاهد أصح منه إلا أن فيه إرسالا.

وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُتَأَسِّيًا فَلْيَتَأَسَّ بِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ فَإِنَّهُمْ كَانُوْا أَبَرَّ هٰذِهِ الْأُمَّةِ قُلُوْبًا وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا وَأَقْوَمَهَا هَدْيًا وَأَحْسَنَهَا حَالًا، قَوْمًا اخْتَارَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوْهُمْ فِيْ آثَارِهِمْ؛ فَإِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيْمِ(جامع بيان العلم وفضله لا بن عبد البر،رقم الحديث ١٨١٠،باب ما تكره فيه المناظرة والجدال والمراء)

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ، اقتداء (وپیروی) کرنا چاہے،تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی اقتداء (وپیروی) کرے، کیونکہ وہ دل کے اعتبار سے اس امت کے سب سے نیک اور بھلے حضرات ہیں،اورعلم کے اعتبار سے زیادہ گہرائی رکھنے والے،اورتکلف وتصنع سے بچنے والے،اور ہدایت کے اعتبار سے سب سے مضبوط ہیں،اورحالت کے اعتبار سے سب سے اچھے ہیں، جوایسے حضرات ہیں کہ ان کواللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے لئے منتخب فرمالیا،تو تم ان کی فضیلت کی پہچان حاصل کرو،اوران کے نقشِ قدم پر چلو،کیونکہ بے شک وہ ہدایتِ مستقیم پر فائز ہیں(جامع بیان العلم وفضلہ)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن عاصم، عن زر، عن عبد الله قال: إن الله عز وجل نظر فى قلوب العباد بعد قلب محمد صلى الله عليه وسلم فوجد قلوب أصحابه خير قلوب العباد، فجعلهم وزرائه، يقاتلون على دينه، فما رأى المسلمون حسنا، فهو عند الله حسن، وما رأى المسلمون سيئا فهو عند الله سيء، وقد رأى أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم جميعا أن يستخلفوا أبا بكر "(فضائل الصحابة، لأحمد بن محمد بن حنبل ،رقم الحديث ٥٤١)

مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اوران کے بعدان کی اتباع کرنے والے مسلمانوں کے طرزِعمل کی پیروی کرنی چاہیے،اور جوعمل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے خلاف ہو،اس سے بچنا چاہیے۔

لہٰذا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اوران کے متبعین کی زندگی اور طرزِعمل کوسامنے رکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہئے۔

اس بحث کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امت پر کئی حقوق ہیں۔ان سب کوادا کرنے کا ہر مومن کواہتمام کرنا چاہیے۔

اورمحمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی کا عمدہ ترین نمونہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے،ان کے طرزِعمل وطرزِ زندگی کوسامنے رکھ کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی کرنی چاہیےاوراس سلسلہ میں اپنی طرف سے نئی نئی چیزیں پیدا کرنے سے بچنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

حصہ چہارم

ماہِ ربیع الاول سے متعلق مختلف منکرات واصلاحات

ماہِ ربیع الاول میں انجام دی جانے والی چند رسوم کی تفصیل اوران کا شرعی حکم

ماہِ ربیعُ الاوّل سے متعلق منکَرات واصلاحات

چاہیے تو یہ تھا کہ ربیع الاول کے مہینے کو خاتمُ النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور وصالِ مبارک کی نسبت سے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی کا ذریعہ بنایا جاتا، اور اپنے اندر سنت وسیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے کا جذبہ پیدا کیا جاتا، لیکن افسوس کہ اس کے برعکس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ماہِ ربیعُ الاوّل کی فضیلت وعظمت کو بہت سے لوگوں نے عموماً چند منکرات وبدعات کی نذر کردیا ہے، جس سے اس مہینے کی ناقدری اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسنت سے دوری لازم آتی ہے۔

ذیل میں ماہِ ربیع الاول سے متعلق اسی قسم کے چند رائج منکرات وبدعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

بارہ ربیعُ الاوّل کو قرآن خوانی وایصالِ ثواب

بہت سے لوگ آج کل ہر سال ربیع الاول کی 12 تاریخ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو ایصالِ ثواب کرنے کے لئے اجتماعی قرآن خوانی کا اہتمام کرتے ہیں اور قرآن خوانی کے بعد حاضرینِ مجلس اور قرآن پڑھنے والوں کے لئے کھانے پینے کا بندوبست کرتے ہیں، بعض جگہ اس کے ساتھ اور بھی کئی چیزیں جمع کی جاتی ہیں۔

حالانکہ قرآن کریم کا پڑھنا، اگرچہ ایک بہت عمدہ عبادت ہے اور پڑھ کر اس کا ثواب بھی کسی مسلمان کو بخشا جاسکتا ہے، یعنی اس کا ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے، لیکن آج کل یہ قرآن خوانی جس طرح سے رائج ہے، اس مروَّجہ قرآن خوانی میں ایصالِ ثواب کے آداب کی خلاف ورزی لازم آتی ہے۔ مثلاً:

(1)...... ایصالِ ثواب کے لئے قرآن مجید اکٹھے اور جمع ہو کر پڑھنا ضروری نہیں، بلکہ جس

وقت اور جس جگہ سے کوئی شخص اخلاص کے ساتھ قرآن مجید، یا اس کا کوئی حصہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنا چاہے، کرسکتا ہے، لیکن اس مروّجہ قرآن خوانی میں جمع ہو کر پڑھنے کو ضروری خیال کیا جاتا ہے اور لوگوں کو بلا بلا کر اس مقصد کے لیے جمع کیا جاتا ہے، جو کہ مناسب طریقہ نہیں۔ [1]

(2)......قرآن مجید پڑھ کر یا کسی بھی دوسرے نیک عمل کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب کے لئے اپنی طرف سے کوئی دن یا تاریخ مخصوص ومتعین کر لینا درست نہیں، اور شریعت نے ایصالِ ثواب کے لئے 12 ربیع الاول کی تاریخ متعین نہیں کی، لہٰذا بارہ ربیع الاول کی تاریخ کو متعین کر کے ایصالِ ثواب کرنے کی قید بلا وجہ اپنی طرف سے بڑھالی گئی ہے، جو کہ گناہ اور منع ہے، کیونکہ احادیث میں دین کے اندر اپنی طرف سے اس طرح کی چیزیں پیدا کر لینے کو بدعت اور بدعت کو ضلالت وگمراہی اور عذاب کا ذریعہ بتلایا گیا ہے۔

اور اگر اس وجہ سے اس بارہ ربیع الاول کی تاریخ کو متعین کیا جائے کہ اس دن خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت یا وفات مبارک ہوئی تھی، تو یہ بھی تاریخی اعتبار سے درست نہیں (اس کی تفصیل پہلے ذکر کی جاچکی ہے) اور بر سبیلِ ثبوت بھی کسی کی پیدائش یا وفات کی تاریخ کو متعین کر کے اس کو ایصالِ ثواب کرنا، شریعت سے ثابت نہیں، اور اپنی طرف سے بلا وجہ کی قید ہے، جس کو شریعت پسند نہیں کرتی۔

---

[1] چنانچہ امداد الفتاویٰ میں ایک سوال وجواب اس طرح ہے:

سوال: سال کے اکثر حصوں میں بزرگوں کی ارواح کے ایصالِ ثواب کے لئے لوگوں کو جمع کر کے بلا کسی خاص انتظام واوقاتِ متعینہ کے قرآن شریف پڑھا جاوے تو جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو اپنے دوست واحباب کو شمولیت کے لئے کہنا کیسا ہے؟

الجواب: یہ تداعی ہے غیر مقصود کے لئے جو بدعت اور مکروہ ہے (امداد الفتاویٰ ج۴ صفحہ ۲۰۵ و ۲۰۶، مسائلِ شتّٰی، بعنوان: ختمِ خواجگان کے احکام، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، جولائی ۲۰۱۰ء)

اور علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ اس طریقہ کے صحابۂ کرام سے منقول نہ ہونے کی اس طرح وضاحت فرماتے ہیں:

أما الحفاظ يجتمعون للقراءة يقرء ون معا للثواب فليس من فعلهم ولا بمروى عنهم(المدخل لابن الحاج، ج ۱، ص ۹۴، فصل فی العالم و كيفية نيته)

(3)...... ایصالِ ثواب کے لئے طریقہ صحیح ہونے کے ساتھ ساتھ نیت میں بھی اخلاص ضروری ہے اور آج کل کی مروّجہ قرآن خوانی میں یہ چیز کم ہی باقی رہ گئی ہے، چنانچہ قرآن خوانی کے بعد حاضرین کو کچھ نہ کچھ کھلانا پلانا ضروری سمجھا جاتا ہے، اور قرآن پڑھنے والوں کی نیت میں بھی یہی ہوتا ہے کہ قرآن پڑھنے کے نتیجہ میں کچھ نہ کچھ کھانے پینے کو ضرور ملے گا۔

یہی وجہ ہے کہ اگر قرآن مجید پڑھ پڑھا کر ایصالِ ثواب کروالیا جائے اور کچھ کھانے پینے کے لئے پیش نہ کیا جائے، تو اسے گوارا نہیں کیا جاتا، بلکہ اسے معیوب سمجھا جاتا ہے، یہاں تک کہ اگر پہلے سے معلوم ہو جائے کہ فلاں جگہ قرآن مجید پڑھنے کے بعد کچھ کھانے پینے وغیرہ کو نہیں ملے گا، تو ایسی جگہ قرآن خوانی کے لئے آنے والے اور شرکت کرنے والے افراد بھی مشکل سے میسر آئیں گے، اور ایصالِ ثواب کے لئے قرآن مجید پڑھنے پر اس طرح کھانے پینے وغیرہ کی نیت کرنا اخلاص کے خلاف ہے۔

حضرت حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

عَنْ عِمْرَانِ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّهُ مَرَّ عَلٰى قَارِءٍ يَقْرَأُ، ثُمَّ سَأَلَ فَاسْتَرْجَعَ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَلْيَسْأَلِ اللّٰهَ بِهٖ، فَإِنَّهُ سَيَجِيْءُ أَقْوَامٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ يَسْأَلُوْنَ بِهِ النَّاسَ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۹۱۷، ابواب فضائل القرآن، مسند احمد، رقم الحدیث ۱۹۸۸۵) [1]

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ایک قاری کے پاس سے گزرے، جو قرائت کر رہا تھا، پھر (قرائت سے فارغ ہوکر) اُس نے لوگوں سے مانگنا شروع کیا، تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ"

---

[1] قَال الترمذی: هذا حديث حسن ليس إسناده بذاک.
وقال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

پڑھا، اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو قرآن پڑھے، اُسے چاہیے کہ قرآن کے ذریعے اللہ سے سوال کرے، کیونکہ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے، جو قرآن کی قرائت کر کے اس کے ذریعے لوگوں سے سوال کریں گے (مسند احمد)

حضرت عبدالرحمان بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِقْرَءُ وْا الْقُرْآنَ، وَلَا تَغْلُوْا فِيْهِ، وَلَا تَجْفُوْا عَنْهُ، وَلَا تَأْكُلُوْا بِهٖ، وَلَا تَسْتَكْثِرُوْا بِهٖ

(مسند أحمد، رقم الحديث ۱۵۵۲۹) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم قرآن کی قرائت کرو، اور اُس (کے الفاظ اور معانی) میں غلو (اور حد سے تجاوز) نہ کرو، اور اس کی تلاوت سے غفلت اختیار نہ کرو، اور اُس کے ذریعے سے نہ کھاؤ، اور نہ اُس کے ذریعے سے مال بڑھاؤ (مسند احمد)

اور جب قرآن پڑھنے والوں کی نیت میں اخلاص نہ ہوگا، بلکہ دنیا طلبی ہوگی، تو اس کا ثواب خود ان کو بھی حاصل نہ ہوگا، پھر وہ کسی دوسرے کو اس کا ایصالِ ثواب کیسے کر سکیں گے؟

اس سے بہتر یہ ہے کہ ہر شخص اپنے مقام پر رہتے ہوئے، بغیر دن وتاریخ اور کسی دوسری چیز کی پابندی کے حسبِ حیثیت قرآن مجید، یا اس کا کچھ حصہ اخلاص کے ساتھ پڑھ کر ایصالِ ثواب کردے، یا مالی عبادت، صدقہ، خیرات وغیرہ سے ایصالِ ثواب کردے۔

(تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''صدقۂ جاریہ وایصالِ ثواب کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح، وهذا إسناد قوی، رجاله ثقات رجال الشيخين، غير أبی راشد الحُبرانی، فقد روى له البخاری فی "الأدب المفرد"، وأبو داود، والترمذی، وابن ماجه، وروى عنه جمع، ووثقه العجلی، وابن حبان، والحافظ ابن حجر فی "التقريب" (حاشية مسند احمد)

بارہ ربیع الاوّل کا کھانا اور سبیلیں

یوں تو کسی ضرورت منداور بھوکے اور پیاسے کو کھلانا، پلانا عظیم ثواب ہے، لیکن اس میں اپنی طرف سے کوئی ایسا کام شامل کرنا مناسب نہیں، جس کو شریعت نے تجویز نہ کیا ہو۔

آج کل بہت سے لوگ ربیع الاول کے مہینہ میں اور خاص کر 12 تاریخ کو کھانے پکانے کا بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں، بعض لوگ بڑی بڑی دیگیں کھانے کی تیار کرا کر لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں اور اس کا ثواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو پہنچاتے ہیں اور بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں بطور شکرانے کے یہ عمل انجام دیتے ہیں۔

جبکہ بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی نذر و نیاز کے طور پر یہ عمل کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس عمل کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو کر ہمارے مسائل حل اور مصائب دور فرمادیں گے۔

بعض لوگ مذکورہ اغراض ومقاصد کی خاطر انفرادی یا اجتماعی سطح پر آپس میں شریک ہو کر شربت اور پانی کی سبیلیں لگاتے ہیں، پھر کھلانے پلانے کا اہتمام کرنے کے لئے بہت محنت اور پیسہ خرچ کیا جاتا ہے۔

12 ربیع الاول کا دن شروع ہونے سے پہلے ہی، اس طرح کی چیزوں کے لئے تیاریاں شروع ہوجاتی ہیں، کھانا تیار کرنے والوں اور اس سے متعلقہ دوسری چیزوں کا پہلے سے بندوبست کرلیا جاتا ہے اور اس غرض کے لئے پہلے سے ایک رقم مختص کردی جاتی ہے، یا دوسرے لوگوں کو ترغیب دے کر، یا کسی طرح سے شرمندہ کر کے اس کے لئے تعاون حاصل کیا جاتا ہے، غرضیکہ جس حیثیت سے یہ عمل جاری ہے، اس میں چند خرابیاں پائی جاتی ہیں، مثلاً:

(1)...... دوسرے دنوں کے مقابلہ میں ربیع الاول کے دنوں اور خاص کر 12 تاریخ میں

سبیلیں لگانے اور کھانے پکانے اور کھلانے پلانے کی اتنی پابندی کرنا کہ خواہ گرمی ہو یا سردی اور اس خاص دن وتاریخ میں کسی کو کھانے وغیرہ کی ضرورت ہو یا نہ ہو، بہرصورت اس کا اہتمام کرنا اور دوسرے دنوں میں خواہ کتنی ہی ضرورت کیوں نہ ہو، اس کا اس حیثیت سے اہتمام نہ کرنا، دین میں زیادتی اور غیرلازم کولازم، کرنا اور بلاوجہ ترجیح دینا ہے، جس کو شریعت پسند نہیں کرتی۔

(2)......مخصوص قسم کے کھانے اور پانی، شربت، وغیرہ کو مخصوص کرنا اور ان چیزوں کو دوسری چیزوں پر ترجیح دینا اور اس میں خاص ثواب خیال کرنا، یہ بھی شریعت سے ثابت نہیں۔

(3)......اس کھانے اور خاص کر ربیع الاول کی سبیل سے پینے کو بہت سے لوگ، دوسرے کھانوں اور مشروبات سے افضل بلکہ ثواب سمجھتے ہیں، اور تبرک سمجھ کر کھاتے پیتے ہیں، اسی وجہ سے ضرورت ہو یا نہ ہو، بہرصورت اس کو استعمال کرنے کو ترجیح دی جاتی ہے کہ کہیں اس فضیلت اور تبرک سے محرومی نہ ہو جائے، یہ بھی شریعت سے ثابت نہیں، اور دین پر زیادتی ہے۔

(4)......اگر اللہ کے بجائے کسی غیرُ اللہ، مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نفع نقصان کا مالک سمجھا گیا اور ان کا تقرّب حاصل کرنے کے لئے یہ عمل کیا گیا (جیسا کہ بعض لوگ اس عقیدہ کے ساتھ بھی مذکورہ طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں اور اس مقصد کے لیے منتیں مانتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اولاد، رزق، وغیرہ کا سوال کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ آپ کو ان چیزوں کے اختیارات حاصل ہیں اور ہمارے تمام حالات کی ان کو خبر رہتی ہے) اس قسم کا عقیدہ اگر صریح طور پر شرک نہ ہو، تو حرام وگناہ ہونے میں تو شک ہی نہیں۔

پھر اگر کوئی غیرُ اللہ کو نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر اور غیرُ اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اس طرح کا کھانا تیار کرے، یا غیرُ اللہ کے تقرب کے لئے نذر ومنت مان کر کسی شخص کو کوئی ایسا کھانا وغیرہ پیش کرے، تو بعض حضرات نے اس طرح کے کھانے کو ''ما اُھِل لغیر اللّٰہ

بہٖ ‘‘میں داخل کر کے مُردار کی طرح حرام قرار دیا ہے۔ ۱؎

اور ہم نے بھی پہلے بعض کتب میں اس کے مطابق ہی حکم تحریر کیا تھا۔

لیکن بعد میں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ دلائل کی رُو سے راجح یہ ہے کہ ایسا کھانا فی نفسہٖ حرام نہیں ہے۔ ۲؎

۱؎ چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سوئم، دہم، چہلم وغیرہ (مثلاً گیارہویں) سب بدعت ہیں اور کافر اہلِ ہنود سے لی گئی ہیں، اور کھانا سامنے رکھ کر اس پر کچھ پڑھنا بھی اہلِ ہنود کا طریقہ ہے، ان رسموں کا چھوڑنا واجب ہے، کیونکہ حدیث میں ہے ’’مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُم ‘‘ (یعنی جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ انہیں میں سے ہے) (ابوداؤ دفی اللباس، ومسند احمد) اور جو کھانا اس قسم کی بدعات پر مشتمل ہو وہ کھانا نہ کھایا جائے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ ’’دَعْ مَایُرِیْبُکَ اِلٰی مَالَایُرِیْبُکَ ‘‘ (مشکوٰۃ) (یعنی شک والی چیز کو چھوڑ دو اور جس چیز میں شک نہ ہو اس پہلو کو اختیار کرو) اور وہ کھانا اور شیرینی کہ جس پر بزرگوں کے نام کی نیاز دی جاتی ہے، یہی حکم اس کا بھی ہے بعضے جاہل ان بزرگوں کے تقرب (یعنی ان کا قرب حاصل کرنے) کی نیت سے اور ان سے مرادیں طلب کرنے کے لئے اس قسم کی نیاز کرتے ہیں، یہ شرک ہے اور ایسا کھانا یا شیرینی کا کھانا حرام ہے، بوجہ ’’وَمَااُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِاللہِ ‘‘ (الآیۃ) کے۔ اور بعض لوگ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے یہ عمل کرتے ہیں اور یہ نیت رکھتے ہیں کہ اس کا ثواب اللہ تعالیٰ فلاں بزرگ کی روح کو پہنچادے، یہ جائز ہے اور ایسا کھانا اور شیرینی حلال ہے (بشرطیکہ دن وغیرہ کی تعیین نہ ہو اور کوئی دوسری بدعت یا غیروں کے ساتھ تشبہ وغیرہ شامل نہ ہو، جیسا کہ پہلے گزرا) (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۶۹، ترجمہ: از فارسی، کتاب البدعات، بعنوان: فاتحہ رسمی، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، سنِ طباعت: جولائی ۲۰۱۰ء)

۲؎ وكذلك إذا نذر طعاما من الخبز أو غيره للحيتان التي في تلك العين، أو البئر .وكذلك إذا نذر مالا من النقد أو غيره للسدنة، أو المجاورين العاكفين بتلك البقعة، فإن هؤلاء السدنة فيهم شبه من السدنة التي كانت للات والعزى ومناة، يأكلون أموال الناس بالباطل ويصدون عن سبيل الله، والمجاورون هناك فيهم شبه من العاكفين الذين قال لهم إبراهيم الخليل إمام الحنفاء، صلى الله عليه وسلم: (ما هذه التماثيل التي أنتم لها عاكفون)وقال:(أفرأيتم ما كنتم تعبدون – أنتم وآباؤكم الأقدمون – فإنهم عدو لي إلا رب العالمين)والذين أتى عليهم موسى عليه السلام وقومه كما قال تعالى: (وجاوزنا ببني إسرائيل البحر فأتوا على قوم يعكفون على أصنام لهم)

فالنذر لأولئك السدنة والمجاورين في هذه البقاع التي لا فضل في الشريعة للمجاور بها، نذر معصية، وفيه شبه من النذر لسدنة الصلبان والمجاورين عندها، أو لسدنة الأبداد التي بالهند، والمجاورين عندها.

ثم هذا المال المنذور، إذا صرفه في جنس تلك العبادة من المشروع، مثل أن يصرفه في عمارة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر اس طرح کے کھانے کے قبول کرنے اور لینے یا کھانے میں بھی گناہ کا تعاون لازم آتا ہے، اس لئے ایسا کھانا کھانے اور ایسی اشیاء کو استعمال کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے، تا آنکہ اس طرح کا کھانا تیار کرنے والا اپنے غلط عقیدہ کی اصلاح وتوبہ نہ کرلے، الَّا یہ کہ کبھی مجبوری میں کھانا پڑ جائے، اور اس کو نہ کھانے میں فتنہ لازم آتا ہو، یا اس طرح کا کھانا اپنے یہاں آ گیا ہو، اور اس کو نہ کھانے کی صورت میں ضائع چلا جاتا ہو، تو الگ بات ہے، ایسی صورت میں امید ہے کہ کھانا گناہ نہیں ہوگا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المساجد، أو للصالحين من فقراء المسلمين، الذين يستعينون بالمال على عبادة الله وحده لا شريك له– كان حسنا(اقتضاء الصراط المستقيم -لابن تيمية، ج٢،ص١٥٨، الیٰ ص١٦٠، فصل فى الانواع الاعياد المكانية،النوع الأول مكان لا خصوص له فى الشريعة)

قال العلامة ظفر احمد العثمانى تحت هذه العبارة :

فهذا بظاهره يشعر بان هذا النذر لايحرم المال المنذور بل هو معصية بنفسه ("البذر للخيرفى النذر للغير"، سلسله النور، رمضان صفحه ٢٢، مطبوعه: تهانه بهون)

والنذر للقبور أو لأهل القبور كالنذر لإبراهيم الخليل والشيخ فلان نذر معصية لا يجوز الوفاء به وإن تصدق بما نذره من ذلک على من يستحقه من الفقراء والصالحين كان خيرا له عند الله وأنفع (الإقناع فى فقه الإمام أحمد بن حنبل،لموسى بن أحمد، المقدسى، ج٤، ص٣٥٨،كتاب الأيمان وكفاراتها)

(وقاله الشيخ تقى الدين: النذر للقبور أو لأهل القبور كالنذر لإبراهيم الخليل) – عليه الصلاة والسلام – (والشيخ فلان نذر معصية لا يجوز الوفاء به، وإن تصدق به) أى: بما نذره من ذلک على من يستحقه من الفقراء والصالحين؛ فهو (خير له) عند الله وأنفع، وقال: من نذر إسراج بئر أو جبل أو شجرة أو نذر له أو لسكانه أو المضافين إلى ذلک المكان (وكذا النذر للمقيم عند القبر لتنويره وتبخيره) لم يجز، ولا يجوز الوفاء به إجماعا، ويصرف فى المصالح ما لم يعرف ربه، ومن الحسن صرفه فى نظيره من المشروعِ(مطالب أولى النهى فى شرح غاية المنتهى،لمصطفى بن سعد الرحيبانى الحنبلى، ج٦، ص٤٢٤،٤٢٥، كتاب الأيمان،باب النذر،أنواع النذر المنعقدة ستة)

[1] هذه المسئلة جعل فيها شيخ الاسلام الشيخ محمد الغزى رسالةً حاصلها......(وبعد اسطر)......ثم قال وفى شرح الدرر للعلامة قاسمٍ و اما النذر الذى ينذرونه اكثر العوام كأن يقول يا سيدى فلان يعنى به وليًا من الاولياء او نبيًا من الانبياء ان رد غائبى او عوفى مريضى او قضيت حاجتى فلک من الذهب او الفضة او الطعام او الشراب او الزيت كذا فهذا باطل بالاجماع لانه نذر لمخلوقٍ وهو لا يجوز لانه اى النذر عبادة فلا تكون لمخلوقٍ و المنذور له ميت والميت لا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ اگر کوئی اس عقیدہ کے ساتھ جانور ذبح کرے، تو اس کے "ما اُھِل لغیر الله بہٖ" میں داخل ہو کر حرام ہونے میں شبہ نہیں۔ ۱؎

(تفصیل ودلائل کے لئے ملاحظہ ہو، ہمارا رسالہ "غیرُ اللہ کی نذر ونیاز وذبح کا حکم")

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یملک و انه ان ظن ان الميت يتصرف فى الامور كفر الا ان قال يا الله انى نذرت لک ان فعلت معى كذا ان اطعم الفقراء بباب السيدة نفيسة او الامام الشافعي و نحوهما فيجوز حيث يكون فيه نفع للفقراء اذ النذر لله عز و جل و ذكر الشيخ لمحل الصرف لمستحقيه القاطنين بر باطه او مسجده فيجوز بهذا الاعتبار اذ مصرف النذر الفقراء و قد وجد و الغنى غير محتاجٍ فلا يجوز الصرف عليه ولو كان ذا نسبٍ بذلک الولي ما لم يكن فقيرًا ولم يثبت فى الشرع جواز الصرف للاغنياء للاجماع على حرمة النذر للمخلوق ولا لخادم الشيخ ان كان غنيًا فاذا علمت هذا فما يؤخذ من الدراهم و الشمع و الزيت و غيرها فينقل الى ضرائح الاولياء تقربًا اليهم لا الى الله فحرام باجماع المسلمين ما لم يقصدوا الفقراء الاحياء قولًا واحدًا و قد علم مما نقلناه ان ما ينذره العوام للشيخ مروان و على بن عليلٍ و روبيل لا يصح ولا يلزم و ليس للخادم اخذه على انه نذر صحيح الا اذا اخذه على وجه الصدقة المبتدأة وكان فقيرًا وعلم ايضًا ان غير الخادم لو اخذه على انه صدقة له ذلک و ليس للخادم نزعه منه لانه لم يملكه الا ان يكون الناذر عينه فى نذره و كان فقيرًا، خلاصة كلام الشيخ محمد بن عبد الله الغزى التمرتاشى الحنفى بتاريخ ذى القعدة الحرام من شهور سنة ثمانيةٍ وسبعين و تسعمائةٍ. (اقول) قد استباح هذا المحرم المجمع على حرمته جماعة يزعمون انهم متصوفة يقال فى حقهم قدوة المسلمين و مربى المريدين ويبالغون فى اخذه ويطالبون الناذر به فان امتنع قدموه الى قضاة هذا الزمن فيحكمون به وربما استعانوا بالشرطة و حكام السياسية بل يفعلون ابلغ من ذلک وهم انهم يسوم منهم المتصدون لجمع النواحى التى تقع فيها هذه النذور فيقاطعونهم و يضربون على كل واحدٍ ناحيةً بمبلغٍ من المال فى الذمة يؤخذ منهم اذا انتهى الاجل المضروب فيدفع ما هو مضروب عليه و ياكل ما بقى و يعد الفاضل ربحًا حصل له ببركة الشيخ و يرى ان من منع ذلک هلک وان سبب قضاء حاجته هذا النذر و ان الشيخ رد غائبه او عافى مريضه او قضى حاجته و يزعمون انه لا يباح تناوله لغيرهم قائلين هو نذر جدنا فلانٍ وهم اغنياء متمولون و من تناول شيئًا منه عاقبوه و ادلوا به الى الحكام معتقدين انه ارتكب كبيرةً فى الدين و باشر شنيعةً بين اظهر المسلمين و ربما حكم لهم به قضاة العهد و قد صرح فى البحر انه لو رفع الى القاضى لا يجبره القاضى على وفائه ولنا تتمة على رسالة الشيخ محمدٍ فيها ما يشفى الغليل والامر الى الله تعالى الجليل والله سبحانه وتعالى اعلم (الفتاوى الخيرية لنفع البرية، ص۱۷،و۱۸،كتاب الصوم، فصل فى النذر، قبيل كتاب الحج، مطبوعة: مير محمد كتب خانه، آرام باغ، كراچى)

۱؎ فصرح صاحب البحر بحرمة هذا النذر للوجوه الثلثة :اولًا ثم فرع عليها كراهة اخذ المنذور مثله وكراهة اكله والتصرف فيه الا للفقراء المضطرين ،ثانيًا وهل كراهة اخذه لكون هذا المنذور

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(5)...... اگر کھانے پینے سے مقصود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو ثواب پہنچانا ہو، تب بھی ایصالِ ثواب کے لئے کسی خاص دن یا تاریخ کو اپنی طرف سے متعین کرنا درست نہیں، بلکہ جب اور جس مہینے اور تاریخ میں بھی مناسب یا ضرورت وسہولت سمجھے، خواہ رات کا وقت ہو، یا دن کا، ایصالِ ثواب کر دینا چاہیے، اور اس کو 12 ربیع الاول کی تاریخ کے لیے روک کر نہیں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

داخلًا فيما اهل به لغير الله ام لوجهٍ آخر، وعندى ان علة الكراهة ليس كونه مما اهل به لغير الله لما عرفت ان معناه ماذبح لغير الله وباسم غير الله فغير المذبوح خارج عنه سواء كان غير حيوانٍ اوحيوانًا قرب به الى قبر صالحٍ لايقصد الذبح، وايضًا فلوكانت العلة هذه لم يجز اخذه للفقيرٍ العاجز عن الكسب المضطر ايضًا مالم يشرف على الهلاك ولم يجز اخذه للمشرف على الهلاك ايضًا الا بقدر مايسد رمقه، وكلام البحر مطلق عنه لاسيمًا والفقراء القاطنون بامثال هذه الضرائح لايكونون بمثابة من تحل له الميتة كما هو مشاهد وايضًا لوكانت العلة هذه لصرح صاحب البحر بحرمة الاخذ ولم يقتصر على الكراهة، بل العلة فى ذلك عندى عدم خروج هذا المنذور عن ملك الناذر لانه لم ينذره للفقراء بل للميت والميت لايملك شيئًا فكان كالسائبة التى اطلقها مالكها لايجوز لاحدٍ اخذه لكونها مملوكة للمسيب فيكون اخذها غاصبًا ومع ذلك لواخذها احد واكلها اوذبحها ان كانت دابة لايكون آكلًا للحرام بعينه ولا تكون بعد الذبح باسم الله ميتةً بل يكون اكلًا للمغصوب وذابحًا لملك الغير وانما جاز للفقير المضطر اكله والتصرف فيه لان الناذر وان لم ينذره للفقراء بل للميت ولكنه اباحها لهم بحيث لو علم ان الفقراء اكلوه لاينكر عليهم ولايؤاخذهم بشيئٍ فكان النذر للميت متضمنًا لاباحته للفقراء ولكن فساد المتضمن يستلزم فساد المتضمن فلم يجز اخذه للفقراء مالم يكونوا عاجزين مضطرين اليه لا كاضطرار من تحل له الميتة بل كاضطرار من ليس عنده قوت يومه وهو عاجز كمايفيده اطلاق كلام البحر. والله اعلم. ويؤيد ماقلنا اطلاق البحر عليه لفظ السحت والحرام دون الميتة والنجس والسحت يطلق على الرشوة والربا وكل مالًا يجوز كسبه وعلى المغصوب وغيره والكلام ليس فى ذلك وانما الكلام فى الحرمة التى تلحق الشيئ بما اهل لغير الله به حتى يكون ميتةً بعد الذبح ،فكلام البحر لايدل على حدوث مثل تلك الحرمة فى مثل هذا المنذور فلم يكن معارضًا لقول ابن تيمية ان هذا المال المنذور، إذا صرفه فى جنس تلك العبادة من المشروع، مثل أن يصرفه فى عمارة المساجد، أو الصالحين من فقراء المسلمين كان حسنًا. اهـ. فان المالك اى الناذر اذا صرفه فى غير المنذور كان ذلك تغييرًا لنذره الاول الذى هو معصية فلا شك فى كون صرفه الى المشروع حسنًا واما اذا لم يصرفه المالك بنفسه وصرفه غيره الى المصرف المشروع فلايجوز لبقاء الحرمة فيه لكونه سائبةً لايملكها آخذها ومصرفها الفقراء المضطرون العاجزون عن الكسب. هذا ماظهر لى فى تحرير المقام والعلم عند الله الملك العلام (”البذر للخيرفى النذر للغير“، سلسله النور، رمضان صفحه ۲۲ تاصفحه ۲۴، وذيقعده صفحه ۱۵، مطبوعه: تهانه بهون)

رکھنا چاہیے، نہ ہی اس عمل کو کسی مخصوص ایک دن تک محدود کرنا چاہیے، کیونکہ شریعت نے ایصالِ ثواب کے لئے جب 12 ربیع الاول کی قید نہیں لگائی، تو اپنی طرف سے اس دن کو متعین کرنا شریعت پر زیادتی ہے، جس کو شریعت پسند نہیں کرتی (کذافی فتاویٰ عزیزی مبوب بطرزِ جدید، ص ۱۹۹، باب التصوف، مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، طبع جدید: 1408 ہجری)

(6)...... بہت سے لوگ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ جس دن کسی کی وفات ہو، ہر سال اسی تاریخ کو اس کے لئے صدقہ، یا ایصالِ ثواب کرنا ضروری، یا کم از کم زیادہ فضیلت کا باعث ہے اور اس وجہ سے سمجھا جاتا ہے کہ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا 12 ربیع الاول کو وصال ہوا تھا، اس لئے ہر سال 12 ربیع الاول کو یہ عمل کیا جاتا ہے۔

یہ بھی دین پر زیادتی ہے، اور خود 12 ربیع الاول کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یقینی یومِ وصال قرار دینا بھی تاریخی اعتبار سے صحیح نہیں (جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے)

(7)...... اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں شکرانہ کے طور پر یہ عمل کرنا مقصود ہو، تو شکر کے لئے یہ خاص طریقہ اور تاریخ مخصوص کرنا بھی درست طرزِ عمل نہیں ہے، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جتنا تعلق اور محبت اور اس نعمت کی قدر کا احساس اور جذبہ آپ کے جان نثار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں تھا، اتنا قیامت تک کسی اور گروہ میں نہیں ہوسکتا، بلکہ اگر کسی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح محبت اور تعلق قائم کرنا ہو، تو اس کا طریقہ بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت سے ہی سیکھا جاسکتا ہے، مگر اس کے باوجود 12 ربیع الاول کی تاریخ کے حوالے سے کسی ایک صحابی سے یہ عمل ثابت نہیں، پھر اس عمل کو کیسے ثواب کا باعث سمجھا اور قرار دیا جاسکتا ہے۔

(8)...... اگر اس عمل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو ایصالِ ثواب کرنا مقصود ہو، تو ایصالِ ثواب کے لئے عمل میں اخلاص ضروری ہے اور اخلاص کے لئے چھپ کر عمل کرنا زیادہ مناسب اور افضل ہے، لیکن ان لوگوں کو اگر چھپ کر صدقہ کرنے کی ترغیب دی جائے، تو

قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے، اور اس کے برعکس علی الاعلان بڑی بڑی دیگیں اتارنے اور سبیلیں لگانے سے باز نہیں آتے، جو اخلاص کے تقاضوں اور آداب کے خلاف ہے۔

(9)......صدقہ کے اصل مستحق غریب لوگ ہیں، مگر ربیع الاول کے اس کھانے اور مشروب کو صرف غریبوں میں تقسیم کرنے کا عام طور پر خیال نہیں کیا جاتا اور بلا امتیاز ہر ایک کو شریک کر لیا جاتا ہے، بلکہ بعض جگہ تو امیروں اور بڑے لوگوں، یا اپنے جاننے والوں کو خاص طور پر اس کھانے میں شریک کیا جاتا ہے، اور ایک طرح سے ولیمہ اور خوشی کی دعوت کا سماں بنا لیا جاتا ہے، غریب صرف برائے نام ہوتے ہیں، بلکہ بہت سی دفعہ تو برائے نام بھی نہیں ہوتے، ان حالات میں اس دعوت اور کھانے کو کون یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ یہ ایصالِ ثواب کے لئے صدقہ کے طور پر ہے؟ [1]

(10)......صدقہ نقدی کی صورت میں دینا زیادہ مناسب ہے، کیونکہ اس میں اخلاص بھی زیادہ ہے کہ چھپا کر دینا آسان ہے اور غریبوں کے لئے زیادہ مفید بھی ہے، کیونکہ غریبوں کی مختلف موقعوں پر مختلف ضرورتیں ہوتی ہیں۔ نقدی سے غریب اپنی مختلف قسم کی ضرورت پوری کر سکتا ہے (مثلاً لباس کی ضرورت ہو تو پیسوں سے اس کو خرید سکتا ہے، دوا کی ضرورت ہو، تو وہ لے سکتا ہے، سفر کی ضرورت پوری کر سکتا ہے، علاج معالجہ میں خرچ کر سکتا ہے، وغیرہ وغیرہ) اور اگر فی الحال اس کو ضرورت نہ ہو، تو اپنی آئندہ کی ضروریات کے لئے رکھ سکتا ہے اور اپنے بال بچوں کی بھی مختلف قسم کی ضروریات پوری کر سکتا ہے، اور بال بچے اس کے پاس موجود نہ ہوں، تو دوسری جگہ ان کی ضرورت کے لئے یہ رقم بھیج سکتا ہے۔

جبکہ اس کے برعکس کھانے پینے کی چیز کو خاص کرنے کی صورت میں غریبوں کی ان مختلف قسم کی ضروریات کا لحاظ نہیں ہوتا اور نہ ہی ایسا ہونا ممکن ہے، اس لئے یہ طرزِ عمل، ایصالِ ثواب

---

[1] ویکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من أهل المیت لأنه شرع فی السرور لا فی الشرور، وهی بدعة مستقبحة .روی الإمام أحمد وابن ماجه بإسناد صحیح عن جریر بن عبد الله قال: کنا نعد الاجتماع إلی أهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة(فتح القدیر، ج۲ص ۱۴۲، کتاب الصلاة، باب الجنائز،فصل فی الدفن)

کے فلسفہ کے بھی موافق نہیں۔

(11)......صدقہ کا ایک صحیح طریقہ یہ ہے کہ غریبوں کی ضرورت کے مطابق ان کا تعاون کیا جائے، مثلاً مریض کو دوا، مسافر کو کرایہ، ٹکٹ وغیرہ کا خرچ، بھوکے کو کھانا اور برہنہ کو لباس، جوتا، سردی میں بے سروسامان کو کمبل، رضائی اور گرم لباس وغیرہ۔

غرض یہ کہ غریب کی ضرورت پوری کرنے کا خیال رکھا جائے، مگر یہاں تو ہر حال میں کھانا ہی کھلانا یا شربت وغیرہ ہی پلانا ہے، خواہ غریب کو اس وقت کھانے پینے کی ضرورت بھی نہ ہو، یا اس خاص کھانے اور مشروب سے اس کا پرہیز ہو اور خواہ مریض دوا کے بغیر کراہ رہا ہو، برہنہ جسم سردی سے ٹھٹھر رہا ہو، یا لباس کے لئے ترس رہا ہو، مسافر اپنی منزل تک پہنچنے سے لاچار اور مجبور ہو اور خواہ کتنا ہی پریشان ہو؟ لہٰذا اس طرزِ عمل میں غریبوں اور ضرورت مندوں کی ضروریات کا کماحقہٗ لحاظ نہیں پایا جاتا۔

(12)......اس عمل میں یہود وہنود اور عیسائیوں کے ساتھ بھی ایک قسم کی مشابہت لازم آتی ہے، کیونکہ وہ لوگ اپنی بڑی شخصیات کے دن منانے کے موقعوں پر اس قسم کی حرکات کرتے ہیں اور ان کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کو شریعت نے پسند نہیں کیا۔ [1]

(13)......بعض لوگوں کی طرف سے ایک غلط عقیدہ بھی اس میں شامل ہے، اور وہ یہ ہے کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ 12 / ربیع الاول کو جس چیز سے ایصالِ ثواب کیا جائے، بعینہٖ وہی چیز، اللہ کے یہاں پہنچتی ہے، جبکہ یہ عقیدہ درست نہیں، اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور خاص کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں، ان کو ہر طرح کے اعلیٰ سے اعلیٰ قسم کے روحانی رزق ملتے ہیں، جن کے مقابلہ میں یہاں کا شربت اور کھانا کوئی حیثیت نہیں رکھتا، اور اللہ کے حضور جو چیز پیش کی جاتی ہے، بعینہٖ وہی نہیں پہنچتی،

---

[1] عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ليس منا من تشبه بغيرنا، لا تشبهوا باليهود ولا بالنصارى(سنن الترمذى رقم الحديث ٢٦٩٥، ابواب الاستئذان والآداب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ،باب ماجاء فى كراهية اشارة اليد بالسلام)

بلکہ اس کا تقویٰ اور اخلاص پہنچتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآئُهَا وَلٰـكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْكُمْ (سورة الحج، رقم الآية ۳۷)

ترجمہ: ہرگز نہیں پہنچتا اللہ کو، اُن (قربانی وغیرہ کے جانوروں) کا گوشت اور نہ اُن کا خون، اور لیکن پہنچتا ہے، اس کو تقویٰ تمہاری طرف سے (سورہ حج)

(14)......بعض جگہ اس عمل کو انجام دینے کے لئے جو مال استعمال کیا جاتا ہے، عموماً اس میں حلال وحرام کا خیال نہیں رکھا جاتا، اور نہ ہی تمام لوگ خوش دلی کے ساتھ اس میں تعاون اور شرکت کرتے ہیں اور کسی کی خوش دلی کے بغیر اس کا مال استعمال کرنا شرعاً جائز نہیں (جیسا کہ آنے والی تفصیل سے معلوم ہوگا)

ان باتوں اور خرابیوں کی وجہ سے اس رسم سے بچنے کی ضرورت ہے۔

اس کے بجائے دن وتاریخ اور کسی خاص چیز کی پابندی کے بغیر اخلاص کے ساتھ حلال مال سے، صدقہ وخیرات کرکے ایصالِ ثواب کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ربیعُ الاوّل میں قبروں کے منکرات

بہت سے لوگ اور خواتین ربیع الاول میں خاص طور پر قبرستان جانے کا اہتمام کرتے ہیں، قبروں پر پانی، غلہ اور عرقِ گلاب وغیرہ چھڑکتے ہیں، ان پر اگربتی لگاتے ہیں، چادریں وغیرہ چڑھاتے ہیں، جبکہ قبرستان جانا اور ضرورت کے موقعہ پر قبر پر مٹی ڈال دینا، یا مٹی کے گارے وغیرہ سے اس کو لیپ دینا، مٹی کو بٹھانے کے لئے ضرورت کے وقت پانی چھڑک دینا، جائز ہے، لیکن ان کاموں کے لئے ربیع الاول ہی کو خاص کرنا اور خواہ ضرورت بھی نہ ہو،

مگر لوگوں کی دیکھا دیکھی، ربیع الاول کو یہ کام کرنا اور بذاتِ خود ان کاموں کے کرنے ہی کو مقصود سمجھنا گناہ ہے، ان کاموں کے لئے شریعت نے ربیع الاول یا اس کی 12 تاریخ مقرر نہیں کی اور نہ ہی اس تاریخ میں ان کاموں کے کرنے کی کوئی خاص فضیلت بیان کی ہے، اور قبروں پر عرقِ گلاب چھڑکنا یا غلہ ڈالنا، چادریں وغیرہ چڑھانا، تو ویسے ہی غیر شرعی کام ہیں، جن سے بچنا چاہیے۔

اسی طرح قبروں کو پختہ کرنے کی بھی احادیث میں ممانعت آئی ہے، اوراس کو ثواب سمجھنا الگ گناہ ہے، پھر ربیع الاول کی تخصیص مستقل گناہ ہوا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يُّقْعُدَ عَلَيْهِ وَأَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ (مسلم، رقم الحديث ٩٧٠ ”٩٤“ كتاب الجنائز، باب النهى عن تجصيص القبر والبناء عليه)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر عمارت بنانے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے (مسلم)

اس طرح کا مضمون اور احادیث میں بھی آیا ہے۔ [1]

یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ اگر مردہ اچھی جگہ چلا گیا، تو اس کو دنیا کی چیزوں اور عمارتوں کی ضرورت نہیں، اور اگر بُری جگہ چلا گیا، تو یہ چیزیں اور عمارتیں، وہاں کی تکلیفوں اور مصیبتوں کے مقابلہ میں نفع نہیں پہنچا سکتیں۔

اس لئے ان چیزوں کے بجائے شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق عمل کرنا چاہئے، اور اپنے وقت اور اپنے مال کو اچھے مصارف میں خرچ کرنا چاہئے۔

---

[1] عن أبي سعيد قال: نهى نبي الله صلى الله عليه وسلم أن يبنى على القبور، أو يقعد عليها، أو يصلى عليها (مسند ابى يعلىٰ، رقم الحديث ١٠٢٠)
قال حسين سليم أسد الداراني: إسناده صحيح (حاشية ابى يعلىٰ)

اگربتی جلانا بھی اس میں داخل ہے، اگر مردہ اچھی جگہ چلا گیا، تو اس کو یہاں کی خوشبو کی ضرورت نہیں، بلکہ وہاں کی خوشبو کے مقابلہ میں، یہاں کی خوشبو کوئی حیثیت نہیں رکھتی، اور اگر بُری جگہ چلا گیا، تو وہاں کی تکلیفوں اور مصیبتوں کے مقابلہ میں اگربتی کی خوشبو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب ''ماہِ محرم الحرام کے فضائل واحکام'')

بارہ ربیع الاوّل کا روزہ

بعض لوگ خصوصیت کے ساتھ بارہ ربیع الاول کو روزہ رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں اور اس دن روزہ کو زیادہ باعثِ فضیلت سمجھتے ہیں، حالانکہ قرآن وحدیث، صحابۂ کرام وفقہائے کرام سے خاص 12/ ربیع الاول کی تاریخ کے روزہ کا مستحب وثواب ہونا ثابت نہیں، لہٰذا اس دن روزہ رکھنے کو خاص ثواب سمجھنا اور اس دن روزہ کا اہتمام کرنا منع ہے (کذافی فتاویٰ محمودیہ جلد۱۰ صفحہ۲۰۲، مبوب)

البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے دن اپنی ولادت کی نسبت سے روزہ رکھنا ثابت ہے، اور پیر کا دن ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ آتا ہے، اس کا بارہ ربیع الاول سے کوئی تعلق نہیں، خصوصاً جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یومِ ولادت کی تاریخوں میں بھی اختلاف ہے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْإِثْنَيْنِ ؟ فَقَالَ فِيْهِ وُلِدْتُ وَفِيْهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ (مسند احمد ، رقم الحديث ۲۲۵۵۰، مؤسسة الرسالة ، بيروت، ابوداؤد رقم الحديث ۲۴۲۶) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے دن کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی دن میری ولادت ہوئی، اور اسی دن مجھ پر وحی نازل کی گئی (مسند احمد)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پیر کے دن ہوئی، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، پیر کے دن کا روزہ رکھا کرتے تھے، نہ کہ 12 ربیع الاول کو۔ [1]

لہٰذا اگر کسی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی کے طور پر روزہ رکھ کر شکر ادا کرنے کی خواہش ہو، تو اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ہر پیر کے دن یا جب بھی توفیق ہو جائے، کسی بھی پیر کے دن روزہ رکھ لیا کرے، اور یہ بات واضح ہے کہ بارہ ربیع الاول کا ہمیشہ پیر کے دن واقع ہونا ممکن نہیں۔

لہٰذا پیر کا دن چھوڑ کر بارہ ربیع الاول کو روزہ کی تخصیص، سنت کے خلاف ہے۔

بارہ ربیعُ الاوّل کو کاروبار اور چھٹی کا حکم

بعض لوگ آج کل 12/ربیع الاول کے دن کاروبار کرنے کو گناہ سمجھتے ہیں اور اس دن چھٹی کرنا ضروری سمجھتے ہیں، بلکہ بعض لوگ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ اگر بارہ ربیع الاول کو کاروبار کیا جائے اور چھٹی نہ کی جائے، تو اس سے رزق میں تنگی و بے برکتی ہوتی ہے، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن کاروبار میں مشغول ہونا ناگوار گزرتا ہے۔

جبکہ ایسا کچھ شریعت سے ثابت نہیں۔

12 / ربیع الاول کے دن کاروبار وغیرہ کرنا جائز ہے اور چھٹی ضروری نہیں، اور کسی جگہ قرآن وحدیث میں اس دن کاروبار کرنے اور جائز کام میں مشغول رہنے کی ممانعت نہیں آئی، اور نہ ہی اس دن چھٹی کرنے کا شریعت میں کوئی ثبوت موجود ہے۔

فقہائے کرام نے بھی بارہ ربیع الاول کے دن کاروبار کرنے کی مخالفت یا کراہت یا اس دن

---

[1] فيه ولدت وفيه أنزل "أى الوحى "على "يعنى حصل لى فيه بدء الكمال الصورى وطلوع الصبح المعنوى، المقصود الظاهرى والباطنى، والتفضل الابتدائى والانتهائى، فوقت يكون منشأ للنعم الدنيوية والأخروية حقيق بأن يوجد فيه الطاعة الظاهرية والباطنية فيجب شكره – تعالى – على، والقيام بالصيام لدى، لما أولى من تمام النعمة إلى(مرقاة المفاتيح، ج۴ص۱۴۱۵، كتاب الصوم، باب صيام التطوع)

چھٹی کرنے کا حکم بیان نہیں فرمایا۔

ویسے ہی اگر کوئی چھٹی کرے، یا سرکاری طور پر انتظامی اعتبار سے چھٹی ہو، تو الگ بات ہے، مگر یہ کوئی شریعت کا حکم یا خاص ثواب والا عمل نہیں۔

ایک اہم وضاحت

ربیع الاول کے مہینے میں پائی جانے والی یہ ان چند خرابیوں اور رسوم کا ذکر تھا، جو اِس دور میں ہماری معلومات کی حدتک پائی جاتی ہیں، ممکن ہے دوسرے علاقوں میں کچھ اور رسوم بھی ہوں، یا آئندہ چل کر کسی زمانے میں مزید رسوم ایجاد ہوجائیں، کیونکہ اس طرح کی چیزیں علاقوں اور زمانوں کے لحاظ سے مختلف ہوتی رہتی ہیں اور ان میں استحکام نہیں ہوتا، اور یہ نوایجاد چیزیں ہوتی ہیں، جب جس کے دل میں آیا ایجاد کرلیا، جیسا کہ فصل اور غلہ وغیرہ کے ساتھ مختلف علاقوں اور زمانوں میں، گھاس پھونس اور جھاڑ جھنکار بھی مختلف ہوا کرتے ہیں اور وہ فصل وغلہ کے ساتھ اگنے کی وجہ سے اس کو نقصان پہنچاتے ہیں، اسی طرح سنت کے ساتھ پیدا ہونے والی مختلف بدعات اور رسموں کا بھی معاملہ ہے۔

اس قسم کی موجودہ یا آئندہ رسموں اور بدعتوں کا حکم بھی گزشتہ تفصیل سے بآسانی سمجھا جاسکتا ہے۔

البتہ بارہ ربیع الاول کو آج کل عمومی سطح پر جو رسم انجام دی جانے لگی ہے، وہ عید میلا دالنبی کہلاتی ہے، جس میں آج کل بے شمار خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں، جس کی تفصیل ان شاءاللہ تعالیٰ آگے ذکر کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے اور اس کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حصہ پنجم

میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت
رسمی اور حقیقی میلاد کی تفصیل
رسمی میلاد کے منکرات اور قابلِ اصلاح امور کا ذکر
رسمی میلاد کے مستدلات پر ایک نظر
ماہِ ربیع الاول کے چند اہم تاریخی واقعات

میلادُالنَّبی

حقیقی ورسمی میلاد

محبت کی خاصیت یہ ہے کہ جس کو کسی سے محبت ہوتی ہے، وہ اس کا کثرت سے ذکرِ خیر کیا کرتا ہے، اور مومنوں کو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کا حکم ہے، لہٰذا اللہ اور اس کے رسول کا ذکرِ خیر کرنا، بلکہ کثرت سے ذکرِ خیر کرنا بھی محبت کی دلیل ہوا، بشرطیکہ وہ ذکر شریعت کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو۔ [1]

اور اسی وجہ سے عربی میں یہ مقولہ مشہور ہے کہ:

”مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ“

---

[1] إكثار الذكر دلالة على محبته لله لأن من أحب شيئا أكثر من ذكره ومن أحبه فهو مؤمن حقا(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۸۵۰۹)

قال أبو عبد الرحمن، وقال مالک بن دينار: " علامة حب الله دوام ذكره لأن من أحب شيئا أكثر ذكره "قال الحليمى رحمه الله: " وقال بعضهم: الحب اللزوم لأن من أحب شيئا ألزم ذكره قلبه، فمحبة الله تعالى لزوم لذكره "قال الحليمى رحمه الله: " وهذا الذى فسره هذا القائل به المحبة من أنه اللزوم موافق لقول أهل اللسان لأنهم يقولون: أحب الجمل إذا برک فلزم مكانه " (شعب الإيمان،للبيهقى، ج۲ص ۴۹،تحت رقم الحديث ۴۹۹،باب فى محبة الله عزوجل ، معانى المحبة)

عن أنس بن مالک قال: سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول: " علامة حب الله حب ذكر الله، وعلامة بغض الله بغض ذكر الله "قال البيهقى رحمه الله: وروى عن وجه آخر، عن زياد بن ميمون "وزياد منكر الحديث، وروى عن وجه آخر ضعيف عن أنس بن مالک، والله أعلم، وروينا بمثلها عن السلف الصالحين "(شعب الايمان للبيهقى رقم الحديث ۴۰۶)

حدثنا أبو هشام الرفاعى محمد بن يزيد، ثنا إسحاق يعنى ابن سليمان الرازى، ثنا أبو جعفر الرازى، عن الربيع بن أنس، عن بعض، أصحابه قال: علامة حب الله كثرة ذكره، وعلامة الدين الإخلاص لله، وعلامة العلم الخشية لله، وعلامة الشكر الرضا بقضاء الله والتسليم لقدره(تعظيم قدرالصلاة لمحمد بن نصر المروزى، رقم الحديث ۷۴۴)

کہ جو کسی چیز سے محبت کرتا ہے، اس کا اکثر ذکرِ خیر بھی کیا کرتا ہے۔ ۱

اور ایک ضعیف حدیث میں بھی یہ مضمون وارِد ہوا ہے۔ ۲

پس اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگی، تو آپ کا ذکرِ خیر بھی ہوگا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، مومن کا جزوِ ایمان ہے، اسی لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر

---

۱ من القواعد المقررة أن من أحب شيئا أكثر ذكره والإناء يترشح بما فيه(مرقاة المفاتيح، ج۸ص ۳۱۳۴، کتاب الآداب، باب الحب فی الله ومن الله)

ومن أحب شيئا أكثر من ذكره (فتح الباری لابنِ حجر. ج٦ ص ۳۲٦، قوله باب ما جاء فی صفة الجنة وأنها مخلوقة)

أخبرنا أبو عبد الرحمن السلمی قال :سمعت أبا بكر الرازی يقول :سمعت أبا علی الحافظ يقول : سئل سمنون عن المحبة فقال " :صفاء الود مع دوام الذكر "

قال أبو عبد الرحمن، وقال مالك بن دينار: " علامة حب الله دوام ذكره لأن من أحب شيئا أكثر ذكره "قال الحليمی رحمه الله: " وقال بعضهم: الحب اللزوم لأن من أحب شيئا ألزم ذكره قلبه، فمحبة الله تعالى لزوم لذكره "قال الحليمی رحمه الله: " وهذا الذی فسره هذا القائل به المحبة من أنه اللزوم موافق لقول أهل اللسان لأنهم يقولون: أحب الجمل إذا برك فلزم مكانه " (شعب الإيمان،للبيهقی، ج۲ص ۴۹،تحت رقم الحديث ۴۹۹،باب فی محبة الله عزوجل ، معانی المحبة)

۲ من احب شيئا اكثر ذكره(كنز العمال بحواله مسند الفردوس عن عائشة،رقم الحديث ۱۸۲۹)

حديث :من أحب شيئاً أكثر ذكره، أبو نعيم ثم الديلمی من حديث مقاتل بن حيان عن داود بن أبی هند عن الشعبی عن عائشة به مرفوعاً(المقاصد الحسنة،للسخاوی، تحت رقم الحديث ۱۰۵۰ ،حرف الميم)

من أحب شيئا أكثر من ذكره .تخريج السيوطی(فر) عن عائشة .تحقيق الألبانی (ضعيف) (ضعيف الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ۵۳۴۱، ص ۷۷۱)

(من أحب شيئا أكثر من ذكره) أی علامة صدق المحبة إكثار ذكر المحبوب ، ولهذا قال أبو نواس :وبح باسم ما تأتی وذرنی من الكنی *فلا خير فی اللذات من دونها ستر قال فی الرعاية :علامة المحبين كثرة ذكر المحبوب علی الدوام لا يتقطعون ولا يملون ولا يفترون فذكر المحبوب هو الغالب علی قلوب المحبين لا يريدون به بدلا ولا يبغون عنه حولا ولو قطعوا عن ذكر محبوبهم فسد عيشهم ، وقال بعضهم :علامة المحبة ذكر المحبوب علی عدد الأنفاس.

(فائدة) اجتمع عند رابعة علماء وزهاد وتفاوضوا فی ذم الدنيا وهی ساكتة فلاموها فقالت :من أحب شيئا أكثر من ذكره إما بحمد أو ذم فإن كانت الدنيا فی قلوبكم لا شء فلم تذكرون لا شء ؟

-(فر عن عائشة) ورواه عنها أيضا أبو نعيم ومن طريقه وعنه أورده الديلمی فلو عزاه المصنف إليه أو جمعهما لكان أولی(فيض القدير للمناوی، تحت رقم الحديث ۸۳۱۲)

ایک اعلیٰ ترین عبادت، بلکہ روحِ ایمان ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک واقعہ سرمۂ چشمِ بصیرت ہے، آپ کی ولادت، آپ کی صغرِ سنی، آپ کا شباب، آپ کی بعثت، آپ کی دعوت، آپ کا جہاد، آپ کی قربانی، آپ کا ذکر وفکر، آپ کی عبادت ونماز، آپ کے اخلاق وشمائل، آپ کی صورت وسیرت، آپ کا زہد وتقویٰ، آپ کا علم وخشیت، آپ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، آپ کی صلح وجنگ، خفگی وغصہ، رحمت وشفقت، تبسم ومسکراہٹ، الغرض آپ کی ایک ایک ادا اور ایک ایک حرکت وسکون، امت کے لئے اسوۂ حسنہ اور اکسیرِ ہدایت ہے اور اس کا سیکھنا سکھانا، اس کا مذاکرہ کرنا، اور ان سب چیزوں کی دعوت دینا، سب عبادت ہے۔

اسی طرح آپ سے نسبت رکھنے والی شخصیات اور چیزوں کا تذکرہ بھی عبادت ہے۔ آپ کے احباب واصحاب، ازواج واولاد، خدام وعمال، آپ کا لباس وپوشاک، آپ کے ہتھیاروں، آپ کے گھوڑوں، خچروں اور ناقہ کا تذکرہ بھی عبادت ہے، کیونکہ یہ دراصل ان چیزوں کا تذکرہ نہیں، بلکہ آپ کی نسبت کا تذکرہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

لیکن ان سب چیزوں کے باوجود ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر، شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہو، اس کے بجائے اپنی طرف سے نت نئے طریقے ایجاد کر کے نہ ہو، جیسا کہ آج کل ربیع الاول کی مخصوص تاریخ میں مختلف ومخترع طریقے اختیار کر لیے گئے ہیں، اور ان میں کئی قسم کی خرابیاں شامل کر لی گئی ہیں، اور اس کو ''میلاد النبی'' کا عنوان دیا جانے لگا ہے۔

بعض لوگ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ ربیع الاول کی مخصوص تاریخ میں میلاد النبی سے منع کرنے والے، دراصل ذکرِ رسول سے منع کرتے ہیں، حالانکہ یہ بات حقیقت کے مطابق نہیں، بھلا ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے منع کیا جا سکتا ہے، ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسی عبادت ہے کہ نماز جیسے اہم فریضہ میں بھی درود وسلام کو مستقل حیثیت دے کر نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کے ذکر کو شامل کر دیا گیا ہے، پھر پانچوں وقت دنیا بھر میں رات ودن نمازوں کے لیے اذان اور تکبیر ہوتی ہے، جس میں ''اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللہِ'' موجود ہے، جس کو مؤذن، مکبر اور سننے والے سب پڑھتے اور سنتے ہیں، اور یہ تو وہ موقعہ ہے جس میں ہر خاص وعام سب شامل ہیں اور جو طالبِ علم حدیث شریف پڑھتے ہیں، وہ تو ہر وقت ذکرِ رسول میں مشغول رہتے ہیں کہ ''قال اللہ وقال الرسول'' اور درود شریف پڑھنے اور سننے میں اکثر وبیشتر وقت گزرتا ہے۔

اسی لئے ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ کے نزدیک میلاد النبی جائز ہے، یا ناجائز ہے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا تھا کہ ہم تو ہر وقت میلادُ النبی میں مشغول ہوتے ہیں، اس لئے کہ ہر وقت کلمہ لآ الٰہ الااللہ محمدرسول اللہ پڑھتے ہیں، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا نہ ہوتے تو ہم یہ کلمہ کہاں پڑھتے (ماخوذ از وعظ ''السرور'' ملقب بہ ارشاد العباد فی عید المیلاد، حکیم الامت رحمہ اللہ بتغیر کثیر) [1]

---

[1] لم يثبت أن النبى صلى الله عليه وسلم، احتفل بليلة مولده ولا مولد غيره، وخير الهدى هدى محمد صلى الله عليه وسلم، وهذا يدل على أن هذه الليلة لا مزية لها على غيرها، ولو كان لها مزية لاختصت بتلك الليلة التى ولد فيها دون أن يتجاوز الفضل إلى غيرها من السنوات التى بعدها، ولو أنه ولد فى مثلها، ولقد أكمل الله الدين بإبلاغ النبى صلى الله عليه وسلم، ولو كان هذا الاحتفال مشروعًا وسُنة ولم يبينه النبى صلى الله عليه وسلم، ولا فَعله ولا حث عليه لكان الدين فى زمنه ناقصًا، ولكان قد أخفى عن أمته وما يجب عليه إبلاغه وبيانه، وقد ثبت عنه صلى الله عليه، أنه قال "مَن أحدث فى أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد" . ولا شك أن إقامة هذا الاحتفال فى ليلة المولد حدث بعده صلى الله عليه وسلم، وأضيف إلى شرعه وليس من الدين فى شىء، فهو بدعة وكل بدعة ضلالة، ولم يفعله النبى صلى الله عليه وسلم، ولا خلفاؤه الراشدون ولا أئمة الدين بعدهم، وإنما فعله بعض الرافضة فى القرن الرابع الهجرى وقصدُهم بذلك إحياء العادات الجاهلية، وتضليل المسلمين، فتتابع عليها الكثير من أهل تلك القرون، والجمهور على إنكارها ومعلوم أن محبة النبى صلى الله عليه وسلم، واجبة على كل مسلم ويجب استحضارها طوال العام، ولا تكون فى ليلة واحدة كل عام، وأن محبته تقتضى طاعته والسير على نهجه، فمن فعل ذلك فهو من أمته وأتباعه، ومن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن ذکر کی کئی صورتیں اور قسمیں ہیں ایک ذکر تو زبانی ہے کہ زبان سے ذکرِ خیر کیا جائے اور ایک ذکرِ عملی وفعلی ہے، یعنی اپنے افعال واعمال کو محبوب ومذکور (جس کا ذکرِ خیر کیا جارہا ہے) کے مطابق بنایا جائے، تاکہ اپنے ہر ہر عمل اور ادا سے محبوب کی یاد تازہ، بلکہ زندہ اور شائع ہو۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

تعبّد بما لم يشرعه فقد خالف سنته وطريقته وأضاف إلى دينه ما ليس منه ، وليس ليلة الميلاد أفضل من ليلة نزول الوحى وليلة الإسراء والمعراج وليلة الهجرة وليلة غزوة بدر وغيرها من الليالى ، فكلهن حصل فيها نفع وخير للمسلمين ، ولم يُنقل أن أحدًا احتفل بها ولا خصّصها بإحياء أو عبادة ، وهم سلف الأمة وأهل القدوة الحسنة لا مَن خالف طريقهم.الشيخ ابن جبرين (فتاوى إسلامية،لأصحاب الفضيلة العلماء،ج ا ص١٦٨ ،محبة النبى صلى الله عليه وسلم لا تكون فى ليلة واحدة، الجواب من الشيخ ابن جبرين)

[1] ذكر فيه حديثى أبى موسى وأبى هريرة وهما ظاهران فيما ترجم له والمراد بالذكر هنا الإتيان بالألفاظ التى ورد الترغيب فى قولها والاكثار منها مثل الباقيات الصالحات وهى سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله أكبر وما يلتحق بها من الحوقلة والبسملة والحسبلة والاستغفار ونحو ذلك والدعاء بخيرى الدنيا والآخرة .ويطلق ذكر الله أيضا ويراد به المواظبة على العمل بما اوجبه أو ندب إليه كتلاوة القرآن وقراءة الحديث ومدارسة العلم والتنفل بالصلاة .ثم الذكر يقع تارة باللسان ويؤجر عليه الناطق ولا يشترط استحضاره لمعناه ولكن يشترط ان لا يقصد به غير معناه وان انضاف إلى النطق الذكر بالقلب فهو أكمل فان انضاف إلى ذلك استحضار معنى الذكر وما اشتمل عليه من تعظيم الله تعالى ونفى النقائص عنه ازداد كمالا فان وقع ذلك فى عمل صالح مهما فرض من صلاة أو جهاد أو غيرهما ازداد كمالا فإن صحيح التوجه وأخلص لله تعالى فى ذلك فهو ابلغ الكمال وقال الفخر الرازى المراد بذكر اللسان الألفاظ الدالة على التسبيح والتحميد والتمجيد والذكر بالقلب التفكر فى أدلة الذات والصفات وفى أدلة التكاليف من الأمر والنهى حتى يطلع على احكامها وفى أسرار مخلوقات الله والذكر بالجوارح هو ان تصير مستغرقة فى الطاعات ومن ثم سمى الله الصلاة ذكرا فقال فاسعوا إلى ذكر الله ونقل عن بعض العارفين قال الذكر على سبعة انحاء فذكر العينين بالبكاء وذكر الأذنين بالاصغاء وذكر اللسان بالثناء وذكر اليدين بالعطاء وذكر البدن بالوفاء وذكر القلب بالخوف والرجاء وذكر الروح بالتسليم والرضاء (فتح البارى -لابن حجر،ج ١١ ص ٢٠٩،كتاب الدعوات،باب فضل ذكر الله عز و جل)

اور اگر غور کیا جائے تو اس دوسری قسم کا درجہ پہلی قسم سے اعلیٰ اور افضل ہے، اس لئے کہ زبان سے تو بہت سے لوگ محبت کے دعوے کر دیتے ہیں، لیکن جب عمل کا نمبر آتا ہے، تو اس میں پورے اترنے والے کم ہی نظر آتے ہیں۔

زبانی ذکر، اگر دعویٰ ہے، تو عملی وفعلی ذکر، اس دعوے کی دلیل ہے، اگر کسی کے پاس اپنے دعوے پر دلیل نہ ہو، تو اس کا دعویٰ معتبر نہیں سمجھا جاتا۔

پھر جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف جسمانی ولادت کے تذکرہ کو میلاد النبی کا نام دیتے ہیں اور باقی چیزوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں، انہیں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ولادت باسعادت تو ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی، اور ایک ولادت باسعادت اس کے چالیس سال بعد ہوئی۔

پہلی ولادت، جسمانی تھی اور دوسری ولادت، روحانی تھی، یہ دوسری ولادت وہ تھی، جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو باضابطہ اور باقاعدہ نبی اور پیغمبر قرار دیا گیا۔

چالیس سال پہلے ربیع الاول کے مہینے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال دنیا میں ظاہر ہوا اور چالیس سال کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ظاہر ہوا۔

تو ایک جمال کی حیثیت سے ولادت ہے اور ایک کمال کی حیثیت سے ولادت ہے۔

چالیس سال پہلے ربیع الاول کے مہینے میں آپ ''محمد بن عبداللہ'' کی حیثیت سے ظاہر ہوئے اور چالیس سال بعد ''محمد رسول اللہ'' کی حیثیت سے ظاہر ہوئے۔

پہلی مرتبہ ''ابن عبداللہ'' اور دوسری مرتبہ ''رسول اللہ'' کی حیثیت سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔

پہلی ولادت میں صورتِ مبارکہ کا ظہور ہوا، اور دوسری ولادت میں سیرتِ طیبہ کا ظہور ہوا۔

دونوں ہی ولادتیں پورے عالم کے لئے بہت بڑی نعمت ہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے حسین وجمیل کی نظیر بھی نہیں پائی جاتی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جیسے

صاحبِ کمال کی نظیر بھی نہیں پائی جاتی۔

لیکن عام طور سے لوگ جسمانی ولادت کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور اسی ولادت کے ذکر کو ''ذکرِ میلاد وغیرہ'' کہتے ہیں۔

حالانکہ یہ تو میلاد کا ابتدائی درجہ ہے، حقیقی درجہ تو چالیس سال بعد کی روحانی ولادت کا ہے۔

اس لئے کہ پہلی ولادت میں ہمارے لئے عمل کا کوئی نمونہ نہیں، یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی ولادت میں آپ کے حسن و جمال وغیرہ کا بیان آتا ہے کہ مثلاً آپ کا چہرۂ انور ایسا تھا اور قد وقامت، انگلیاں، بال مبارک وغیرہ ایسے تھے، وغیرہ وغیرہ۔

اس میں ہمارے لئے خوشی، شکر اور فرح کا تو موقع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کو وہ حسن وجمال اور موزونیت عطاء فرمائی کہ کسی دوسرے کا اس سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا، لیکن اس کے باوجود، اگر ہم یہ چاہیں کہ اپنے چہرے، قد وقامت وغیرہ کو اُس طرح کی خلقت والا بنالیں، جیسی خلقت و پیدائش نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی، تو یہ چیز ہمارے اختیار میں نہیں۔

اور دوسری ولادت میں ہمارے لئے عملی نمونے موجود ہیں، جن کی اتباع کا ہم کو حکم دیا گیا ہے اور ان کی پیروی کر کے ہم دنیا وآخرت کی کامیابی اور سرخروئی حاصل کر سکتے ہیں، مثلاً ایمان اور عقائد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا اتباع کریں اور اپنے اعمال، نماز روزہ وغیرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اپنائیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اخلاق اپنے اندر اختیار کریں، لیکن کیونکہ پہلی ولادت کے ذکر میں عمل کی پابندی سامنے نہیں ہوتی اور کچھ کرنا کرانا نہیں پڑتا، بلکہ اس میں زیادہ سے زیادہ خوش ہو کر کھانا یا مٹھائی وغیرہ بانٹ اور کھالی جاتی ہے، شور وشغب ڈال لیا جاتا ہے بلکہ گا بجا بھی کیا جاتا ہے اور دوسری ولادت میں ذمہ داریاں بڑھتی ہیں اور عملی چیزیں سامنے آتی ہیں، اس لئے اس کے ذکر کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی، حالانکہ پہلی ولادت بھی دراصل دوسری ولادت ہی کے لئے ایک ذریعہ تھی اور مقصود دوسری ولادت (یعنی نبوت) تھی (ماخوذ از ''خطباتِ حکیم الاسلام'' ج ا، وعظ مسمّٰی ''محمد ابن عبداللہ سے محمد رسول اللہ تک'' بتغیر وتلخص)

اور بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور آپ کا وجودِ مبارک پورے انسانوں بلکہ تمام عالَم کے لئے اللہ کی طرف سے بہت بڑی نعمت اور رحمت ہے، مگر وہ آپ کی بعثت اور نبوت کے مقاصد کی وجہ سے ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ (سورة الانبياء، رقم الآية ۱۰۷)

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر رحمت بنا کر عالمین کے لئے (سورہ نساء)

وہ مہربانی اور اللہ کی رحمت یہ ہے کہ لوگ رسول سے ان مضامین کو قبول کریں اور ہدایت کے ثمرات حاصل کریں۔

اور قرآن مجید ہی میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِکَ فَلْيَفْرَحُوْا ط هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ

(سورة يونس، رقم الآية ۵۸)

''آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے، پس چاہیے کہ خوش ہوں، لوگ، یہ بہتر ہے، ان چیزوں سے جو جمع کرتے ہیں وہ لوگ'' (سورہ یونس)

اس آیت میں دو چیزوں کو فرحت ومسرت کا سامان قرار دیا گیا ہے۔

ایک فضل۔ دوسرے رحمت۔ ان دونوں سے کیا مراد ہے؟

اس بارے میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔

جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے فضل سے کتابُ اللہ اور اسلام، اور رحمت سے مراد اس پر مرتب ہونے والی فضیلتیں ونعمتیں ہیں، جن میں ہدایت، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اور جنت وغیرہ سب داخل ہیں۔ [1]

---

[1] قال الزمخشری عن أبی بن کعب: أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قرأ: قل بفضل الله وبرحمته فقال: بکتاب الله والإسلام فضله الإسلام، ورحمته ما وعد علیهاانتهی .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَاتَفْرَحْ اِنَّ اللہَ لَایُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ (سورة القصص ، رقم الآية ٧٦)

ترجمہ: تم خوشی میں مست مت ہو (یعنی اتراؤ نہیں) بے شک اللہ، اترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا (سورہ قصص)

یہاں ایسے خوش ہونے سے منع کیا گیا ہے جس کا تعلق دنیوی ساز و سامان سے ہو، یا اس میں بدمست ہو جائے اور شرعی حدود سے تجاوز کرے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولو صح هذا الحديث لم يمكن خلافه .قال ابن عباس، والحسن، وقتادة، وهلال بن يساف: فضل الله الإسلام، ورحمته القرآن .وقال الضحاک وزيد بن أسلم عكس هذا، وقال أبو سعيد الخدرى: الفضل القرآن، والرحمة أن جعلهم من أهله.

وقال ابن عباس فيما روى الضحاک عنه: الفضل العلم والرحمة محمد صلى الله عليه وسلم.

وقال ابن عمر: الفضل الإسلام، والرحمة تزيينه فى القلوب.

وقال مجاهد: الفضل والرحمة القرآن، واختاره الزجاج .وقال خالد بن معدان: الفضل القرآن، والرحمة السنة .وعنه أيضا أن الفضل الإسلام، والرحمة الستر .وقال عمرو بن عثمان: فضل الله كشف الغطاء، ورحمته الرؤية واللقاء .وقال الحسين بن فضل: الفضل الإيمان، والرحمة الجنة.

وقيل: الفضل التوفيق، والرحمة العصمة .وقيل: الفضل نعمه الظاهرة، والرحمة نعمه الباطنة.

وقال الصادق: الفضل المغفرة، والرحمة التوفيق.

وقال ذو النون: الفضل الجنان، ورحمته النجاة من النيران .وهذه تخصيصات تحتاج إلى دلائل، وينبغى أن يعتقد أنها تمثيلات، لأن الفضل والرحمة أريد بهما تعيين ما ذكر وحصرهما فيه.

وقال ابن عطية: وإنما الذى يقتضيه اللفظ ويلزم منه أن الفضل هو هداية الله إلى دينه والتوفيق إلى اتباع الشرع، والرحمة هى عفوه وسكنى جنته التى جعلها جزاء على اتباع الإسلام والإيمان .

ومعنى الآية: قل يا محمد لجميع الناس بفضل الله وبرحمته فليقع الفرح منكم، لا بأمور الدنيا وما يجمع من حطامها(تفسير البحر المحيط ، ج٦ ص ٧٤،٧٥، تحت آيت ٥٨من سورة يونس)

[1] وقوله: إذ قال له قومه لا تفرح إن الله لا يحب الفرحين أى وعظه فيما هو فيه صالحو قومه، فقالوا على سبيل النصح والإرشاد: لا تفرح بما أنت فيه، يعنون لا تبطر بما أنت فيه من المال، إن الله لا يحب الفرحين قال ابن عباس: يعنى المرحين .وقال مجاهد: يعنى الأشرين البطرين الذين لا يشكرون الله على ما أعطاهم(تفسير ابنِ كثير، ج٦ص٢٢٨، تحت رقم الآية ٧٦ من سورة القصص)

ولا تنافى بين الأمر بالفرح هنا وبين النهى عنه فى قوله :(لا تفرح إن الله لا يحب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورآج کل رسمی میلاد کے جلسے اورجلوسوں میں جوجشن کے طوروطریقے اختیار کیے جاتے ہیں اوّل تو وہ خود ہی شرعی حدود کے مطابق نہیں،اوراس طرح کی خوشی سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے،جس میں انسان مست ہوجائے اوراس میں شرعی حدود سے تجاوز ہو۔

دوسرے اس موقع پرصرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اورآپ کے حسن وجمال اورمعجزوں وغیرہ کے ذکرکوکافی سمجھا جاتا ہے،جبکہ صرف یہ چیزیں نبوت کے بعثت کے مقاصد میں سے نہیں۔

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ مقاصد ہیں،جوکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وظائف (یعنی فرضِ منصبی) کہلاتے ہیں۔

اوروہ یہ ہیں:

(1)......قرآن مجید کی تلاوت(2)......قرآن مجید کی تعلیم وتشریح(3)......اپنی تعلیمات کوروبہ عمل لانے کے لئے لوگوں کی عملی تربیت(4)......دینی رہنمائی پر مبنی حکمت ودانائی کی تعلیم دینا۔

چنانچہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کابقیہ حاشیہ﴾

الفرحين) لاختلاف المتعلق ، فالمأمور به هنا الفرح بفضل الله وبرحمته ، والمنهى هناك الفرح بجمع الأموال لرئاسة الدنيا وإرادة العلو بها والفساد والأشر ، ولذلک جاء بعده :(وابتغ فيما آتاک الله الدار الآخرة ولا تنس نصيبک من الدنيا) وقبله :(إن قارون كان من قوم موسى فبغى عليهم) وقوله :(لفرح فخور) جاء ذلک على سبيل الذم لفرحه بإذاقة النعماء بعد الضراء ، ويأسه وكفرانه للنعماء إذا نزعت منه ، وهذه صفة مذمومة ، وليس ذلک من أفعال الآخرة .وقول من قال :إنه إذا أطلق الفرح كان مذموماً ، وإذا قيد لم يكن مذموماً كما قال :(فرحين بما آتاهم الله من فضله) ليس بمطرد ، إذ جاء مقيداً فى الذم فى قوله تعالى :(حتى إذا فرحوا بما أوتوا أخذناهم بغتة) وإنما يمدح الفرح ويذم بحسب متعلقه ، فإذا كان بنيل ثواب الآخرة وإعمال البر كان محموداً ، وإذا كان بنيل لذات الدنيا وحطامها كان مذموماً (تفسير البحرالمحيط،ج٦ص ٧٤ ، تحت رقم الآية ٥٨من سورة يونس)

كَمَآ اَرْسَلْنَافِيْكُمْ رَسُوْلًامِنكُمْ يَتلُوْا عَلَيْكُمْ ايٰتِنَاوَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّالَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (سورة البقرة، رقم الآية ١٥١)

ترجمہ: جس طرح بھیجا ہم نے، رسول کو تم میں، جو تلاوت کرتا ہے، تم پر ہماری آیات کی اور پاک کرتا ہے تم کو اور تعلیم دیتا ہے تم کو کتاب کی اور حکمت کی اور تعلیم دیتا ہے، تم کو ان چیزوں کی کہ تم ان کو نہیں جانتے تھے (سورہ بقرہ)

سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْبَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًامِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ ايٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ .وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ(سورة آل عمران ، رقم الآية ١٦٤)

ترجمہ: البتہ یقیناً احسان کیا اللہ نے مومنوں پر، جب بھیجا ان میں رسول، ان ہی میں سے، جو تلاوت کرتا ہے، ان پر اس (اللہ) کی آیات کی، اور تزکیہ کرتا ہے، ان کا، اور تعلیم دیتا ہے، ان کو کتاب کی اور حکمت کی، اگرچہ تھے وہ، اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں (سورہ آلِ عمران)

اور سورہ جمعہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

هُوَالَّذِىْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ ايٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ.وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ

(سورة الجمعة ، رقم الآية ٢)

ترجمہ: وہی ہے جس نے بھیجا، غیر پڑھے لکھوں میں رسول کو ان میں سے، جو تلاوت کرتا ہے، ان پر اس کی آیات کی، اور تزکیہ کرتا ہے ان کا، اور تعلیم دیتا ہے، ان کو کتاب کی اور حکمت کی، اگرچہ تھے وہ، اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں (سورہ جمعہ)

یہی وہ مقاصد ہیں جن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سونپے جانے کی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس طرح فرمائی تھی کہ:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ (سورة البقرة، رقم الآية ١٢٩)

ترجمہ: اے ہمارے رب اور بھیج دیجیے ان میں رسول کو ان میں سے جو تلاوت کرے، ان پر آپ کی آیات کی اور تعلیم دے، ان کو کتاب کی اور حکمت کی اور تزکیہ کرے ان کا (سورہ بقرہ)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا مقصود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد ہیں اور یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت وبعثت پر خوش ہونے کی اصل وجوہات ہیں اور ان کا تعلق عملی زندگی سے ہے۔

پس ان مقاصد کو اپنی عملی زندگی کے ذریعہ سے بروئے کار لانا چاہیئے، اور انہی مقاصد کے لئے جدوجہد کرنی چاہیئے۔

لیکن آج کل حال یہ ہے کہ میلاد النبی کے نام پر جشن منانے والے بہت سے لوگوں نے عموماً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے اصل مقاصد کو تو نظر انداز کردیا ہے اور صرف آپ کی ولادت پر رسمی خوشی کے اظہار کو کافی سمجھ لیا، اور اس میں بھی کئی گناہوں کو شامل کرلیا ہے۔

اور اوپر سے یہ ظلم کیا کہ اگر کسی کی طرف سے اس رسمی وغیر شرعی میلاد سے منع کیا جاتا ہے، تو اس کو ذکرِ رسول کے انکار پر محمول کیا جاتا ہے، اور اس کی بنیاد پر آپس میں انتشار وتفریق کو ہوا دی جاتی ہے، کہیں گستاخِ رسول کا عنوان دیا جاتا ہے، تو کہیں کچھ اور۔

علمائے دیوبند کی طرف سے متعدد علماء کی تصدیق وتصویب کے ساتھ ایک رسالہ ''المہند علی المفند'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اس میں درجِ ذیل مضمون شامل ہے:

حاشا! کہ ہم تو کیا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں کہ آنحضرت کی ولادتِ شریفہ کا ذکر

بلکہ آپ کی جوتوں کے غبار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح و بدعتِ سیئہ یا حرام کہے، وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا سا بھی علاقہ (اور تعلق) ہے، ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے، خواہ ذکرِ ولادتِ شریفہ ہو، یا آپ کے بول و براز، نشست و برخاست اور بیداری و خواب کا تذکرہ ہو، جیسا کہ ہمارے رسالہ براہینِ قاطعہ میں متعدد جگہ بصراحت مذکور اور ہمارے مشائخ کے فتوے میں مسطور ہے، چنانچہ شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ دہلوی مہاجر مکی کے شاگرد مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمہ اللہ (کی تحریر) کا عربی میں ترجمہ کرکے ہم نقل کرتے ہیں، تاکہ سب کی تحریرات کا نمونہ بن جائے۔ مولانا سے کسی نے سوال کیا تھا کہ مجلسِ میلاد شریف کس طریقہ سے جائز ہے اور کس طریقے سے ناجائز؟ تو مولانا نے اس کا یہ جواب لکھا کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریف کا ذکر صحیح روایات سے ان اوقات میں جو عباداتِ واجبہ سے خالی ہوں۔ ان کیفیات سے جو صحابۂ کرام اور ان اہلِ قرونِ ثلاثہ کے طریقے کے خلاف نہ ہوں، جن کے خیر ہونے کی شہادت حضرت (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے دی ہے، ان عقیدوں سے جو شرک و بدعت کے موہم (یعنی شبہ پیدا کرنے والے) نہ ہوں، ان آداب کے ساتھ، جو صحابہ کی اس سیرت کے مخالف نہ ہوں، جو حضرت (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارشاد "مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ" کی مصداق ہے، ان مجالس میں جو منکراتِ شرعیہ سے خالی ہوں، سبب خیر و برکت ہے، بشرطیکہ صدقِ نیت اور اخلاص اور اس عقیدہ سے کیا جاوے کہ یہ بھی منجملہ دیگر اذکارِ حسنہ کے ذکرِ حسن ہے، کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہیں۔

پس جب ایسا ہوگا، تو ہمارے علم میں کوئی مسلمان بھی اس کے ناجائز یا بدعت

ہونے کا حکم نہ دے گا الخ۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ ہم ولادتِ شریفہ کے منکر نہیں، بلکہ ان ناجائز امور کے منکر ہیں، جو اس کے ساتھ مل گئے ہیں، جیسا کہ ہندوستان کے مولود کی مجلسوں میں آپ نے خود دیکھا ہے کہ (1) واہیات، موضوع روایات بیان ہوتی ہیں (2) مَردوں عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے (3) چراغوں کے روشن کرنے (4) اور دوسری آرائشوں میں فضول خرچی ہوتی ہے (5) اور اس مجلس کو واجب سمجھ کر جو شامل نہ ہو، اس پر طعن وتکفیر ہوتی ہے (6) اس کے علاوہ اور منکراتِ شرعیہ ہیں ، جن سے شاید ہی کوئی مجلسِ میلاد خالی ہو، پس اگر مجلسِ مولود، منکرات سے خالی ہو، تو حاشا کہ ہم یوں کہیں کہ ذکرِ ولادتِ شریفہ، ناجائز اور بدعت ہے اور ایسے قولِ شنیع کا کسی مسلمان کی طرف کیوں کر گمان ہوسکتا ہے، پس ہم پر یہ بہتان جھوٹے ملحد دجالوں کا افتراء ہے۔ خدا ان کو رسوا کرے اور ملعون کرے، خشکی وتری، نرم وسخت زمین میں (المہند علی المفند یعنی عقائد علماء اہل سنت دیو بند ص ۶۴ تا ۶۷)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

مثلاً ربیع الاول کہ کوئی حکم اس کے متعلق نہیں، بعض لوگوں نے مولود (میلاد) کو اس میں ضروری کر لیا ہے اور اگر کوئی منع کرتا ہے، تو کہتے ہیں کہ ذکرِ رسول سے منع کرتے ہیں، اس کی مثال تو ایسی ہے کہ کوئی نماز پڑھے نجس (یعنی ناپاک) کپڑوں سے، تو اسے منع کریں گے کہ نماز نہ ہوگی، بلکہ گناہ ہوگا، نیکی برباد، گناہ لازم۔

نعوذ باللہ جنابِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے کون منع کرتا ہے، یہ تو تہمت ہے، بلکہ بے طریقہ ہونے کی وجہ سے منع کرتے ہیں، اس کا معیار ہمارے پاس صحابہ کا طریقہ ہے، چنانچہ اُس زمانہ میں ذکرِ شریف ہوتا تھا، نہ مٹھائی

کی قید تھی، نہ اس طور پر فرش وفروش وروشنی وغیرہ کا اہتمام تھا، نہ کوئی خاص زمانہ مقرر تھا، نہ کوئی قیام کرتا تھا، بلکہ شوق ومحبت سے ذکر کرتے تھے (خطباتِ حکیم الامت ج۴ص۴۱۳، وعظ ''الوقت'' مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر اگر ہر طرح کی بدعات ورسوم اور منکَرات وخرافات سے بچ کر کیا جائے، تو یہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے، لیکن اس کا طریقہ خلافِ شریعت اختیار کیا جائے، اور اس میں منکرات شامل کر لئے جائیں، یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد کو یکسر نظر انداز کر دیا جائے، تو وہ قابلِ اصلاح ہو جاتا ہے، اور اہلِ حق انہی بے اعتدالیوں اور غلط چیزوں سے یا ان کی وجہ سے منع کرتے ہیں، جن کا تفصیل کے ساتھ ان شاء اللہ تعالیٰ آگے تذکرہ آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فہمِ صحیح اور سلیم عطا فرمائے، اور بے جا تعصب سے حفاظت نصیب فرمائے۔ آمین۔

(باب نمبر 1)

رسمی ’’میلاد‘‘ کے منکرات

مندرجہ بالا تفصیل کی روشنی میں حقیقی اور رسمی میلاد کا فرق اصولی طور پر واضح ہوگیا۔

اب مروَّجہ رسمی میلاد کے متعلق پائی جانے والی مختلف خرابیوں کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

آج کل رسمی میلاد النبی منانے والوں نے اس کا نام ’’جشنِ عید میلاد النبی‘‘ رکھا ہوا ہے، یعنی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا جشن یا ولادت کی عید۔

(1)......رسمی ’’میلاد‘‘ ایک نو ایجاد عمل

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد، یعنی ولادت باسعادت کے بعد آپ کی دنیوی حیاتِ طیبہ میں تقریباً باسٹھ 62 مرتبہ اور نبوت عطا ہونے کے بعد تیئیس 23 مرتبہ اور مدنی زندگی میں دس 10 مرتبہ، ربیع الاول کا مہینہ لوٹ لوٹ کر آیا، لیکن اس پورے عرصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ خود اپنی اس میلاد کا اہتمام کیا اور نہ دوسروں کو اس کا حکم یا ترغیب دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے لاکھوں جان نثار صحابہ کا نمبر آتا ہے، ان میں سے بھی کسی ایک صحابی سے یہ عمل، ثابت نہیں۔ جبکہ صحابۂ کرام کی پوری زندگی سیرتِ طیبہ اور محبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رچی ہوئی ہے، ان کا ہر دن سیرتِ طیبہ کا دن ہے، ان کا ہر لمحہ سیرتِ طیبہ کا لمحہ ہے، ان کا ہر کام سیرتِ طیبہ کا کام ہے۔

اور خلفائے راشدین کا دور تو وہ ہے، جس میں عوامی اور حکومتی سطح پر بھی کوئی قانون بنانے اور اجتماعی عمل انجام دلوانے کے لئے کوئی رکاوٹ نہ تھی۔

پھر اس کے بعد تابعین اور تبعِ تابعین کا دور ہے، جس میں بڑے بڑے فقہائے کرام، محدثینِ

عظام اور اولیاء اللہ رحمہ اللہ موجود ہیں، ان کو بھی اس رسمی میلاد کے انجام دینے کی ضرورت پیش نہ آئی، اور اسی طرح سلفِ صالحین نے کبھی یہ میلاد کی محفلیں نہیں سجائیں، اس لئے کہ وہاں پوری عملی زندگی شریعت کے ڈھانچے اور سانچے میں ڈھلی ہوئی ہونے کی وجہ سے ”ہر روز روزِ عید اور ہر شب شبِ برأت“ کا مصداق تھا۔

ظاہر ہے کہ جب ان کی پوری زندگی ”سیرتُ النبی“ کے سانچے میں ڈھلی ہوتی تھی، جب ان کی ہر محفل ومجلس کا موضوع ہی سیرتِ طیبہ تھا اور جب ان کا ہر قول وعمل سیرتُ النبی کا مدرسہ تھا، تو ان کو اس طرح کے جلسوں کی نوبت کب آسکتی تھی۔

بہر حال خیر القرون اور اس کے بعد اس رسم کا کہیں مسلمانوں میں رواج نہ تھا، لیکن جوں جوں زمانہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور سے دوری اور بُعد ہوتا گیا، عمل کے بجائے قول کا اور کردار کے بجائے گفتار کا سکہ چلنے لگا۔

تو عملی زندگی کا سلسلہ کمزور ہوگیا، اور اس کے بجائے رسمی چیزوں کو ایجاد کرلیا گیا، انہی رسمی چیزوں میں سے مروجہ میلادالنبی کی رسم بھی ہے۔

بعض اہلِ علم کی تحقیق کے مطابق میلادالنبی کی رسم کی ایجاد ساتویں صدی ہجری میں ہوئی۔[1]

---

[1] اور بعض اہلِ علم نے اس کا موجِد ”صاحبِ اربل مظفرالدین کوکبری اور ابنِ دحیہ“ کو قرار دیا ہے۔ البتہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی تعبیر مختلف بیان کی ہے، علاوہ ازیں ابنِ دحیہ کی محدثین نے توصیف بھی کی ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک ابنِ دحیہ کو اس رسم کا اصل موجِد قرار دینا درست نہیں، اگرچہ بعض اہلِ علم نے میلاد کے موجدین میں ان کا نام لکھ دیا ہے، اور ان پر سخت ترین نکیر بھی کی ہے، لیکن ہمیں اس موقف سے اتفاق نہ ہوسکا۔ محمد رضوان

فيها مات الملك المعظم مظفر الدين كوكبرى بن زين الدين على كوجك، ملك إربل، في تاسع عشرى شعبان عن أربع وثمانين سنة، وكان يهتم بعمل المولد النبوى فى كل سنة اهتماماً زائداً، فتسلم إربل من بعده نواب الخليفة، وصارت مضافة إلى مملكة بغداد(السلوك لمعرفة دول الملوك، للمقريزى، ج ا ص ٣٦٨، سنة ثلاثين وستمائة)

صاحب إربل كوكبرى بن على التركمانى :السلطان الدين، الملك المعظم، مظفر الدين، أبو سعيد كوكبرى بن على بن بكتكين بن محمد التركمانى، صاحب إربل، وابن صاحبها وممصرها الملك زين الدين على كوجك......وأبان مظفر الدين عن شجاعة يوم حطين، وبين، فوفد أخوه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بہرحال خواہ ''میلادُ النبی'' کی یہ رسم ساتویں صدی میں ایجاد ہوئی ہو، یا اس کے بعد، اور خواہ اس کا موجِد کوئی بھی ہو، اس میں شک نہیں کہ خیر القرون کے دور میں اس کا وجود نہیں ملتا، اور اس رسم کے نو ایجاد عمل ہونے میں شبہ نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

صاحب إربل على صلاح الدين نجدة، فتمرض، ومات على عكا، فأعطى السلطان مظفر الدين إربل وشهرزور، واسترد منه حران والرها.

وكان محبا للصدقة، له كل يوم قناطير خبز يفرقها، ويكسو فى العام خلقا ويعطيهم دينارا ودينارين، وبنى أربع خوانک للزمنى والأضراء، وكان يأتيهم كل اثنين وخميس، ويسأل كل واحد عن حاله، ويتفقده، ويباسطه، ويمزح معه.

وبنى دارا للنساء، ودارا للأيتام، ودارا للقطاء، ورتب بها المراضع.

وكان يدور على مرضى البيمارستان.

وله دار مضيف ينزلها كل وارد، ويعطى كل ما ينبغى له.

وبنى مدرسة للشافعية والحنفية، وكان يمد بها السماط، ويحضر السماع كثيرا، لم يكن له لذة فى شيء غيره.

وكان يمنع من دخول منكر بلده، وبنى للصوفية رباطين، وكان ينزل إليهم لأجل السماعات.

وكان فى السنة يفتک أسرى بجملة، ويخرج سبيلا للحج، ويبعث للمجاورين بخمسة آلاف دينار، وأجرى الماء إلى عرفات .

وأما احتفاله بالمولد ، فيقصر التعبير عنه؛ كان الخلق يقصدونه من العراق والجزيرة، وتنصب قباب خشب له ولأمرائه وتزين، وفيها جوق المغاني واللعب، وينزل كل يوم العصر، فيقف على كل قبة ويتفرج، ويعمل ذلک أياما، ويخرج من البقر والإبل والغنم شيئا كثيرا، فتنحر، وتطبخ الألوان، ويعمل عدة خلع للصوفية، ويتكلم الوعاظ فى الميدان، فينفق أموالا جزيلة.

وقد جمع له ابن دحية (كتاب المولد) ، فأعطاه ألف دينار.

وكان متواضعا، خيرا، سنيا، يحب الفقهاء والمحدثين، وربما أعطى الشعراء، وما نقل أنه انهزم فى حرب، وقد ذكر هذا وأمثاله ابن خلكان، واعتذر من التقصير.

مولده: فى المحرم ، سنة تسع وأربعين وخمس مائة، بإربل.

قال ابن الساعى: طالت عليه مداراة أولاد العادل، فأخذ مفاتيح إربل وقلاعها، وسلم ذلک إلى المستنصر، فى أول سنة ثمان وعشرين.

قال: فاحتفلوا له، واجتمع بالخليفة، وأكرمه، وقلده سيفين ورايات وخلعا وستين ألف دينار.

وقال سبط الجوزى : كان مظفر الدين ينفق فى السنة على المولد ثلاث مائة ألف دينار، وعلى الخانقاه مائتى ألف دينار، وعلى دار المضيف مائة ألف .وعد من هذا الخسف أشياء(سير أعلام النبلاء للذَهَبى، ج ٢٢ ص ٣٣٤ الیٰ ٣٣٦، رقم الترجمة ٢٠٥)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

علامہ ابنِ حاج رحمہ اللہ اس رسم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

وَمِنْ جُمْلَةِ مَا أَحْدَثُوْهُ مِنَ الْبِدَعِ مَعَ اِعْتِقَادِهِمْ أَنَّ ذٰلِکَ مِنْ أَکْبَرِ الْعِبَادَاتِ وَإِظْهَارِ الشَّعَآئِرِ مَا يَفْعَلُوْنَهُ فِيْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ مِنْ مَوْلِدٍ وَقَدْ احْتَوٰى عَلٰى بِدَعٍ وَّمُحَرَّمَاتٍ (المدخل، ج۲،ص۲،المرتبة الثانية المواسم التى ينسبونها إلى الشرع وليست منه،فصل فى مولد النبى والبدع المحدثة فيه)

ترجمہ: لوگوں کی ان بدعتوں اورنوایجاد باتوں میں سے، جن کو وہ بڑی عبادت سمجھتے ہیں اور جن کے کرنے کو شعائرِ اسلامیہ کا اظہار کہتے ہیں، ایک مجلسِ میلاد بھی ہے، جس کو وہ ماہِ ربیع الاول میں کرتے ہیں، جبکہ یہ بہت سی بدعات اور حرام کاموں پر مشتمل ہے (المدخل)

اس رسم کے تفصیلی مفاسداور موسیقی وغنا وغیرہ جیسے منکرات کا ذکر کرنے کے بعد علامہ ابنِ حاج فرماتے ہیں کہ:

وَهٰذِهِ الْمَفَاسِدُ مُرَكَّبَةٌ عَلٰى فَعْلِ الْمَوْلِدِ إِذَا عَمِلَ بِالسِّمَاعِ فَإِنْ خَلَا مِنْهُ وَعَمِلَ طَعَامًا فَقَطْ وَنَوَى بِهِ الْمَوْلِدَ وَدَعَا إِلَيْهِ الْإِخْوَانَ وَسَلِمَ مِنْ كُلِّ مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهٗ فَهُوَ بِدْعَةٌ بِنَفْسِ نِيَّتِهٖ فَقَطْ إِذْ أَنَّ ذٰلِکَ زِيَادَةٌ فِي الدِّيْنِ وَلَيْسَ مِنْ عَمَلِ السَّلَفِ الْمَاضِيْنَ وَاتِّبَاعُ السَّلَفِ أَوْلٰى بَلْ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ابن دحية أبو الخطاب عمر بن حسن الكلبى *

الشيخ، العلامة، المحدث، الرحال المتفنن، مجد الدين، أبو الخطاب عمر بن حسن بن على بن الجميل – واسم الجميل محمد – بن فرح بن خلف بن قومس بن مزلال بن ملال بن أحمد بن بدر بن دحية بن خليفة الكلبى، الدانى، ثم السبتى.

هكذا ساق نسبه، وما أبعده من الصحة والاتصال! وكان يكتب لنفسه: ذو النسبتين بين دحية والحسين(سير أعلام النبلاء،للذهبى، جزء۲۲، صفحه ۳۸۹، رقم الترجمة ۲۴۸)

أَوْجَبُ مِنْ أَنْ يَّزِيْدَ نِيَّةً مُخَالِفَةً لِمَا كَانُوْا عَلَيْهِ لِأَنَّهُمْ أَشَدُّ النَّاسِ اِتِّبَاعًا لِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَعْظِيْمًا لَهُ وَلِسُنَّتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَهُمْ قَدَمُ السَّبْقِ فِي الْمُبَادَرَةِ إِلٰى ذٰلِكَ وَلَمْ يُنْقَلْ عَنْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ أَنَّهُ نَوَى الْمَوْلِدَ وَنَحْنُ لَهُمْ تَبَعٌ فَيَسَعُنَا مَا وَسِعَهُمْ (المدخل، ج۲،ص۱۰، المرتبة الثانية المواسم التي ينسبونها إلى الشرع وليست منه،فصل في مولد النبي والبدع المحدثة فيه)

ترجمہ: اور اس مجلسِ میلاد پر یہ مفاسد، اس صورت میں مرتب ہوتے ہیں، جبکہ اس میں سماع ہو، سو اگر مجلسِ میلاد، سماع سے پاک ہو اور صرف بہ نیتِ مولود کھانا تیار کرلیا ہو اور بھائیوں اور دوستوں کو کھانے کے لئے بلایا جائے اور تمام مذکورہ بالا مفاسد سے محفوظ ہو، تب بھی وہ صرف اس (میلاد) کی نیت کی وجہ سے بدعت ہے اور دین کے اندر ایک جدید چیز کا اضافہ کرنا ہے، جو سلفِ صالحین کے عمل میں نہ تھا، حالانکہ اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنا اور ان کی پیروی کرنا ہی زیادہ بہتر، بلکہ واجب ہے، بہ نسبت اس کے کہ اس میں کوئی ایسی نیت زیادہ کی جائے، جو اس طریقہ کے مخالف ہو، جس پر سلفِ صالحین تھے، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرنے اور سنت کی تعظیم میں زیادہ مضبوط تھے، جس کی وجہ سے ان کو اس کی طرف سبقت ہونی چاہئے تھی، اور ان میں سے کسی سے یہ مولود ثابت نہیں، اور ہم ان کے بعد آنے والے ہیں، تو ہمارے لئے بھی اسی چیز کی گنجائش ہوگی، جس کو انہوں نے اختیار کیا (المدخل)

مطلب یہ ہے کہ جب میلاد کی مجلس میں سماع اور موسیقی وغنا وغیرہ کے مفاسد ہوں، تب تو اس کے گناہ ہونے میں شک نہیں، لیکن اگر ان گناہوں سے بچ کر صرف بنیتِ میلادالنبی مخصوص دن میں کھانا پکایا جائے، تب بھی یہ عمل سنت اور سلف سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے، بدعت

کے زمرہ میں آتا ہے۔

شیخ امام ابوحفص تاج الدین فاکہانی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 734ہجری) نے ’’المورد فی عمل المولد‘‘ کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں کہ:

أَمَّا بَعْدُ :فَقَدْ تَكَرَّرَ سُؤَالُ جَمَاعَةٍ مِّنَ الْمُبَارَكِيْنَ عَنِ الْاِجْتِمَاعِ الَّذِىْ يَعْمَلُهُ بَعْضُ النَّاسِ فِىْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ ، وَيُسَمُّوْنَهُ :اَلْمَوْلِدَ :هَلْ لَّهُ أَصْلٌ فِى الشَّرْعِ ؟ أَوْ هُوَ بِدْعَةٌ وَحَدَثٌ فِى الدِّيْنِ ؟

وَقَصَدُوا الْجَوَابَ عَنْ ذٰلِكَ مُبَيَّنًا ، وَالْإِيْضَاحَ عَنْهُ مُعَيَّنًا .

فَقُلْتُ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقِ :لَا أَعْلَمُ لِهٰذَا الْمَوْلِدِ أَصْلًا فِىْ كِتَابٍ وَّلَا سُنَّةٍ ، وَلَا يُنْقَلُ عَمَلُهُ عَنْ أَحَدٍ مِّنْ عُلَمَاءِ الْأُمَّةِ ، الَّذِيْنَ هُمُ الْقُدْوَةُ فِى الدِّيْنِ ، اَلْمُتَمَسِّكُوْنَ بِآثَارِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ ، بَلْ هُوَ بِدْعَةٌ أَحْدَثَهَا الْبَطَّالُوْنَ ، وَشَهْوَةُ نَفْسٍ اِغْتَنٰى بِهَا الْأَكَّالُوْنَ ، بِدَلِيْلِ أَنَّا إِذَا أَدَرْنَا عَلَيْهِ الْأَحْكَامَ الْخَمْسَةَ قُلْنَا :إِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ وَاجِبًا ، أَوْ مَنْدُوْبًا ، أَوْ مُبَاحًا ، أَوْ مَكْرُوْهًا ، أَوْ مُحَرَّمًا .

وَهُوَ لَيْسَ بِوَاجِبٍ إِجْمَاعًا ، وَلَا مَنْدُوْبًا ؛ لِأَنَّ حَقِيْقَةَ الْمَنْدُوْبِ :مَا طَلَبَهُ الشَّرْعُ مِنْ غَيْرِ ذَمٍّ عَلٰى تَرْكِهِ، وَهٰذَا لَمْ يَأْذَنْ فِيْهِ الشَّرْعُ ، وَلَا فَعَلَهُ الصَّحَابَةُ ، وَلَا التَّابِعُوْنَ وَلَا الْعُلَمَاءُ الْمُتَدَيِّنُوْنَ ـ فِيْمَا عَلِمْتُ ـ وَهٰذَا جَوَابِىْ عَنْهُ بَيْنَ يَدَىِ اللّٰهِ إِنْ عَنْهُ سُئِلْتُ .

وَلَا جَائِزَ أَنْ يَّكُوْنَ مُبَاحًا ؛ لِأَنَّ الْاِبْتِدَاعَ فِى الدِّيْنِ لَيْسَ مُبَاحًا بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ .

فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ مَكْرُوْهًا ، أَوْ حَرَامًا (المورد فی عمل المولد، ص۸ الیٰ ۱۰)

ترجمہ:اما بعد: بہت سے مبارک لوگوں کی طرف سے اس محفل کے بارے میں بار بار سوال کیا گیا ہے، جو بعض لوگ ربیع الاول کے مہینے میں انجام دیتے ہیں، اوراس کا نام میلاد رکھتے ہیں، کہ کیا اس کی شریعت میں کوئی بنیاد موجود ہے، یا یہ بدعت ہے، جو دین میں پیدا کی گئی ہے؟اور لوگ اس کا واضح جواب اور وضاحت چاہتے ہیں۔

پس میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ اس مولود کی کوئی بنیاد، اللہ کی کتاب اور سنت میں مجھے نہیں معلوم ہوئی، اور نہ ہی یہ عمل ان علمائے امت سے منقول ہے، جن کی دین میں پیروی کی جاتی ہے، اور وہ متقدمین کی روایات سے دلیل پکڑتے ہیں، بلکہ یہ بدعت ہے، جس کو باطل لوگوں نے ایجاد کیا ہے، اور نفس کی پیروی ہے، جس کو دنیا پرست لوگوں نے گھڑا ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ جب ہم شریعت کے پانچ احکام کا اس عمل کے تناظر میں جائزہ لیتے ہیں، تو ہم کہتے ہیں کہ یا تو یہ عمل واجب ہوگا، یا مستحب ہوگا، یا جائز ہوگا، یا مکروہ ہوگا، یا حرام ہوگا، اور اس پر تو اجماع ہے کہ یہ واجب نہیں، اور نہ ہی مستحب ہے، کیونکہ مستحب عمل کی حقیقت یہ ہے کہ جس کا شریعت نے مطالبہ کیا ہو، لیکن اس کے ترک کرنے پر کوئی برائی مرتب نہ کی ہو، اور یہ عملِ مولود ایسا عمل ہے کہ جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی، اور نہ ہی اس کو صحابہ نے کیا، اور نہ ہی تابعین نے، اور نہ ہی میری معلومات کے مطابق دیندار اہلِ علم نے کیا، اور یہ میرا جواب ہے، اللہ کی طرف سے اگر مجھ سے اس کا سوال کیا جائے۔

اور یہ بھی ممکن نہیں کہ یہ عمل جائز ہو، کیونکہ دین میں بدعت جائز نہیں ہوا کرتی، جس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔پس اب یہی صورت باقی رہی کہ یہ عمل مکروہ یا حرام ہو (المورد)

مطلب یہ ہے کہ میلاد النبی کی رسم شرعی دلائل سے ثابت نہیں، اور یہ رسم حرام یا کم از کم مکروہ ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَأَمَّا اِتِّخَاذُ مَوْسِمٍ غَيْرِ الْمَوَاسِمِ الشَّرْعِيَّةِ كَبَعْضِ لَيَالِي شَهْرِ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ الَّتِىْ يُقَالُ : إِنَّهَا لَيْلَةُ الْمَوْلِدِ أَوْ بَعْضِ لَيَالِي رَجَبٍ أَوْ ثَامِنُ عَشَرَ ذِى الْحِجَّةِ أَوْ أَوَّلُ جُمُعَةٍ مِنْ رَجَبَ أَوْ ثَامِنُ شَوَّالٍ الَّذِىْ يُسَمِّيْهِ الْجُهَّالُ عِيْدَ الْأَبْرَارِ فَإِنَّهَا مِنَ الْبِدَعِ الَّتِىْ لَمْ يَسْتَحِبَّهَا السَّلَفُ وَلَمْ يَفْعَلُوْهَا (مجموع الفتاوى،لابن تيمية، ج۲۵ ص۲۹۸،كتاب الصيام، وسئل:عمن يعمل كل سنة ختمة فى ليلة مولد النبى صلى الله عليه وسلم هل ذلك مستحب؟ أم لا؟)

ترجمہ: اور شریعت کے مقرر کردہ موسموں (یعنی تہواروں) کے علاوہ کوئی اور موسم (اور تہوار) بنانا، جیسا کہ ربیع الاول کی بعض راتوں میں مولود کا عمل کرنا، یا رجب کی بعض راتوں میں، اور یا اٹھارہ ذی الحجہ میں، یا رجب کے پہلے جمعہ میں، یا آٹھویں شوال میں، جس کا نام جاہلوں نے عیدُ الابرار رکھا ہے، تو یہ سب چیزیں بدعت ہیں، جن کو سلف نے نہ تو پسند کیا، اور نہ انجام دیا (مجموع الفتاویٰ)

ایک مقام پر علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَكَذٰلِكَ مَا يَحْدَثُهُ بَعْضُ النَّاسِ ، إِمَّا مُضَاهَاةً لِلنَّصَارٰى فِىْ مِيْلَادِ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ ، وَإِمَّا مَحَبَّةً لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَتَعْظِيْمًا،وَاللّٰهُ قَدْ يُثِيْبُهُمْ عَلٰى هٰذِهِ الْمُحَبَّةِ وَالْاِجْتِهَادِ ، لَا عَلَى الْبِدَعِ مِنْ اِتِّخَاذِ مَوْلِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِيْدًا ،مَعَ اِخْتِلَافِ النَّاسِ فِىْ مَوْلِدِهٖ ،فَإِنَّ هٰذَا لَمْ يَفْعَلْهُ السَّلَفُ ، مَعَ قِيَامِ

الْمُقْتَضٰی لَهٗ وَعَدَمِ الْمَانِعِ مِنْهُ لَوْ كَانَ خَيْرًا،وَلَوْ كَانَ هٰذَا خَيْرًا مَحْضًا ، أَوْ رَاجِحًا لَكَانَ السَّلَفُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَحَقَّ بِهٖ مِنَّا ، فَإِنَّهُمْ كَانُوْا أَشَدَّ مُحَبَّةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَعْظِيْمًا لَّهٗ مِنَّا ، وَهُمْ عَلَى الْخَيْرِ أَحْرَصُ .

وَإِنَّمَا كَمَالُ مُحَبَّتِهٖ وَتَعْظِيْمِهٖ فِيْ مُتَابَعَتِهٖ وَطَاعَتِهٖ وَاتِّبَاعِ أَمْرِهٖ ، وَإِحْيَاءِ سُنَّتِهٖ بَاطِنًا وَظَاهِرًا ، وَنَشْرِ مَا بُعِثَ بِهٖ ، وَالْجِهَادِ عَلٰى ذٰلِكَ بِالْقَلْبِ وَالْيَدِ وَاللِّسَانِ ،فَإِنَّ هٰذِهٖ طَرِيْقَةُ السَّابِقِيْنَ الْأَوَّلِيْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ ، وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ،وَأَكْثَرُ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْن تَجِدَهُمْ حَرَّاصًا عَلٰى أَمْثَالِ هٰذِهِ الْبِدَعِ ، مَعَ مَا لَهُمْ مِنْ حُسْنِ الْقَصْدِ ، وَالْاِجْتِهَادِ الَّذِيْنَ يُرْجٰى لَهُمْ بِهِمَا الْمَثُوْبَةُ ، تَجِدُهُمْ فَاتِرِيْنَ فِيْ أَمْرِ الرَّسُوْلِ ، عَمَّا أُمِرُوْا بِالنَّشَاطِ فِيْهِ (اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم، ج۲ص ۱۲۳، ۱۲۴ ،فصل فى الأعياد الزمانية المبتدعة، أنواع الأعياد الزمانية المبتدعة،دار عالم الكتب، بيروت، لبنان)

ترجمہ: اوراسی طریقہ سے وہ رسم جس کو بعض لوگوں نے ایجاد کیا ہے، یا تو نصاریٰ کے عیسیٰ علیہ السلام کی میلاد کے مقابلہ میں، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم کی وجہ سے،اوراللہ تعالیٰ ان کواس محبت اورکوشش پرثواب عطافرماتا،لیکن بدعت پراللہ،ثواب عطانہیں فرمایا کرتا، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عید میلاد منانے کی صورت میں ہے،جبکہ لوگوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش (کی تاریخ) میں اختلاف بھی ہے، کیونکہ اس کوسلف نے انجام نہیں دیا(اگروہ حضرات،اس کو انجام دیتے ،تو ہرگز تاریخ میں اختلاف نہ ہوتا) باوجودیکہ اس وقت بھی اس کی ضرورت تھی، اورکوئی رکاوٹ نہیں تھی، اگراس میں کوئی خیر ہوتی، اوراگر یہ عمل

خالص خیر ہوتا، یا اس میں خیر راجح ہوتی، تو سلف ہمارے مقابلہ میں اس کو انجام دینے کے زیادہ حق دار تھے، کیونکہ وہ ہمارے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت زیادہ رکھتے تھے، اور ہمارے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ تعظیم کیا کرتے تھے، اور وہ لوگ ہمارے مقابلہ میں خیر کے کاموں پر زیادہ حریص تھے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم تو کامل طریقہ پر آپ کی اتباع اور اطاعت اور آپ کے احکام کی پیروی کرنے اور آپ کی سنتوں کو ظاہری اور باطنی طور پر زندہ کرنے اور آپ کے لائے ہوئے احکام کی تبلیغ کرنے میں، اور ان پر دل اور ہاتھ اور زبان سے کوشش کرنے میں ہے، پس یہی سابقینِ اولین، مہاجرین اور انصار اور ان کی اچھے طریقے پر اتباع کرنے والوں کا طریقہ ہے، اوپر سے یہ رسم انجام دینے والوں کی نیت بھی درست نہیں ہوتی، اور طریقۂ کار بھی ایسا نہیں ہوتا، جس پر ثواب کی امید کی جائے، یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل (یعنی فرائض اور سنتوں وغیرہ کو انجام دینے) میں تو سستی کرتے ہیں، اور اس رسم کو خوب کوشش کے ساتھ انجام دیتے ہیں (اقتضاء الصراط المستقیم)

سعودی عرب کے مشہور مفتی ابن باز صاحب اپنے ایک تفصیلی مضمون میں فرماتے ہیں کہ:

لَا رَيْبَ أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى شَرَعَ لِلْمُسْلِمِيْنَ عِيْدَيْنِ يَجْتَمِعُوْنَ فِيْهِمَا لِلذِّكْرِ وَالصَّلَاةِ ، وَهُمَا :عِيْدُ الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى بَدَلًا مِنْ أَعْيَادِ الْجَاهِلِيَّةِ، وَشَرَعَ أَعْيَادًا تَشْتَمِلُ عَلٰى أَنْوَاعٍ مِّنَ الذِّكْرِ وَالْعِبَادَةِ كَيَوْمِ الْجُمُعَةِ وَيَوْمِ عَرَفَةَ وَأَيَّامِ التَّشْرِيْقِ ، وَلَمْ يَشْرَعْ لَنَا سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى عِيْدًا لِلْمِيْلَادِ لَا مِيْلَادَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا غَيْرَهُ ، بَلْ قَدْ دَلَّتِ الْأَدِلَّةُ الشَّرْعِيَّةُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ عَلٰى أَنَّ

الْاِحْتِفَالَ بِالْمَوَالِدِ مِنَ الْبِدَعِ الْمُحْدَثَةِ فِی الدِّیْنِ وَمِنَ التَّشَبُّہِ بِأَعْدَاءِ اللّٰہِ مِنَ الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی وَغَیْرِهِمْ ، فَالْوَاجِبُ عَلٰی أَهْلِ الْإِسْلَامِ تَرْکُ ذٰلِکَ وَالْحَذْرُ مِنْهُ ، وَإِنْکَارُهٗ عَلٰی مَنْ فَعَلَهٗ (مجموع فتاوی ابن باز، ج۴ص ۲۸۶ ،حکم الاحتفال بالموالد)

ترجمہ: یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے جاہلیت کے تہواروں کے بدلے میں دوعیدیں مقرر فرمائی ہیں، جن میں مسلمان، ذکر ودعا کے لئے جمع ہوتے ہیں، اور وہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ ہیں، اوراس کے علاوہ چند خوشی کے دن بھی مقرر کئے گئے ہیں، جو مختلف قسم کے ذکر اور عبادت پر مشتمل ہیں، جیسا کہ جمعہ کا دن اور عرفہ کا دن، اور ایامِ تشریق، اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہمارے لئے میلاد کی عید کو مقرر نہیں کیا، نہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی، اور نہ کسی اور کی میلاد کی عید کو، بلکہ کتاب وسنت کے شرعی دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ میلاد کی مجلسیں، دین میں پیدا کردہ بدعتوں میں سے ہیں، اور یہود ونصاریٰ وغیرہ، جو اللہ کے دشمن ہیں، ان کے ساتھ مشابہت میں داخل ہیں، پس مسلمانوں پر اس کا ترک کرنا اور اس سے بچنا، اور اس کے کرنے والے پر نکیر کرنا واجب ہے (مجموع فتاویٰ ابنِ باز)

سعودی عرب کے مذکورہ مفتی صاحب نے اپنے مضمون میں اس رسم کا مدلّل ومفصّل انداز میں رد فرمایا ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ مفتی صاحب موصوف، آگے فرماتے ہیں:

وعدم نشر أو بث ما یشجع علی ذلک أو یوهم إباحته فی الإذاعة أو الصحافة أو التلفاز لقول النبی صلی اللہ علیه وسلم فی الحدیث الصحیح: من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد متفق علیه، وقوله صلی اللہ علیه وسلم: من عمل عملا لیس علیه أمرنا فهو رد أخرجه مسلم فی صحیحه وعلقه البخاری جازما به، وفی صحیح مسلم عن جابر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

یہ محفل چونکہ زمانۂ فخرِ عالم علیہ السلام میں اور زمانۂ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور زمانۂ تابعین اور تبع تابعین اور زمانۂ مجتہدین علیہم الرحمۃ میں نہیں ہوئی، اس کا ایجاد بعد چھ سوسال کے ایک بادشاہ نے کیا، اس کو اکثر اہلِ تاریخ فاسق لکھتے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه کان یقول فی خطبة الجمعة: أما بعد فإن خیر الحدیث کتاب الله وخیر الهدی هدی محمد صلی الله علیه وسلم وشر الأمور محدثاتها وکل بدعة ضلالة والأحادیث فی هذا المعنی کثیرة، وفی مسند أحمد بإسناد جید عن ابن عمر رضی الله عنهما أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: من تشبه بقوم فهو منهم وفی الصحیحین عن أبی سعید رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه قال: لتتبعن سنن من کان قبلکم حذو القذة بالقذة وفی لفط شبرا بشبر وذراعا بذراع حتی لو دخلوا جحر ضب لدخلتموه قالوا یا رسول الله الیهود والنصاری؟ قال فمن .

وفی هذا المعنی أحادیث أخری کلها تدل علی وجوب الحذر من مشابهة أعداء الله فی أعیادهم وغیرها، وأشرف الخلق وأفضلهم نبینا محمد صلی الله علیه وسلم لم یحتفل بمولده فی حیاته، ولم یحتفل به أصحابه بعده رضی الله عنهم ولا التابعون لهم بإحسان فی القرون الثلاثة المفضلة، ولو کان الاحتفال بمولده صلی الله علیه وسلم أو مولد غیره خیرا لسبقنا إلیه أولئک الأخیار، ولعلمه النبی صلی الله علیه وسلم أمته وحثهم علیه أو فعله بنفسه، فلما لم یقع شیء من ذلک علمنا أن الاحتفال بالموالد من البدع المحدثة فی الدین التی یجب ترکها والحذر منها امتثالا لأمر الله سبحانه وأمر رسول الله صلی الله علیه وسلم.

وذکر بعض أهل العلم أن أول من أحدث الاحتفال بالموالد هم الشیعة الفاطمیون فی المائة الرابعة، ثم تبعهم بعض المنتسبین إلی السنة فی هذه البدعة جهلا وتقلیدا لهم ولليهود والنصاری، ثم انتشرت هذه البدعة فی الناس، والواجب علی علماء المسلمین بیان حکم الله فی هذه البدع وإنکارها والتحذیر منها، لما یترتب علی وجودها من الفساد الکبیر وانتشار البدع واختفاء السنن، ولما فی ذلک من التشبه بأعداء الله من الیهود والنصاری وغیرهم من أصناف الکفرة الذین یعتادون مثل هذه الاحتفالات، وقد کتب أهل العلم فی ذلک قدیما وحدیثا، وبینوا حکم الله فی هذه البدع فجزاهم الله خیرا، وجعلنا من أتباعهم بإحسان.

وهذه الکلمة الموجزة أردنا بها التنبیه للقراء علی هذه البدعة لیکونوا علی بینة، وقد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہیں۔لہٰذا یہ مجلس، بدعتِ ضلالہ ہے،اس کے عدمِ جواز میں صاحبِ مدخل وغیرہ علماء پہلے بھی لکھ چکے ہیں اوراب بھی بہت رسائل،فتاویٰ طبع ہو چکے ہیں،زیادہ دلیل کی حاجت نہیں۔عدمِ جواز (یعنی ناجائز ہونے) کے واسطے یہ دلیل بس ہے کہ کسی نے قرونِ خیر میں اس کونہیں کیا۔زیادہ مفاسداس کے دیکھنے ہوں،تو مطوّلات (یعنی تفصیلی) فتاویٰ کو دیکھ لیں (فتاویٰ رشیدیہ مبوب بطرزِ جدید صفحہ۲۵۴،کتاب البدعات،دارالاشاعت کراچی)

نیز حضرت گنگوہی مزید تحریر فرماتے ہیں کہ:

مجلس مولودِ مروّجہ بدعت ہے اور بسبب خلطِ امورِ مکروہہ کے (یعنی مکروہ چیزوں کے اس کے ساتھ پائے جانے کی وجہ سے) مکروہ تحریمہ ہے اور قیام بھی بوجہ خصوصیت کے بدعت ہے اورامرد (یعنی بے ریش) لڑکوں کا پڑھنا راگ میں بسبب اندیشۂ ہیجانِ فتنہ کے مکروہ ہےاور فاتحہ مروّجہ بھی بدعت ہے۔

معہٰذا مشابہ بفعلِ ہنود ہے اور تشبہ غیرقوم کے ساتھ منع ہے (فتاویٰ رشیدیہ مبوب بطرزِ جدید صفحہ۲۵۵،کتاب البدعات،دارالاشاعت کراچی)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كتبت فی ذلک كتابة مطولة نشرت فی الصحف المحلية وغيرها غير مرة، ولا ريب أن الواجب على المسئولين فی حكومتنا وفی وزارة الإعلام بوجه أخص وعلى جميع المسئولين فی الدول الإسلامية منع نشر هذه البدع والدعوة إليها أو نشر ما يوهم الناس إباحتها أداء لواجب النصح لله ولعباده، وقياما بما أوجب الله من إنكار المنكر، ومساهمة فی إصلاح أوضاع المسلمين وتطهيرها مما يخالف الشرع المطهر، والله المسئول بأسمائه الحسنى وصفاته العلى أن يصلح أحوال المسلمين، وأن يوفقهم للتمسک بكتابه وسنة نبيه عليه الصلاة والسلام، والحذر من كل ما يخالفهما، وأن يصلح قادتهم ويوفقهم لتحكيم شريعة الله فی عباده ومحاربة ما خالفها إنه ولی ذلک والقادر عليه.

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وآله وصحبه (مجموع فتاویٰ ابن باز،ج۲ص۲۸۶ الیٰ ۲۸۸،حكم الاحتفال بالموالد)

اور حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی سید احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''بنظر انصاف دیکھو کہ اگر بالفرض حضور اس زمانہ میں موجود ہوتے اور دنیا میں زندہ ہوتے اور یہ مجالس واجتماع منعقد ہوتے، تو کیا اس سے راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند کرتے یا نہ۔ فقیر کا یقین یہ ہے کہ آپ ہرگز اس بات کو منظور نہ فرماتے، بلکہ انکار ہی فرماتے، فقیر کا مقصد تو صرف اطلاع دہی ہے، قبول کریں یا نہ کریں، کوئی حرج نہیں اور جنگ کی کوئی ضرورت نہیں، اگر وہاں کے مخدوم زادے اور احباب اسی وضع پر ثابت قدم رہنا چاہیں، تو ہم فقیروں کو ان کی صحبت سے بجز محرومی کے کوئی چارہ نہیں۔ فقط، زیادہ کیا تکلیف دی جائے'' (بحوالہ فتاویٰ رشیدیہ مبوب بطرزِ جدید صفحہ ۲۶۳، کتاب البدعات، دارالاشاعت کراچی)

مذکورہ عبارات وحوالہ جات سے معلوم ہوا کہ میلا دالنبی کی رسم کا خیر القرون کے دور میں کوئی وجود نہیں تھا، اور یہ رسم بہت بعد میں ایجاد ہوئی، جس پر مستند اہلِ علم اور بزرگانِ دین نے تنبیہ فرمائی ہے۔

(2)......بارہ ربیعُ الاوّل کے دن کو عید قرار دینا

اس میلاد کی رسم میں ایک جونئی بات سامنے آئی ہے، وہ 12 ربیع الاول کے دن کو عید بلکہ عیدِ اکبر قرار دینے کی ہے۔

حالانکہ شرعی اور اصطلاحی مفہوم کے اعتبار سے عید کے دنوں کی اسلام نے خود نہ صرف تعیین کردی ہے، بلکہ اس کے متعلق تمام تر تفصیلی احکام بھی بتلا دیئے ہیں، جس کے بعد کسی مسلمان کو نہ تو اس تعیین کے اندر تغیر اور تبدیلی کا حق حاصل ہے اور نہ ہی اس کے احکام میں کمی زیادتی کرنے کی گنجائش باقی ہے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَدِيْنَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُوْنَ فِيْهِمَا، فَقَالَ: مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ؟ قَالُوْا: كُنَّا نَلْعَبُ فِيْهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِّنْهُمَا: يَوْمَ الْأَضْحٰى، وَيَوْمَ الْفِطْرِ (ابوداؤد، رقم الحديث ١١٣٤، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، المكتبة العصرية، بيروت، سنن النسائی، رقم الحديث ١٥٥٦، مسنداحمد، رقم الحديث ١٢٨٢٧) [1]

ترجمہ: رسول صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر) مدینہ منورہ تشریف لائے، تو مدینے کے لوگ (جن میں بہت سے لوگ پہلے ہی سے اسلام قبول کر چکے تھے) دو دنوں میں کھیل کود کیا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے معلوم کیا کہ یہ دو دن کیا ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم جاہلیت میں (اسلام سے پہلے) ان دو دنوں میں کھیل کود کیا کرتے تھے (بس وہی رواج اب تک چل رہا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے تمہیں اِن دو دنوں کے بدلے میں، اِن سے بہتر دو دن عطا فرما دیئے ہیں (اب وہی تمہارے قومی اور مذہبی تہوار ہیں) ایک عیدالاضحیٰ کا دن اور دوسرا عیدالفطر کا دن (ابوداؤد)

وہ دو دن جن میں مدینہ کے لوگ کھیل کود کیا کرتے تھے، ان کے نام ''نیروز'' اور ''مہرجان'' تھے، چنانچہ اسلام نے پورے سال میں اُمَّتِ مسلمہ کے لئے عید کے یہ دو دن مقرر کئے ہیں، ایک عیدالاضحیٰ کا دن اور دوسرے عیدالفطر کا دن۔

عید کا دن مسلمانوں کے لئے عیسائیوں، یہودیوں، یا دوسری قوموں کے تہواروں کی طرح کا صرف ایک تہوار نہیں، بلکہ یہ دن مسلمانوں کی عبادت کا دن بھی ہے اور خوشی کا دن بھی، ان

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين من جهة يزيد بن هارون، وأما متابعه سهل بن يوسف، فمن رجال البخاری وأصحاب السنن (حاشية مسند احمد)

خوشیوں کا افتتاح ایک خاص شان کی عبادت عید کی نماز سے کیا جاتا ہے، جسے تمام مسلمان مل کر اپنے رب کے سامنے ایک ساتھ ادا کرتے ہیں۔

اپنے اصطلاحی مفہوم کے لحاظ سے، اسلام میں عید کے یہی دو موقع ہیں، اور اصطلاحی مفہوم کے اعتبار سے اس میں کمی زیادتی کی اجازت نہیں۔

جو لوگ 12 ربیع الاول کو بھی عید قرار دیتے اور مناتے ہیں اور انہوں نے اس دن کا نام ہی ''عید میلاد النبی'' کے نام سے تجویز کرلیا ہے، بلکہ بعض لوگوں نے تو یہاں تک غلو سے کام لیا ہے کہ اس دن کو اسلام کی پہلی اور بعض نے بڑی عید قرار دے دیا ہے، اور اس میں مختلف رسمیں اور نئے نئے طور طریقے ایجاد واختیار کر لئے ہیں۔

اس کی اسلامی مزاج سے مطابقت نہیں، کیونکہ اسلامی تہوار کے یہ دو دن یعنی ''عید الفطر وعید الاضحیٰ'' باطل طریقوں کے بدلے میں دیئے گئے ہیں۔ [1]

یہی وجہ ہے کہ اپنے اصطلاحی مفہوم کے اعتبار سے اصل اسلامی وشرعی عید اور اس ''عید میلادُ النبی'' میں کئی اعتبار سے فرق نظر آتا ہے، جس کو ذیل میں ملاحظہ فرمایئے۔

---

[1] قد أبدلكم الله تعالى بهما خيرا منهما يوم الفطر والأضحى واستنبط منه كراهة الفرح في أعياد المشركين والتشبه بهم وبالغ الشيخ أبو حفص الكبير النسفي من الحنفية فقال من أهدى فيه بيضة إلى مشرك تعظيما لليوم فقد كفر بالله تعالى(فتح البارى -لابن حجر، ج ٢ ص ٤٤٢، باب الحراب والدرق يوم العيد)

(قدمت المدينة ولأهل المدينة يومان يلعبون فيهما في الجاهلية) هما يوم النيروز والمهرجان (وإن الله تعالى قد أبدلكم بهما خيرا منهما يوم الفطر ويوم النحر) قال الطيبي :وهذا نهي عن اللعب والسرور فيهما وفيه نهاية من اللطف وأمر بالعبادة وأن السرور الحقيقي فيهما *(قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا) * قال مخرجه البيهقي :زاد الحسن فيه أما يوم الفطر فصلاة وصدقة وأما يوم الأضحى فصلاة ونسك قال المظهر :وفيه دليل على أن تعظيم يوم النيروز والمهرجان ونحوهما منهي عنه وقال أبو حفص الحنفي :من أهدى فيه بيضة لمشرك تعظيما لليوم كفر وكان السلف يكثرون فيه الاعتكاف بالمسجد وكان علقمة يقول اللهم إن هؤلاء اعتكفوا على كفرهم ونحن على إيماننا فاغفر لنا وقال المجد ابن تيمية :الحديث يفيد حرمة التشبه بهم في أعيادهم لأنه لم يقرهما على العيدين الجاهليين ولا تركهم يلعبون فيهما على العادة وقال أبدلكم والإبدال يقتضي ترك المبدل منه إذ لا يجتمع بين البدل أو المبدل منه ولهذا لا تستعمل هذه العبارة إلا في ترك اجتماعهما(فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى، تحت رقم الحديث ٦١٠٦)

(1)......عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن اللہ تعالیٰ کی مہمانی کے دن ہیں۔ اسی وجہ سے ان دنوں میں روزہ رکھنا منع اور کھانا پینا عبادت ہے۔ جبکہ 12 ربیع الاول یا ربیع الاول کی کسی تاریخ میں بھی روزہ رکھنا منع نہیں۔

(2)......عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں میں شریعت نے دو رکعت باجماعت خاص طریقے پر ادا کرنے کا نہ صرف حکم دیا ہے، بلکہ اس کو دوسری عام نمازوں سے کئی چیزوں میں امتیازی حیثیت دی ہے، مثلاً: بغیر اذان واقامت کے باجماعت ادائیگی، زائد تکبیرات کا اضافہ۔ آبادی اور مسجد کے بجائے آبادی سے باہر اور کھلی جگہ میں اس نماز کی ادائیگی کا افضل ہونا۔ جبکہ 12 ربیع الاول کے حوالے سے، اس طرح کی باجماعت نماز کا واجب یا سنت و مستحب ہونا بھی ثابت نہیں، اور اگر کوئی ایسا کرے، تو اس کے بدعت ہونے میں کوئی شبہ نہ ہوگا۔

(3)......عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے مسنون اعمال، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی سیرت سے ثابت ہیں، مثلاً غسل کرنا، اچھا لباس پہننا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا، صدقۂ فطر ادا کرنا، یا قربانی کرنا وغیرہ وغیرہ، جن کی روشنی میں فقہائے کرام اور محدثینِ عظام نے اپنے اپنے موقعوں پر تفصیل تحریر فرمادی ہے۔ جبکہ 12 ربیع الاول کے حوالے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی سیرت کی روشنی میں مندرجہ بالا تفصیلات ثابت نہیں۔

(4)......اللہ تعالیٰ کی جانب سے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا حکم آنے کے بعد زندگی میں ایک مرتبہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام، بلکہ چودہ سو سال کے اسلافِ امت اور اکابرنے اللہ کے اس حکم کی خلاف ورزی نہیں کی اور اس پر زندگی بھر مسلسل عمل کرتے رہے۔ جبکہ 12/ربیع الاول کو اس تسلسل کے ساتھ عید ہونا ثابت نہیں۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بات یہ ہے کہ لوگوں نے مولود شریف (یعنی میلاد) تو اپنی طرف سے مُختَرَع کیا (یعنی گھڑلیا) اور غضب یہ کیا کہ اس کا نام ”عیدِ اکبر“ رکھا۔

غضب کی بات ہے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے دو عیدیں دی ہیں اورانہوں نے تیسری اورایجاد کردی، اچھا خاصا معارضہ (ومقابلہ) ہوگیا، جنابِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے (خطباتِ حکیم الامت ج۴ص۳۸۲، وعظ ''الوقت'' بعنوان ''ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، اشاعت: رجب: 1430ہجری)

خلاصہ یہ کہ 12 ربیع الاول کوعید قرار دینا شریعت واسلام سے ثابت نہیں۔

(3)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا صدمہ یا عیدِ میلاد

یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ ربیع الاول کا مہینہ صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہی کا مہینہ نہیں ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بھی مہینہ ہے اورایک مسلمان کوآپ کی وفات کے مہینے میں، اس طرح کا جشن منانا زیب نہیں دیتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا صحابہ پر کیا اثر ہوا؟ اس کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

شَهِـدْتُ الْيَوْمَ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِيهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أَرَ يَوْمًا كَانَ أَقْبَحَ مِنْهُ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۴۳۹۰، کتاب المغازی والسرایا، دار الکتب العلمیة -بیروت، دلائل النبوة للبیهقی، ج۷ص۲۶۵، ۲۶۶، جماع أبواب مرض رسول الله صلی الله علیه وسلم ووفاته وما ظهر فی ذلک من آثار النبوة، ودلالات الصدق، باب ما جاء فی عظم المصیبة التی نزلت بالمسلمین بوفاة رسول الله صلی الله علیه وسلم) [1]

ترجمہ: میں نے اس دن کا مشاہدہ کیا ہے، جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، میں نے کوئی دن اس سے زیادہ قبیح تر (یعنی غمگین) نہیں دیکھا (حاکم)

---

[1] قال الحاکم: هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم، ولم یخرجاه.
وقال الذهبی فی التلخیص: علی شرط مسلم.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِىْ مَاتَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَظْلَمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ كُلُّ شَىْءٍ (مستدرک حاکم ، رقم الحدیث ۴۳۸۹،کتاب المغازی والسرایا،دار الکتب العلمیة -بیروت) [1]

ترجمہ: جب وہ دن تھا، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، تو مدینے کی ہر چیز (غم کے) اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی (حاکم)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ:

لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِىْ دَخَلَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ أَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَىْءٍ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِىْ مَاتَ فِيْهِ أَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَىْءٍ وَلَمَّا نَفَضْنَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَيْدِىَ وَإِنَّا لَفِىْ دَفْنِهٖ حَتّٰى أَنْكَرْنَا قُلُوْبَنَا (سنن الترمذی ، رقم الحدیث ۳۶۱۸،کتاب المناقب، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ،شرکة مکتبة ومطبعة مصطفى البابی الحلبی -مصر،سنن ابنِ ماجه،رقم الحدیث ۱۶۳۱، مسند احمد رقم الحدیث ۱۳۸۳۰ ، صحیح ابنِ حبان رقم الحدیث ۶۶۳۴،دارمی رقم الحدیث ۸۹) [2]

ترجمہ: جب وہ دن تھا، جس دن کہ مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے، تو ہر چیز روشن ہوگئی تھی، پھر جب وہ دن آیا، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، تو ہر چیز (غم کے) اندھیرے میں ڈوب گئی، اور جب

---

[1] قال الحاكم:هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه.
وقال الذهبی فی التلخیص :على شرط مسلم.

[2] قال الترمذی: هذا حديث غريب صحيح.
قال شعيب الارنؤوط:إسناده قوى على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير جعفر ابن سليمان -وهو الضُّبَعى -فمن رجال مسلم(حاشية مسند احمد)

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ہاتھ جھاڑ لئے، جبکہ ہم ابھی دفن کے موقع پر ہی تھے، تو ہم نے اپنے دلوں کی کیفیات بدلی ہوئی پائیں (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ ہمارے دلوں کی حالت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے بدل گئی، اور غم کے اندھیرے ہم پر طاری ہو گئے۔ [1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے جانگداز حادثہ سے ایک لمبے عرصہ تک متاثر رہے۔

چنانچہ حضرت حسان بن مخارق فرماتے ہیں کہ:

قَامَ اَبُوْ بَكْرٍ عَلَى الْمِنبَرِ بَعْدَ وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

---

[1] (وفی رواية الدارمی) ، أی: عن أنس (قال: ما رأيت يوما قط كان أحسن) ، أی: أزهر فی الخاطر (ولا أضوأ) ، أی: فی نور الظاهر (من يوم دخل علينا فيه رسول الله، صلى الله عليه وسلم،) أی: فإنه كان يوم الوصال للمشتاقين إلى ذلك الحمال (وما رأيت يوما أقبح) ، أی: أسوأ أو أحزن فی القلب (ولا أظلم) ، أی: فی عين القالب (من يوم مات فيه رسول الله، صلى الله عليه وسلم) . لأنه كان يوم الفراق على العشاق.

(وفی رواية الترمذی قال) ، أی: أنس (كان اليوم الذی دخل فيه رسول الله – صلى الله عليه وسلم – المدينة أضاء منها، أی: أشرق من المدينة (كل شیء) : بالرفع، فإن أضاء لازم، وقد يتعدى ومن بيان تقدمت .قال الطيبی: الضمير راجع إلى المدينة، وهذا يدل على أن الإضائة كانت محسوسة (فلما كان اليوم الذی مات فيه أظلم منها كل شیء) : فإن نوره شمس العالم الصوری والمعنوی وتخصيص المدينة لكونها أقرب، ولنسبة رؤية الراوی أنسب (وما نفضنا أيدينا عن التراب) : من النفض، وهو تحريك الشیء ليزول ما عليه من التراب والغبار ونحوها، (وإنا لفی دفنه) ، أی: مشغولون بعد جملة حالية (حتى أنكرنا قلوبنا) .أی: تغيرت حالنا بوفاة رسول الله – صلى الله عليه وسلم – وظهور أنواع الظلمة علينا ولم نجد قلوبنا على ما كانت عليه من أنوار الصفا والرقة والألفة فيما بيننا لانقطاع مادة الوحی، وفقدان بركة صحبته وأثر إكسير حضور حضرته .قال التوربشتی: زيد أنهم لم يجدوا قلوبهم على ما كانت عليه من الصفا والألفة مادة الوحی، وفقدان ما كان يمدهم من الرسول – صلى الله عليه وسلم – من التأييد والتعليم، ولم يرد أنهم لم يجدوها على ما كانت من الصدق(مرقاة المفاتيح، ج۹ ص۳۸۴۸، كتاب الفضائل والشمائل، باب فی بيان هجرة أصحابه من مكة وبيان وفاته)

وَبَكٰى حَتّٰى ابْتَلَّتْ لِحْيَتُهٗ (مسند أبی بکر الصدیق لابی بکراحمد بن علی بن سعید الأموی المروزی ،رقم الحدیث ۱۳۴،حسان بن المخارق عن أبی بکر رضی الله عنه)

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد منبر پر کھڑے ہوئے، اور فرمایا کہ اے لوگو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا ہے، اور یہ فرما کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے، یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک (آنسوؤں سے) تر ہوگئی (مسند ابی بکر)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَامَ أَبُوْ بَكْرٍ عَلَى الْمِنبَرِ فَقَالَ: قَدْ عَلِمْتُمْ مَا قَامَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْأَوَّلِ، ثُمَّ بَكٰى، ثُمَّ أَعَادَهَا، ثُمَّ بَكٰى، ثُمَّ أَعَادَهَا، ثُمَّ بَكٰى، قَالَ: إِنَّ النَّاسَ لَمْ يُعْطَوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا شَيْئًا أَفْضَلَ مِنَ الْعَفْوِ وَالْعَافِيَةِ، فَسَلُوْهُمَا اللّٰهَ (مسند أبی یعلی الموصلی ، ج ۱ ص ۷۵،رقم الحدیث ۷۴،دار المأمون للتراث -دمشق) [1]

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے، پھر فرمایا کہ کیا تمہیں اس جگہ کا علم ہے، جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سال کھڑے ہوئے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے، پھر یہی الفاظ دہرائے، پھر رونے لگے، پھر یہی الفاظ دہرائے، پھر رونے لگے، پھر فرمایا کہ بے شک لوگوں کو اس دنیا میں کوئی چیز درگزر اور عافیت سے زیادہ بہتر عطا نہیں کی گئی، تو تم ان دونوں کی اللہ سے دعا کرو (ابو یعلیٰ)

اور ابنِ سعد نے امام واقدی کے حوالہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جو اشعار نبی

[1] قال حسین سلیم أسد الدارانی: إسناده حسن (حاشیة مسند ابی یعلیٰ)

صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر نقل فرمائے ہیں، ان میں سے ایک شعر یہ ہے:

لَيْتَ الْقِيَامَةُ قَامَتْ بَعْدَ مَهْلَكِهِ وَلَا نَرٰى بَعْدَهٗ مَالًا وَلَا وَلَدًا!

(الطبقات الكبرى، لابن سعد، ج ۲ ص ۲۴۴، القول فی وفاة النبی صلی الله علیه وسلم، ذکر من رثی النبی صلی الله علیه وسلم)

ترجمہ: کاش! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قیامت ہی قائم ہوگئی ہوتی، ہم آپ کے بعد نہ کسی مال کو خاطر میں لائے، نہ اولاد کو (الطبقات الکبریٰ)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ رِجَالًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَزِنُوْا عَلَيْهِ ، حَتّٰى كَادَ بَعْضُهُمْ يُوَسْوِسُ ، قَالَ عُثْمَانُ:وَكُنْتُ مِنْهُمْ ، فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ فِيْ ظِلِّ أُطُمٍ مِّنَ الْآطَامِ مَرَّ عَلَيَّ عُمَرُ ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، فَسَلَّمَ عَلَيَّ ، فَلَمْ أَشْعُرْ أَنَّهٗ مَرَّ وَلَا سَلَّمَ ، فَانْطَلَقَ عُمَرُ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى أَبِيْ بَكْرٍ ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، فَقَالَ لَهٗ:مَا يُعْجِبُكَ أَنِّيْ مَرَرْتُ عَلٰى عُثْمَانَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ ؟ وَأَقْبَلَ هُوَ وَأَبُوْ بَكْرٍ فِيْ وِلَايَةِ أَبِيْ بَكْرٍ ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، حَتّٰى سَلَّمَا عَلَيَّ جَمِيْعًا ، ثُمَّ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ : جَاءَنِيْ أَخُوْكَ عُمَرُ ، فَذَكَرَ أَنَّهٗ مَرَّ عَلَيْكَ ، فَسَلَّمَ فَلَمْ تَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ ، فَمَا الَّذِيْ حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ ؟ قَالَ:قُلْتُ:مَا فَعَلْتُ ، فَقَالَ عُمَرُ:بَلٰى وَاللّٰهِ لَقَدْ فَعَلْتَ ، وَلٰكِنَّهَا عُبِّيَّتُكُمْ يَا بَنِيْ أُمَيَّةَ ، قَالَ:قُلْتُ:وَاللّٰهِ مَا شَعَرْتُ أَنَّكَ مَرَرْتَ بِيْ ، وَلَا سَلَّمْتَ (مسند أحمد ، رقم الحديث ۲۰، مؤسسة الرسالة، بيروت) [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:المرفوع منه صحيح بشواهده ، رجاله ثقات رجال الشيخين غير الرجل الذی روی عنه الزهری ، ووصف الزهری له بأنه من أهل الفقه (حاشية مسند احمد رقم الحديث ۲۰)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے، بہت سے لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر بہت غمگین ہوئے، یہاں تک کہ بعضوں کو مختلف وسوسے آنے لگے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بھی انہیں لوگوں میں سے تھا، میں ایک بلند مکان کے سائے میں بیٹھا تھا، میرے قریب سے عمر رضی اللہ عنہ گزرے، انہوں نے مجھے سلام کیا، تو مجھے ان کے گزرنے اور سلام کرنے کا پتہ نہیں چلا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، اوران سے جا کر کہا کہ آپ کو یہ بات تعجب خیز محسوس ہوگی، کہ میں عثمان کے قریب سے گزرا، اور میں نے انہیں سلام کیا، مگر انہوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا، یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور تھا، حضرت عمر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما میرے پاس آئے، اوران دونوں نے مجھ کو سلام کیا، پھر حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ آپ کے بھائی عمر میرے پاس آئے ہیں، اورانہوں نے ذکر کیا ہے کہ وہ آپ کے پاس سے گزرے، اورسلام کیا، اورآپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا، آپ نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں نے ایسا نہیں کیا، حضرت عمر نے فرمایا کہ اللہ کی قسم آپ نے ایسا کیا ہے، لیکن مجھے بھی تم سے چوکنّا (محتاط) کیا گیا ہے، اے بنوامیہ (یعنی تمہیں میرے آنے اور سلام کرنے کا پتہ نہیں چلا) حضرت عثمان نے فرمایا کہ اللہ کی قسم مجھے آپ کے قریب سے گزرنے اورسلام کرنے کا پتہ نہیں چلا (مسند احمد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ شاید یہ سمجھے کہ بنوامیہ کی جو پرانی قبائلی مخاصمت بنو ہاشم، بنونوفل وغیرہ کے ساتھ تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا مظاہرہ کیا ہے، اس لیے یوں کہا کہ ’’بنو امیہ ہم تم سے چوکنّے ہیں، کسی خوش فہمی میں نہیں‘‘۔

اورعلامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ، خمیصہ بن ابان حدانی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

أَنَّهٗ قَدِمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ إِلٰى عَمَّانَ بِوَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنعَاهُ وَقَالَ لَهُمْ تَرَكْتُ النَّاسَ بِالْمَدِيْنَةِ يَغْلُوْنَ غِلْيَانَ الْقِدْرِ (الاصابة فی تمييز الصحابة ، ج۲ص۹۰، رقم الترجمة ۲۲۹۷،باب الخاء بعدها الميم،تذكره خميصة بن أبان الحدانی)

ترجمہ: وہ مدینہ سے عمان آئے، تو لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی اور کہا کہ میں مدینہ کے لوگوں کو ایسے حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ ان کے سینے (غم کی وجہ سے) دیگچی کی طرح اُبال کھارہے ہیں (الاصابہ)

ابنِ سعد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے متعلق حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے انتہائی غم کی حالت میں جو اشعار نقل فرمائے ہیں، ان میں سے چند اشعار یہ ہیں:

مَا بَالُ عَيْنِكَ لَا تَنَامُ ! كَأَنَّمَا	كُحِلَتْ مَاقِيُهَا بِكُحْلِ الْأَرْمَدِ؟
جَزَعًا عَلَى الْمَهْدِيِّ أَصْبَحَ ثَاوِيًا	يَا خَيْرَ مَنْ وَطِيءَ الْحِصٰى لَا تَبْعَدِ
يَا وَيْحَ أَنْصَارِ النَّبِيِّ وَرَهْطِهٖ	بَعْدَ الْمُغِيْبِ فِيْ سَوَاءِ الْمَلْحَدِ
جَنْبِيْ يُقِيْكَ التُّرْبُ لَهْفِيْ لَيْتَنِيْ	كُنْتُ الْمُغِيْبَ فِي الضَّرِيْحِ الْمَلْحَدِ!
يَا بَكْرَ آمِنَةِ الْمُبَارَكِ ذِكْرُهٗ	وَلَدَتْهُ مُحْصِنَةً بِسَعْدِ الْأَسْعَدِ
نُوْرًا أَضَاءَ عَلَى الْبَرِيَّةِ كُلِّهَا	مَنْ يُّهْدِ لِلنُّوْرِ الْمُبَارَكِ يَهْتَدِ !
اَأُقِيْمُ بَعْدَكَ بِالْمَدِيْنَةِ بَيْنَهُمْ	يَا لَهْفَ نَفْسِيْ لَيْتَنِيْ لَمْ أُوْلَدِ
بِأَبِيْ وَأُمِّيْ مَنْ شَهِدَتْ وَفَاتَهٗ	فِيْ يَوْمِ الْإِثْنَيْنِ النَّبِيَّ الْمُهْتَدِيْ !
فَظَلَلْتُ بَعْدَ وَفَاتِهٖ مُتَلَدِّدًا	يَا لَيْتَنِيْ صَبِحْتُ سِمَّ الْأَسْوَدِ
اَوْحَلَّ اَمْرُ اللهِ فِيْنَا عَاجِلًا	فِيْ رَوْحَةٍ مِّنْ يَوْمِنَا اَوْمِنْ غَدِ
فَتَقُوْمُ سَاعَتُنَا فَنَلْقٰى سَيِّدًا	مَحْضًا ضَرَائِبُهٗ كَرِيْمَ الْمُحْتِدِ
يَا رَبِّ ! فَاَجْمِعْنَا مَعًا وَنَبِيَّنَا	فِيْ جَنَّةٍ تُفْقِيْ عُيُوْنَ الْحُسَّدِ

فِـي جَـنَّةِ الْفِـرْدَوْسِ وَاكْتُبْهَا لَنَـا	يَـا ذَا الْـجَلَالِ وَذَا الْعُلَا وَالسُّؤْدَدِ !
وَاللّٰـهُ أَسْـمَـعُ مَا حَيِيْتُ بِهَـالِكٍ	إِلَّا بَـكَيْـتُ عَـلَى الـنَّبِيِّ مُـحَـمَّـدِ
ضَـاقَتْ بِـالْأَنْـصَارِ الْبِـلَادُفَأَصْبَحُوْا	سُـوْدًا وُجُـوْهُـهُـمْ كَـلَـوْنِ الْـإِثْـمَدِ
وَلَـقَـدْ وَلَـدْنَــاهُ وَفِيْـنَــا قَبْـرُهُ	وَفُضُـوْلُ نِـعْـمَتِـهِ بِـنَـا لَا تُـجْحَدِ
وَالـلّٰـهُ أَهْـدَاهُ لَـنَـا وَهَـدٰى بِـهِ	أَنْـصَــارَهُ فِـيْ كُـلِّ سَـاعَةِ مَسْهَدِ
صَلَّـى الْإِلٰـهُ وَمَنْ يَحِفُّ بِعَـرْشِهِ	وَالـطَّيِّبُـوْنَ عَـلَى الْمُبَارَكِ أَحْمَدِ!

(الطبقات الكبرى، لابن سعد ج ۲ ص ۲۴۶، القول في وفاة النبي صلى الله عليه وسلم، ، ذكر من رثى النبي صلى الله عليه وسلم ، دارالكتب العلمية، بيروت) لے

لے اور ''دیوان حسان بن ثابت'' میں یہ اشعار تھوڑے بہت فرق کے ساتھ مندرجہ ذیل الفاظ میں ہیں:

ما بَالُ عَينِكَ لا تَنَامُ كأنّمَا

مـا بَـالُ عَينِكَ لا تَنَامُ كـأنّمَا	كُـحِلَتْ مـآقِيها بكُحْلِ الأرْمَدِ
جزعاً على المهديّ، أصبحَ ثاوياً،	يا خيرَ من وطيءِ الحصى لا تبعدِ
جنبي يقيكَ الترب لهفي ليتني	غُيِّبْتُ قَبْلَكَ في بَقِيعِ الغَرْقَدِ
بـأبي وأمي منْ شهدتُ وفاتهُ	في يومِ الاثنينِ النبيُّ المهتدي
فَظَلِلْـتُ بَعْـدَ وَفَـاتِهِ مُتَبَلِّداً،	يـالهْفَ نفسـي لَيْتَنـي لم أُولَدِ
أأُقِيمُ بَعْـدَكَ بـالمَدينَة بَيْنَهُمْ؟	يـا لَيْتَنـي صُبّحْتُ سَمَّ الأسْوَدِ
أوْ حلّ أمـرُ اللـهِ فينـا عـاجلاً	في روحةٍ منْ يومنا أوْ في غدِ
فتقومَ سـاعتنـا، فنلقى طيباً	مَحْضـاً ضَرَائِبُهُ كَرِيمَ المَحْتِدِ
يَا بِكْـرَ آمِنَةَ المُبَارَكَ ذِكْرُهُ،	وَلَدَتْكَ مُحْصَنَةٌ بسعْدِ الأسعُدِ
نُوراً أضَاءَ عـلى البَرِيّةِ كُلّها،	مَنْ يُهْدَ للنّورِ المُبَارَكِ يَهْتَدِ
يَا رَبّ !فـاجْمَعنـا فمَاً ونَبِيَّنا،	فـي جَنّةٍ تَثْنـي عُيُونَ الحُسّدِ
في جَنّةِ الفِرْدَوْسِ واكتُبها لَنَا	يـا ذا الجلالِ وذا العلا والسؤددِ
واللّـهِ أسْـمَعُ ما بَقِيتُ بهالِكٍ	إلا بـكيتُ علـى النبيّ محمدِ
يـا ويحَ أنصـارِ النبيِّ ورهطهِ،	بَعْدَ المغيَّبِ في سَوَاءِ المَلْحَدِ
ضـاقتْ بالأنصارِ البلادُ فأصبحتْ	سوداً وجوههمُ كلونِ الإثمدِ
وَلَـقَـدْ وَلَـدْنَـاهُ، وَفِينَـا قَبْـرُهُ،	وفضولُ نعمتهِ بنا لمْ يجحدِ
وَاللّـهُ أكْـرَمَنـا بـهِ وَهَدَى بِـهِ	أنْصَـارَهُ في كُلّ سَاعَةِ مَشْهَدِ
صَلّى الإلهُ وَمَنْ يَحُفُّ بعَرْشِهِ	والطيبونَ على المباركِ أحمدِ
فرِحتْ نصارى يَثْرِبٍ ويهودُها	لـمّا تَوَارَى في الضّريحِ المُلْحَدِ

(ديوان حسان بن ثابت ص ۲۵ الىٰ ۲۶، مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت،لبنان)

ترجمہ: تیری آنکھ کا کیا حال ہوگیا کہ جو سوتی نہیں ہے، گویا کہ آشوبِ چشم کا سرمہ گوشۂ چشم میں لگایا ہے۔

فریاد کناں ہے اس ہادی پر، جو کہ مدفون ہوگئے (زیرِ زمین چلے گئے) اے وہ ہستی جو سنگریزوں پر چلنے والوں میں افضل ترین ہے، اللہ کرے کہ آپ دُور (وجُدا) نہ ہوں۔

ہائے ہلاکت نبی کے انصار اور جماعت کے لئے، ایک برابر کی قبر میں آپ کے غائب ہونے کے بعد۔

کاش، میں اس سے پہلے ہی قبر کے گڑھے میں غائب ہوجاتا، جبکہ مٹی آپ کو چھپارہی تھی۔

اے آمنہ کے دلارے! جس کا تذکرہ اور یاد مبارک ہے، پاک دامن عورت نے آپ کو جنا، پوری سعادت کے ساتھ۔

ایسی روشنی ونور کے حامل ہوکر، جس نے ساری دنیا، سارے زمانے کو روشن ومنور کردیا، جو اس بابرکت روشنی کی طرف ہدایت (وراستہ) پائے گا، ہدایت یافتہ بنے گا۔

کیا میں آپ کے بعد (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ میں لوگوں کے درمیان اٹھوں گا، بیٹھوں گا (زندہ رہوں گا) ہائے کاش میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔

میرے ماں باپ فدا ہوں، اس ہستی پر کہ موت اس کے پاس حاضر ہوئی، سوموار کے دن جو کہ ہدایت یافتہ نبی ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد میں از ہوش رفتہ ہوگیا ہوں، کاش کوئی کالا سانپ مجھے ڈس جائے۔

اللہ کا فیصلہ موت کا آج کل ہی ہمارے درمیان اتر پڑے (یعنی نافذ ہوجائے

تا کہ ہم فوت ہو کر اپنے محبوب نبی سے جا ملیں)

پس ہماری قیامت (یعنی موت) قائم ہو جائے، تو ہم سید پاک خصلتوں والے کریمُ النفس سے جا ملیں۔

اے میرے رب! ہمیں اور ہمارے نبی کو جنت میں ملا دے، جو حاسد کی آنکھوں کو پھوڑ دے۔

جنتُ الفردوس میں (ہمیں ملا دے) اور جنتُ الفردوس ہمارے لئے مقدر فرما، اے عظمت وجلال اور برتری والے رب۔

اللہ خوب سننے والا ہے، میں زندگی بھر (اپنے) نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر روتا رہوں گا (غمگین رہوں گا)

انصار پر زمین تنگ ہوگئی (نبی کی جدائی سے نڈھال ہیں) اس حال میں کہ ان کے چہرے اثمد سرمے کی طرح کالے پڑ گئے (صدمے کی شدت سے چہرے پژمردہ ہیں)

ہم میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، ہم میں ہی مدفون ہوئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر بیش از بیش انعام واحسان نا قابلِ انکار ونا قابلِ فراموش ہیں۔

اور اللہ نے آپ کو ہمارے لئے ہادی بنایا اور آپ کے صحابہ نے آپ کے ذریعے ہدایت پائی، ہر شہادت گہِ الفت ہر معرکہ جنگ کے موقع پر۔

اللہ تبارک وتعالیٰ، حاملینِ عرش فرشتوں، اور سب پاک نفوس کا احمد مبارک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پہنچے (دیوان حسان)

حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم کی سند سے نقل کیا ہے کہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں رات کو گشت کے لئے نکلے،

آپ نے ایک عورت کی آواز سنی کہ وہ بڑے درد بھرے انداز میں یہ اشعار پڑھ رہی ہے کہ:

عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلٰوۃُ الْاَبْرَارِ صَلّٰی عَلَیْہِ الطَّیِّبُوْنَ الْاَخْیَارِ

قَدْ کُنْتَ قَوَّامًا بَکٰی بِالْاَسْحَارِ یَا لَیْتَ شَعْرِیْ وَالْمَنَایَا اَطْوَارِ

هَلْ تَجْمَعَنِیْ وَ حَبِیْبِیَ الدَّارِ

''محمد پر نیک ہستیوں کے درود، آپ پر پاکیزہ اور چنیدہ ہستیاں درود پڑھ رہی ہیں، آپ راتوں کو جاگنے والے سحر کو رونے والے تھے، موت تو بہر طور آتی ہے، کاش مجھے یقین ہو جائے کہ مرنے کے بعد بھی مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب ہوگی''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ اشعار سن کر وہیں بیٹھ گئے، اور روتے رہے (الشفا بتعریف حقوق المصطفی، ج۲ص ۲۲، ۲۳، الباب الثانی: فی لزوم محبته صلی الله علیه وسلم، فصل فیما روی عن السلف والأئمة من محبتهم للنبی صلی الله علیه وسلم وشوقهم له، دار الفکر، بیروت)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ اِمْرَأَۃً قَالَتْ لِعَائِشَۃَ رَحِمَهَا اللّٰهُ: اِکْشِفِیْ لِیْ عَنْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَکَشَفَتْ لَهَا عَنْهُ فَبَکَتْ حَتّٰی مَاتَتْ (الزهد لأحمد بن حنبل، رقم الحدیث ۲۱۵۷، ص ۲۹۹، دار الکتب العلمیة، بیروت)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک خاتون حاضر ہوئیں اور آکر عرض کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرادو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حجرہ شریفہ کھولا، انھوں نے زیارت کی اور زیارت کر کے روتی رہیں اور روتے روتے انتقال فرما گئیں (الزہد)

اس قسم کے کئی واقعات تاریخ وروایات میں ملتے ہیں۔

ایک طرف تو ربیع الاول کے مہینے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا غم ہے، اور دوسری طرف جشنِ عید میلا د النبی کے عنوان سے یہ مروّجہ میلے ٹھیلے ہیں۔

کیا ان حالات میں ہر سال ربیع الاول کے مہینے میں جوش وجذبہ کے ساتھ عید میلا د النبی کے نام سے جشن منانا اور اس مہینے کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کو نظر انداز کر دینا، عقلمندی کی نشانی ہے؟ ظاہر ہے کہ نہیں۔

خلاصہ یہ کہ ربیع الاول کے مہینے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا جشن منانا، اور اس مہینے میں آپ کی وفات کے غم وصدمہ کو نظر انداز کر دینا درست نہیں۔

(4)......بارہ ربیعُ الاوَّل کی تخصیص

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکرِ خیر کرنے کے لئے 12/ربیع الاول کی ایسی تخصیص کہ جو سال کے دوسرے دنوں سے ممتاز حیثیت کی حامل ہے، یہ ایک عام چیز کو اپنی طرف سے خاص کرنا ہے، شریعتِ مطہرہ نے جب اس غرض کے لئے 12/ربیع الاول کی تخصیص نہیں کی، بلکہ اس کو عام چھوڑ دیا ہے کہ منکرات سے بچتے ہوئے، جب کوئی چاہے، اس پر عمل کرے، تو اپنی طرف سے 12/ربیع الاول کو خاص کر لینا شریعت پر زیادتی ہے، جو کہ شرعاً بدعت کے مفہوم میں داخل ہے۔

(5)......نیتوں میں اخلاص نہ ہونا

دیکھنے میں آتا ہے کہ عام طور پر میلا د منانے والوں کی نیت میں اخلاص نہیں ہوتا، بلکہ اپنی شہرت، نام ونمود، مختلف انعامات اور ایوارڈ حاصل کرنا، اور دوسروں کو نیچا دکھلانا، دوسروں پر کیچڑ اچھالنا وغیرہ وغیرہ پیشِ نظر ہوتا ہے(الاماشاء اللّٰہ)

یہی وجہ ہے کہ ان اجتماعات میں شریک ہوکر اور بار بار یہ عمل کرنے کے باوجود زندگی میں عملی

طور پر تبدیلی اور ترقی محسوس نہیں ہوتی اور اپنے لباس، پوشاک، وضع قطع وغیرہ میں سنت کی اتباع کی توفیق نہیں ہوتی۔

اوراسی وجہ سے میراثی، گانے بجانے والے، سب طرح کے لوگ میلاد کے نام کی پارٹیاں نکالتے ہیں اور رات دن گناہوں میں مصروف رہنے والے، مفت میں اپنے آپ کو عاشقانِ رسول، محبانِ رسول، دیوانانِ رسول، غلامانِ رسول وغیرہ جیسے القاب دے بیٹھتے ہیں، یہ بہت سستے نسخے ہیں کہ عمل کچھ نہ کرنا پڑے، بلکہ ساری زندگی اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کے خلاف گزر جائے اور مفت میں محبانِ رسول وغیرہ کا لقب پاکر جنتی بن جائیں۔

بہرحال نیتوں کے فاسد ہونے کی خرابی بھی اس رسم کو انجام دینے والے بہت سے لوگوں میں شامل ہے، اور اخلاص والے افراد کم ہیں، اور اگر اخلاص کے ساتھ کوئی ایسا عمل کرے، جو شرعاً ثواب والا نہیں، بلکہ گناہ والا ہے، تو بھی اخلاص کی وجہ سے وہ نیک عمل نہیں بن جاتا۔

(6)......غیروں کے ساتھ تشبہ

بہت سے علماء کی تحقیق یہ ہے کہ یومِ پیدائش منانے کا یہ تصور مسلمانوں میں عیسائیوں سے آیا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا یومِ پیدائش کرسمس کے نام سے موجودہ دور میں 25/ دسمبر کو منایا جاتا ہے۔

تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے تقریباً تین سو سال تک حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے یومِ پیدائش منانے کا کوئی تصور نہیں تھا، حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے حواریین اور صحابۂ کرام میں سے کسی نے یہ دن نہیں منایا، تین سو سال کے بعد کچھ لوگوں نے یہ بدعت شروع کردی، اور یہ کہا کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا یومِ پیدائش منائیں گے۔

اُس وقت بھی جو لوگ دینِ عیسوی پر پوری طرح عمل پیرا تھے، انہوں نے ان سے کہا کہ تم

نے یہ سلسلہ کیوں شروع کیا ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی تعلیمات میں تو یومِ پیدائش منانے کا کوئی ذکر نہیں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس میں کیا حرج ہے؟ یہ کوئی ایسی بری بات تو نہیں ہے، بس ہم اس دن جمع ہو جائیں گے، اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا ذکر کریں گے، ان کی تعلیمات کو یاد دلائیں گے، اور اس کے ذریعہ سے لوگوں میں ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کا شوق پیدا ہوگا، اس لئے ہم کوئی گناہ کا کام نہیں کر رہے ہیں، چنانچہ یہ کہہ کر یہ سلسلہ شروع کر دیا۔

اس کے بعد شروع شروع میں تو یہ ہوا کہ جب 25 / دسمبر کی تاریخ آتی، تو چرچ میں ایک اجتماع ہوتا، ایک پادری صاحب کھڑے ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی تعلیمات اور آپ کی سیرت بیان کر دیتے، اس کے بعد اجتماع برخواست ہو جاتا، گویا کہ بے ضرر اور معصوم طریقے پر یہ سلسلہ شروع ہوا۔

لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد انہوں نے سوچا کہ ہم پادری کی تقریر تو کرا دیتے ہیں، مگر وہ خشک قسم کی تقریر ہوتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ نوجوان اور شوقین مزاج لوگ اس میں شریک نہیں ہوتے، اس لئے اس کو ذرا دلچسپ بنانا چاہئے، تاکہ لوگوں کے لئے دل کش ہو۔

اور اس کو دلچسپ بنانے کے لئے اس میں موسیقی ہونی چاہئے، چنانچہ اس کے بعد موسیقی کے ساتھ، نظمیں پڑھی جانے لگیں، پھر انہوں نے دیکھا کہ موسیقی سے بھی کام نہیں چل رہا، اس لئے اس میں ناچ گانا بھی ہونا چاہئے، چنانچہ پھر ناچ گانا بھی اس میں شامل ہو گیا، پھر سوچا کہ اس میں کچھ تماشے بھی ہونے چاہئیں۔ چنانچہ ہنسی مذاق کے کھیل تماشے شامل ہو گئے۔

چنانچہ ہوتے ہوتے یہ ہوا کہ وہ کرسمس جو حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی تعلیمات بیان کرنے کے نام پر شروع ہوا تھا، اب وہ عام جشن کی طرح ایک جشن بن گیا، اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ناچ گانا اس میں، موسیقی اس میں، شراب نوشی اس میں، قمار بازی اور جوا اس میں، گویا کہ اب دنیا بھر کی بے شمار فضولیات وخرافات کرسمس میں شامل ہو گئیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ

الصلاۃ والسلام کی تعلیمات پیچھے رہ گئیں۔

اب آپ دیکھ لیجئے کہ مغربی ممالک میں جب کرسمس کا دن آتا ہے۔تو اس میں کیا طوفان برپا ہوتا ہے (ماخوذ از ''اصلاحی خطبات'' ج۲ص۱۵۳،۱۵۴، ''عصر حاضر میں اسلام کیسے نافذ ہو؟'' بحوالہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا مقالہ کرسمس)

جشنِ عید میلاد النبی میں بھی سلسلہ اسی طرح سے ہوا، اور اس کو عیسائیوں کے کرسمس ڈے کی طرح شروع کیا گیا، اور اب تو حد یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ عیسائیوں کے طریقہ پر عید میلاد النبی کے موقع پر کیک بھی کاٹے جانے لگے، اور اس موقع پر لوگوں کو شرکت کی دعوت بھی دی جانے لگی، بعض لوگ تو بہت قیمتی اور مہنگے اور بڑے بڑے کیک کاٹنے لگے، اور اس رسم میں بڑے بڑے پیر اوران کے مرید پیش پیش ہیں، اللہ حفاظت فرمائے۔ [1]

جبکہ احادیث میں غیروں کے ساتھ تشبہ کی احادیث میں ممانعت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (ابوداوٗد، رقم الحدیث ۴۰۳۱، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، المکتبة العصرية، صيدا -بيروت، مسند احمد رقم الحدیث ۵۱۱۵) [2]

---

[1] بعض بڑے بڑے اور مشہور بدعتی پیروں کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ اپنے مریدین کا وسیع حلقہ جمع کر کے، ایک بڑے اجتماع میں اس عمل کو سرانجام دیتے ہیں، اور نعوذ باللہ تعالیٰ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سالگرہ اور ''برتھ ڈے'' مناتے ہیں۔محمد رضوان۔

[2] قلت أخرجه أبو داوٗد بسند حسن (فتح الباری شرح صحيح البخاری لابنِ حجر، ج۱۰ ص۲۷۱، کتاب اللباس، باب لبس جبة الصوف)

وقد روى عن النبى صلى الله عليه وسلم فى المسند والسنن أنه قال: (من تشبه بقوم فهو منهم) وفى لفظ: (ليس منا من تشبه بغيرنا) وهو حديث جيد (مجموع الفتاوىٰ لابنِ تيمية ج۲۵ ص۳۳۱، کتاب الصيام، وسئل: عمن يفعل من المسلمين: مثل طعام النصارى فى النيروز الخ)

وأيضا مما هو صريح فى الدلالة ما روى أبو داود فى سننه حدثنا عثمان بن أبى شيبة حدثنا أبو النضر يعنى هاشم بن القاسم حدثنا عبد الرحمن بن ثابت حدثنا حسان بن عطية عن أبى منيب الجرشى عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم کی تشبہ اختیار کی، تو وہ انہی میں سے ہوگا (ابوداؤد)

اور حضرت عمرو بن شعیب کی سند سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَيُسَ مِنَّا مَنُ تَشَبَّهَ بِغَيُرِنَا (ترمذی، رقم الحديث ٢٦٩٥، كتاب الاستئذان والآداب، باب ما جاء فی كراهية إشارة اليد بالسلام، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابی الحلبی -مصر)

ترجمہ: جس نے غیروں کے ساتھ تشبہ کیا، وہ ہم میں سے نہیں (ترمذی)

یہ حدیث مختلف سندوں سے مروی ہے، جن کی سندوں پر محدثین نے کلام کیا ہے۔

لیکن بعض حضرات نے مجموعی طور پر ان روایات کو حسن اور معتبر قرار دیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ابن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم من تشبه بقوم فهو منهم وهذا إسناد جيد فإن ابن أبی شيبة وأبا النضر وحسان بن عطية ثقات مشاهير أجلاء من رجال الصحيحين وهم أجل من أن يحتاجوا إلى أن يقال هم من رجال الصحيحين(اقتضاء الصراط المستقيم مخالفة أصحاب الجحيم لابنِ تيميه، ج ا ص ٢٦٨، ٢٦٩، فصل فی ذكر الأدلة على الأمر بمخالفة الكفار عموما وفی أعيادهم خصوصا، التشبه مفهومه ومقتضاه، دار عالم الكتب، بيروت، لبنان)

[1] قال الالبانی:

"ليس منا من تشبه بغيرنا، لا تشبهوا باليهود ولا بالنصارى، فإن تسليم اليهود الإشارة بالأصابع، وتسليم النصارى الإشارة بالكف."

أخرجه الترمذی (2696)عن ابن لهيعة عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده مرفوعا. وقال: " إسناده ضعيف، وروى ابن المبارك هذا الحديث عن ابن لهيعة فلم يرفعه ".

قلت: قد وجدته من طريق غيره، أخرجه الطبرانی فی "الأوسط "(ص 267– حرم) عن أبی المسيب سلام بن مسلم حدثنا ليث بن سعد عن يزيد بن أبی حبيب عن عمرو بن شعيب به .إلا أنه قال: " أظنه مرفوعا ."وهذا إسناد رجاله ثقات غير سلام بن مسلم فلم أعرفه .وليس هو سلام بن مسلم البصری، روى عن عبد الكريم عن إبراهيم، وعنه موسى بن إسماعيل كما فی "الجرح والتعديل "(1 / 2 / 261) ، فإن هذا أعلى طبقة منه، وهو الذی يشير إليه قول الهيثمی فی " المجمع " : (8 / 39) "رواه الطبرانی فی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(7)......ایذا رسانی اور گزرگاہوں کا نازیبا استعمال

آج کل میلادُ النبی کے نام پر منعقد ہونے والے ان جلوسوں کا گزر، عام طور پر سڑکوں اور شارعِ عام سے ہوتا ہے، جگہ جگہ نعت خوانی اور مقابلہ آرائی کی وجہ سے یہ جلوس وقفہ وقفہ سے روانہ ہورہے ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے آنے جانے والی سواریوں اور مسافروں کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور بعض لوگوں کے نظام اور معمولاتِ زندگی میں شدید خرابی اور گڑبڑ پیدا ہوجاتی ہے، مسافروں، مریضوں اور مختلف ضرورت مندوں کو اپنی منزل تک پہنچنا دشوار ہوجاتا ہے، اور وہ دور دراز کے راستے اختیار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

سیرتُ النبی اور میلادُ النبی کے نام پر سڑک میں رکاوٹ ڈال کر دور کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور کرنا کس طرح جائز ہوسکتا ہے؟

خاص طور پر آج کی مصروف زندگی میں اگر کسی شخص کو اپنے مطلوبہ مقصد تک پہنچنے میں چند

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

"الأوسط "، وفيه من لم أعرفه ."

لكن الحديث جاء مفرقا فی أحاديث يتقوى بها، فالجملة الأولى منه يشهد لها حديث ابن عباس قال: " لما افتتح رسول الله صلى الله عليه وسلم مكة قال:إن الله عز وجل ورسوله حرم عليكم شرب الخمر وثمنها وحرم عليكم أكل الميتة وثمنها وحرم عليكم الخنازير وأكلها وثمنها، وقال: قصوا الشوارب وأعفوا اللحى، ولا تمشوا فی الأسواق إلا وعليكم الأزر، إنه ليس منا من عمل بسنة غيرنا ."أخرجه الطبرانی فی "الكبير " (3 / 118 / 1)عن أبی يحيى الحمانی عن يوسف بن ميمون عن عطاء عنه .وهذا سند ضعيف، يوسف بن ميمون – وهو الصباغ – قال الحافظ:" ضعيف ."قلت: وأبو يحيى الحمانی فيه ضعف .وقال الهيثمی فی "المجمع "(5 / 169) : " رواه الطبرانی فی "الأوسط "، وفيه يوسف بن ميمون، ضعفه أحمد والبخاری وجماعة، ووثقه ابن حبان، وبقية رجاله ثقات !"والجملة الثانية: "لا تشبهوا باليهود ولا بالنصارى ."فقد صح من حديث أبی هريرة والزبير، وهما مخرجان فی "حجاب المرأة المسلمة) "ص 96) .وسائره له شاهد من حديث جابر مرفوعا، وهو مخرج أيضا فی المصدر السابق (ص 98) وسبق تخريجه أيضا برقم . (1783)(سلسلة الاحاديث الصحيحة، رقم الحديث ٢١٩٤)

منٹ کی بھی تاخیر ہوجائے، تو بعض اوقات ناقابلِ تلافی نقصان پہنچ جاتا ہے، کسی مریض کو ہسپتال پہنچانا ہو، یا کسی بیمار کے لئے دوا لے جانی ہو، یا کوئی مسافر بس اڈے، ریلوے اسٹیشن یا ہوائی اڈے وغیرہ پہنچنا چاہتا ہو، اور اس میلادُ النبی کے مبارک عنوان والے جلسے جلوس کی وجہ سے اسے پانچ یا دس منٹ کی تاخیر ہوجائے، تو کہنے کو یہ دس پانچ منٹ کی تاخیر ہے، لیکن اس تھوڑی سی تاخیر کی وجہ سے، بیمار اور مریض دنیا سے رخصت ہوسکتا ہے، مسافر وقتِ مقررہ پر اپنی منزل تک پہنچنے سے بالکل محروم بھی ہوسکتا ہے، اور اسی طرح سے بہت سے اجتماعی یا انفرادی کاموں اور پروگراموں کا نظام درہم برہم ہوسکتا ہے، دنیوی نقصان کے علاوہ بہت سے دینی نقصان بھی پہنچ سکتے ہیں، ہمیں نہ ان متاثرین کا نام معلوم ہے، اور نہ پتہ معلوم ہے، اور نہ ہی نقصان کی تفصیلات کا علم ہے، لہٰذا اگر اس گناہ کی تلافی بھی کرنا چاہیں، تو بظاہر اس کا راستہ اختیار میں نہیں۔

یہ تو پہلے کا حال تھا، اور اب بہت سے شہروں میں یہ حالت ہوگئی ہے کہ رات بھر گاڑیوں وغیرہ میں بڑے بڑے اسپیکر نصب کر کے بآوازِ بلند مختلف نعتیں پڑھی جاتی ہیں، اور اعلانات کیے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے بچوں کو سونا مشکل ہوجاتا ہے، مریضوں کو تکلیف پہنچتی ہے، عبادت کرنے والوں کی عبادت میں خلل آتا ہے، بہت سے دن بھر محنت مزدوری اور کام کرنے والے لوگ رات بھر سو نہیں پاتے، جس کی وجہ سے دن کے ضروری کام کاج اور ان کی متعلقہ ضروریات میں خلل آتا ہے، اور کسی مسلمان کو تکلیف پہنچانا سخت گناہ کی بات ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ (مسلم، رقم الحديث ۱ ۴ "۶۵" كتاب الايمان، باب بيان تفاضل الإسلام وأى أموره أفضل، دار إحياء التراث العربى -بيروت)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمان تو دراصل وہ

ہے ،جس کی زبان اورہاتھ (پاؤں وغیرہ) سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں (مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس طرح ذکر وتلاوت کرنے سے بھی منع فرمایا، جس سے دوسرے کو تکلیف پہنچے۔ [1]

دوسری طرف یہ عالم ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور اسلام ہی کے نام پر دوسرے مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کا ایک لامتناہی سلسلہ قائم کیا ہوا ہو، اس لیے اللہ کے واسطے اپنے اس طرزِ عمل پر پرنظرِ ثانی فرمایئے ،اور اللہ کی مخلوق پر رحم کھایئے۔

اگر کسی کو ذکر وعبادت اور رات بھر جاگنے کا شوق ہے،تو وہ مصلّٰی لے کر اپنے گھر میں ایک طرف ہو جائے،اور اخلاص ویکسوئی کے ساتھ خوب عبادت کرے، اِس کے بجائے اس نمود و نمائش اور ایذا رسانی کو عبادت تصور کرنا کہاں کی شریعت ہے۔

(8)......بیتُ اللہ اور قبرِ نبوی کی شبیہ اور نازیبا حرکات

کچھ عرصہ سے بعض شہروں میں عیدمیلادُ النبی کے موقع پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر اور بیتُ اللہ شریف کی شبیہ بنائی جاتی ہے،اور مختلف رنگوں کے سانگ بنا کر رکھے جاتے ہیں،لوگ ان سے تبرک حاصل کرتے ہیں اور ''بیت اللہ'' کی خودساختہ شبیہ کا طواف بھی کرتے ہیں اور یہ سب کچھ مسلمانوں کے ہاتھوں بعض نام نہاد، پیروں اور بزرگوں کی نگرانی میں کرایا جارہا ہے۔فیا اسفاہ !

---

[1] عن أبی سعید الخدری قال: اعتکف رسول الله صلی الله علیه وسلم فی المسجد، فسمعهم یجهرون بالقرائة وهو فی قبة له، فکشف الستور، وقال: " إن کلکم مناج ربه فلا یؤذین بعضکم بعضا، ولا یرفعن بعضکم علی بعض بالقرائة "، أو قال: " فی الصلاة "(مسند احمد، رقم الحدیث ۱۱۸۹۶ ؛ابوداوٗد، رقم الحدیث ۱۳۳۲)

قال شعیب الارنؤوط:إسناده صحیح علی شرط الشیخین(حاشیة مسند احمد)

سب کو معلوم ہے کہ رافضی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سالانہ برسی منایا کرتے ہیں، اور اس موقع پر تعزیہ، عَلَمُ، دلدل وغیرہ نکالا کرتے ہیں، انہوں نے جو کچھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کیا، اسی قسم کا طرزِ عمل ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اختیار کرنا شروع کر دیا۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر اور بیتُ اللہ شریف کا ماڈل بنا کر اسے بازاروں میں پھرانا اور اس کے ساتھ روضۂ اطہر اور بیت اللہ کا معاملہ کرنا صحیح ہے تو روافض کا تعزیہ اور دُلدل کا ماڈل کیوں غلط ہے؟

پھر اس بات پر بھی غور کیجئے کہ روضۂ اطہر اور بیتُ اللہ کی جو شبیہ بنائی جاتی ہے وہ محض جعلی اور مصنوعی ہے، جسے آج بنایا جاتا ہے اور کل توڑ پھوڑ دیا جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس مصنوعی ماڈل میں اصل روضۂ اطہر اور بیت اللہ کی کوئی خیر و برکت منتقل ہوجاتی ہے یا نہیں؟ اور اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی اس چیز میں کسی درجہ میں تقدس پیدا ہوجاتا ہے یا نہیں؟ اگر اس میں کوئی تقدس اور کوئی برکت نہیں، تو اس کے لغو اور فضول ولایعنی ہونے میں کیا شک ہے؟ اور اگر اس میں تقدس اور برکت کا کچھ اثر آجاتا ہے، تو اس کی شرعی دلیل کیا ہے؟ اور کسی مصنوعی اور جعلی چیز میں روضۂ مقدس اور بیت اللہ شریف سے تقدس و برکت کا اعتقاد رکھنا، اسلام میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اور اگر اس میں تقدس اور برکت کو مانا جائے، تو روضہ شریف اور بیت اللہ شریف کی شبیہ بنا کر اگلے دن اسے توڑ پھوڑ دینا کیا ان کی توہین میں داخل نہیں؟

پھر جس طرح بعض اہلِ تشیع، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تعزیہ پر چڑھاوے چڑھاتے اور منتیں مانتے ہیں، اب رفتہ رفتہ عوام اس نوایجاد ''بدعت'' کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرنے لگے ہیں، روضۂ اطہر کی شبیہ پر درود وسلام پیش کیا جاتا ہے، بعض جگہ بیت اللہ شریف کی شبیہ کا باقاعدہ طواف ہونے لگا ہے، ان لوگوں نے گلی محلوں میں روضے اور بیت اللہ کے ماڈلز

بنا دیئے ہیں، جہاں سلام بھی پڑھا جاتا ہے اور طواف بھی ہوتا ہے، یہ فعل کس قدر قبیح ہے؟

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ:

امسال ''عید میلا دالنبی'' کے نام سے کراچی میں ظلم وجہالت کے ایسے ایسے شرمناک مظاہرے کئے گئے ہیں کہ ان کے اوران کے انجام کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے، مختلف محلوں کو رنگین روشنیوں سے دلہن بنایا گیا اور وہاں کے تقریباً تمام ہوٹلوں میں عید میلا دالنبی اس طرح منائی گئی کہ لاؤڈ اسپیکر لگا کر بلند آواز سے شب وروز ریکارڈ نگ کا طوفان بر پارہا۔

بہت سے سنیماؤں نے ''عید میلا دالنبی کی خوشی میں'' سینکڑوں بلب لگا کران اخلاق سوز اور برہنہ تصویروں کو اور نمایاں کردیا، جو اپنی ہر ہر ادا سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی نافرمانی کی برملا دعوت دیتی ہیں اوران ہی مقامات پر انسانیت کش تصویروں کے سائے میں شاید تبرک کے خیال سے خانہ کعبہ اور روضۂ اقدس کی تصویریں بھی چسپاں کردی گئیں۔

قدم قدم پر روضۂ اطہر اور مسجدِ نبوی کی شبیہیں بنا کر کھڑی کی گئیں، جنہیں کچھ بے فکرے نوجوان ایک تفریح گاہ کے طور پر استعمال کررہے تھے اور کچھ بے پردہ عورتیں انہیں چھوچھوکر ''خیر وبرکت'' حاصل کررہی تھیں اور ظاہر ہے کہ جب پورے محلّہ کو روشنیوں میں نہلا کر جگہ جگہ محرابیں کھڑی کرکے قدم قدم پر فلمی ریکارڈ بجا کر ایک میلے کا سماں پیدا کردیا جائے، تو پھر عورتیں اور بچے ایسے میلے کو دیکھنے کے لئے کیوں نہ پہنچیں، جس میں میلے کا لطف بھی ہے اور (معاذ اللہ) تعظیمِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ثواب بھی، چنانچہ راتوں کو دیر تک یہاں تفریح باز مردوں، عورتوں، اور بچوں کا ایسا مخلوط اجتماع رہا، جس میں بے پردگی، غنڈہ گردی اور بے حیائی کو کھلی چھوٹ ملی ہوئی تھی (عصر حاضر میں اسلام کیسے نافذ ہو؟ص

۳۶۶، ۳۶۷، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، سنِ طباعت: 1397ہجری)

اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کی ان چیزوں سے حفاظت فرمائے۔ آمین۔

(9)......اسراف وتبذیر اور چراغاں

میلاد النبی کی اس رسم کو انجام دینے کی خاطر فضول خرچی اور اسراف کا بھی بہت مظاہرہ کیا جاتا ہے، چنانچہ بہت سے لوگ بجلی کا بے دریغ استعمال کر کے اپنے گھروں اور دوسرے مقامات پر ضرورت سے زیادہ روشنی اور لائٹنگ کا انتظام کرتے ہیں، جبکہ بجلی ایک ضرورت کی چیز ہے، جس کو بوقتِ ضرورت استعمال کرنا چاہیئے ، بلاضرورت یا ضرورت سے زیادہ استعمال کرنا، اسراف اور فضول خرچی میں داخل ہے، اس کے علاوہ بے جا سجاوٹ اور نمائش میں بھی رقم کا بے جا استعمال کیا جاتا ہے، راستوں، گزرگاہوں اور گاڑیوں وغیرہ پر مختلف اشتہارات اور بینرز اور پوسٹر آویزاں کئے جاتے ہیں اور عید میلاد النبی کا جلوس گزرنے کے لئے بڑے بڑے دروازے اور گیٹ بنائے جاتے ہیں اور عید میلاد النبی کے جلوس اور نعت خوانی کی تقریبات انجام دینے کے لئے جگہ جگہ اسٹیج تیار کرائے جاتے ہیں، اور ان پر لاؤڈ اسپیکر اور بڑے بڑے ڈیک لگا کر صبح سویرے سے ہی، بلکہ اب تو بہت سی جگہ رات سے ہی مختلف قسم کی نعتیں، قوالیاں اور موسیقی پر مشتمل مختلف قسم کے نغمے سنائے جاتے ہیں، اور یہ سلسلہ رات بھر اور دن بھر چلتا ہے۔

ملک بھر میں ہر سال ان چیزوں پر لاکھوں، کروڑوں روپیہ خرچ کر دیا جاتا ہے، جبکہ مال کو اس طرح کے بے جا کاموں میں اڑانا اور خرچ کرنا شرعاً جائز نہیں، بلکہ قرآن وسنت کی رُو سے گناہ ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ایک مقام پر ارشادِ ربانی ہے کہ:

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْآ اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا

(سورۃ الاسراء، رقم الآیۃ ۲۷ پ ۱۵)

ترجمہ: بے شک بے موقع خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں، اور ہے شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا (سورہ بنی اسرائیل)

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَاتُسْرِفُوْا ط اِنَّهٗ لَايُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (سورۃ الانعام، رقم الآیۃ ۱۴۱، پ ۸)

ترجمہ: اور اسراف نہ کرو تم، بلاشبہ وہ (یعنی اللہ) پسند نہیں کرتا، اسراف کرنے والوں کو (سورہ انعام)

قرآن مجید ہی میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَاتُسْرِفُوْا ج اِنَّهٗ لَايُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (سورۃ الاعراف، رقم الآیۃ ۳۱، پ ۸)

ترجمہ: اور کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو، بے شک وہ (یعنی اللہ) پسند نہیں کرتا، اسراف کرنے والوں کو (سورہ اعراف)

نیز قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (سورۃ الفرقان، رقم الآیۃ ٦٧ پ ۱۹)

ترجمہ: اور وہ لوگ (رحمٰن کے خاص بندے) جب خرچ کرتے ہیں، تو اسراف نہیں کرتے اور نہ تنگی کرتے ہیں، اور ان کا خرچ کرنا، اس (کمی زیادتی) کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے (سورہ فرقان)

بعض آیات میں فضول خرچی کرنے کو ’’تبذیر‘‘ کہا گیا ہے، اور بعض آیات میں ’’اسراف‘‘ کہا گیا ہے، اس سلسلہ میں بہت سے اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ تبذیر اس طرح کے خرچ کو کہتے ہیں کہ جہاں خرچ کرنا بالکل بھی جائز نہیں، اور اسراف اتنی زیادہ مقدار میں خرچ کرنے

کو کہتے ہیں، جو کہ جائز نہیں۔ [1]

معلوم ہوا کہ اللہ کی نعمت کو بلاضرورت یا غیر ضرورت کی مقدار میں خرچ کرنا، اللہ کی ناشکری ہے، جو شیطان کے بہکانے سے واقع ہوتی ہے، خواہ اس کا ظاہری رنگ وروپ نیکی والا کیوں نہ ہو۔

فضول خرچی کرنے والوں کو جو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے، مفسرینِ کرام نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ فضول خرچی کا گناہ کرنے والے شیاطین کی طرح صفات میں ان کے مشابہ اور ہم مثل ہیں، اور شیطانوں کی بُری صفات میں فضول خرچی بھی داخل ہے۔

یا پھر مطلب یہ ہے کہ فضول خرچی کا گناہ کرنے والے، ان گناہوں میں شیاطین کے دوست اور تابعدار ہیں۔

اور یا مطلب یہ ہے کہ فضول خرچی کرنے والے جہنم میں شیاطین کے ساتھ ہوں گے ''العیاذ باللّٰہ''۔ [2]

بہرحال جو مطلب بھی لیں، اللہ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کا غلط اور بے موقع و بے محل استعمال بلاشبہ گناہ اور شیطانی فعل ہے، جس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہئے اور جو گناہ ہو چکا، اس سے

---

[1] قوله الإسراف هو صرف الشيء فيما ينبغي زائدا على ما ينبغي بخلاف التبذير فإنه صرف الشيء فيما لا ينبغي (عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج٢ص ٢٤٢، ٢٤٣، كتاب الوضوء ،باب ما جاء فى الوضوء)

والسرف صرف الشىء فيما ينبغي زائدا على ما ينبغي. والتبذير صرفه فيما لا ينبغي. ذكره جمع (فيض القدير شرح الجامع الصغير من أحاديث البشير النذير، تحت رقم الحديث ١٠، حرف الهمزة، المكتبة التجارية الكبرى -مصر)

[2] إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين تعليل للنهى عن التبذير ببيان أنه يجعل صاحبه ملزوزا فى قرن الشياطين والإخوان جمع أخ والمراد به المماثل مجازا أى أنهم مماثلون لهم فى صفات السوء التى من جملتها التبذير أو الصديق والتابع مجازا أيضا أى أنهم أصدقاؤهم وأتباعهم فيما ذكر من التبذير والصرف فى المعاصى فإنهم كانوا ينحرون الإبل ويتياسرون عليها ويبذرون أموالهم فى السمعة وسائر ما لا خير فيه من المناهى والملاهى أو القرين كما سبق أيضا أى أنهم قرناؤهم فى النار على سبيل الوعيد (تفسيرروح المعانى، ج٨ص ٦٢ ،تحت رقم الآية ٢٧ من سورة الاسراء)

توبہ کرنی چاہئے، اوراس مال کو جو ہر سال ربیع الاول کے موقع پر نمود ونمائش کی نذر کردیا جاتا ہے، اور وہ کروڑوں روپوں کی مقدار میں ہوتا ہے، اس کو غریبوں، مسکینوں، ناداروں اور مریضوں اور فلاحی ضروریات وغیرہ پر خرچ کرنا چاہیے۔

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حَتّٰی یُسْأَلَ عَنْ عُمُرِہٖ فِیْمَا أَفْنَاہُ، وَعَنْ عِلْمِہٖ فِیْمَ فَعَلَ، وَعَنْ مَالِہٖ مِنْ أَیْنَ اِکْتَسَبَہٗ وَفِیْمَ أَنْفَقَہٗ، وَعَنْ جِسْمِہٖ فِیْمَ أَبْلَاہُ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۴۱۷، أبواب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع، باب فی القیامۃ) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن (رب تعالیٰ کے سامنے سے) کسی بندہ کے قدم اس وقت تک نہیں ٹلیں گے، جب تک اس سے یہ سوال نہ کرلیا جائے کہ اس نے اپنی عمر کو کن چیزوں میں فنا کیا، اور اس نے اپنا علم کن کاموں میں خرچ کیا، اور اس نے مال کہاں سے کمایا اور کن چیزوں میں خرچ کیا، اور اس نے اپنے جسم کو کن چیزوں میں بوسیدہ کیا (ترمذی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حَتّٰی یُسْأَلَ عَنْ أَرْبَعِ خِصَالٍ: عَنْ عُمُرِہٖ فِیْمَا أَفْنَاہُ؟ وَعَنْ شَبَابِہٖ فِیْمَا أَبْلَاہُ؟ وَعَنْ مَالِہٖ مِنْ أَیْنَ اِکْتَسَبَہٗ وَفِیْمَا أَنْفَقَہٗ؟ وَعَنْ عِلْمِہٖ مَاذَا عَمِلَ فِیْہِ؟ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۱۱) [2]

---

[1] قال الترمذی: ہذا حدیث حسن صحیح، وسعید بن عبد اللہ بن جریج ہو بصری، وہو مولی أبی برزۃ، وأبو برزۃ اسمہ: نضلۃ بن عبید "

[2] قال الہیثمی:

رواہ الطبرانی، والبزار بنحوہ، ورجال الطبرانی رجال الصحیح غیر صامت بن معاذ،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ابنِ آدم کے قدم اس کے رب کے سامنے سے، اس وقت تک نہیں ہٹیں گے، جب تک چار چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرلیا جائے، ایک اس کی عمر کے بارے میں کہ اس کو کہاں فنا کیا، دوسرے اس کی جوانی کے بارے میں کہ کن چیزوں میں اس کو بوسیدہ کیا، تیسرے اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا، اور کن چیزوں میں خرچ کیا، چوتھے اس کے اپنے علم کے بارے میں کہ اس نے کیا عمل کیا (طبرانی)

اور بھی کئی احادیث وروایات میں قیامت کے دن عمر اور مال وغیرہ کے خرچ کرنے کے متعلق سوال ہونے کا ذکر آیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وعدی بن عدی الکندی، وھما ثقتان (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۸۳۷۳)

وقال الالبانی:

وأما حدیث معاذ، فیرویه صامت بن معاذ الجندی حدثنا عبد المجید ابن عبد العزیز بن أبی رواد عن سفیان الثوری عن صفوان بن سلیم عن عدی ابن عدی عن الصنابحی عنه . أخرجه الخطیب فی "الاقتضاء (2) "وفی "التاریخ "(/ 11 441) .وهذا سند لا بأس به فی الشواهد، رجاله ثقات غیر عبد المجید وصامت ففیهما ضعف، وقد قال المنذری فی "الترغیب " : (4 / 198) "رواه البزار والطبرانی بإسناد صحیح ." فالظاهر أنهما أخرجاه من غیر هذا الوجه وإلا فهو بعید عن الصحة! وقد رواه لیث عن عدی بن عدی به موقوفا .أخرجه الدارمی (/ 1 131) والخطیب (3)لکنه قال: " رجاء بن حیوة "مکان "الصنابحی ."والأول أصح .ولیث هو ابن أبی سلیم وهو ضعیف وقد أوقفه، والرفع هو الصواب لهذه الشواهد .وقد روی من حدیث ابن عباس وزاد فی آخره: " وعن حبنا أهل البیت " .وهو بهذه الزیادة باطل، ولذلک خرجته فی الکتاب الآخر . (1922) (سلسلة الاحادیث الصحیحة، تحت رقم الحدیث ۹۴۶)

[1] عن أبی سعید الخدری رضی الله، عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: والذی نفسی بیده لا تزول قدما عبد یوم القیامة حتی یسأل عن أربع ماله مما اکتسبه وفیما أنفقه، وعن جسده فیما أبلاه، وعن عمره فیما أفناه (تعظیم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزی، رقم الحدیث ۸۴۷، جماع تفسیر النصیحة)

قال أبو حذیفة، نبیل بن منصور بن یعقوب بن سلطان البصارة الکویتی:

وإسناده ضعیف لضعف عطیة العوفی، وداود بن الجارود لم أقف له علی ترجمة ولعله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ اس سلسلہ کی بعض روایات کی اسناد میں شدید ضعف پایا جاتا ہے، لیکن ان کی وجہ سے اس مسئلہ پر فرق نہیں پڑتا۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

محرف من زياد أبي الجارود والله أعلم............

وأما حديث جابر فأخرجه الخطيب في "المتفق والمفترق (1340) "من طريق الدارقطني ثنا أحمد بن محمد بن أبي عثمان النيسابوري ثنا محمد بن جعفر القاضي ثنا محمد بن قتيبة بن سعيد السمرقندي ثني أبي ثنا سفيان بن عيينة عن عمرو بن دينار عن جابر مرفوعا "لا تزول قدما عبد يوم القيامة حتى يسأل عن أربع خلال: عن عمره فيما أفناه، وعن جسده فيما أبلاه، وعن ماله فيما اكتسبه وفيما أنفقه، وعلمه فيما عمل به."

ذكره في ترجمة قتيبة بن سعيد السمرقندي ولم يذكر فيه جرحًا ولا تعديلا (انيس الساري، ج٩، ص ٦١٠٩ و ٦١١٠، تحت حرف اللام الف)

ل وعن ابن عباس قال: قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم –: لا تزول قدما عبد يوم القيامة حتى يسأل عن أربع: عن عمره فيما أفناه، وعن جسده فيما أبلاه، وعن ماله فيما أنفقه، ومن أين اكتسبه، وعن حبنا أهل البيت.

رواه الطبراني في الكبير والأوسط، وفيه حسين بن الحسن الأشقر، وهو ضعيف جدا، وقد وثقه ابن حبان مع أنه يشتم السلف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٨٣٧٠)

وعن أبي الدرداء قال: قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم –: لن تزول قدما عبد يوم القيامة حتى يسأل عن أربع: عن شبابه فيما أبلاه، وعن عمره فيما أفناه، وعن ماله من أين اكتسبه وفيما أنفقه.

رواه الطبراني في الكبير والأوسط، وفيه أبو بكر الداهري، وهو ضعيف جدا (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٨٣٧٢)

قال أبو حذيفة، نبيل بن منصور بن يعقوب بن سلطان البصارة الكويتي:

وأما حديث ابن مسعود فله عنه طريقان:

الأول: يرويه عطاء بن أبي رباح عن ابن مسعود مرفوعا "لا تزول قدما عبد يوم القيامة حتى يسأل عن خمس: عن عمره فيما أفناه، وشبابه فيما أبلاه، وعن ماله من أين اكتسبه، وفيم أنفقه، وعن ما عمل فيما علم"

أخرجه الترمذي (2416) والبزار (1435) وابن نصر في "الصلاة (846) "وأبو يعلى (5271) والدينوري في "المجالسة (7) "والطبراني في "الكبير (9772) "وفي "الصغير (760) "والآجري في "أخلاق العلماء (116) "وابن عدي (2/762 - 763) وأبو الشيخ في "الطبقات (913) "والبيهقي في "الزهد (711) "وفي "الشعب (1647) "والخطيب في "التاريخ (12/ 440) "وفي "الموضح (3312) "

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فضول مال اڑانے والے سوچ لیں کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دیں گے؟ اگر یہی رقم غریبوں، مسکینوں، ناداروں، دینی مدرسوں اور دوسرے دین ودنیا کے دینی اورفلاحی کاموں وغیرہ پر خرچ کی جائے، تو کتنے تنگدست گھرانے خوشحال ہوجائیں، بیمار تندرست ہوجائیں، روزی کے محتاج برسرروزگار ہوجائیں، جاہل علم کی دولت سے بہرہ ور ہوجائیں، دین کی خدمت کرنے والوں کے سامان کا انتظام ہوجائے، مسلمانوں کے معاشرے میں خوشحالی پیدا ہوجائے، اور مظلوم مسلمان ظلم وستم، اور جہالت وبددینی سے نجات حاصل کرلیں۔

فضول خرچی کے علاوہ اس نمود ونمائش پر مشتمل رسم میں مزید درجِ ذیل خرابیاں بھی پائی جاتی ہیں:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والشجرى فى "أماليه (55 /1) "وأبو القاسم الأصبهانى فى "الترغيب (2168) "من طرق عن أبى محصن حصين بن نمير الهمدانى ثنا حسين بن قيس أبو على الرَّحبى ثنا عطاء به.

قال البزار: وهذا الحديث لا نعلمه يُروى عن ابن مسعود إلا من هذا الوجه"

وقال الترمذى: هذا حديث غريب لا نعرفه من حديث ابن مسعود عن النبى –صلى الله عليه وسلم– إلا من حديث الحسين بن قيس، وحسين بن قيس يضعف فى الحديث من قبل حفظه"

وقال الطبرانى: لا يُروى عن ابن مسعود إلا بهذا الإسناد"

قلت: إسناده ضعيف جدًا، حسين بن قيس قال أحمد وغيره: متروك الحديث، وقال البخارى وغيره: منكر الحديث.

الثانى: يرويه الضحاك بن مزاحم عن أبى الأحوص عن ابن مسعود مرفوعا "والذى نفس محمد بيده لا تزول قدما عبد يوم القيامة حتى يُسأل عن أربع: عن عمره فيما أفناه، وجسده فيما أبلاه، وماله فيما كسبه وأين وضعه، وأين أنفقه"

أخرجه الطبرانى فى "الأوسط (7572) "عن محمد بن إبراهيم بن عامر بن إبراهيم الأصبهانى ثنى أبى عن جدى عن نَهْشَل بن سعيد عن الضحاك به.

وقال: لم يَرو هذا الحديث عن الضحاك عن أبى الأحوص عن ابن مسعود إلا نهشل بن سعيد، تفرد به عامر بن إبراهيم"

قلت: وهو ثقة كما قال الفلاس وغيره، لكن نهشل بن سعيد قال أبو داود الطيالسى وإسحاق بن راهويه: كذاب، وقال أبو حاتم وغيره: متروك الحديث (انيس السارى، ج۹، ص۷۰۶۱، تحت رقم الحديث ۴۲۹۴، حرف اللام الف)

(1)......اس رسم میں ہندوؤں اور غیر مسلموں کے ساتھ مشابہت ہے کہ وہ اپنے مخصوص اوقات میں (مثلاً دیوالی اور اپنے مذہبی پیشواؤں وغیرہ کے دن منانے کے موقعہ پر) ضرورت سے زیادہ روشنیوں اور اس طرح کی چیزوں کا انتظام کرتے ہیں اور غیر مسلموں کی مشابہت منع ہے۔

(2)......بعض جگہ سرکاری یا غیر سرکاری چوری کی بجلی سے یہ رسم پوری کی جاتی ہے، اور یہ مستقل گناہ ہے۔

(3)...... عام طور پر اس سے مقصد اپنا نام اونچا کرنا اور شہرت ہوتی ہے اور دوسرے لوگوں پر اپنے آپ کو اونچا دکھانا مقصد ہوتا ہے، اور شہرت و نام آوری کے لئے کوئی کام کرنا گناہ ہے۔

(4)......سب سے بڑھ کر خرابی یہ ہے کہ یہ سب کچھ سیرتُ النبی، میلادُ النبی اور دین کے نام پر ہوتا ہے، رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور دین کی طرف نسبت کرکے گناہ کرنا کتنی بڑی جرأت کی بات ہے۔

(5)......بعض جگہ اس غرض کے لئے باقاعدہ چندہ کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اس غرض کے لئے چندہ کرنا اور لوگوں سے پیسے مانگنا جائز نہیں۔ اور بطورِ خود اس رسم میں تعاون کرنا بھی منع ہے، پھر چندہ میں بھی خوشدلی کا لحاظ نہیں ہوتا (جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی، اور آگے بھی آتی ہے)

(6)......ایک گناہ یہ ہے کہ اس عمل کو ثواب سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہ ثواب کا کام نہیں، بلکہ گناہ ہے، اس کو ثواب سمجھنا دہرا جرم ہے۔

(10)......نمازوں میں کوتاہی

پہلے زمانے میں تو بات صرف جلسوں کی حد تک محدود تھی کہ سیرتِ طیبہ یا سیرتُ النبی کا جلسہ

ہوگیا، کھانا یا کوئی مشروب یا مٹھائی تقسیم ہوگئی، وغیرہ، وغیرہ، اور بس۔

لیکن اب تو بات بہت زیادہ آگے بڑھ گئی ہے، چنانچہ دیکھنے میں اور سننے میں آتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے جلسے کے انتظامات ہورہے ہیں، اور ان انتظامات میں نمازیں قضا ہورہی ہیں، کسی شخص کو نماز کا ہوش نہیں، پھر رات گئے تک تقریریں، نعرے بازیاں اور نعت خوانیاں ہورہی ہیں، اور صبح فجر کی نماز جارہی ہے، بلکہ دن بھر کی نمازوں کا بھی اہتمام نہیں۔

اور یہ طرزِ عمل گناہ ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ مذکورہ طرزِ عمل کے ہوتے ہوئے، قابلِ قبول نہیں۔

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ (سورة البقرة، رقم الآية ٢٣٨)

ترجمہ: حفاظت کرو تم، نمازوں کی اور درمیانی نماز کی اور کھڑے ہوجاؤ، اللہ کے لیے قنوت کرتے ہوئے (سورہ بقرہ)

سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ (سورة الانعام، رقم الآية ٩٢)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان رکھتے ہیں آخرت پر، ایمان رکھتے ہیں، وہی لوگ اس (قرآن مجید) پر، اور یہی لوگ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں (سورہ انعام)

سورہ مومنون میں کامیاب مومنوں کی صفات کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ . اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ . الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ (سورة المومنون، رقم الآيات ٩ الىٰ ١١)

ترجمہ: اور وہ لوگ، جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں کہ وہ وارث ہوں گے، جو وارث ہوں گے فردوس (جنت) کے، وہ اس (جنت) میں ہمیشہ رہیں گے (سورہ مومنون)

اور سورہ معارج میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ. أُولٰٓئِكَ فِيْ جَنَّاتٍ مُّكْرَمُوْنَ

(سورة المعارج، رقم الآيات ۳۴، ۳۵)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں کہ جنتوں میں ان کا اکرام کیا جائے گا (سورہ معارج)

مذکورہ آیات سے نمازوں کی حفاظت کی اہمیت اور فضیلت معلوم ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا فَقَالَ: مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُوْرًا وَّبُرْهَانًا وَنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَّهُ بُرْهَانٌ وَّلَا نُوْرٌ وَلَا نَجَاةٌ وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَهَامَانَ وَفِرْعَوْنَ وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۱۴۶۷، كتاب الصلاة، باب الوعيد على ترك الصلاة، مسند احمد، رقم الحديث ۶۵۷۶)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز کا تذکرہ فرمایا، پھر فرمایا کہ جس نے نماز کی حفاظت کی، تو وہ اس کے لئے (قبر وحشر اور آخرت میں) نور اور روشنی ہوگی، اور واضح دلیل بھی ہوگی (جو اس کی طرف سے دفاع اور اس کی حفاظت ورہنمائی کرے گی) اور قیامت کے دن (عذاب سے) نجات کا ذریعہ

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية صحيح ابنِ حبان)
وقال ايضاً: اسناده حسن (حاشية مسند احمد)

بھی ہوگی، اور جس نے نماز کی حفاظت نہ کی، تو اس کے لئے (قبر وحشر اور آخرت میں) نہ تو نور اور روشنی ہوگی (بلکہ اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا) اور نہ (اس کی طرف سے دفاع کی) واضح دلیل ہوگی، اور نہ قیامت کے دن (عذاب سے) نجات کا ذریعہ ہوگی، اور ایسا شخص قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان، اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا (ابنِ حبان)

اس سے معلوم ہوا کہ نمازوں کو ضائع کرنے سے آخرت میں جہاں اور عذابوں کا سامنا کرنا پڑے گا، وہاں قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف جیسے کفار ومنافقین کے گروہ کے ساتھ ہوکر عذاب کی رسوائی وذلت اٹھانی پڑے گی۔ اللہ حفاظت فرمائے۔ آمین۔

لیکن سیرتِ طیبہ اور میلادُ النبی کے جلسوں، جلوسوں اور اس کے انتظامات میں نمازیں قضا ہورہی ہیں اور کوئی فکر نہیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی جو تاکید بیان فرمائی تھی، وہ نگاہوں سے اوجھل ہے۔

خلاصہ یہ کہ میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو انجام دینے اور اس کے انتظامات کرنے والے فرض نمازوں کو ضائع کرتے ہیں، اور عین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے دعوے والے کام میں مشغول ہونے کے دوران نمازوں کا اہتمام نہیں کرتے، جو کہ سخت گناہ ہے۔

(11)......بے پردگی وبدنظری

آج کل میلادُ النبی کے جلسے اور جلوسوں میں بہت سی جگہ مَردوں کے ساتھ ساتھ عورتیں بھی بن سنور کر اور زیب وزینت اختیار کر کے شریک ہوتی ہیں، یا چھتوں وغیرہ سے جلسے جلوسوں کا معائنہ کرتی ہیں، اور بعض اوقات اجنبی مَردوں کے ساتھ اختلاط اور بے محابا آمنا سامنا ہونے کی نوبت بھی آجاتی ہے، اور یہ واضح ہے کہ شریعتِ مطہرہ میں پردہ کی تاکید کی گئی ہے، اور اجنبی مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے سے حیا وپردہ اور نظر کی

حفاظت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

لہٰذا اس رسم میں بے پردگی اور بے حیائی وبدنظری کا گناہ بھی لازم آتا ہے۔

(12)......چندہ کرنا اور لوگوں سے مانگنا

آج کل بہت سی جگہوں میں ربیع الاول کا مہینہ شروع ہونے سے پہلے ہی میلا دالنبی کے نام پر مختلف چندے جمع کرنے کا اہتمام شروع ہو جاتا ہے، گلی گلی، گھر گھر اور دوکانوں میں جا کر دستک دی جاتی ہے کہ میلا دالنبی کے نام کا چندہ دیا جائے، راہ گیروں اور چلتی گاڑیوں کو روک کر بادلِ نخواستہ چندہ دینے پر مجبور کیا جاتا ہے، بلکہ علاقہ کے بااثر لوگوں (مثلاً کونسلروں، چوہدریوں وغیرہ) کو ساتھ رکھا جاتا ہے، تاکہ ان کی شخصیت سے متأثر ہو کر خواہی نخواہی چندہ کی رقم زیادہ سے زیادہ حاصل کی جاسکے۔

اور اس چندہ کی رقم کا نہ کوئی حساب ہوتا ہے، نہ کتاب اور نہ ہی کسی اصول کا کوئی پابند ہوتا ہے کہ یہ چندہ کہاں خرچ کرنا ہے اور کہاں نہیں؟ یا تو چندہ جمع کرنے والے ہی اپنی جیبوں میں بھر لیتے ہیں، یا پھر فضول خرچیوں اور گناہوں میں خرچ کر کے ''نیکی برباد گناہ لازم'' کا مصداق بنتے ہیں۔

جبکہ بعض لوگ منشیات کے عادی، یا ناسمجھ بچے میلا دُالنبی کے نام سے چندہ جمع کر کے، اپنے نشے کے تقاضے پورے کرتے یا فضولیات میں یہ پیسہ اڑا دیتے ہیں۔

اوّلاً تو بلاضرورت کسی سے مانگنا اور سوال کرنا شرعاً جائز نہیں، احادیث میں اس سے منع کیا گیا ہے اور بلاضرورتِ شدیدہ سوال کرنے کو سخت ناپسند اور عزت وحرمت کے خلاف قرار دیا گیا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مروّجہ عید میلا دالنبی کے نام پر ہونے والے جلسے جلوسوں کا منعقد کرنا ضروری تو در کنار، الٹا گناہوں کا ذریعہ ہے۔

لہٰذا اس کے لئے چندہ مانگنا بھی درست نہیں۔

دوسرے مسلمان کی خوشدلی کے بغیر اس کا مال حاصل کرنا حلال نہیں۔

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا یَحِلُّ لِلرَّجُلِ أَنْ یَّأْخُذَ عَصَا أَخِیْهِ بِغَیْرِ طِیْبِ نَفْسِهٖ وَذٰلِکَ لِشِدَّةِ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَالِ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ (مسند أحمد، رقم الحديث ٢٣٦٠٥،مؤسسة الرسالة، بيروت) [1]

ترجمہ: کسی مسلمان کے لئے یہ بات حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی لاٹھی بھی بغیر اس کی خوشدلی کے لے، اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ نے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے مال کے احترام کو سختی کے ساتھ لازم کردیا ہے (مسند احمد)

اس طرح کی احادیث اور بھی مختلف سندوں سے مروی ہیں۔ [2]

(13)......غناء اور موسیقی

عید میلادُ النبی یا جشنِ میلادُ النبی کے نام سے منعقد ہونے والے پروگراموں میں بہت سے لوگ اس حد تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ انہوں نے ساز باجے اور موسیقی کے شیطانی اور گناہ والے عمل کو بھی اس میں شامل کرلیا ہے، فحش گانوں کے لہجہ اور انداز میں نعت خوانی کے ساتھ قوالی وغیرہ کے عنوان سے موسیقی کے آلات بھی استعمال ہونا شروع ہوگئے ہیں، ان نادانوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ آقائے نامدار محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو گانے اور موسیقی سے سختی کے ساتھ منع فرمائیں، اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر منعقد ہونے والی مجلسوں میں موسیقی کو جگہ دے

---

[1] قال الهيثمي: رواه أحمد والبزار ورجال الجميع رجال الصحيح.(مجمع الزوائد، ج۴ص ۱۷۱، تحت رقم الحديث ٦٨٦١ ،باب الغصب وحرمة مال المسلم، مكتبة القدسي، قاهرة)

وقال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية مسند احمد)

[2] (أنيس الساری فی تخريج وتحقيق الأحاديث التی ذكرها الحافظ ابن حجر العسقلانی فی فتح الباری، ج۹،ص ٦٤٥٦ الیٰ ٦٤٦١،حرف اللام ألف، رقم الحديث ۴۵۰۰)

کرآپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی کھلی مخالفت کی جائے، بلکہ نعوذ باللہ تعالیٰ، بعض لوگوں کی طرف سے موسیقی کو روح کی غذا قرار دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (سورة لقمان، رقم الآية ٦)

ترجمہ: اور لوگوں میں سے وہ بھی ہیں، جو خریدتے ہیں ''لهو الحديث'' کو، تاکہ گمراہ کریں وہ، اللہ کے راستہ سے بغیر علم کے، اور بنائیں اُس (یعنی اللہ کے راستہ) کا مذاق، یہی لوگ ہیں کہ ان کے لئے عذاب ہے ذلت والا (سورہ لقمان)

اس آیت میں ''لهو الحديث'' (یعنی کھیل کی باتوں) میں گانا بجانا اور آلاتِ موسیقی اور وہ تمام آلات اور موجودہ دور کی تمام خرافات داخل ہیں، جن میں مشغول ہو کر اللہ اور آخرت سے غفلت پیدا ہوتی ہے،، کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینِ عظام اور مفسرینِ کرام سے اس آیت کی تفسیر میں اس قسم کی تفصیل مروی ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَبِيْعُوْا الْقَيْنَاتِ وَلَا تَشْتَرُوْهُنَّ وَلَا تُعَلِّمُوْهُنَّ وَلَا خَيْرَ فِىْ تِجَارَةٍ فِيْهِنَّ وَثَمَنُهُنَّ حَرَامٌ وَفِىْ مِثْلِ هٰذَا أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْآيَةُ " وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ " إِلٰى آخِرِ الْآيَةِ (سنن الترمذی، رقم الحديث ٣١٩٥، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة لقمان، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر، المعجم الكبير للطبرانى رقم الحديث ٧٦٥٠، ورقم الحديث ٧٧٦٣)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم گانے والی (عورتوں اور

چیزوں) کی خرید وفروخت نہ کرو، اوران (عورتوں) کو گانا بھی نہ سکھاؤ، اوران کی تجارت میں کوئی خیر نہیں، اوران کی قیمت حرام ہے، اوراسی جیسی چیزوں کے بارے میں ہی سورہ لقمان کی یہ آیت نازل ہوئی کہ:

”وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ . إِلٰى آخِرِ الْآيَةِ“

”اورلوگوں میں سے وہ بھی ہیں، جوخریدتے ہیں ”لهو الحديث“ کو، تاکہ گمراہ کریں وہ، اللہ کے راستہ سے بغیر علم کے، اور بنائیں اُس (یعنی اللہ کے راستہ) کا مذاق، یہی لوگ ہیں کہ ان کے لئے عذاب ہے، ذلت والا“ (ترمذی)

یہ حدیث سند کے اعتبار سے اگرچہ فی نفسہٖ ضعیف ہے۔ [1]

لیکن اس کی تائید چند صحابۂ کرام اور جلیل القدر تابعین کی مستند روایات سے ہوتی ہے۔

حضرت ابوالصہباء سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ ”وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ“ قَالَ: هُوَ وَاللّٰهِ الْغِنَاءُ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۳۵۴۲، کتاب التفسير، دار الكتب العلمية -بيروت، شعب الايمان للبيهقی رقم الحديث ۴۷۴۳، مصنف ابنِ ابی شيبة رقم الحديث ۲۱۵۳۷) [2]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے (سورہ لقمان کی آیت)

” وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ“

---

[1] قال الترمذی:
هـذا حـديـث غـريـب إنما يروى من حديث القاسم عن أبی أمامة و القاسم ثقة، وعلی بن يـزيـد يـضعف فی الحديث، سمعت محمدا يقول :الـقـاسم ثقة، وعلی بن يزيد يضعف (سنن الترمذی، تحت رقم الحديث ۳۱۹۵)

[2] قال الحاكم: هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه.
وقال الذهبی فی التلخيص: صحيح.

کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ قسم اللہ کی وہ (یعنی لہوالحدیث) گانا ہے (حاکم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ : أَنَّهُ سُئِلَ عَنْهَا؟ فَقَالَ : اَلْغِنَاءُ، وَالَّذِىْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ (مصنف ابنِ ابی شیبة ، رقم الحديث ٢١٥٣٧، كتاب البيوع والاقضية، باب فی هذه الآية ومن الناس من يشترى لهو الحديث)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس (سورہ لقمان کی مذکورہ) آیت کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا کہ قسم ہے اللہ وحدہٗ لاشریک کی، وہ (یعنی لہوالحدیث) گانا ہی ہے (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت مقسم سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: اَلْغِنَاءُ وَشِرَاءُ الْمُغَنِّيَةِ (مصنف ابنِ ابی شيبة ، رقم الحديث ٢١٥٣٨، كتاب البيوع والاقضية، باب فی هذه الآية ومن الناس من يشترى لهو الحديث)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (اس آیت میں ''لہو الحدیث'' سے مراد) گانا اور گانے والی (باندی یا چیز) کو خریدنا ہے (ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ" قَالَ: اَلْغِنَاءُ وَأَشْبَاهُهُ (الادبُ المفرد للبخارى ،رقم الحديث ٧٨٦، ص ٢٧٤، باب الغناء واللهو، مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ٢١٥٤٤) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے (سورہ لقمان کی) اس آیت کہ:

[1] قال الألبانی: صحيح (حاشية الادب المفرد)

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ"

کے بارے میں فرمایا کہ (اس آیت میں "لہو الحدیث" سے) گانا اور اس جیسی دوسری چیزیں مراد ہیں (ادبُ المفرد، ابنِ ابی شیبہ)

اور حضرت سعید بن جبیر کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِیْ هٰذِهِ الْآيَةِ " مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ "قَالَ: نَزَلَتْ فِی الْغِنَاءِ وَأَشْبَاهِهٖ (سنن البيهقى ،رقم الحديث ٢٠٩٨٧،كتاب الشهادات، جماع أبواب من تجوز شهادته ,ومن لا تجوز من الأحرار البالغين العاقلين المسلمين،باب :ما جاء فى ذم الملاهى من المعازف والمزامير ونحوها)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے سورہ لقمان کی آیت

"مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ"

کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت گانے (Song) اور اس جیسی چیزوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے (بیہقی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت مجاہد، اور حضرت عکرمہ اور حضرت مکحول اور حضرت حبیب وغیرہ سے بھی مذکورہ آیت کی یہی تفسیر منقول ہے۔ [1]

---

[1] عن قابوس بن أبى ظبيان، عن أبيه، عن جابر فى قوله:(ومن الناس من يشترى لهو الحديث) قال :هو الغناء والاستماع له(جامع البيان فى تأويل القرآن، للطبرى، ج٢٠، ص١٢٨، سورة لقمان)

عن مجاهد ، قال :هو الغناء ، والغناء منه ، والإستماع إليه(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ٢١٥٣٩، كتاب البيوع والاقضية، باب فى هذه الآية ومن الناس من يشترِى لهو الحديث.)

عن الحكم ، عن مجاهد ، قال :هو الغناء (ايضاً، رقم الحديث ٢١٥٤٢)

عن شعيب ، عن عكرمة ، قال :هو الغناء (ايضاً، رقم الحديث ٢١٥٤٠)

عن أسامة بن زيد ، قال :سمعت عكرمة يقول :هو الغناء (ايضاً، رقم الحديث ٢١٥٤١)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ الْقَیْنَۃَ، وَبَیْعَھَا ،وَثَمَنَھَا وَتَعْلِیْمَھَا ،وَالْاِسْتِمَاعَ إِلَیْھَا ثُمَّ قَرَأَ "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَھْوَ الْحَدِیْثِ" (ذم الملاھی لابنِ ابی الدنیا ،رقم الحدیث ۲۵ ،ص ۳۹،مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاھرۃ -مصر)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عز وجل نے گانے والی (عورت اور آلات) کو حرام کیا ہے، اس کے بیچنے کو بھی، اور اس کی قیمت کو بھی، اور اس (گانے) کی تعلیم کو بھی، اور اس کا گانا سننے کو بھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَھْوَ الْحَدِیْثِ" (ذم الملاھی)

پہلے زمانے میں گانا صرف انسان کی زبان سے سنا سنایا جاتا تھا، اور آج گانے کو مختلف چیزوں (مثلاً کیسٹ، سی ڈی وغیرہ کے مختلف الیکٹرونک آلات) میں ریکارڈ کرلیا جاتا ہے، جن چیزوں میں گانا ریکارڈ کرلیا جائے، وہ بھی ''**لھو الحدیث**'' کے اس حکم میں داخل ہیں، ان کے ذریعہ سے گانا سننا بھی گناہ ہے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن غنم اشعری سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے ابو عامر یا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے اور اللہ کی قسم انہوں نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا؛ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ:

لَیَکُوْنَنَّ مِنْ أُمَّتِیْ أَقْوَامٌ یَسْتَحِلُّوْنَ الْحِرَّ وَالْحَرِیْرَ وَالْخَمْرَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حدثنی رستم، قال :سمعت مکحولا، یقول :من اشتری جاریۃ لا یشتریھا إلا للغناء ، فھو ممن قال اللہ عز وجل :(ومن الناس من یشتری لھو الحدیث(امالی ابنِ بشران، الجزء الثانی، رقم الحدیث ۱۱۹۴)

عن سفیان ، عن حبیب ، قال :ھو الغناء (ایضاً، رقم الحدیث ۱۵۴۳ ۲)

وَالْمَعَازِفَ (بخاری،رقم الحديث ٥٥٩٠، كتاب الأشربة، باب ماجاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه)

ترجمہ: یقیناً میری اُمت میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو زنا، ریشم اور شراب اور آلاتِ موسیقی (Musical instruments) کو (خوشنما تعبیروں مثلاً آرٹ، کلچر، ثقافت وغیرہ کے نام وعنوان سے) حلال کرلیں گے (بخاری)

''معازف'' عربی زبان میں آلاتِ موسیقی کو کہا جاتا ہے، جن کو انگریزی زبان میں ''Musical instruments'' کہا جاتا ہے۔ [1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَيَبِيْتَنَّ نَاسٌ مِّنْ أُمَّتِیْ عَلٰى أَشَرٍ وَبَطَرٍ وَّلَعِبٍ وَلَهْوٍ، فَيُصْبِحُوْا قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ بِاسْتِحْلَالِهِمُ الْمَحَارِمَ، وَاتِّخَاذِهِمُ الْقَيْنَاتِ، وَشُرْبِهِمُ الْخَمْرَ، وَأَكْلِهِمُ الرِّبَا، وَلُبْسِهِمُ الْحَرِيْرَ (مسند أحمد،رقم الحديث ٢٢٧٩٠،مؤسسة الرسالة، بيروت) [2]

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی، جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے کہ میری امت میں

---

[1] ("والمعازف" ، بفتح الميم أى :آلات اللهو يضرب بها، كالطبول، والعود، والمزمار، ونحوها، والمعنى :يعدون هذه المحرمات حلالات بإرادات شبهات وأدلة واهيات (مرقاة المفاتيح، ج٨، ص ٣٣٤٦، كتاب الآداب، باب البكاء والخوف)

وقوله يستحلون قال بن العربى يحتمل أن يكون المعنى يعتقدون ذلك حلالا ويحتمل أن يكون ذلك مجازا على الاسترسال أى يسترسلون فى شربها كالاسترسال فى الحلال وقد سمعنا ورأينا من يفعل ذلك قوله والمعازف بالعين المهملة والزاى بعدها فاء جمع معزفة بفتح الزاى وهى آلات الملاهى ونقل القرطبى عن الجوهرى أن المعازف الغناء والذى فى صحاحه أنها آلات اللهو وقيل أصوات الملاهى وفى حواشى الدمياطى المعازف الدفوف وغيرها مما يضرب به ويطلق على الغناء عزف وعلى كل لعب عزف ووقع فى رواية مالك بن أبى مريم تغدو عليهم القيان وتروح عليهم المعازف (فتح البارى لابن حجر، ج١٠، ص ٥٥، باب ما جاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه)

[2] قال الالبانى:للحديث شواهد يتقوى بها إن شاء الله تعالى، وقد مضى ذكر بعضها برقم ٩٠ و ٩١، فهو بها حسن (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ١٦٠٤)

سے کچھ لوگ تکبر اور اتراہٹ اور لہو ولعب کے ساتھ رات گزاریں گے، پس صبح ہونے تک وہ بندر وخنزیر بنادیے جائیں گے، حرام چیزوں کو حلال سمجھنے کی وجہ سے، اور گانے والی (عورتوں اور چیزوں) کو اختیار کرنے کی وجہ سے، اور شراب کے پینے کی وجہ سے، اور سود کے کھانے کی وجہ سے، اور ریشم کے پہننے کی وجہ سے

(مسند احمد)

جو لوگ نعوذ باللہ تعالیٰ موسیقی کو روح کی غذا قرار دے رہے ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ولادت کے نام پر اس کو کارِ خیر سمجھ کر اختیار کر رہے ہیں، وہ بھی اس حدیث کی مذکورہ وعید میں داخل ہیں، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ آمین۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

يُمْسَخُ قَوْمٌ مِّنْ أُمَّتِي فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ ، قِيْلَ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَيَشْهَدُوْنَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَيَصُوْمُوْنَ؟ قَالَ :نَعَمْ ، قِيْلَ :فَمَا بَالُهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ :يَتَّخِذُوْنَ الْمَعَازِفَ وَالْقَيْنَاتِ وَالدُّفُوْفَ، وَيَشْرَبُوْنَ الْأَشْرِبَةَ، فَبَاتُوْا عَلٰى شُرْبِهِمْ وَلَهْوِهِمْ، فَأَصْبَحُوْا قَدْ مُسِخُوْا قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ (حلية الأولياء لأبى نعيم الأصبهانى ،ج٣ص ١١٩، ١٢٠ ،دارالكتاب العربى، بيروت،ذم الملاهى، رقم الحديث٨) [1]

---

[1] قال ابونعيم:

كـذا رواه حسان عن أبى هريرة مرسلاً .ورواه غيره عن الحسن، عن أبى هريرة متصلاً (حلية الاولياء، حواله بالا)

وقال عبدالله بن يوسف الجديع:

وعلىٰ كل حال فان حسانا هذا لاينزل حديثه عن الصلاحية فى المتابعات والشواهد، والله اعلم ، بل ان الحافظ ابن حجر قال عنه فى "التقريب" (١/١٦١) صدوق عابد. والرجل المبهم علة اخرى فى الاسناد، لكن الخبر مع ذلك صالح للاعتبار، فتأمل!(احاديث ذم الغناء والمعازف فى الميزان، صفحه ٣٧،مطبوعة : مكتبة دار الاقصىٰ، الكويت،الطبعة الاولىٰ: ١٤٠٦ ـ 1986هـ)

ترجمہ: آخری زمانے میں میری امت کے کچھ لوگوں کو بندر اور خنزیر کی شکل سے مسخ کردیا جائے گا، عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا وہ لوگ اللہ کی توحید اور آپ کے رسول ہونے کی گواہی دیں گے، اور روزے رکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں۔

عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! اُن کے کیا اعمال ہوں گے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ گانے بجانے کے آلات (Musical Instruments) اختیار کریں گے، اور گانے والی (عورتیں اور چیزیں) رکھیں گے، اور ڈھول، اور دَف رکھیں گے، اور شرابیں پییں گے، تو وہ شراب پی کر اور لہو ولعب کی حالت میں رات گزاریں گے، پھر اس حال میں صبح کریں گے کہ ان کو بندر اور خنزیر کی شکلوں میں مسخ کردیا گیا ہوگا (حلیہ اولیاء)

موسیقی کو جائز بلکہ ثواب سمجھنے والے سوچ لیں کہ وہ اللہ کی پکڑ میں نہ آجائیں، اور بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ نہ کردیے جائیں، اللہ حفاظت فرمائے۔ آمین۔ [1]

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِّنْ أُمَّتِيْ الْخَمْرَ يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا يُضْرَبُ عَلٰى رُءُوْسِهِمْ بِالْمَعَازِفِ وَالْقَيْنَاتِ يَخْسِفُ اللّٰهُ بِهِمُ الْأَرْضَ وَيَجْعَلُ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ

---

[1] (ليشربن أناس من أمتي الخمر يسمونها بغير اسمها ويضرب على رؤوسهم بالمعازف) أى الدفوف ونحوها (والقينات) أى الإماء المغنيات (يخسف الله بهم الأرض ويجعل منهم القردة والخنازير) وفيه وعيد شديد على من يتحيل فى تحليل ما يحرم بتغيير اسمه وأن الحكم يدور مع العلة فى تحريم الخمر وهى الإسكار فمهما وجد الإسكار وجد التحريم ولولم يستمر الاسم قال ابن العربى :هو أصل فى أن الأحكام إنما تتعلق بمعانى الأسماء لا بإلقائها ردا على من جمد على اللفظ قال ابن القيم :فيه تحريم آلة اللهو فإنه قد توعد مستحل المعازف بأنه يخسف به الأرض ويمسخهم قردة وخنازير وإن كان الوعيد على جميع الأفعال ولكل واحد قسط من الذم والوعيد۔ (ه حب طب هب عنه) أى عن أبى مالك الأشعرى قال ابن القيم :إسناده صحيح(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٧٧٠٦)

وَالْخَنَازِيْرَ (التاريخ الكبير للبخارى، ج ١ ص ٣٠٥، دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد -الدكن، ابنِ ماجه رقم الحديث ٤٠١٠، كتاب الفتن، باب العقوبات، شعب الايمان رقم الحديث ٥٢٢٧، مصنف ابنِ ابى شيبة رقم الحديث ٢٤٢٢٧، المعجم الكبير للطبرانى رقم الحديث ٣٣٤٢، صحيح ابنِ حبان رقم الحديث ٦٧٥٨) لے

لے قال المناوى:

(ه حب طب هب عنه) أى عن أبى مالك الأشعرى قال ابن القيم :إسناده صحيح(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٧٧٠٦)

وقال الالبانى:

قلت: وهذا إسناد رجاله ثقات غير مالك هذا فإنه لا يعرف إلا برواية حاتم عنه فهو مجهول ولذلك قال الحافظ فيه " :مقبول "أى عند المتابعة (تحريم آلات الطرب للألبانى، ص ٤٥)

وقال ايضاً:

ليكونن من أمتى أقوام يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف، ولينزلن أقوام إلى جنب علم، يروح عليهم بسارحة لهم، يأتيهم لحاجة، فيقولون :ارجع إلينا غدا، فيبيتهم الله، ويضع العلم، ويمسخ آخرين قردة وخنازير إلى يوم القيامة ."

رواه البخارى فى "صحيحه "تعليقا فقال(٤/٣٠) "باب ما جاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه .وقال هشام بن عمار : حدثنا صدقة بن خالد حدثنا عبد الرحمن بن يزيد بن جابر حدثنا عطية بن قيس الكلابى حدثنى عبد الرحمن بن غنم الأشعرى قال : حدثنى أبو عامر أو أبو مالك الأشعرى -والله ما كذبنى -سمع النبى صلى الله عليه وسلم يقول " ...فذكره.

وقد وصله الطبرانى (١/١٦٧/١)والبيهقى(١٠/٢٢١)وابن عساكر (١٩/٧٩/٢) وغيرهم من طرق عن هشام بن عمار به.

وله طريق أخرى عن عبد الرحمن بن يزيد، فقال أبو داود (٤٠٣٩)حدثنا عبد الوهاب بن نجدة حدثنا بشر بن بكر عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر به.

ورواه ابن عساكر من طريق أخرى عن بشر به.

قلت :وهذا إسناد صحيح ومتابعة قوية لهشام بن عمار وصدقة بن خالد، ولم يقف على ذلك ابن حزم فى "المحلى "، ولا فى رسالته فى إباحة الملاهى، فأعل إسناد البخارى بالانقطاع بينه وبين هشام، وبغير ذلك من العلل الواهية، التى بينها العلماء من بعده وردوا عليه تضعيفه للحديث من أجلها، مثل المحقق ابن القيم فى "تهذيب السنن (٥/٢٧٠-٢٧٢) "والحافظ ابن حجر فى "الفتح "وغيرهما، وقد فصلت القول فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: کچھ لوگ میری امت میں سے شراب پئیں گے، جس کا نام شراب کے علاوہ کچھ اور رکھیں گے، ان کے سروں پر معازف (یعنی گانے بجانے کے آلات Musical instruments) بجائے جائیں گے، اور گانے والیاں گانے گائیں گی، اللہ، ان کو زمین میں دھنسا دے گا، اور ان میں سے بعض کو اللہ بندر اور خنزیر بنا دے گا (التاریخ الکبیر)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذلک فی جزء عندی فی الرد علی رسالة ابن حزم المشار إليها، يسر الله تبيضه ونشره.

وابن حزم رحمه الله مع علمه وفضله وعقله، فهو ليس طويل الباع فی الاطلاع علی الأحاديث وطرقها ورواتها .ومن الأدلة علی ذلک تضعيفه لهذا الحديث.

وقوله فی الإمام الترمذی صاحب السنن " :مجهول "وذلک مما حمل العلامة محمد بن عبد الهادی -تلميذ ابن تيمية -علی أن يقول فی ترجمته فی "مختصر طبقات علماء الحديث "(ص ۴۰۱) ": وهو كثير الوهم فی الكلام علی تصحيح الحديث وتضعيفه، وعلی أحوال الرواة ."

قلت :فينبغی أن لا يؤخذ كلامه علی الأحاديث إلا بعد التثبيت من صحته وعدم شذوذه، شأنه فی ذلک شأنه فی الفقه الذی يتفرد به، وعلم الكلام الذی يخالف السلف فيه، فقد قال ابن عبد الهادی بعد أن وصفه "بقوة الذكاء وكثرة الاطلاع :"

"ولكن تبين لی منه أنه جهمی جلد، لا يثبت معانی أسماء الله الحسنی إلا القليل، كالخالق، والحق، وسائر الأسماء عنده لا يدل علی معنی أصلا، كالرحيم والعليم والقدير، ونحوها، بل العلم عنده هو القدرة، والقدرة هی العلم، وهما عين الذات، ولا يدل العلم علی شیء زائد علی الذات المجردة أصلا وهذا عين السفسطة والمكابرة .

وقد كان ابن حزم قد اشتغل فی المنطق والفلسفة ، وأمعن فی ذلک، فتقرر فی ذهنه لهذا السبب معانی باطلة ."(سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۹۱)

وقال عبدالله بن يوسف الجديع:

فهذا الاسناد اذاً جيد فی الشواهد.

وقد اختلف فيه علیٰ علی بن بحر، فمنهم من يرويه عنه فيجعله من مسند ابی مالک كما سقناه، ومنهم من يرويه فيجعله من مسند ربيعة،وصرح فيه ربيعة بالسماع، وعلیٰ ای الوجهين كان الخبر فانه صالح فی الشواهد، وهو عندی عن ابی مالک اصح(احاديث ذم الغناء والمعازف فی الميزان، صفحه ۳۹،مطبوعة : مكتبة دارالاقصیٰ، الكويت،الطبعة الاولیٰ: ۱۴۰۶ ـ 1986هـ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

یَکُوْنُ فِیْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ خَسْفٌ وَّمَسْخٌ وَقَذْفٌ، قِیْلَ وَمَتٰی ذٰلِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ اِذَا ظَهَرَ الْقَیَّانُ وَالْمَعَازِفُ وَاسْتُحِلَّتِ الْخُمُوْرُ

(مسند عبد بن حمید، جلد۲ صفحہ ۳۸، رقم الحدیث ۴۵۴. ومسند الرؤیانی، رقم الحدیث ۱۰۲۶، المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۵۸۱۰)ط

ترجمہ: اس امت میں (زمین میں) دھنسائے جانے اور صورتیں مسخ کیے جانے اور پتھر برسائے جانے کا عذاب ہوگا، سوال کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ کب ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب گانے بجانے والی عورتوں اور گانے بجانے کے آلاتِ موسیقی (Musical Instruments) کا عام طور پر ظہور ہوجائے گا، اور شرابوں کو حلال سمجھا جانے لگے گا (مسند حمید)

معازف عربی زبان میں، گانے بجانے کے تمام آلات (Musical Instruments) کو کہا جاتا ہے، جس میں ڈھول، طبلہ، بانسری، گٹار وغیرہ سب داخل ہیں۔

اور اس سے تمام آلاتِ موسیقی (Musical Instruments) کا گناہ وناجائز ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ [۲]

---

[۱] قال الهیثمی:

رواه الطبرانی، وفیه عبد الرحمن بن زید بن أسلم وفیه ضعف، وبقیة رجال إحدی الطریقین رجال الصحیح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۲۵۸۹)

قلت: ولهٗ شواهد کثیرة.

[۲] والمعازف وقوله یستحلون قال بن العربی یحتمل أن یکون المعنی یعتقدون ذلک حلالا ویحتمل أن یکون ذلک مجازا علی الاسترسال أی یسترسلون فی شربها کالاسترسال فی الحلال وقد سمعنا ورأینا من یفعل ذلک قوله والمعازف بالعین المهملة والزای بعدها فاء جمع معزفة بفتح الزای وهی آلات الملاهی ونقل القرطبی عن الجوهری أن المعازف الغناء والذی فی صحاحه أنها آلات اللهو وقیل أصوات الملاهی وفی حواشی الدمیاطی المعازف الدفوف وغیرها مما یضرب به ویطلق علی الغناء عزف وعلی کل لعب عزف ووقع فی روایة مالک بن أبی مریم تغدو علیهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ يَبِيتُ قَوْمٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى طَعَامٍ وَشَرَابٍ وَلَهْوٍ، فَيُصْبِحُونَ قَدْ مُسِخُوا خَنَازِيرَ، وَلَيُخْسَفَنَّ بِقَبَائِلَ فِيهَا وَفِي دُوْرٍ فِيهَا، حَتّٰى يُصْبِحُوا فَيَقُولُوا خُسِفَ اللَّيْلَةَ بِبَنِي فُلَانٍ خُسِفَ اللَّيْلَةَ بِدَارِ بَنِي فُلَانٍ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمْ حَصْبَاءُ حِجَارَةٌ كَمَا أُرْسِلَتْ عَلٰى قَوْمِ لُوطٍ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الرِّيحُ الْعَقِيمُ فَتَنْسِفُهُمْ كَمَا نُسِفَتْ مَنْ كَانَ قَبْلَهُمْ بِشُرْبِهِمُ الْخَمْرَ، وَأَكْلِهِمُ الرِّبَا، وَلُبْسِهِمُ الْحَرِيرَ، وَاتِّخَاذِهِمُ الْقَيْنَاتِ ، وَقَطِيعَتِهِمُ الرَّحِمَ قَالَ وَذَكَرَ خَصْلَةً أُخْرٰى فَنَسِيتُهَا (مستدرک حاکم،رقم الحديث ٨٥٧٢ كتاب الفتن والملاحم، دار الكتب العلمية -بيروت؛ مسند ابوداؤد الطيالسى، رقم الحديث ١٢٢٠)[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے کچھ لوگ، کھانے پینے اورلہو (یعنی گانے بجانے کے مشغلہ) پررات گزاریں گے، پھر صبح ہونے پر مسخ کر کے خنزیر بنادیے جائیں گے،اور کچھ قبیلوں اورگھرانوں کوان کے گھروں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

القيان وتروح عليهم المعازف (فتح البارى -لابن حجر، ج١٠ ص٥٥،باب ما جاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه)

المعازف ، هى الدفوف وغيرها مما يضرب (به) كما فى "النهاية "

وفى "القاموس : "هى الملاهى كالعود والطنبور الواحد (عزف) أو (معزف) كمنبر ومكنسة و (العازف) : اللاعب بها والمغنى ولذلك قال ابن القيم فى "الإغاثة : "وهى آلات اللهو كلها لا خلاف بين أهل اللغة فى ذلك وأوضح منه قول الذهبى فى "السير "(١٥٨/٢١) (المعازف) : اسم لكل آلات الملاهى التى يعزف بها كالمزمار والطنبور والشبابة والصنوج ونحوه فى كتابه "تكرة الحفاظ "(١٣٣٧/٢)(تحريم آلات الطرب،للألبانى، صفحة ٧٩، الفصل الثانى :شرح مفردات غريب الحديث)

[1] قال الحاكم:هذا حديث صحيح على شرط مسلم لجعفر، فاما فرقد فانهما لم يخرجاه. وقال الذهبى فى التلخيص: صحيح.

سمیت زمین میں دھنسا دیا جائے گا، جب لوگ صبح کریں گے، تو کہیں گے کہ اللہ نے رات کو فلاں قبیلہ کو، فلاں گھرانے کو، زمین میں دھنسا دیا، اور ان پر کنکریاں اور پتھر برسائے جائیں گے، جیسا کہ قومِ لوط پر برسائے گئے تھے، اور ان پر تیز وتند طوفان بھیجا جائے گا، جو ان کو تہس نہس کردے گا، جس طرح پہلے لوگوں کو کیا گیا تھا، ان کے شراب پینے کی وجہ سے اور سود کھانے کی وجہ سے اور ریشم پہننے کی وجہ سے، اور گانے والی (عورتیں اور چیزیں) اختیار کرنے کی وجہ سے، اور (رشتہ داروں سے) قطع رحمی (و بدسلوکی) کرنے کی وجہ سے (راوی کہتے ہیں کہ) اور اس کے علاوہ بھی دوسری خصلت ذکر کی، جو مجھے یاد نہیں رہی (حاکم)

حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِيْ سَفَرٍ، فَسَمِعَ صَوْتَ مِزْمَارٍ، فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى أُذُنَيْهِ، وَتَنَحّٰى حَيْثُ لَا يَسْمَعُ، وَقَالَ هٰكَذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَصْنَعُ إِذَا سَمِعَ مِثْلَ هٰذَا (شعب الإيمان للبيهقي، رقم الحديث ۴۷۶۰، فصل وما ينبغي للمرء المسلم أن يحفظ لسانه، عن الغناء، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض) [1]

ترجمہ: میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر میں تھا، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے بانسری/بین (Flute) کی آواز سنی، تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھ لئے اور اتنے دور ہٹ گئے، جہاں آواز نہیں سنائی دیتی تھی، اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے، جب اس جیسی (بین کی) آواز سنا کرتے تھے (بیہقی)

اور ایک روایت میں یہ قصہ اس طرح مذکور ہے کہ:

---

[1] قال البيهقي: تابعه عبد الله بن جعفر الرقي، عن أبي المليح، فروينا من حديث سليمان بن موسى، والمطعم بن المقدام، عن نافع (حواله بالا)

أَنَّ ابْنَ عُمَرَ سَمِعَ صَوْتَ زَمَّارَةِ رَاعٍ فَوَضَعَ أُصْبُعَيْهِ فِيْ أُذُنَيْهِ، وَعَدَلَ رَاحِلَتَهُ عَنِ الطَّرِيْقِ، وَهُوَ يَقُوْلُ :يَا نَافِعُ أَتَسْمَعُ ؟، فَأَقُوْلُ : نَعَمْ، فَيَمْضِيْ حَتّٰى، قُلْتُ:لَا فَوَضَعَ يَدَيْهِ، وَأَعَادَ رَاحِلَتَهُ إِلَى الطَّرِيْقِ، وَقَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعَ صَوْتَ زَمَّارَةِ رَاعٍ فَصَنَعَ مِثْلَ هٰذَا (مسند أحمد، رقم الحديث ۴۵۳۵، مؤسسة الرسالة، بيروت) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک چرواہے کی بانسری/ بین (Flute) کی آواز سنی، تو اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں رکھ لیا، اور اپنی سواری کو راستے سے ہٹا لیا (آواز سے دور ہونے کی غرض سے راستے سے ہٹ کر چلتے رہے) اور برابر پوچھتے رہے کہ اے نافع! کیا آواز سنائی دے رہی ہے؟ میں اثبات میں جواب دیتا رہا، یہاں تک کہ میں نے کہا کہ اب آواز نہیں آ رہی، تب آپ نے اپنے (کانوں سے) ہاتھ ہٹائے، اور اپنی سواری کو راستے پر واپس لے آئے، اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چرواہے کی بانسری/ بین (Flute) کی آواز سننے کے وقت اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا تھا (مسند احمد)

ملاحظہ فرمایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اتباع میں صحابۂ کرام بانسری/ بین (Flute) کی آواز آنے پر بھی کان بند فرما لیا کرتے تھے، جس کی وجہ یہی تھی کہ بانسری دراصل آلاتِ موسیقی میں سے ہے، جس کا سننا گناہ ہے، اور جب سننا گناہ ہے، تو بجانا بدرجۂ اولیٰ گناہ ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:حديث حسن(حاشية مسند احمد)

[2] وبعض طرقه صحيح وقد خرجتها وتكلمت عليها مفصلا مع متابع لنافع من مجاهد بنحوه في الروض النضير ۵۶۸ وفي المشكاة باختصار ۴۸۱۱/التحقيق الثاني وقال الحافظ أبو الفضل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

محمد بن ناصر :حديث صحيح كما فى تفسير الآلوسى ١١/٧٧، وكف الرعاع ص ـ ١٠٩ هامش الكبائر.

فقال ابن حزم عقب الحديث:

فلو كان حراما ما أباحه رسول الله صلى الله عليه وسلم لابن عمر سماعه ولا أباح ابن عمر لنافع سماعه ولكنه عليه السلام كره كل شىء ليس من التقرب إلى الله كما كره الأكل متكئا و ..و ... فلو كان ذلك حراما لما اقتصر -عليه السلام -أن يسد أذنيه عنه دون أن يأمر بتركه وينهى عنه.

فأقول :عفا الله عن ابن حزم فقد خفيت عليه أمور ما يليق بعلمه أن تخفى عنه:

أولا :غاب عنه الفرق بين السماع والاستماع ففسر الأول بالثانى وهو خطأ ظاهر لغة وقرآنا وسنة ولذلك قال ابن تيمية عقب حديث عائشة المذكور آنفا :وليس فى حديث الجاريتين أن النبى صلى الله عليه وسلم استمع إلى ذلك والأمر والنهى إنما يتعلق بالاستماع لا بمجرد السماع كما فى الرؤية فانه إنما يتعلق بقصد الرؤية لا ما يحصل منها بغير الاختيار وكذلك فى اشتمام الطيب إنما ينهى المحرم عن قصد الشم فأما إذا شم ما لم يقصده فإنه لا شىء عليه وكذلك فى مباشرة المحرمات كالحواس الخمس من السمع والبصر والشم والذوق واللمس إنما يتعلق الأمر والنهى فى ذلك بما للعبد فيه قصد وعمل وأما ما يحصل بغير اختياره فلا أمر فيه ولا نهى.

وهذا مما وجه به حديث ابن عمر ...فذكره فإن من الناس من يقول -بتقدير صحة الحديث لم يأمر ابن عمر بسد أذنيه فيجاب بأن ابن عمر لم يكن يستمع وإنما كان يسمع وهذا لا إثم فيه وإنما النبى عدل طلبا للأكمل والأفضل كمن اجتاز بطريقه فسمع قوما يتكلمون بكلام محرم فسد أذنيه كيلا يسمعه فهذا أحسن ولو لم يسد أذنيه لم يأثم بذلك اللهم إلا أن يكون فى سماعه ضرر دينى لا يندفع إلا بالسد.

ثانيا :أن ابن حزم كأنه يتصور أن الراعى الزامر كان بين يديه صلى الله عليه وسلم ليأمره وينهاه وليس فى الحديث شىء من ذلك بل لعل فيه ما قد يشعر بخلافه وهو أنه كان بعيدا لا يرى شخصه وإنما يسمع صوته ولذلك قال العلامة ابن عبد الهادى بعد أن ذكر نحو كلام ابن تيمية وخلاصته: وتقرير الراعى لا يدل على إباحته لأنها قضية عين فلعله سمعه بلا رؤية أو بعيدا منه على رأس جبل أو مكان لا يمكن الوصول إليه أو لعل الراعى لم يكن مكلفا فلم يتعين الإنكار عليه.

ثالثا :إن تحريم الغناء وآلات الطرب ليس بأشد تحريما من الخمر وهو يعلم أن النبى صلى الله عليه وسلم عاش ما شاء بين ظهرانى أصحابه وهم يعاقرونها قبل التحريم فهل يصح أن يقال :إنه صلى الله عليه وسلم أقرهم ولم ينههم؟ كذلك نحن نقول -على افتراض دلالة الحديث على الإباحة -: إنه يحتمل أنه كان قبل التحريم ومع الاحتمال يسقط الاستدلال.

رابعا وأخيرا :وعلى الافتراض المذكور فهى إباحة خاصة بمزمار الراعى وهو آلة بدائية ساذجة سخيفة من حيث إثارتها للنفوس وتحريك الطباع وإخراجها عن حد الاعتدال فأين هى من الآلات

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

إِنَّ اللّٰـهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْخَمْرَ، وَالْمَيْسِرَ، وَالْكُوبَةَ، وَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ (مسند أحمد،رقم الحديث ٢٦٢٥،مؤسسة الرسالة، بيروت) [1]

ترجمہ: بے شک اللہ نے تمہارے اوپر شراب کو، اور جوئے کو، اور طبلے کو حرام کیا ہے، اور فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے (مسند احمد)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ جَلَّ وَعَلَا حَرَّمَ عَلَيَّ أَوْ حَرَّمَ الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَالْكُوبَةَ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ (صحيح ابن حبان ،رقم الحديث ٥٣٦٥، كتاب الاشربة، فصل فى الاشربة) [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأخرى كالعود والقانون وغيرهما من الآلات التى تنوعت مع مرور الزمن وبخاصة فى العصر الحاضر وابتلى بعض المغنين باستعمالها والجمهور بالاستماع إليها والالتهاء بها؟.

إن مما لا شك فيه أن الدليل فى هذا الحديث -وعلى الافتراض المذكور -أخص من الدعوى كما يقول الفقهاء وإلا فالحقيقة أن لا دليل فيه البتة بل أن فيه دليلا على كراهة النبى صلى الله عليه وسلم لصوت مزمار الراعى وهى بلا ريب كراهة شرعية بدخل فى عموم قوله تعالى :(لقد كان لكم فى رسول الله أسوة حسنة) ولذلك اتبعه عبد الله بن عمر رضى الله عنهما فوضع إصبعيه فى أذنيه مع عدم وجود القصد كما شرحنا فهو مع وجود القصد أشد كراهة كما لا يخفى ولهذا قال ابن الجوزى رحمه الله ص٢٤٧ إذا كان هذا فعلهم فى حق صوت لا يخرج عن الاعتدال فكيف بغناء أهل الزمان وزمورهم؟ .!قلت :فماذا يقال فى أهل زماننا وموسيقاهم؟فهل من معتبر؟(تحريم آلات الطرب،ج ١،ص ١١٩،الفصل السادس:شبهات المبيحين وجوابها)

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح، أحمد بن عبد الملك ثقة من رجال البخارى، وعبد الجبار بن محمد :هو ابن عبد الحميد بن عبد الرحمن بن زيد بن الخطاب، روى عنه جمع، وذكره ابن حبان فى "الثقات٨/٤١٨"، وباقى رجاله ثقات رجال الشيخين غير قيس بن حبتر، فقد روى له أبو داود، وهو ثقة .عبيد الله بن عمرو :هو الرقى، وعبد الكريم :هو ابن مالك الجزرى.

وأخرجه الطحاوى ٤/٢١٦من طريق على بن معبد، والبيهقى ١٠/٢٢١من طريق يحيى بن يوسف الزمى، كلاهما عن عبيد الله بن عمرو الرقى، بهذا الإسناد .وانظر (٢٤٧٦) (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده جيد .محمد بن عبد الأسدى _وإن كان كثير الخطأ فى حديث سفيان _وقد توبع عليه ,وهو فى "مسند أبو يعلى ٢٧٢٩"

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ جل وعلا نے میرے اوپر حرام کردیا ہے یا حرام قرار دے دیا ہے، شراب کو، اور جوئے کو، اور طبلے کو، اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے (ابنِ حبان)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ حَرَّمَ الْمَيْتَةَ وَالْمَيْسِرَ، وَالْكُوبَةَ يَعْنِي: الطَّبْلَ (كشف الأستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ٢٩١٣) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مردار کو اور جوئے اور کوبہ یعنی طبلہ کو حرام

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأخرجه أحمد في "المسند ١/٢٧٤" وفي الأشربة ١٩٢ و١٩٣ و١٩٤ وأبو داود ٣٦٩٦ في الأشربة: باب في الأوعية، والطحاوي ٤/٢٢٣ والبيهقي ١٠/٢٢١ من طرق عن محمد بن عبد الله الأسدي، بهذا الإسناد.

وأخرجه الطبراني ١٢٥٩٨ و١٢٥٩٩ والبيهقي ٨/٣٠٣ من طريق عثمان بن عمر الضبي، عن عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ علي بن بذيمة، به.

وأخرجه أحمد ١/٢٨٩ وفي "الأشربة ١٤" والبيهقي ١٠/٢٢١ من طرق عن عبيد الله بن عمرو، عن عبد الكريم، عن قيس بن حبتر، به.

وأخرج قوله "كل مسكر حرام" الطبراني ١٢٦٠٠ من طريق موسى بن أبي أعين، عن علي بن بذيمة، عن سعيد بن جبير، عن قيس بن حبتر، عن ابن عباس.

وفي الباب عن عبد الله بن عمرو، وقيس بن سعد بن عبادة عند البيهقي ١٠/٢٢١-٢٢٢ قلت: والمنع من الانتباذ في الدباء والمزفت والحنتم منسوخ كما في حديث بريدة الذي سيرد عند المصنف برقم ٥٣٩٠ (حاشية صحيح ابن حبان)

[1] قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الأوسط، وفيه حفص بن عمر الإمام، وهو ضعيف جدا، ورواه البزار باختصار وزاد: وقال ابن عباس: وكل مسكر حرام.

وفيه محمد بن عمار بن صبيح شيخ البزار ولم أعرفه، وبقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٨٠٨٠)

وقال سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشَّثري:

قلت: محمد بن عمارة بن صبيح الكوفي، ذكره ابن حبان في الثقات (حاشية المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية، تحت رقم الحديث ٢١٩٣، كتاب الخلافة والإمارة، باب من لا تقبل شهادته وترد)

قرار دیا ہے (بزار)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی اس طرح کی حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔[1]

حضرت قیس بن سعد بن عبادہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ رَبِّىْ حَرَّمَ عَلَىَّ الْخَمْرَ، وَالْكُوْبَةَ، وَالْقِنِّيْنَ(مسنداحمد، رقم الحديث ۱۵۴۸۱) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھ پر شراب کو اور طبلے کو اور ''قنین'' (یعنی طنبور) کو حرام قرار دیا ہے (مسند احمد)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] عن عبد الله بن عباس قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :ثمن الخمر حرام، ومهر البغى حرام، وثمن الكلب حرام، والكوبة حرام، وإن أتاك صاحب الكلب يلتمس ثمنه، فاملأ يديه ترابا، والخمر والميسر وكل مسكر حرام(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۱۲۶۰۱)

قال الالبانی:

ثمن الخمر حرام ومهر البغى حرام وثمن الكلب حرام والكوبة حرام وإن أتاك صاحب الكلب يلتمس ثمنه، فاملأ يديه ترابا، والخمر والميسر وكل مسكر حرام ."

أخرجه الطبرانى فى "المعجم الكبير(۳/۱۶۹/۱) "ورقم ۱۲۶۰۱ مطبوعة، وفيها قلب) عن معقل بن عبيد الله عن عبد الكريم عن قيس بن حبتر الربعى عن عبد الله بن عباس قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ...

قلت :وهذا إسناد جيد رجاله كلهم ثقات وفى معقل بن عبيد الله وهو الجزرى ضعف يسير من قبل حفظه واحتج به مسلم وقد توبع كما يأتى، وعبد الكريم هو الجذرى الثقة .والحديث أخرجه أحمد(۱/۲۷۸ و ۲۸۹ و ۳۵۰) مفرقا من طرق عن عبد الكريم به .وروى بعضه أبو داود(۳۴۸۲)والطيالسى (۲۷۵۵)وتابعه على ابن بذيمة حدثنى قيس بن حبتر نحوه .أخرجه أحمد (۱/۲۷۴)من طريق سفيان عنه .وزاد ": قال سفيان -وهو الثورى - :قلت لعلى بن بذيمة :ما الكوبة؟ قال :الطبل ."

قلت :وعلى بن بذيمة ثقة، فالسند صحيح.

(الكوبة) . قال ابن الأثير " :هو النرد .وقيل الطبل .وقيل :البربط ." وفى "المعجم الوسيط " :"وهو آلة موسيقية تشبه العود، والنرد أو الشطرنج قلت :والراجح :أنه الطبل لجزم على بن بذيمة به كما تقدم وهو أحد رواته والراوى أدرى بمرويه من غيره. والله أعلم(سلسلة الأحاديث الصحيحة،رقم الحديث ۱۸۰۶)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ قَالَ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَنَهٰى عَنِ الْخَمْرِ، وَالْمَيْسِرِ، وَالْكُوْبَةِ، وَالْغُبَيْرَاءِ (مسنداحمد، رقم الحديث ٦٤٧٨) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے میری طرف وہ بات منسوب کی، جو میں نے نہیں کہی، تو اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب سے، اور جوئے سے، اور طبلے سے، اور غبیراء (نام کی شراب) سے بھی منع فرمایا (مسنداحمد)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَيْهِمْ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُمْ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ : إِنَّ رَبِّيْ حَرَّمَ عَلَيَّ الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَالْكُوْبَةَ وَالْقِنِّيْنَ ،وَالْكُوْبَةُ اَلطَّبْلُ (السنن الكبرى للبيهقي،رقم الحديث ٢٠٩٩٤،باب : ما جاء في ذم الملاهي من المعازف والمزامير ونحوه)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ان کے پاس تشریف لائے، اور وہ لوگ اس وقت مسجد میں تھے، اور فرمایا کہ بے شک میرے رب نے میرے اوپر شراب کو اور جوئے کو اور ''قنین'' (یعنی طنبور) کو اور کوبہ کو حرام کیا ہے، اور کوبہ سے مراد طبلہ ہے (بیہقی)

''طبلہ'' گانے بجانے کے آلات میں سے ہے، جب یہ بھی حرام ہے، تو دوسرے گانے بجانے کے آلات کیونکر جائز ہوں گے؟ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

[2] وأما الطنبور فهو بضم الطاء والموحدة بينهما نون ساكنة آلة من آلات الملاهي معروفة وقد تفتح طاؤه (فتح الباري -لابن حجر،باب هل تكسر الدنان التي فيها خمر أو تخرق الزقاق)

وفي الحديث:إن الله حرم الخمر والكوبة والقنين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ''قنین'' حبشہ کی زبان میں ''طنبور'' یعنی گٹار کی طرح کی ایک چیز کو کہا جاتا ہے، اور بعض اہلِ لغت نے ''قنین'' روم کے ایک جوئے والے کھیل کو قرار دیا ہے۔

لیکن مذکورہ حدیث میں ''قنین'' سے ''طنبور'' مراد ہونا راجح ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال ابن قتيبة :القنين لعبة للروم يتقامرون بها .قال الأزهرى :ويروى عن ابن الأعرابى قال :التقنين الضرب بالقنين، وهو الطنبور بالحبشية، والكوبة الطبل، ويقال النرد؛ قال الأزهرى :وهذا هو الصحيح .وورد فى حديث على، عليه السلام :نهينا عن الكوبة والغبيراء والقنين؛ قال ابن الأعرابى :الكوبة الطبل، والغبيراء خمرة تعمل من الغبيراء ، والقنين طنبور الحبشة .وقانون كل شىء:طريقه ومقياسه .قال ابن سيده :وأراها دخيلة (لسان العرب، ج١٣، ص ٣٤٩، فصل القاف)

[1] القنين من أسماء طنبور الحبشة(المخصص لابى الحسن المرسى، ج٤ص ١١،مادة "المزامير")

والقنين، كسكين :الطنبور بالحبشية؛ عن ابن الأعرابى.وقال الزجاجى :طنبور الحبشة .ومنه الحديث :(إن الله حرم الخمر والكوبة (والقنين).

(وقال ابن قتيبة:) القنين :(لعبة للروم يتقامر بها؛ وبه فسر الحديث(تاج العروس، ج٣٦ص ٢٣، مادة "قنن")

فى الحديث إن الله حرم الكوبة والقنين قال ابن قتيبة القنين لعبة للروم يقامرون بها وقال ابن الأعرابى التقنين الضرب بالقنين وهو الطنبور بالحبشية(غريب الحديث لابن الجوزى، ج٢ص ٢٦٨، باب القاف مع النون)

كوب النبى صلى الله عليه وسلم إن ربى حرم على الخمر والكوبة والقنين .مر تفسيرها فى عر.

القنين بوزن السكيت :الطنبور عن ابن الأعرابى .وقنن إذا ضرب به .ويقال :قننته بالعصا أقنه قنا أى ضربته .وقيل :لعبة للروم يتقامرون بها(الفائق فى غريب الحديث للزمحشرى، ج٣ص ٢٨٤، حرف الكاف، الكاف مع الواو)

وفسر القنين بالبربط، وهو :عود الغناء ، قال الزمخشرى:القنين بوزن السكيت :الطنبور، عن ابن الأعرابى، وقنن :إذا ضرب به، يقال :قننته بالعصا قنا :إذا ضربته، قال :وقيل :لعبة للروم يتقامرون بها .وهو قول ابن قتيبة:قال ابن الأعرابى :وهو :الطنبور بالحبشية(النظم المستعذب فى تفسير غريب الفاظ المهذب، لمحمد بن أحمد بن محمد بن سليمان بن بطال الركبى،ج٢ص ٣٧٠، كتاب الشهادات، ومن باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل)

القنين ".هو الطنبور بالحبشة والتقنين الضرب به قاله ابن الأعرابى كذا فى إغاثة اللهفان.

وفى القاموس :التقنين كسكين :الطنبور ولعبة للروم يتقامر بها.

قلت :والأول هو المراد هنا قطعا لأن القمار مذكور فى الحديث نفسه وهو الميسر.

وهو من آلات الطرب الوترية طويل العنق له صندوق نصف بيضوى فيه وتران أو ثلاثة(تحريم آلات الطرب للالبانى، ص٧٧،الفصل الثانى :شرح مفردات غريب الحديث)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ سَبْعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْهُنَّ : اَلنَّوْحِ وَالشِّعْرِ وَالْغِنَاءِ وَالتَّصَاوِيْرِ وَجُلُوْدِ السِّبَاعِ وَالذَّهَبِ وَالْحَرِيْرِ (مسند الشاميين للطبرانی، رقم الحديث ۱۴۲۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں سے منع فرمایا، اور میں بھی تمہیں ان سے منع کرتا ہوں، ان میں سے ایک چیز نوحہ (یعنی غم ومصیبت کے وقت آواز کے ساتھ کلام کرتے ہوئے رونا) ہے، اور ایک شعر ہے، اور ایک گانا ہے، اور ایک تصاویر ہیں، اور ایک درندے کی کھال (پہننا) ہے، اور ایک (مرد کے لیے) سونا (استعمال کرنا) ہے، اور ایک (مرد کے لیے) ریشم ہے (طبرانی)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ مزید سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ گانا منع اور گناہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَلْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ (ابوداؤد، رقم الحديث ۴۹۲۷، كتاب الادب، باب كراهية الغناء والزمر)

---

[1] عن كيسان، مولى معاوية قال :خطبنا معاوية فقال " :إن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن تسع، وأنا أنهاكم عنهن، ألا إن منهن :النوح، والغناء، والتصاوير، والشعر، والذهب، والحر، والسروج، والحرير "(المعجم الكبير رقم الحديث ۸۷۸)

قال الهيثمي:قلت رواه النسائي باختصار رواه الطبراني باسنادين رجال أحدهما ثقات(مجمع الزوائد، ج۸ص ۱۲۰، مكتبة القدسي، قاهرة)

عن كيسان مولى معاوية قال :خطبنا معاوية فقال " :إن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن سبع، وأنا أنهاكم عنهن، ألا إن منهن :النوح، والغناء، والتصاوير، والشعر، والذهب، وجلود السباع، والتبرج ,والحرير "(مسند أبي يعلى الموصلي،رقم الحديث ۷۳۷۴، ج۱۳ص ۳۶۴،دار المأمون للتراث -دمشق)

قال حسين سليم اسد الداراني:إسناده حسن(حاشية مسند ابی یعلیٰ)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ گانا بجانا دل میں نفاق کو اُگاتا (اور پیدا کرتا) ہے (ابوداؤد)

اس حدیث کے مرفوع ومسند (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد) ہونے کی سند کو ضعیف قرار دیا گیا ہے، لیکن اس کی تائید دیگر روایات سے ہوتی ہے۔ [1]

چنانچہ حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ:

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ: اَلْغِنَاءُ يُنبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ (شعب الايمان

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده ضعيف لجهالة الشيخ الراوى عن أبى وائل، وأبو وائل :هو شقيق بن سلمة . وأخرجه البيهقى فى "السنن ١٠/٢٢٣ "من طريق حرمى بن عمارة، عن سلام، بهذا الإسناد .وفيه زيادة" :كما ينبت الماء البقل."

وأخرجه موقوفاً المروزى فى كتاب "تعظيم قدر الصلاة(٦٨٠) "والبيهقى فى "السنن (١٠/٢٢٣)"، وفى "الشعب(٤٧٤٤)"و(٤٧٤٥)من طريق حماد، عن إبراهيم ابن يزيد النخعى، عن ابن مسعود، ورجاله ثقات، وثبت عن إبراهيم النخعى أنه قال :إذا حدثتكم عن رجل عن عبد الله فهو الذى سمعت، وإذا قلت :قال عبد الله :فهو عن غير واحد عن عبد الله .انظر المزى "تهذيب الكمال٢/٢٣٩"وقال البيهقى فى "الشعب :"وقد روى هذا مسنداً بإسناد غير قوى.

وقال ابن رجب فى "شرح العلل ١/٢٩٤،٢٩٥"وهذا يقتضى ترجيح المرسل على المسند، لكن عن النخعى خاصة فيما أرسله عن ابن مسعود خاصة.

وقد صحيح الموقوف على ابن مسعود ابن القيم فى "إغاثة اللهفان ١/٢٤٨٩"

وأخرجه البيهقى فى "السنن١٠/٢٢٣"من طريق سعيد بن كعب المرادى، عن محمَّد بن عبد الرحمن بن يزيد، عن ابن مسعود .وفيه زيادة .ومحمد بن عبد الرحمن لم يدرک ابن مسعود.

وأخرجه عبد الرزاق فى "مصنفه(١٩٧٣٦)"من قول إبراهيم النخعى .ورجاله ثقات.

ولـه شاهد مرفوع من حديث جابر بن عبد الله، أخرجه البيهقى فى "الشعب (٤٧٤٦)" وإسناده ضعيف جداً.

وأخرجه المروزى فى "تعظيم قدر الصلاة "من قول الشعبى برقم(٦٩١)بلفظ :إن الغناء ينبت النفاق فى القلب كما ينبت الماء الزرع، لأن الذكر ينبت الإيمان فى القلب كما ينبت الماء الزرع .وفى سنده عبد الله بن دكين وهو ضعيف (حاشية سنن ابى داود)

للبيهقى ،رقم الحديث ۴۷۴۴،فصل ومما ينبغى للمرء المسلم ان يحفظ لسانه عن الشعر الذى يكون هجاء او فحشا او كذبا) لے

لے قال الالبانى:

وقد رواه ابن أبى الدنيا(۴/۲) ، والبيهقى فى "الشعب(۲/۸۳/۱ ــ ۲) "بإسناد صحيح عن إبراهيم عن عبد الله موقوفا عليه .وهذا أصح (سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ۲۴۳۰)

و قال ايضاً:

أخرجه ابن أبى الدنيا فيذم الملاهى ق ۲/۴ ومن طريقه البيهقى فى السنن ۱۰/۲۲۳ وفى شعب الإيمان ۴/۲۷۸/۵۰۹۸ و ۵۰۹۹من طريق حماد عن إبراهيم قال :قال عبد الله :فذكر.

قلت :وهذا إسناد صحيح رجاله ثقات إلا أن ظاهره الانقطاع فإن إبراهيم -وهو ابن يزيد النخعى -لم يدرك عبد الله بن مسعود وبه أعله بعض من خرج أحاديث ذم الغناء من المعاصرين وفاته أنه صح عن إبراهيم أنه قال للأعمش لما قال له :أسند لى عن ابن مسعود : إذا حدثتكم عن رجل عن عبد الله فهو الذى سمعت وإذا قلت : قال عبد الله فهو عن غير واحد عن عبد الله.

فأقول :ومن المعلوم أن إبراهيم النخعى تابعى ثقة جليل فإذا روى عن غير واحد من شيوخه فهو على الأقل من أمثاله من التابعين إن لم يكونوا أكبر منه سنا فروايته عنهم مما يلقى فى النفس الثقة والاطمئنان لروايتهم لأنهم جمع؛ فيبعد جدا أن يهموا فى روايتهم عن ابن مسعود فضلا عن التواطؤ على الكذب عليه كما هو ظاهر وبصورة عامة لتابعيتهم وبخاصة أنهم من شيوخ إبراهيم وهو يروى عنهم ولا سيما وفى ترجمته أنه كان صيرفى الحديث كما قال الأعمش فليس من المعقول البتة أن يروى هو عنهم وهو غير مطمئن لصدقهم وحفظهم وهم بالنسبة إلينا جمع ينجبر به جهالتهم وكلام ابن تيمية المتقدم صفحة ۷۰، فى تقوية الحديث الضعيف والمرسل بالطرق يدل على هذا ولذلك صحح جماعة من الأئمة مراسيل إبراهيم وخص ذلك البيهقى بما أرسله عن ابن مسعود كما فى مراسيل العلائى ۱٦۸ ، وأقره الحافظ فى التهذيب وهذا أعم مما لو قال :قال عبد الله فيشمل ما لو قال :عن عبد الله ويؤيده أنه ليس ثمة فرق ظاهر بين العبارتين أولا ولأنه لم يقل فى كل منهما :عن رجل تبرئة لذمته فاستويا فى الحكم.

وهناك حديث -لكنه مرفوع -يشبه هذا من حيث إنه من رواية جماعة من التابعين لم يسموا ومع ذلك قواه بعض الحفاظ المتأخرين لانجبار جهالتهم بجمعهم وهو مخرج فى غاية المرام ۴۷۱فليراجعه من شاء .

وأما الراوى عن إبراهيم حماد فهو ابن أبى سليمان الكوفى فهو كما قال الذهبى فى الكاشف:ثقة إمام مجتهد كريم جواد.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گانا دل میں نفاق کو اُگاتا ہے (بیہقی)

اگر اس حدیث کو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد قرار دیا جائے، تب بھی یہ مرفوع

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولذلک قال فی المیزان: تکلم فیه للإرجاء ولولا ذکر ابن عدی له فی کامله لما أوردته.

وقال الحافظ فی التقریب. صدوق له أوهام.

قلت :فمثله یحتج به إلا إذا تبین وهمه بمخالفته لمن هو أوثق منه أو نحو ذلک ولا شیء من ذا هنا ولذلک فما أنصف من ضعفه مطلقا من المعاصرین!

وله طریق آخر یرویه سعید بن کعب المرادی عن محمد بن عبد الرحمن بن یزید عن ابن مسعود بلفظ أتم قال : الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع والذکر ینبت الإیمان کما ینبت الماء البقل.

أخرجه ابن أبی الدنیا ق ۴/۲ومن طریقه البیهقی ۱۰/ ۲۲۳.

وهذا منقطع محمد بن عبد الرحمن بن یزید -وهو النخعی الکوفی -لم یدرک ابن مسعود وهو ثقة ولا أستبعد أن یکون تلقاه عن إبراهیم النخعی فإنه من هذه الطبقة.

وسعید بن کعب المرادی لم یوثقه غیر ابن حبان ۸/ ۲۶۲.

وقد روی الطرف الأول منه من طریق شیخ عن أبی وائل عن ابن مسعود مرفوعا.

لکن الشیخ هذا مجهول هذا مجهول لم یسم ولذلک کنت خرجته فی الضعیفة برقم ۲۴۳۰وأشار إلیه ابن القیم فی إغاثة اللهفان ۱/ ۲۴۸وقال: وهو صحیح عن ابن مسعود من قوله.

ولکنه فی حکم المرفوع إذ مثله لا یقال من قبل الرأی کما قال الآلوسی فیروح المعانی ۱۱/ ۶۸.

ثانیا :عن الشعبی قال: إن الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع وإن الذکر ینبت الإیمان فی القلب کما ینبت الماء الزرع.

أخرجه ابن نصر فیقدر الصلاة ص ۱/۲/ ۱۵۱ ـ ۱۵۲ من طریق عبد الله بن دکین عن فراس بن یحیى الأصل :ابن عبد الله خطأ عنه.

قلت :وهذا إسناده حسن رجاله ثقات رجال الشیخین غیر عبد الله بن دکین وهو أبو عمر الکوفی البغدادی مختلف فیه قال الذهبی فی المغنی: معاصر لشعبة وثقه جماعة وضعفه أبو زرعة.

وقال الحافظ فی التقریب :صدوق یخطء. وقد روی مرفوعا إلى النبی صلى الله علیه وسلم لکن فی إسناده کذاب ولذلک خرجته فی الضعیفة رقم۵۱۵ ۲۶ (تحریم آلات الطرب، ج ۱، ص ۱۴۵ الى ۱۴۹،الفصل الثامن :حکمة تحریم آلات الطرب والغناء)

حدیث (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد) کا درجہ رکھتا ہے۔ [1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی بسندِ ضعیف اسی طرح کی حدیث کچھ اضافے کے ساتھ مروی ہے۔ [2]

اور حضرت مغیرہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: اَلْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ١٩٧٣٧، كتاب الجامع معمر بن راشد، باب الغناء والدف)

ترجمہ: ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ گانا، غناء دل میں نفاق کو اُگاتا ہے (عبدالرزاق)

اور حضرت فراس بن عبداللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: إِنَّ الْغِنَاءَ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ (تعظيم قدر الصلاة للمروزى، رقم الحديث ٦٩١، باب غلو الخوارج والمعتزلة والرافضة فى تأويل الأحاديث التى وردت فى نفى الإيمان عمن ارتكب الكبيرة)

ترجمہ: حضرت شعبی نے فرمایا کہ گانا، دل میں نفاق کو اُگاتا ہے، جس طریقہ سے پانی کھیتی کو اُگاتا ہے (مروزی)

گانے کے دل میں نفاق اُگانے کا مطلب یہ ہے کہ گانا ایمان اور باطن میں بگاڑ اور فساد پیدا کر دیتا ہے، اور حلال چیز سے بے رغبتی پیدا کرتا ہے۔ [3]

---

[1] قال العراقى: رفعه غير صحيح لأن فى إسناده من لم يسم وفيه إشارة إلى أن وقفه على إبن مسعود صحيح وهو فى حكم المرفوع إذ مثله لا يقال من قبل الراى (روح المعانى، سورة الحج، جزء٢، صفحه ٦٨)

[2] عن أبى الزبير، عن جابر بن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الغناء ينبت النفاق فى القلب، كما ينبت الماء الزرع" (شعب الإيمان، رقم الحديث ٤٧٤٦)

[3] (الغناء) ينبت النفاق فى القلب كما ينبت الماء الزرع) فيا لها من صفقة فى غاية الخسران حيث باع سماع الخطاب من الرحمن بسماع المعازف والألحان والجلوس على منابر الدر والياقوت بالجلوس فى مجالس الفسوق ومذهب الشافعى أنه مكروه تنزيها عند أمن الفتنة وأخذ جمع بظاهره فحرموا فعله واستماعه مطلقا (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٥٨١٠)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ایک تقریب کے حوالے سے یہ قصہ مذکور ہے کہ:

فَمَرَّتْ عَائِشَةُ فِي الْبَيْتِ فَرَأَتْهُ يَتَغَنّٰى وَيُحَرِّكُ رَأْسَهُ طَرَبًا وَكَانَ ذَاشَعْرٍ كَثِيْرٍ . فَقَالَتْ: أُفٍّ شَيْطَانٌ أَخْرِجُوْهُ أَخْرِجُوْهُ (الادب المفرد للبخاری، رقم الحديث ۱۲۴۷ ص ۴۰۸، مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، الرياض) [1]

ترجمہ: پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس گھر سے گزر ہوا، تو اس آدمی کو دیکھا کہ وہ گانا گا رہا ہے، اور اپنے سر کو مستی کے ساتھ حرکت دے رہا ہے، اور اس کے بہت زیادہ بال تھے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اُف، یہ شیطان ہے، اسے باہر نکالو، اسے باہر نکالو (ادب المفرد)

یہ حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

آج کل بھی گانے والے اور قوال، مستی سے سر ہلا کر اور جھوم جھوم کر گاتے ہیں، اور بال بھی بڑے بڑے رکھتے ہیں، ایسے گانے والے شخص کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے شیطان قرار دے کر گھر سے باہر نکالنے کا حکم فرمایا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک مکتوب میں یہ تحریر کیا کہ:

---

[1] قال الالبانی:
قلت :و إسناده محتمل للتحسين ، رجاله ثقات ، غير أم علقمة هذه و اسمها مرجانة وثقها العجلي و ابن حبان ، و روى عنها ثقتان (السلسلة الصحيحة للالبانی، تحت رقم الحديث ۲۲۷)

[2] عن عمرو بن الحارث ,أن بكير بن الأشج ,حدثه أن أم علقمة مولاة عائشة أخبرته أن بنات أخي عائشة رضي الله عنها خفضن فألمن ذلك ,فقيل لعائشة :يا أم المؤمنين ,ألا ندعو لهن من يلهيهن؟ قالت " :بلى ,قالت :فأرسل إلى فلان المغني فأتاهم ,فمرت به عائشة رضي الله عنها في البيت ,فرأته يتغنى ,ويحرك رأسه طربا , وكان ذا شعر كثير ,فقالت عائشة رضي الله عنها " :أف ,شيطان أخرجوه ,أخرجوه , فأخرجوه (السنن الكبرى، للبيهقي، رقم الحديث ۲۱۰۱۰)

قال الالبانی:
أخرجه البيهقي ۱۰/۲۲۳ ـ ۲۲۴، والبخاري مختصرا في الأدب المفرد ۱۲۴۷ بسند حسن أو يحتمل التحسين (تحريم آلات الطرب، ص ۱۲۹، الفصل النفايع للغناء بدون آلة)

فَكَيُفَ يَنُجُو مَنُ كَثُرَتُ خُصَمَاؤُهُ وَإِظُهَارُكَ الْمَعَازِفَ وَالْمِزُمَارَ بِدُعَةٌ فِي الْإِسُلَامِ (سنن النسائی، رقم الحدیث ۴۱۳۵، کتاب قسم الفیئ، مکتب المطبوعات الإسلامية -حلب)

ترجمہ: پس اس شخص کی کیسے نجات ہوگی، جس کے ساتھ جھگڑا کرنے والوں کی کثرت ہو، اور تمہارا گانے بجانے کے آلات (Musical instruments) اور بانسریوں کا اظہار کرنا اسلام میں بدعت ہے (نسائی)

مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں اسلام میں نو ایجاد عمل اور بدعت ہیں۔

ملحوظ رہے کہ متعدد احادیث میں واضح طور پر گانے بجانے کے آلات کا ذکر ہے، جن سے واضح ہوتا ہے کہ اگر خالی گانے بجانے کے آلات کو بھی موسیقی کے طور پر استعمال کیا جائے اور اس کے ساتھ گانے والے کسی انسان کی آواز شامل نہ ہو تب بھی یہ ناجائز و حرام ہے۔

نیز مروجہ موسیقی اور گانے بجانے کے ناجائز ہونے پر ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل) رحمہم اللہ کا اجماع و اتفاق ہے۔ [1]

البتہ بعض احادیث و روایات سے بطورِ خاص نکاح کے موقع پر خوشی کے اظہار کے لئے اشعار پڑھنے اور نکاح کا اعلان کرنے کی غرض سے دَف کی اجازت ملتی ہے۔ [2]

---

[1] وفی شرح السنة اتفقوا على تحريم المزامير والملاهي والمعازف (مرقاة المفاتيح، ج۷ص ۳۰۲۵، كتاب الآداب، باب البيان والشعر)

فذهب أبو حنيفة ومالك وأحمد وعكرمة والشعبي والنخعي وحماد والثوري وجماعة من أهل الكوفة إلى تحريم الغناء وذهب آخرون إلى كراهته نقل ذلك عن ابن عباس ونص عليه الشافعي وجماعة من أصحابه وحكى ذلك عن مالك وأحمد (عمدة القاري للعيني، ج۱۰ ص ۲۵۱، كتاب فضائل المدينة، باب بعد باب كراهية النبي أن تعرى المدينة)

[2] (يضربن بالدف) قيل تلك البنات لم يكن بالغات حد الشهوة وكان دفهن غير مصحوب بالجلاجل، قال أكمل الدين " :الدف بضم الدال أشهر وأفصح ويروى بالفتح أيضا وفيه دليل على جواز ضرب الدف عند النكاح والزفاف للإعلان وألحق بعضهم الختان والعيدين والقدوم من السفر ومجتمع الأحباب للسرور وقال :المراد به الدف الذي كان في زمن المتقدمين وأما ما عليه الجلاجل فينبغي أن يكون مكروها بالاتفاق (مرقاة المفاتيح، ج۵، ص ۲۰۶۵، كتاب النكاح، باب إعلان النكاح والخطبة والشرط)

جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح وغیرہ جیسے مخصوص مواقع پر تو دَف کے استعمال کی ایک حد تک اجازت ہے، اور دیگر عام مواقع پر اجازت نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ بعض روایات سے عام حالات میں دَف کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

اَلـدُّفُّ حَرَامٌ وَالْمَعَازِفُ حَرَامٌ وَالْكُوْبَةُ حَرَامٌ وَالْمِزْمَارُ حَرَامٌ (السنن الكبرى للبيهقي، رقم الحديث ٢١٠٠٠، باب: ما جاء في ذم الملاهي من المعازف والمزامير ونحوه) [1]

ترجمہ: دَف حرام ہے، اور گانے بجانے کے آلات حرام ہیں، اور طبلہ حرام ہے، اور بانسری / بین (Flute) حرام ہے (بیہقی)

اور جلیل القدر تابعی حضرت قاضی شریح فرماتے ہیں کہ:

إِنَّ الْـمَلَائِـكَةَ لَا يَدْخُلُوْنَ بَيْتًا فِيهِ دُفٌّ (مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ٢٦٩٩٣، كتاب النكاح، باب من كرِه الدّف)

ترجمہ: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں دَف ہو (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت سوید سے بھی یہی قول مروی ہے۔ [2]

اور جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ يَسْتَقْبِلُوْنَ الْجَوَارِيَ فِي الْأَزِقَّةِ مَعَهُنَّ

---

[1] قال الالبانی: قلت: و هذا إسناد صحيح إن كان (أبو هاشم الكوفي) هو (أبو هاشم السنجاري) المسمى (سعدا) فإنه جزري كعبد الكريم وذكروا أنه روى عنه لكن لم أر من ذكر أنه كوفي وفي "ثقات ابن حبان" (٢٩٦/٤) أنه سكن دمشق والله أعلم(تحريم آلات الطرب، للألبانی، صفحه ٩٢، الفصل الرابع: في دلالة الأحاديث على تحريم الملاهي بجميع أشكالها)

[2] عن سفيان ، عن عمران بن مسلم قال: قال لي خيثمة: أما سمعت سويدا يقول: لا تدخل الملائكة بيتا فيه دف(مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ٢٦٩٩٤، باب من كرِه الدّف)

الدُّفُوْفُ فَيَشُقُّوْنَهَا (مُصنف ابن أبي شيبة ،رقم الحديث ٢٦٩٩٥، كتاب النكاح، باب من كرِه الدّفّ؛ تهذيب الآثار للطبري، رقم الحديث ١٦٣٧، ورقم الحديث ١٦٣٨)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو (آتے جاتے ہوئے) راستوں میں بچیوں کا سامنا ہوتا تھا، جن کے ساتھ دَفیں ہوا کرتی تھیں، تو وہ (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد) اُن (دَفوں) کو پھاڑ دیا کرتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

ان روایات کا مطلب یہ ہے کہ نکاح وغیرہ کے موقع کے علاوہ عام حالات میں دَف کا استعمال، یا اس کا موسیقی کے انداز میں استعمال کرنا اور بجانا جائز نہیں۔

''دَف'' لغت میں اس کو کہا جاتا ہے، جس میں ایک طرف سے جھلی وغیرہ چڑھی ہوئی ہوتی ہے، اور اس کو انگلی وغیرہ سے بجایا جاتا ہے۔

اور دَف سے مراد خالص دَف ہے، جس میں کوئی دوسری بجنے والی چیز مثلاً گھنٹی اور گھنگرو وغیرہ شامل نہ ہو، ورنہ اگر دَف کے ساتھ کوئی گھنٹی، گھنگرو یا کوئی دوسرا موسیقی کا آلہ استعمال کیا جائے، تو اس کے ناجائز ہونے میں شبہ نہیں۔ [1]

اس کے بعد عرض ہے کہ مذکورہ احادیث وروایات میں تھوڑا بہت اختلاف ہونے کی وجہ سے فقہائے کرام کا بھی دَف کے حکم میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔

چنانچہ حنفیہ کے نزدیک نکاح کے موقع پر دَف کا استعمال جائز ہے، جبکہ اس میں کوئی دوسری بجنے والی چیز مثلاً گھنٹی اور گھنگرو وغیرہ شامل نہ ہو، اور اس کو موسیقی کے طرز اور دُھن پر نہ بجایا

---

[1] الدف في اللغة :هو الذي يلعب به) ، وقد عرفه بعض الفقهاء بالطار أو الغربال وهو المغشى بجلد من جهة واحدة، سمى بذلك لتدفيف الأصابع عليه، وقال بعض المالكية :الدف هو المغشى من جهة واحدة إذا لم يكن فيه أوتار ولا جرس، وقال غيرهم ولو كان فيه أوتار لأنه لا يباشرها بالقرع بالأصابع(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج٣٨،ص ١٦٩ ،مادة "معازف")

جائے، بلکہ ویسے ہی سادہ انداز میں بجادیا جائے، تاکہ نکاح کا اعلان اور شہرت ہو جائے۔

اور حنفی فقہاء میں سے امام ابو یوسف کے نزدیک عید وغیرہ کے موقع پر بھی اس طرح کی گنجائش ہے، کیونکہ بعض روایات میں عید کے دن بھی دف کا ذکر ملتا ہے، مگر یہ شرط ہے کہ دف کو گانے کے طور پر نہ بجایا جائے۔ [1]

اور مالکیہ کے نزدیک بھی دَف کا نکاح کے موقع پر استعمال جائز ہے، اور نکاح کے علاوہ دوسرے مواقع پر مشہور قول کے مطابق اس کا استعمال جائز نہیں۔ [2]

---

[1] وقد اختلف الفقهاء في حكم الدف .
قال الحنفية :لا بأس أن يكون ليلة العرس دف يضرب به ليعلن النكاح، وعن السراجية :أن هذا إذا لم يكن له جلاجل ولم يضرب على هيئة التطرب، قال ابن عابدين :والدف الذي يباح ضربه في العرس .احترازا عن المصنج، ففي النهاية عن أبي الليث :ينبغي أن يكون مكروها.
وسئل أبو يوسف عن الدف :أتكرهه في غير العرس بأن تضرب المرأة في غير فسق للصبي؟ قال : لا أكرهه، ولا بأس بضرب الدف يوم العيد، كما في خزانة المفتين(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٨، ص ١٦٩ ،١٧٠ ،مادة "معازف")
وسئل أبو يوسف -رحمه الله تعالى -عن الدف أتكرهه في غير العرس بأن تضرب المرأة في غير فسق للصبي؟ قال :لا أكرهه .وأما الذي يجيء منه اللعب الفاحش للغناء فإني أكرهه .كذا في محيط السرخسي.
ولا بأس بضرب الدف يوم العيد كذا في خزانة المفتين(الفتاوى الهندية، ج٥،ص ٣٥٢، كتاب الكراهية ، الباب السابع عشر في الغناء واللهو وسائر المعاصي والأمر بالمعروف)

[2] وقال المالكية :لا يكره الغربال أي الطبل به في العرس، قال ابن رشد وابن عرفة :اتفق أهل العلم على إجازة الدف وهو الغربال في العرس، وقال الدسوقي :يستحب في العرس لقول النبي صلى الله عليه وسلم :أعلنوا هذا النكاح واضربوا عليه بالدفوف .
وأما في غير العرس كالختان والولادة فقال الدسوقي :المشهور عدم جواز ضربه، ومقابل المشهور جوازه في كل فرح للمسلمين، قال الحطاب :كالعيد وقدوم الغائب وكل سرور حادث، وقال الآبي :ولا ينكر لعب الصبيان فيها -أي الأعياد -وضرب الدف، فقد ورد إقراره من رسول الله صلى الله عليه وسلم، ونقل الحطاب عن عبد الملك بن حبيب أنه ذهب إلى جواز الدف في العرس، إلا للجواري العواتق في بيوتهن وما أشبههن فإنه يجوز مطلقا، ويجري لهن مجرى العرس إذا لم يكن غيره.
واختلف المالكية في الدف ذي الصراصر أي الجلاجل، فذهب بعضهم إلى جواز الضرب به في العرس، وذهب آخرون إلى أن محل الجواز إذا لم يكن فيه صراصر أو جرس وإلا حرم، قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک بھی نکاح کے موقع پر دَف کا استعمال جائز ہے۔

اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک نکاح کے علاوہ عید کے دن اور ختنہ کے موقع پر اور اس طرح کے دوسرے خوشی کے مواقع پر بھی دَف کا استعمال جائز ہے۔

لیکن ان میں سے بعض حضرات نے دَف کے جواز کو خواتین کے ساتھ مخصوص رکھا ہے، مرد حضرات کو ان مواقع پر بھی دف بجانے کی اجازت نہیں دی، کیونکہ عام طور پر روایات میں عورتوں یا بچیوں ہی کے دف بجانے کا ذکر ملتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الدسوقی :وهو الصواب لما فی الجلاجل من زيادة الإطراب، هذا بالنسبة للنساء والصبيان.
وقد اختلفوا فی حكم ضرب الرجال بالدف فقالوا :لا يكره الطبل به ولو كان صادرا من رجل، خلافا لأصبغ القائل :لا يكون الدف إلا للنساء ، ولا يكون عند الرجال(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸،ص ۱۷۰، ۱۷۱ ،مادة "معازف")

[1] اگر کوئی چھوٹے بچے یا بچی کو کھلونے کے طور پر سادہ کوئی ڈھولک نما آلہ خرید کر دے، جس سے بچے کبھی کبھار کھیل لیا کریں تو بظاہر گنجائش ہے، پھر بھی کوئی احتیاطاً اجتناب کرے، تو بہتر ہے۔ محمد رضوان۔

وقال الشافعية يجوز ضرب دف واستماعه لعرس لأنه صلى الله عليه وسلم أقر جويرات ضربن به حين بنى على الربيع بنت معوذ بن عفراء وقال لمن قالت :وفينا نبی يعلم ما فی غد :دعی هذا وقولی بالذی كنت تقولين أی من مدح بعض المقتولين ببدر، ويجوز لختان لما روی عن عمر رضی الله تعالى عنه أنه كان إذا سمع صوتا أو دفا بعث قال :ما هو؟ فإذا قالوا عرس أو ختان، صمت ، ويجوز فی غير العرس والختان مما هو سبب لإظهار السرور كولادة وعيد وقدوم غائب وشفاء مريض وإن كان فيه جلاجل لإطلاق الخبر، وهذا فی الأصح عندهم لما روی أن النبی صلى الله عليه وسلم لما رجع من بعض مغازيه قالت له جارية سوداء :يا رسول الله إنی كنت نذرت إن ردك الله صالحا أن أضرب بين يديك بالدف وأتغنى، فقال لها :إن كنت نذرت فاضربی، وإلا فلا ، ومقابل الأصح المنع لأثر عمر رضی الله تعالى عنه السابق، واستثنى البلقينی من محل الخلاف ضرب الدف فی أمر مهم من قدوم عالم أو سلطان أو نحو ذلك.
وقال بعض الشافعية :إن الدف يستحب فی العرس والختان، وبه جزم البغوی فی شرح السنة .
أما متى يضرب الدف فی العرس والختان، فقد قال الأذرعی :المعهود عرفا أنه يضرب به وقت العقد ووقت الزفاف أو بعده بقليل، وعبر البغوی فی فتاويه بوقت العقد وقريب منه قبله وبعده ويجوز الرجوع فيه للعادة، ويحتمل ضبطه بأيام الزفاف التی يؤثر بها العرس، وأما الختان فالمرجع فيه العرف، ويحتمل أنه يفعل من حين الأخذ فی أسبابه القريبة منه.
وحكى البيهقی عن شيخه الحليمی -ولم يخالفه -أنا إذ أبحنا الدف فإنما نبيحه للنساء خاصة، لأنه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

رہی یہ بات کہ نکاح کے موقعہ پر دف کے استعمال کا وقت کونسا ہے؟ تو اس سلسلہ میں راجح یہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی الأصل من أعمالهن، وقد لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء ، ونازعه السبكى بأن الجمهور لم يفرقوا بين الرجال والنساء والأصل اشتراک الذکور والإناث فی الأحكام إلا ما ورد الشرع فيه بالفرقة ولم يرد هنا، وليس ذلک مما يختص بالنساء حتى يقال يحرم على الرجال التشبه بهن فيه.

ونقل الهيتمى عن الماوردى قوله :اختلف أصحابنا، هل ضرب الدف على النكاح عام فی جميع البلدان والأزمان؟ فقال بعضهم :نعم لإطلاق الحديث، وخصه بعضهم بالبلدان التى لا يتناكره أهلها فی المناكح كالقرى والبوادى فيكره فی غيرها، وبغير زماننا، قال :فيكره فيه لأنه عدل به إلى السخف والسفاهة.

وقال الهيتمى :ظاهر إطلاقهم أنه لا فرق فی جواز الضرب بالدف بين هيئة وهيئة، وخالف أبو على الفارقى فقال :إنما يباح الدف الذى تضرب به العرب من غير زفن -أى رقص -فأما الذى يزفن به وينقر -أى برء وس الأنامل ونحوها -على نوع من الأنغام فلا يحل الضرب به لأنه أبلغ فی الإطراب من طبل اللهو الذى جزم العراقيون بتحريمه، وتابعه تلميذه ابن أبى عصرون، قال الأذرعى :وهو حسن، فإنه إنما يتعاطاه على هذا الوجه من ذكرنا من أهل الفسوق .

وقال الحنابلة :يستحب إعلان النكاح والضرب فيه بالدف، قال أحمد :يستحب أن يظهر النكاح ويضرب فيه بالدف حتى يشتهر ويعرف وقال :يستحب الدف والصوت فی الإملاک، فقيل له :ما الصوت؟ قال :يتكلم ويتحدث ويظهر، والأصل فی هذا ما روى محمد بن حاطب قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :فصل ما بين الحلال والحرام الدف والصوت ، وعن عائشة رضى الله تعالى عنها أنها زوجت يتيمة كانت فی حجرها رجلا من الأنصار، وكانت عائشة فيمن أهداها إلى زوجها، قالت :فلما رجعنا قال لی رسول الله صلى الله عليه وسلم :ما قلتم يا عائشة؟ قالت :سلمنا ودعونا الله بالبركة ثم انصرفنا، فقال صلى الله عليه وسلم :فهل بعثتم معها جارية تضرب بالدف وتغنى :أتيناكم أتيناكم فحيانا وحياكم .

ويسن عندهم ضرب بدف مباح فی ختان وقدوم غائب وولادة كنكاح لما فيه من السرور، والدف المباح هو ما لا حلق فيه ولا صنوج.

واختلفوا فی ضرب الرجال الدف، قال البهوتى :وظاهره -أى ندب إعلان النكاح وضرب عليه بدف مباح -سواء كان الضارب رجلا أو امرأة وهو ظاهر نصوص أحمد وكلام الأصحاب، وقال الموفق :ضرب الدف مخصوص بالنساء ، وفی الرعاية :يكره للرجال مطلقا.

وقال ابن قدامة :ذكر أصحابنا أنه مكروه فی غير النكاح لأنه يروى عن عمر أنه كان إذا سمع صوت الدف بعث فنظر فإن كان فی وليمة سكت وإن كان فی غيرها عمد بالدرة(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۳۸،ص ۱۷۱ الیٰ ۱۷۳،مادة "معازف")

ہے کہ وہ نکاح منعقد ہونے کا وقت ہے۔ [1]

یہ بات ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ عرب کے اس زمانہ میں موسیقی کے قواعد اور اس کی دھنوں سے واقفیت نہ تھی، بلکہ یہ چیزیں بعد میں ایجاد ہوئیں۔

اس لئے اس زمانہ میں شعر پڑھنے کا معاملہ ہو، یا دَف بجانے کا معاملہ، ان میں موجودہ دور کے موسیقی کے قواعد اور موسیقی کی دُھن کی رعایت نہیں ہوتی تھی۔

خلاصہ یہ کہ بیشتر فقہائے کرام کے نزدیک دَف کے استعمال کے جائز ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ دف سادی ہو، اس کے ساتھ گھنگھر واور گانے بجانے کا کوئی دوسرا آلہ استعمال نہ کیا جائے۔

اور دوسری شرط یہ ہے کہ دف بجانے کا انداز سادہ ہو، یعنی اس میں کوئی خاص موسیقی کی طرز اور دھن نہ لگائی جائے (جیسا کہ مشّاق لوگ خاص طرز اور دھن کے ساتھ بجاتے ہیں)

تیسرے دَف کا نکاح وغیرہ کے موقع پر جائز ہونا بھی بعض فقہاء کے نزدیک خواتین کے ساتھ مخصوص ہے، اور اس سے مقصود بھی (نکاح وغیرہ کا) اعلان ہے، تا کہ زنا و نکاح میں فرق ہو جائے، نہ کہ بذاتِ خود اس کی آواز کا سننا سنانا یا لطف اندوز ہونا۔

اور جب اس سے مقصود ان حضرات کے نزدیک نکاح کی تشہیر واعلان ہے، تو یہ بھی ضروری ہے کہ جتنی مقدار سے اعلان ہو جائے، اُس پر اکتفاء کیا جائے۔

اور چوتھی شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر (حمد ونعت وغیرہ) شامل نہ ہو۔

اور ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ یہ کسی نا جائز چیز کا ذریعہ نہ بنے۔

اور آج کل چونکہ گانے بجانے کا استعمال اور جہالت عام ہے اور مذکورہ بالا شرائط کی رعایت بھی عام طور پر نہیں، اس لئے موجودہ حالات میں بعض محققین نے اس کو مطلقاً ممنوع قرار

---

[1] اور بعض نے ولیمہ کے وقت بھی گنجائش دی ہے۔

ضرب الدف یشرع فی النکاح عند العقد وعند الدخول مثلا وعند الولیمة کذلک والأول أشبه (فتح الباری لابن حجر، ج۹، ص ۲۰۲، قوله باب الخطبة)

دے دیا ہے، کیونکہ ان حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ جب کسی مباح وجائز بلکہ مستحب عمل میں بھی مفاسد پیدا ہوجائیں، تو وہ عمل جائز ومستحب سے نکل کر ناجائز زمرے میں داخل ہوجاتا ہے (ملاحظہ ہو''امدادالفتاویٰ'' ج۲ص۲۷۹، ''اسلام اور موسیقی'' ص۲۱۵ مؤلفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ) [1]

بہرحال موسیقی اور گانے بجانے کے آلات کا استعمال ویسے ہی گناہ ہے، اور ذکر ونعت کے

---

[1] قال الفقيه أبو الليث رحمه الله :الدف الذى يضرب فى زماننا هذا مع الصنجات والخلاخلات ينبغى أن يكون مكروهاً، وإنما الخلاف فى الذى كان يضرب فى الزمن المتقدم (المحيط البرهانى، ج۵ص ۱ ۴۰، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل الثانى والثلاثون فى المتفرقات)

فَإِنْ قِيْلَ :الدف فى النكاح جائز بالحديث المعروف .فنقول :ذكر الفقيه أبو الليث السمرقندى فى "بستانه "هى كناية عن إعلان النكاح ولم يرو ضرب الدف نفسها (نصاب الاحتساب، الْبَابُ الستون فى الاحتساب على البدع فى الأنكحة، جزء ا ، ص ۳۸۹)

المراد به الدف الذى كان فى زمن المتقدمين وأما ما عليه الجلاجل فينبغى أن يكون مكروها بالاتفاق(مرقاة المفاتيح، ج۵ص ۲۰۶۵، كتاب النكاح،باب إعلان النكاح)

وعن الحسن لا بأس بالدف فى العرس ليشتهر .وفى السراجية هذا إذا لم يكن له جلاجل ولم يضرب على هيئة التطرب اهـ(رد المحتار، ج۶ص ۳۵۰، كتاب الحظر والاباحة)

(قوله ضرب الدف فيه) جواز ضرب الدف فيه خاص بالنساء لما فى البحر عن المعراج بعد ذكره أنه مباح فى النكاح وما فى معناه من حادث سرور .قال :وهو مكروه للرجال على كل حال للتشبه بالنساء (رد المحتار، ج۵ص ۴۸۲، كتاب الشهادات باب من يجب قبول شهادته على القاضى)

ولا بأس أن يكون ليلة العرس دف يضرب به ليعلن به النكاح(رد المحتار، ج۶ص۵۵، كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة)

قوله :(ويحل ضرب الدف فى العرس لإعلان النكاح) لقوله عليه السلام " :أعلنوا النكاح ولو بالدف "وقال عليه السلام" :فصل ما بين الحرام والحلال :الدف والصوت فى النكاح "رواه ابن ماجة قوله :(وضرب الطبل فى الحج والغزوات :للإعلام لا للهو) أى يحل ضرب الطبل فى الحج والغزوات لإعلام الرحيل والنزول، ولأنه هيبة للمسلمين على الأعداء .قيد بقوله :(لا للهو) لأن ضرب الطبل وغيره للهو :حرام، لأنه معصية(منحة السلوک فى شرح تحفة الملوک ، لبدرالدين العينى الحنفى، ص ۴۲۲، كتاب الكراهية)

(قوله وكره كل لهو) أى كل لعب وعبث فالثلاثة بمعنى واحد كما فى شرح التأويلات والإطلاق شامل لنفس الفعل ، واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق ، فإنها كلها مكروهة لأنها زى الكفار ، واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلک حرام وإن سمع بغتة يكون معذورا ويجب أن يجتهد أن لا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

وقت اس طرح کے آلات کو استعمال کرنا اور بھی سنگین گناہ ہے۔

پس میلادُ النبی کے عنوان سے منعقد ہونے والے پروگراموں میں موسیقی اور آلاتِ موسیقی کا استعمال سخت گناہ ہے۔

(تفصیل اور دلائل کے لیے ملاحظہ ہو ہماری دوسری تالیف ''قرائت، شعر، سماع اور موسیقی کا حکم'')

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يسمع قهستانی (رد المحتار، ج٦ ص٣٩٥، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع)

ضرب الدف حال الذكر فمن أقبح القبيح والله ولی دينه وناصر نبيه (مرقاة المفاتيح، ج٩ ص ٣٩٠٢، كتاب المناقب، باب مناقب عمر رضی اللہ عنه)

(تنبيه) : كره الإمام أحمد التغبير ونهى عن استماعه وقال بدعة ومحدث .ونقل أبو داود لا يعجبنی .ونقل يوسف لا يستمعه، قيل هو بدعة؟ قال حسبک .وفی المستوعب منع إطلاق اسم البدعة عليه ومن تحريمه لأنه شعر ملحن كالحداء والحدو للإبل ونحوه .الحدو سوق الإبل والغناء لها .وقد حدوت الإبل حدوا واحدا بمعنى واحد إذا ساقها وزجرها كما فی القاموس وفيه أيضا المغبرون قوم يغبرون بذكر الله تعالى أی يهللون ويرددون الصوت بالقراءة وغيرها، سموا بها لأنهم يرغبون الناس فی الغابرة أی الباقية .انتهى.

وقال الصغانی فی كتاب مجمع البحرين :المغبرة قوم يغبرون ويذكرون الله عز وجل بدعاء وتضرع كما قال :عبادک المغبرة رش علينا المغفرة .وقد سموا ما يطربون فيه من الشعر تغبيرا لأنهم إذا تناشدوه بالألحان طربوا فرقصوا وأهزجوا فسموا المغبرة لهذا المعنى .وقال ابن دريد: التغبير تهليل أو ترديد صوت يردد بقراءة أو غيرها.

قال الإمام الشافعی -رضی الله عنه :-أرى الزنادقة وضعوا هذا التغبير ليصدوا الناس عن ذكر الله تعالى وقراءة القرآن .وقال الزجاج :مغبرين لتزهيدهم الناس فی الفانية وهی الدنيا وترغيبهم إياهم فی الآخرة وهی الغابرة الباقية .انتهى (غذاء الألباب فی شرح منظومة الآداب، للسفارينی الحنبلی، ج ١ ص ١٥٢، مطلب :فی حكم المطرب كالطنبور والعود)

قال الحسن بن عبد العزيز الحرانی :سمعت الشافعی يقول :خلفت ببغداد شيئا أحدثته الزنادقة يسمونه التغبير يصدون به الناس عن القرآن وهذا من كمال معرفة الشافعی وعلمه بالدين فإن القلب إذا تعود سماع القصائد والأبيات والتذ بها حصل له نفور عن سماع القرآن والآيات فيستغنی بسماع الشيطان عن سماع الرحمن (مجموع الفتاوى لأ بن تيمية، ج ١١ ص ٥٣٢، فصل فی قوله صلى الله عليه وسلم "المرء مع من احب")

وأما السماع المحدث، سماع الكف والدف والقصب، فلم تكن الصحابة والتابعون لهم بإحسان وسائر الأكابر من أئمة الدين يجعلون هذا طريقًا إلى الله تبارک وتعالى، ولا يعدونه من القرب والطاعات، / بل يعدونه من البدع المذمومة (المفصل فی شرح آية الولاء والبراء لابن نايف الشحود، ج ١ ص ١٩٦، فصل -وكلا الطائفتين ، الذين يسلكون إلى الله محض الإرادة والمحبة والدنو والقرب منه الخ)

(14)......نعتِ رسول اور اس کی شرائط کا عدمِ لحاظ

آج کل میلادُ النبی کے موقع پر نعت شریف کے خوبصورت عنوان سے اس قسم کے اشعار پڑھے جاتے ہیں کہ جو شرعی حدود میں نہیں آتے، اور اسی وجہ سے نعوذ باللہ تعالیٰ ان کو عشق، معاشقہ اور موسیقی اور گانوں کے طرز پر پڑھا جاتا ہے۔

اوّلاً تو نعت کی نسبت ایسی ہستی اور شخصیت کی طرف ہے کہ جن کے ساتھ ہمیں صرف محبت ہی کا تعلق نہیں ہے، بلکہ عظمت واحترام کا بھی تعلق ہے، اس لئے نعت میں کوئی ایسا طرز اختیار کرنا کہ جس کی وجہ سے اللہ نہ کرے ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کی بے احترامی یا دنیوی عشق ومعاشقے کا عنصر شامل ہو جائے، یہ سخت خطرناک طرزِ عمل ہے۔

دوسرے شعر وشاعری میں اس قسم کے مفاسد اور خرابیوں کی وجہ سے شریعت نے شعر وشاعری کو پسند نہیں کیا، اور اس کے لئے حدود قائم کر دی ہیں، اور اسی لئے جب اشعار، اپنی شرعی حدود میں ہوں، تو نہ صرف یہ کہ وہ جائز ہیں، بلکہ شریعت کی نظر میں پسندیدہ بھی ہیں۔

جس کی کچھ تفصیل قرآن وسنت کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ. اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ. وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ. اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا (سورة الشعراء، رقم الآيات ۲۲۴ تا ۲۲۷)

ترجمہ: اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ (یعنی شاعر لوگ) ہر میدان میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور بے شک جو وہ کہتے ہیں، وہ کرتے نہیں۔ سوائے ان کے جو مؤمن ہیں، اور نیک اعمال کرتے ہیں، اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں (سورہ شعراء)

مذکورہ آیات سے چند باتیں معلوم ہوئیں، ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ شاعروں کی پیروی اور اتباع، گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں، نہ کہ ہدایت یافتہ لوگ، اور واقعہ بھی یہی ہے کہ شاعروں کو پسند اور اُن کی اتباع کرنے والے معاشرے میں عام طور پر گمراہ اور آزاد خیال لوگ ہی ہوتے ہیں، نہ کہ ہدایت یافتہ، اور دیندار لوگ۔

مذکورہ آیات سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ شعراء، ہر میدان میں بھٹکتے ہیں، اور کسی متعین راستہ پر نہیں چلتے، اور واقعہ بھی یہی ہے کہ شاعروں کا کوئی راستہ اور میدان متعین نہیں ہوتا، اُن کے شعروں میں اسی طرح ایران توران کی تخیلاتی، تصوراتی اور کنائی ورمزی باتیں ہوتی ہیں، جن کو سمجھنا اور اُن کی مناسب تاویل کرنا بھی، بسا اوقات مشکل ہو جاتا ہے۔

مذکورہ آیات سے تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ شعراء، جھوٹ بولتے ہیں، وہ کہتے کچھ ہیں، اور کرتے کچھ ہیں، اور واقعہ بھی یہی ہے کہ شاعروں کے شعروں میں خلافِ حقیقت اور جھوٹی اور مبالغہ آمیز باتوں کی بھرمار ہوتی ہے، جن کو حقیقت پر منطبق کرنا، انتہائی دُشوار ہوتا ہے، اور وہ جتنی بڑی بڑی اور جس جس قسم کی باتیں اپنے شعروں میں بیان کرتے ہیں، اُن کا تعلق زیادہ تر زبانی جمع خرچ کے ساتھ ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اُن کے مختلف شعروں میں باہم بہت فرق اور تضاد نظر آتا ہے، اور اس کی اصل وجہ، شعروں میں جھوٹ اور خلافِ حقیقت و خلافِ واقعہ یا تخیلاتی وتصوراتی باتوں کا شامل ہونا ہے۔ [1]

مذکورہ آیات سے چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ جو مؤمن لوگ ہیں، اور نیک اعمال کرتے ہیں،

---

[1] اس پر ایک واقعہ یاد آیا کہ کسی زمانہ میں ایک شاعر نے بادشاہ کی شان میں بڑے عجیب وغریب اشعار کہے اور بادشاہ اور اس کی حکومت کی شعروں میں خوب تعریف کی، مثلاً یہ کہ بادشاہ سلامت کے تخت کا ایک پاؤں مشرق میں اور ایک مغرب میں ہے، اور بادشاہ کے تخت کے مقابلہ میں سورج اور چاند وغیرہ کی روشنی بھی ماند ہے، وغیرہ وغیرہ۔ بادشاہ نے اشعار سُن کر اس شاعر سے کہا کہ آپ نے ہمیں بہت خوش کیا، آپ ہمارے دربار میں فلاں دن آنا، ہم تمہیں فلاں فلاں انعام دیں گے۔ یہ شاعر جب مقررہ وقت پر انعام لینے حاضر ہوا، تو بادشاہ نے اس سے کہا کہ ہم نے تو انعام کا کہہ کر آپ کو زبان سے خوش کیا تھا، حقیقت میں انعام نہیں دینا تھا، جس طرح آپ نے زبان سے ہمیں خوش کیا تھا، وہ اشعار بھی حقیقت کے مطابق نہیں تھے۔ محمد رضوان۔

اوراپنے کلام اور شعر میں اللہ کا ذکر، کثرت سے کرتے ہیں، وہ مذکورہ بُری خصلتوں سے محفوظ ہیں۔

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ جولوگ مؤمن ہونے کے ساتھ نیک اعمال کرتے ہیں، اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرتے ہیں، ایسے حضرات اگر کبھی کوئی شعر بھی کہتے ہیں، تو ان کے اشعار اللہ کے ذکر سے خالی نہیں ہوتے، اوران کے شعر جھوٹ اور دوسرے منکرات سے پاک ہوتے ہیں، مگر ایسے حضرات استثنائی درجہ میں اور بہت تھوڑے ہیں۔ [1]

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّـهٗ لَقَـوْلُ رَسُـوْلٍ كَرِيْمٍ.وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ (سورة الحاقة، رقم الآيات، ۴۰، ۴۱)

ترجمہ: بلاشبہ یہ (قرآن) قول ہے، رسولِ کریم کا، اور یہ قول نہیں کسی شاعر کا، کم ہی ایمان لاتے ہو، تم لوگ (سورہ الحاقہ)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید، بحکمِ الٰہی رسولِ کریم کا قول ہے، اور کسی شاعر کا قول نہیں، گویا کہ قرآن مجید شعر وشاعری سے پاک ہے، اگر شعر وشاعری عام حالات میں اچھی چیز ہوتی، تو قرآن مجید کو شعر کے انداز میں نازل کرنے میں بھی عیب نہ ہوتا۔

قرآن مجید ہی میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

---

[1] قـال الـلـه سبحانه وتعالى :(والشـعـراء يتبعهم الغاوون ألم تر أنهم فى كل واد يهيمون ، قال الأزهرى :إنـما هو مثل كما تقول :أنا لک فى واد، وأنت لى فى واد، أى :أنا فى صنف، وأنت فى صنف آخر، والمعنى :أنهـم يـغلون فى المدح والذم، يمدحون فيكذبون، ويذمون فيظلمون(شرح السـنة،لـلبغوى، ج١٢ ص ٣٨٠، كتاب الاستئذان،باب ما يكره أن يكون الغالب على الإنسان الشعر حتى يصده عن ذكر الله عز وجل)

(والشعراء يتبعهم الغاوون) فـى شـعـرهم فيقولون به ويروونه عنهم فهم مذمومون .(ألم تر) تعلم (أنهم فى كل واد) مـن أودية الكلام وفنونه (يهيمون) يـمـضون فيجاوزون الحدّ مدحا وهجاءً .(وأنهم يقولونَ) فعلنا (مـا لا يفعلون) أى يكذبون .(إلا الـذيـن ءامنوا وعملوا الصالحات) من الشعراء (وذكـروا الله كثيرا) أى لـم يشـغـلهـم الشعر عن الذكر (تفسير الجلالين، تحت سورة الشعراء آيت ۲۲۴تا۲۲۷)

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْآنٌ مُّبِيْنٌ (سورة يٰسٓ، رقم الآية ٦٩)

ترجمہ: اور نہیں تعلیم دی، ہم نے اس (نبی) کو، نہ تو شعر کی، اور نہ مناسب ہے یہ نبی کے لیے، یہ (کلام) صرف ذکر اور واضح قرآن ہے (سورہ یٰس)

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کی تعلیم دی، اور نہ ہی شعروشاعری نبی کی شان ہے، اور قرآن مجید شعر، کے بجائے، اللہ کے ذکر پر مشتمل اور اکثر شعروشاعری میں پائے جانے والے عام تکلفات ومنکرات سے پاک ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شعر کے مضمون کو سمجھنا جتنا دشوار ہوتا ہے، قرآن مجید کے مضامین کو سمجھنا اتنا دشوار نہیں ہوتا، بلکہ قرآن مجید کے مضامین تدبر اور غوروفکر سے سمجھ میں آجاتے ہیں، اور اس کے برعکس سالہا سال تک شعر پڑھنے اور سننے کے باوجود اس کا مضمون ومفہوم سمجھ نہیں آتا۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے سورہ یٰس کی مذکورہ آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ:

قِيْلَ لِعَائِشَةَ: هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَثَّلُ بِشَيْءٍ مِّنَ الشِّعْرِ؟ قَالَتْ: كَانَ أَبْغَضَ الْحَدِيْثِ إِلَيْهِ، غَيْرَ أَنَّهُ كَانَ يَتَمَثَّلُ بِبَيْتِ أَخِيْ بَنِيْ قَيْسٍ، فَيَجْعَلُ آخِرَهُ أَوَّلَهُ، وَأَوَّلَهُ آخِرَهُ، فَقَالَ لَهُ أَبُوْ بَكْرٍ: إِنَّهُ لَيْسَ هٰكَذَا، فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ: إِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا أَنَا بِشَاعِرٍ، وَلَا يَنْبَغِيْ لِيْ (تفسير الطبرى، ج١٩ ص ٤٨٠، سورة يٰسٓ) [1]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کوئی شعر بھی کہتے تھے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کلام میں شعر سب سے زیادہ ناپسند کلام تھا، البتہ آپ بنی قیس کے شاعر کا کوئی (شعر کبھی کبھار) پڑھا کرتے تھے، مگر اس شعر کے آخری حصہ کو اول

---

[1] قال الالبانى :أخرجه ابن جرير الطبرى فى "التفسير(١٩/٢٣)"بسند صحيح عن قتادة، ولكنه لم يسمع من عائشة كما قال أبو حاتم، فهو مرسل منقطع، ولكنه -كشاهد -لا بأس به (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٣٠٩٥)

میں اوراول حصہ کوآخر میں کردیا کرتے تھے(تاکہ موزونیت اور نغمگی ختم ہوکر نثر کی طرح رواں کلام ہوجائے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ شعر اس طرح نہیں ہے، تو اللہ کے نبی نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں شاعر نہیں ہوں، اور نہ شعر میری شان کے لائق ہے (طبری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی اور آپ اس کو مِن وعن محفوظ رکھ کر بیان کردیا کرتے تھے، اس لئے آپ کے لئے کسی ایک شعر کی ترتیب کو یاد رکھنا کوئی بھی مشکل کام نہ تھا، جس کا مطلب واضح طور پر یہی تھا کہ اللہ نے اپنے نبی کو نہ تو شعر کی تعلیم دی، اور نہ شعروشاعری نبی کی شان ہے، بلکہ نبی کی شان، اللہ کا ذکر اور واضح قرآن ہے، اور اس کے مقابلہ میں نبی کو شعر پسند نہیں، اس لئے شعر کی ترتیب کو ملحوظ ومحفوظ رکھنے کی ضرورت نہیں۔

جبکہ شعروشاعری میں عام طور پر اللہ کے ذکر سے غفلت پائی جاتی ہے، اور اس کا مضمون بھی واضح نہیں ہوتا، جس کو بنانے اور سمجھنے، سمجھانے، سب ہی چیزوں میں تکلف کرنا پڑتا ہے۔

اورقرآن مجید، اس قسم کے تکلفات وتصنعات سے پاک ہے، لہٰذا اس سے شعر اور قرآن میں واضح فرق بھی معلوم ہوا۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

لَأَنْ يَّمْتَلِءَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَّمْتَلِءَ شِعْرًا (بخاری، رقم الحديث ۶۱۵۴، كتاب الادب، باب ما يكره أن يكون الغالب على الإنسان الشعر)

ترجمہ: تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ (یعنی پَس) سے بھر جائے، یہ بہتر ہے، اس سے کہ شعر سے بھر جائے (بخاری)

بعض روایات میں پیپ کے ساتھ خون کا بھی ذکر ہے۔ [1]

[1] عن ابن عمر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لأن يَّمْتَلِئَ جوف أحدكم قيحا أو دما خير له من أن يمتلء شعرا (سنن الدارمي، رقم الحديث ۲۷۴۷)

قال حسين سليم اسد الداراني: إسناده صحيح (حاشية سنن الدارمي)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَأَنْ یَّمْتَلِءَ جَوْفُ رَجُلٍ قَیْحًا یَرِیْہِ خَیْرٌ مِّنْ أَنْ یَّمْتَلِءَ شِعْرًا (بخاری،رقم الحديث ٦١٥٥، كتاب الادب،باب ما يكره أن يكون الغالب على الإنسان الشعر، دارطوق النجاة، بيروت)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی آدمی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے، جس کو وہ دیکھ رہا ہو، اس سے بہتر ہے کہ شعر سے پیٹ بھرے (بخاری)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔ [1]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَیْنَا نَحْنُ نَسِیْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ إِذْ عَرَضَ شَاعِرٌ یُنْشِدُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُذُوْا الشَّیْطَانَ أَوْ أَمْسِکُوْا الشَّیْطَانَ لَأَنْ یَّمْتَلِءَ جَوْفُ رَجُلٍ قَیْحًا خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ أَنْ یَّمْتَلِءَ شِعْرًا (مسلم،رقم الحديث ٢٢٥٩ "٩" كتاب الشعر)

ترجمہ: اس دوران کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرج نامی وادی میں چل رہے تھے، کہ ایک شاعر سامنے آیا، جو شعر پڑھ رہا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان کو پکڑو، یا شیطان کو روکو، آدمی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے، یہ بہتر ہے اس سے کہ شعر سے پیٹ بھرے (مسلم)

مذکورہ احادیث سے عام شعروشاعری اور بطورِ خاص پیٹ بھرنے یعنی اس میں کثرت سے مشغول ہونے کی شدید برائی معلوم ہوئی۔ [2]

---

[1] عن سعد، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال :لأن يمتلء جوف أحدكم قيحا يريه، خير من أن يمتلء شعرا (مسلم،رقم الحديث ٢٢٥٨ "٨")

[2] في شرح مسلم قالوا :المراد منه أن يكون الشعر غالبا عليه مستوليا؛ بحيث يشغله عن القرآن أو غيره من العلوم الشرعية، وذكر الله تعالى وهو مذموم من أي شعر كان، وإلا فلا يضره

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابونوفل بن ابی عقرب فرماتے ہیں کہ:

سَأَلْتُ عَائِشَةَ، هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُتَسَامَعُ عِنْدَهُ الشِّعْرُ ؟ قَالَتْ كَانَ أَبْغَضَ الْحَدِيْثِ إِلَيْهِ (مسند أحمد،رقم الحديث ٢٥٠٢٠، مؤسسة الرسالة، بيروت) ۱؎

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر سنے سنائے جاتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو شعر سب باتوں سے زیادہ ناپسند تھے (مسند احمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عام شعروشاعری سخت ناپسند تھی۔

پس عام حالات میں شعروشاعری کو اسلام میں پسند نہیں کیا گیا، البتہ اگر کوئی شعر حکمت اور سچ وحق پر مبنی ہو، اور نہ تو اس میں غلط بیانی، جھوٹ، فحش گوئی اور آلاتِ موسیقی وغیرہ جیسی چیزیں شامل ہوں، اور نہ بے جا تکلف وتصنع سے کام لیا جائے، اور نہ ہی اس میں غیر معمولی مشغولی اختیار کی جائے، تو اس حد تک شعر کی اجازت ہے۔

چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً (بخارى،رقم الحديث ٦١٤٥، كتاب الادب، باب ما يجوز من الشعر والرجز والحداء وما يكره منه، دارطوق النجاة، بيروت)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حفظ اليسير من الشعر؛ لأن جوفه ليس ممتلئا شعرا وقيل :هذا الذم مختص بمعين كما يجيء في الفصل الثالث .وقال السيوطي :قيل :خاص بشعر هجي به النبي -صلى الله عليه وسلم -لرواية "شعرا هجيت به ."قلت :الظاهر الإطلاق وهو يدخل فيه دخولا أوليا، ولعل وجه تخصيصه بالذكر تنبيها على أنه أقبح أنواعه أو إشعارا بأن الشعر مذموم؛ لأنه قد يؤدي إلى ذلك، وإلا فلا يحتاج إلى قيد الامتلاء كما لا يخفى على أرباب الإملاء ، فإن هذا الشعر وما يلحق به من هجو مسلم أو افتراء مذموم، سواء امتلأ الجوف أم لا (مرقاة المفاتيح، ج٧ص٣٠١٧، كتاب الآداب،باب البيان والشعر)

۱؎ قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح ، رجاله ثقات رجال الصحيح(حاشية مسند احمد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض شعر حکمت پر مبنی ہوتے ہیں (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض شعر حکمت کے مضامین پر مشتمل ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

ذُكِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشِّعْرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيْحُهُ قَبِيْحٌ (سنن الدارقطنی ،رقم الحديث ۴۳۰۶،کتاب الوکالة، باب خبر الواحد يوجب العمل، مؤسسة الرسالة، بيروت،مسند ابی يعلیٰ رقم الحديث ۴۷۶۰،سنن البيهقی رقم الحديث ۲۱۶۴۳، الکامل لابنِ عدی ج۴ص۲۷۸) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر کا تذکرہ کیا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعر ایک کلام ہے، جو اچھا ہو تو اچھا ہے، اور برا ہو تو برا ہے (جس طرح، اچھا کلام، اچھا اور برا کلام، برا ہوتا ہے) (دارقطنی)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشِّعْرُ بِمَنْزِلَةِ الْكَلَامِ حَسَنُهُ

---

[1] قال البيهقی:

وصله جماعة والصحيح عنه عن النبی -صلى الله عليه وسلم -مرسل(حواله بالا)

وقال الهيثمی:

رواه أبو يعلى وفيه عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان وثقه دحيم وجماعة وضعفه ابن معين وغيره ، وبقية رجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد،ج۸ص۱۲۲ ،باب الشعر فی الكلام، مكتبة القدسی، قاهرة)

وقال الالبانی:

قلت:إذا لم يكن له علة غير ابن ثوبان هذا فهو حسن الإسناد(سلسلة الاحاديث الصحيحة ، تحت رقم الحديث ۴۴۶)

وقال حسين سليم اسد الدارانی:

اسناده حسن(حاشية مسند ابی يعلیٰ)

كَحَسَنِ الْكَلَامِ وَقَبِيْحُهٗ كَقَبِيْحِ الْكَلَامِ (سنن الدارقطنی، رقم الحديث ۴۳۰۸، كتاب الوكالة، باب خبر الواحد يوجب العمل، مؤسسة الرسالة، بيروت، الأدب المفرد للبخاری، رقم الحديث ۸۹۵، المعجم الكبير للطبرانی رقم الحديث ۱۴۸۸، المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحديث ۷۶۹۶) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعر کلام کے درجے میں ہے، جو اچھا ہو، تو اچھے کلام کی طرح ہے، اور برا ہو، تو برے کلام کی طرح ہے (دارقطنی)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ان کا یہ قول مروی ہے کہ:

إِنَّ الشِّعْرَ كَلَامٌ وَإِنَّ مِنَ الْكَلَامِ حَقًّا وَّبَاطِلًا (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ۱۹۷۴۰، كتاب الجامع للإمام معمر بن راشد الأزدی رواية الإمام عبد الرزاق الصنعانی، باب الغناء والدف)

ترجمہ: شعر ایک کلام ہوتا ہے، اور کلام حق بھی ہوتا ہے، اور باطل بھی ہوتا ہے (عبد الرزاق)

مطلب یہ ہے کہ شعر کا مضمون کلام ہونے کی حیثیت سے اچھا بھی ہوسکتا ہے، اور برا بھی اور حق و سچ بھی ہوسکتا ہے اور باطل اور جھوٹ بھی۔

جو مضمون اور مفہوم بغیر نظم کے نثر کے انداز میں شرعی اصولوں کے خلاف ہو، اس کو نظم کے انداز میں ذکر کرنا بھی جائز نہیں۔

بہرحال شعر اچھا بھی ہوسکتا ہے، اور برا بھی، اور جو مضمون اور مفہوم بغیر نظم (ونعت) کے نثر کے انداز میں شرعی اصولوں کے خلاف ہو، اس کو نظم کے انداز میں ذکر کرنا بھی جائز نہیں۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الاوسط وقال لا يروى عن النبی صلى الله عليه وسلم الا بهذا الاسناد واسناده حسن (مجمع الزوائد ج۸ ص ۱۲۲، باب الشعر فی الكلام، مكتبة القدسی، قاهرة)
وقال الالبانی: له شواهد يصل بها إلى رتبة الحسن منها عن عائشة (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۴۴۶)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی جانب چلے، اس دوران کہ ہم رات میں جا رہے تھے کہ ایک شخص نے حضرت عامر سے کہا کہ اے عامر تم ہمیں اپنے اشعار کیوں نہیں سناتے، اور حضرت عامر اشعار کہہ لیا کرتے تھے، یہ سن کر وہ نیچے اترے اور اس طرح شعر پڑھنے لگے کہ:

اَللّٰھُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اھْتَدَیْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا

فَاغْفِرْ فِدَاءً لَکَ مَا أَبْقَیْنَا وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَیْنَا

وَأَلْقِیَنْ سَکِیْنَةً عَلَیْنَا إِنَّا إِذَا صِیْحَ بِنَا أَبَیْنَا

وَبِالصِّیَاحِ عَوَّلُوْا عَلَیْنَا

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ ھٰذَا السَّائِقُ قَالُوْا عَامِرُ بْنُ الْأَکْوَعِ قَالَ یَرْحَمُہُ اللّٰہُ (بخاری، رقم الحدیث ۴۱۹۶، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، دارطوق النجاۃ، بیروت)

ترجمہ: اے اللہ! اگر آپ نہ ہوتے، تو ہم ہدایت نہ پاتے۔

اور نہ صدقہ دینے کی توفیق ہوتی اور نہ نماز پڑھنے کی۔

ہماری تاحیات مغفرت فرما، ہم آپ پر قربان۔

اور ہمیں دشمنوں کے مقابلہ میں ثابت قدم رکھ اگر ہماری مڈبھیڑ ہو۔

اور ہمارے اوپر سکینہ نازل فرما۔

جب ہم پر وہ چنگھاڑے (ہمیں دبانے کے لئے سب کو پکار کر جمع کیا) تو ہم نے انکار کیا (ان کے ساتھ کفر میں ہمنوا ہونے یا ان کی ماتحتی قبول کرنے سے)

اور وہ شور وغوغا بلند کرتے (پروپیگنڈہ مہم چلا کر) ہمارے اوپر پلٹے (جھپٹے)

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کیا کہ یہ شعر پڑھنے والا کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ عامر بن اکوع، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ان پر رحم کرے (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعاء دینا، اس وجہ سے تھا کہ یہ اشعار، علم وحکمت پر مبنی تھے، اوران میں جہاد کا شوق دلانا پایا جاتا تھا، جس کے لئے یہ سفر ہو رہا تھا، جس سے معلوم ہوا کہ علم وحکمت پر مبنی شعر پڑھنا، خاص طور پر جبکہ جہاد وغیرہ کا شوق دلانا مقصود ہو، تو جائز ہے۔

بعض احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سچے شعر کی مثال بھی بیان فرمائی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيدٍ أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللَّهَ بَاطِلُ(بخاری، رقم الحدیث ۶۱۴۷، کتاب الادب، باب ما یجوز من الشعر والرجز والحداء وما یکرہ منه، دار طوق النجاة، بیروت)

ترجمہ: سب سے زیادہ سچا کلمہ جو کسی شاعر نے کہا ہے، لبید کا یہ کلمہ ہے کہ:

خبردار اللہ کے علاوہ ہر چیز باطل ہے (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید پر مشتمل شعر کو سچا قرار دیا، اگرچہ اس کے اچھے ہونے کی تحسین نہیں فرمائی، جس سے معلوم ہوا کہ جس شعر میں کفریہ اور فسقیہ بات، جھوٹ اور فحش گوئی اور موسیقی وغیرہ شامل نہ ہو، اور وہ سچائی اور صداقت اور توحید ورسالت اور شریعت کے اصولوں پر مبنی ہو، وہ جائز ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ عقیدت وعظمت، محبت اور حسن وجمال کی وہ لطیف کیفیات جو انسان کے دل ودماغ کے اندر ہوتی ہیں، اوران کا اصل تعلق احساس وادراک اور کیفیات وغیرہ سے ہوتا ہے، بعض اوقات ان کی تعبیر صحیح طرح الفاظ میں کرنا مشکل ہوتا ہے۔

شعر اس تعبیر کو مؤثر بنانے اور کیفیات واحساسات کے قریب کرنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔

پھر عقیدت وعظمت، محبت اور حسن وجمال کی ایک قسم تو وہ ہے، جس کا تعلق دنیا سے ہے، اور ایک وہ ہے جس کا تعلق آخرت سے ہے۔

اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ عقیدت وعظمت اور محبت کا تعلق آخرت سے ہے اور عبادت ہے۔

اور ''حمد ونعت'' چونکہ اسی عقیدت وعظمت اور محبت وجمال کے اظہار واعتراف کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا اس کا اظہار بھی اسی شان کے مطابق ہونا چاہئے۔

''حمد ونعت'' جتنی مقدس اور پاکیزہ چیز ہے، وہ اتنی ہی نازک بھی ہے، یہ کسی دنیا کے محبوبِ مجازی کی تعریف والی غزل نہیں ہے کہ جس میں خیال کو بے لگام چھوڑ کر جو منہ میں آئے کہہ دیا جائے، بلکہ اس میں اللہ اور اس کے رسول کی شان کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے۔

لہٰذا ایک طرف تو ایک بے مایہ انسان اس احساس سے مغلوب ہوتا ہے، دوسری طرف اس ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات وکمالات کا تصور الفاظ کی تنگ دامنی کا احساس دلاتا ہے اور انسان یہ یقین کئے بغیر نہیں رہتا کہ اظہار وبیان کے جتنے اسلوب انسان کے تصرف میں ہیں، ان میں سے کوئی بھی اس ذاتِ گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی تعریف وتوصیف کے لئے کافی نہیں ہوسکتا، پس اس اعترافِ عجز کے بغیر چارہ نہیں۔ ؎

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم　　　کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است

اس لئے نعت کے بہت سے مضامین میں افراط وتفریط ہوجاتی ہے، اور حدود وقیود کا لحاظ نہیں رہ پاتا، اور آج کل کے کم علم وکم فہم نعت بنانے والے، اپنی کم علمی اور کم فہمی کے باعث ان حدود کا لحاظ نہیں کر پاتے۔

چنانچہ عام طور پر نعتوں میں اس قسم کے مضامین اور انداز اور طور وطریقے اختیار کئے جاتے ہیں جو دنیوی عشق اور معاشقہ میں تو استعمال ہوتے ہیں اور قابلِ تعریف سمجھے جاتے ہیں، لیکن انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے شایانِ شان نہیں ہوتے۔ [1]

---

[1] عام طور پر دنیا میں عشق کا لفظ نفسانی تعلق میں استعمال ہوتا ہے اس لئے بعض بزرگوں نے اللہ ورسول کے لئے اسی نقطۂ نظر سے اس لفظ کے استعمال کو پسند نہیں کیا۔

ولا يحفظ عن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – لفظ العشق فى حديث صحيح البتة (زادالمعاد لابن القيم، ج۴ص ۲۵۴، القسم الثانى والثالث هديه صلى الله عليه وسلم فى العلاج بالأدوية الروحانية الإلهية المفردة والمركبة منها ومن الأدوية الطبيعية، فصل هديه صلى الله عليه وسلم فى علاج العشق، بطلان حديث "من عشق فعفف")

بہت سے نعت خوان، نعت کو گانوں کی طرز پر پڑھتے ہیں اور گانوں کے انداز میں اس کی مشق کرتے ہیں۔

کچھ لوگوں نے تو مشق کا طریقہ یہ نکالا ہے کہ اپنے سامنے میوزک یا گانے کی ریکارڈنگ چلالی جاتی ہے اور پھر اس کے ساتھ آواز ملا کر نعت خوانی کی مشق کی جاتی ہے۔

اور اب تو نعت خوانی کے ساتھ موسیقی اور میوزک کا استعمال بھی شروع ہوگیا ہے، حالانکہ نعت کو گانوں کے ساتھ مشابہ کرنا، یا اس کے ساتھ موسیقی کا استعمال سخت بے ہودہ حرکت ہے۔

لہٰذا نعت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور آپ کے آداب کو ملحوظ نہ رکھنا اور دنیوی غزل خوانی کے انداز اور دنیوی عشق ومحبت والے طور وطریقوں کو اختیار کرنا جائز نہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام وعظمت اس کے بنیادی حقوق میں شامل ہے، اور دنیوی عشق ومحبت کا انداز اس کے خلاف ہے۔

احادیث میں تو قرآن مجید کو بھی گانے کے طرز پر پڑھنے کو سخت ناپسند کیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت عبس غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

بَادِرُوا بِالْمَوْتِ سِتًّا: إِمْرَةَ السُّفَهَاءِ، وَكَثْرَةَ الشُّرَطِ ، وَبَيْعَ الْحُكْمِ، وَاسْتِخْفَافًا بِالدَّمِ، وَقَطِيعَةَ الرَّحِمِ، وَنَشْوًا يَتَّخِذُونَ الْقُرْآنَ مَزَامِيرَ يُقَدِّمُونَهُ يُغَنِّيهِمْ، وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْهُمْ فِقْهًا (مسند احمد ،رقم الحديث ١٦٠٤٠ ،مؤسسة الرسالة، بيروت، المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ١٤٤٩١، مستدرك حاكم رقم الحديث ٥٩٠٥، شرح مشكل الآثار للطحاوى، رقم الحديث ١٣٨٩، معرفة الصحابة لابى نعيم رقم الحديث ٥٥٥٠) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ چھ چیزوں سے پہلے موت پر سبقت کرو (یعنی ان چیزوں کے ظاہر ہونے سے پہلے موت

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

بہتر ہے) ایک تو بیوقوفوں کی حکومت سے، دوسرے پولیس کی کثرت سے، تیسرے فیصلوں کی خرید وفروخت سے، چوتھے خون (بہانے) کو ہلکا سمجھنے سے، پانچویں قطع رحمی سے، چھٹے ایسی (نوخیز) نسل کے لوگوں سے جو قرآن کو گانا بنائیں گے، گانے والے کو اپنے آگے کریں گے، تاکہ ان کے لئے گائے، اگرچہ یہ (قرآن کو گانے والا) ان میں دین کی سمجھ کے اعتبار سے کم ترین ہوگا (مسند احمد)

جب قرآن مجید کو گانے کے طرز پر پڑھنے اور اس کو گانے کی طرح لطف اندوزی کا ذریعہ بنانے کو ناپسند کیا گیا ہے، بلکہ فتنوں کے دور کی علامت قرار دیا گیا ہے، اور ایسا طرزِ عمل اختیار کرنے والوں کو دین کی سمجھ میں کم تر قرار دیا گیا ہے، تو حمد باری تعالیٰ اور نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ایسا طرزِ عمل اختیار کرنا یقیناً ناپسند اور برا ہوگا۔ [1]

---

[1] (بادروا بالأعمال ستا) من أشراط الساعة قالوا :ما هي يا رسول الله ؟ قال :(إمارة السفهاء) بكسر الهمزة أى ولايتهم على الرقاب لما يحدث منهم من العنف والطيش والخفة جمع سفيه وهو ناقص العقل والسفه كما فى المصباح وغيره نقص العقل (وكثرة الشرط) بضم فسكون أو فتح أعوان الولاة والمراد كثرتهم بأبواب الأمراء والولاة وبكثرتهم يكثر الظلم والواحد منهم شرطى كتركى أو شرطى كجهنى سمى به لأنهم أعلموا أنفسهم بعلامات يعرفون بها والشرط العلامة (وبيع الحكم) بأخذ الرشوة عليه فالمراد به هنا معناه اللغوى وهو مقابلة شء بشء (واستخفافا بالدم) أى بحقه بأن لا يقتص من القاتل (وقطيعة الرحم) أى القرابة بإيذائه أو عدم إحسان أو هجر وإبعاد (ونشئا يتخذون القرآن) أى قراء ته (مزامير) جمع مزمار وهو بكسر الميم آلة الزمر يتغنون به ويتمشدقون ويأتون به بنغمات مطربة وقد كثر ذلك فى هذا الزمان وانتهى الأمر إلى التباهى بإخراج ألفاظ القرآن عن وضعها (يقدمون) يعنى الناس الذين هم أهل ذلك الزمان (أحدهم ليغنيهم) بالقرآن بحيث يخرجون الحروف عن أوضاعها ويزيدون وينقصون لأجل موافاة الألحان وتوفر النغمات (وإن كان) أى المقدم (أقلهم فقها) إذ ليس غرضهم إلا الالتذاذ والإسماع بتلك الألحان والأوضاع.(فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى، تحت رقم الحديث ٣١٢٠)

وعن حذيفة قال: قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم – (اقرئوا القرآن بلحون العرب وأصواتها) عطف تفسيرى، أى: بلا تكلف النغمات من المدات والسكنات فى الحركات والسكنات بحكم الطبيعة الساذجة عن التكلفات (وإياكم ولحون أهل العشق) : أى: أصحاب الفسق (ولحون أهل الكتابين) ، أى: أرباب الكفر من اليهود والنصارى فإن من تشبه بقوم فهو منهم، قال الطيبى: اللحون جمع لحن وهو التطريب وترجيع الصوت، قال صاحب جامع الأصول:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ مبارک، نعت کا اصل موضوع ہے، اسی نے ہمیں ہمارے ہر ہر قول وفعل کے کچھ آداب بتائے ہیں، ان تمام آداب کی کما حقہٗ رعایت کے بغیر کوئی نعت نہ شریعت کے مطابق ہوسکتی ہے اور نہ یہ کوئی حقیقی محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کے ارشادات کی خلاف ورزی کرکے اس کی تعریف وتوصیف کی جائے۔

موسیقی اور گانے کے انداز میں اشعار پڑھنا، حنفیہ سمیت اکثر فقہاء کے نزدیک حرام ہے۔ اور امام شافعی اور امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس طرح موسیقی اور گانے کے انداز میں پڑھنا مکروہ ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ويشبه أن يكون ما يفعله القراء في زماننا بين يدى الوعاظ من اللحون العجمية فى القرآن ما نهى عنه رسول الله – صلى الله عليه وسلم – (وسيجىء) : أى سيأتى كما فى نسخة (بعدى قوم يرجعون) بالتشديد، أى يرددون (بالقرآن) : أى يحرفونه (ترجيع الغناء) بالكسر والمد بمعنى النغمة (مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۵۰۵، کتاب فضائل القرآن،باب فی توابع الفضائل)

[1] اس کے علاوہ اس سلسلہ میں علماء کے اور بھی اقوال ہیں، لیکن وہ اتنے مشہور ومضبوط نہیں ہیں۔

ثانيها :أنه مكروه :وهو الأظهر عند الشافعي وأحمد وأكثر أصحابهما، وقول أهل البصرة، وقال غير واحد من العلماء :لا يعرف عن أهل البصرة خلاف فى كراهته، وقال الماوردى :حرم الغناء قوم وأباحه آخرون، وكرهه مالك والشافعي وأبو حنيفة فى أصح ما قيل عنهم، ومر أن سماعه من أجنبية مع أمن الفتنة مكروه، لكنه شديد الكراهة، ومع خوفها حرام بلا خلاف، وكذا من الأمرد الحسن.

ثالثها :الإباحة :وهو المروى عن إبراهيم بن سعد والعنبرى، وهما شاذان، على أن العنبرى مبدع فى اعتقاده، غير مرضى عمله، وإبراهيم بن سعد ليس من أهل الاجتهاد.

قال القرطبى :وحكاية أبى طالب المكى لذلك عن جماعة من الصحابة والتابعين، وأن الحجازيين لم يزالوا يسمعون السماع فى أفضل أيام السنة الأيام المعدودات، إن صحت هذه الحكاية فهى من القسم الأول دون الثانى، قال :وقد حكى جمع من الشافعية كالقشيرى -رحمه الله تعالى -عن مالك -رضى الله تعالى عنه -الإباحة، ولا يصح عنه بوجه ولا عن أحد من أصحابه بوجه.

رابعها :يحرم كثيره دون قليله، ذكره بعض شراح "المنهاج"، وقال ذكره الرافعي -رحمه الله تعالى -من رواية السرخسى، واقتضى إيراد ابن أبى هريرة أنه المذهب، فإنه قال :قال الشافعى لا نبيحه مطلقا، ونقول :إن كان كثيرا دخل فى باب السفه، ا .هـ، ونازعه الأذرعى فى دلالة هذا على التحريم، وإنما يدل على ترك المروءة، ا .هـ(ز۸/ ۱/ب).

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہ حکم اس صورت میں ہے، جب کہ یہ عمل، آلاتِ موسیقی کے بغیر کیا جائے، اور آلاتِ موسیقی شامل نہ ہوں، ورنہ آلاتِ موسیقی کے ساتھ گناہ ہونے میں تو شک ہی نہیں۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والحق أنه ظاهر فى التحريم؛ إذ سلب الإباحة وعده من السفه إنما يليقان بالتحريم دون خرم المروء ة كما يعرف من كلامهم فيها.

خامسها :يحرم فعله وسماعه إلا إذا كان فى بيت خال على إحدى وجهين، ذكره بعض تلامذة البغوى، ونظر فيه الأذرعى ثم قال :وأحسبه راجعا لرد الشهادة بالمجاهرة دون إخفائه، ويجاب بأن هذا لا ينافى الحرمة لتصريحهم بأن (من) تحمل شهادة يحرم عليه فعل خارم لمروء ته، وإن أبيح فى نفسه؛ لأن فعله (إبطال لغير الحق)

سادسها :يحرم إن كان من امرأة لرجل أو لرجال، أو من رجل لامرأة أو نساء ، أو إن اقترن به نحو مسكر أو أكثر منه أو انقطع إليه، ذكره الحليمى من أكابر أصحابنا.

سابعها :إن صحت النية فيه لم يكره، وإلا كره، قاله الخوارزمى فى "كافيه :"ونازع الأذرعى فى عد هذا بأن صاحب "الكافى "ليس من أصحاب الوجوه.

ثامنها :يجوز الغناء وسماعه إن سلم من تضييع فرض (أو حرمة مبيح)، وكان من رجل أو محرم لرجل ولم يسمعه على قارعة طريق، ولم يقترن به مكروه، ذكره الأستاذ أبو منصور.

تاسعها :يحرم إن كان بجعل كما نقل الأستاذ عن نص الشافعى -رضى الله عنه.

عاشرها :هو طاعة إن نوى به ترويح القلب على الطاعة، ومعصية إن نوى به التقوية على المعصية، فإن لم ينو طاعة ولا معصية فهو معفو عنه؛ كخروج الإنسان إلى بستانه، وقعوده على بابه متفرجا، ذكره ابن حزم ونحا نحوه الغزالى وغيره.

حادى عشرها :(إن كان ما استعمل)يحتمل وجهين :جائزا وحراما، فسماعه جائز، وإن لم يحتمل إلا وجها واحدا وهو وجه الفسق، فحرام، ذكره الرويانى فى "بحره "عن بعض أصحابنا الخراسانيين وهو صحيح، وبه يتأيد ما قدمته آخر التنبيه الأول.

هذا جملة ما يتحصل للعلماء فى الغناء من الأقوال، وبها مع ما يأتى قريبا يعلم من طالع ذلك الكتاب السابق ذكره فى الخطبة ما فيه من السقطات والتدليسات والاختلال(كف الرعاع عن محرمات اللهو والسماع لابن حجر الهيتمى،ص ۴۱ الیٰ ۴۳،الباب الأول :فى أقسام الغناء المحرم وغيره،القسم الأول :فى سماع مجرد الغناء من غير آلة)

ل القسم الثانى :فى سماع الغناء المقترن برقص أو نحو دف أو مزمار أو وتر:قد سبق حكم الغناء المجرد، وسيأتى أحكامه وما بعده إذا تجردت، والمقصود هنا أن الغناء إذا أبيح أو كره إن انضم إليه محرم يصير بانضمام المحرم إليه محرما، وإذا حرم يشتد إثمه بانضمام المحرم (الآخر) إليه، وأن الرقص إن كان فيه تكسر كفعل المخنث كان حراما، وإن خلا عن ذلک كان مكروها، فإذا انضم القسم الحرام منه إلى الغناء المحرم ازداد الإثم والتحريم، وكذا إذا كان المحرم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(15)......نعت گوئی میں اخلاص کی کمی

یہ بھی مدت سے دیکھنے میں آ رہا ہے کہ عموماً نعت خوان حضرات کے پیشِ نظر اپنی شہرت، اپنا نام اونچا کرنا اور دوسروں کو نیچا دکھلانا، یا کوئی دنیوی ایوارڈ (شیلڈ، کپ یا ٹرافی وغیرہ) حاصل کرنا ہوتا ہے، اور نعت خوانی میں جس سچے جذبے اور محبت واخلاص کا ہونا ضروری ہے، اس سے عموماً اس قسم کے نعت خوان، خالی اور محروم ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں عموماً، ان کی طرف سے کوتاہیاں نظر آتی ہیں۔

جبکہ محبت کے سچا ہونے کی نشانی اطاعت اور فرماں برداری ہے، جیسا کہ پیچھے تفصیل اور دلائل کے ساتھ گزر چکا ہے۔

ہر عمل کے قبول ہونے کے لئے اخلاص کا ہونا ضروری ہے، جس میں حمد ونعت کا عمل بھی داخل ہے، اور اگر اس عمل کو دنیا طلبی اور نام آوری کے لئے انجام دیا جائے گا، تو پھر یہ عمل باعثِ خیر نہیں رہے گا، جس کی آج کل حمد ونعت ساز، اور حمد ونعت خوان حضرات میں، عموماً کمی نظر آتی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أحدهما؛ لأن المكروه وإن كان لا إثم فيه لكنه بانضمامه إلى المحرم يزداد إثما، ويشهد لما قررته قوله -صلى الله عليه وسلم -في الحديث الصحيح :(لا يخرج الرجلان (ز/ ١ ١ / ١ ب) يضربان الغائط كاشفين عن عورتهما يتحدثان؛ فإن الله يمقت على ذلك)

فجعل التحدث على الغائط الذى هو مكروه لا حرام إذا انضم إلى الحرام الذى هو كشف العورة بحضرة من ينظر إليها مقتضيا للمقت الذى هو أشد البغض، فكذا إذا انضم مكروه من رقص أو غناء إلى محرم من أحدهما يزداد إثمه وعقابه، وإذا ثبت هذا فى مكروه ومحرم فهو فى محرمين أولى، وسيأتى عن الإمام أبى عمرو بن الصلاح فى اجتماع الدف الذى هو حلال إلى الشبابة التى هى حرام ما يوافق ما ذكرته، مع رد ما اعترض به عليه، فاستفده(كف الرعاع عن محرمات اللهو والسماع لابن حجر الهيتمى،ص ٥٢، ٥٣،الباب الأول :فى أقسام الغناء المحرم وغيره،القسم الثانى :فى سماع الغناء المقترن برقص أو نحو دف أو مزمار أو وتر)

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ (سورة البينة، رقم الآية ۵)

ترجمہ: اور نہیں حکم دیا گیا، ان کو مگر اس بات کا کہ وہ عبادت کریں اللہ کی، خالص رکھتے ہوئے اس کے لئے دین کو، یکسو ہو کر (سورہ بینہ)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیک عمل کے لئے اخلاص ضروری ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوٰى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا، أَوْ إِلٰى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلٰى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۱ ،باب بدء الوحی)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور آدمی کے لئے وہی ہے کہ جس کی اس نے نیت کی، پس جس کی ہجرت دنیا کو حاصل کرنے کے لئے ہوئی، یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہوئی، تو اس کی ہجرت اسی چیز کے لئے شمار ہوگی (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ عمل پر ثواب مرتب ہونے کے لئے، نیت درست ہونا ضروری ہے، اس میں حمد ونعت بھی داخل ہے، ریا کاری، نام آوری اور مال کے حصول کی خاطر یہ عمل کرنے پر ثواب مرتب نہیں ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا يُبْعَثُ النَّاسُ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۴۲۲۹، كتاب الزهد، باب النية) [1]

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية سنن ابنِ ماجه)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) لوگوں کو ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا (ابنِ ماجہ)

یعنی جس کی جیسی نیت ہوگی، آخرت میں اس کو اسی کے مطابق جزا یا سزا ملے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ إِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ (مسلم، رقم الحديث ٢٥٦٤ ”٣٣“ كتاب البر والآداب والصلة، باب تحريم ظلم المسلم، وخذله، واحتقاره ودمه، وعرضه، وماله)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف متوجہ ہوتا ہے (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک ظاہری صورتوں کی خوبصورتی یا بدصورتی اور مال ودولت کی کمی یا زیادتی کا اعتبار نہیں، بلکہ دلوں کی نیت اور اعمال کی حقیقت کا اعتبار ہے۔ [1]

---

[1] وقوله :ولكن ينظر إلى قلوبكم وفي لفظ :قلوبكم وأعمالكم هذا الحديث يدل على ما يدل عليه قول الله تعالى :يا أيها الناس إنا خلقناكم من ذكر وأنثى وجعلناكم شعوباً وقبائل لتعارفوا إن أكرمكم عند الله أتقاكم فالله سبحانه وتعالى لا ينظر إلى العباد إلى أجسامهم هل هى كبيرة أو صغيرة أو صحيحة أو سقيمة ولا ينظر إلى الصور هل هى جميلة أو ذميمة .

كل هذا ليس بشيء عند الله، وكذلك لا ينظر إلى الأنساب هل هى رفيعة أو دنيئة، ولا ينظر إلى الأموال ولا ينظر إلى شيء من هذا أبداً.

ليس بين الله وبين خلقه صلة إلا بالتقوى، فمن كان لله أتقى كان من الله أقرب وكان عند الله أكرم إذن لا تفخر بمالك ولا بجمالك ولا ببدنك ولا بأولادك ولا بقصورك ولا بسيارتك ولا بشيء من هذه الدنيا أبداً، إنما إذا وفقك الله للتقوى فهذا من فضل الله عليك فاحمد الله عليه .

واعلم أن الأعمال بالنيات، والقلوب هى التى عليها المدار (شرح رياض الصالحين،لمحمد بن صالح بن محمد العثيمين،باب الإخلاص وإحضار النية فى جميع الأعمال والأقوال البارزة والخفية)

اسی کے ساتھ احادیث میں ریاء وشہرت اور دکھلاوے ونام ونمود کی برائی بیان کی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہند داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ قَامَ مَقَامَ رِيَاءٍ وَسُمْعَةٍ رَائَى اللّٰهُ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَسَمَّعَ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٢٣٢٢) ؎1

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو ریاکاری اور نام آوری کے مقام پر کھڑا ہوا، تو اللہ قیامت کے دن اس کا ریاکار اور نام آوری کا خواہشمند ہونا، مخلوق کے سامنے دکھا اور سنا دے گا (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ سَمَّعَ النَّاسَ بِعَمَلِهٖ، سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ سَامِعَ خَلْقِهٖ، وَصَغَّرَهُ وَحَقَّرَهُ ، قَالَ: فَذَرَفَتْ عَيْنَا عَبْدِ اللّٰهِ (مسند أحمد، رقم الحديث ٦٥٠٩) ؎2

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اپنا عمل لوگوں کو سنانے کے لئے کیا، تو اللہ اس کو اپنی مخلوق کو سنوائے گا، اور اس کی تحقیر وتذلیل فرمائے گا، یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے آنسو بہہ پڑے (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ جو شخص شہرت ونام آوری کے لئے کوئی عمل کرے گا، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی اس نیت کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرکے، اسے سب کے سامنے ذلیل ورسوا فرمائے گا،

؎1 قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن من أجل أبي صخر -وهو حميد بن زياد الخراط-، وباقي رجاله ثقات رجال الصحيح (حاشية مسند احمد)

؎2 قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

اور عذاب دے گا۔ [1]

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نَعُدُّ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الرِّيَاءَ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۷۹۳۷، کتاب الرقاق) [2]

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں، ریا کاری کو چھوٹا شرک شمار کیا کرتے تھے (حاکم)

معلوم ہوا کہ مخلوق کی ریا کاری اور دکھلاوے کے لئے عمل کرنا، چھوٹا شرک ہے، جو کہ شدید گناہ ہے۔ [3]

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ قَالُوْا: وَمَا الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلرِّيَاءُ، يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: إِذَا جَزَى النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ: اِذْهَبُوْا إِلَى الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُرَاءُ وْنَ فِي الدُّنْيَا فَانْظُرُوْا

---

[1] قال التوربشتي أي :من قام ينسبه إلى ذلك ويشهره به فيما بين الناس فضحه الله وشهره بذلك على رء وس الأشهاد يوم القيامة، وعذبه عذاب المرائين(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۸ص ۳۱۵۹، كتاب الآداب،باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات)

[2] قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه (مستدرک حاكم)
وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.

[3] والرياء ينقسم قسمين :فإن كان الرياء في عقد الإيمان فهو كفر ونفاق، وصاحبه في الدرك الأسفل من النار، فلا يصح أن يخاطب بهذا الحديث .وإن كان الرياء لمن سلم له عقد الإيمان من الشرك، ولحقه شيء من الرياء في بعض أعماله، فليس ذلك بمخرج من الإيمان إلا أنه مذموم فاعله، لأنه أشرك في بعض أعماله حمد المخلوقين مع حمد ربه، فحرم ثواب عمله ذلك(شرح صحيح البخارى لابن بطال، ج ۱،ص ۱۱۳، تفسير كتاب الإيمان،باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله وهو لا يشعر)

هَلْ تَجِدُوْنَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً (مسند أحمد، رقم الحديث ٢٣٦٣٠) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم پر سب سے زیادہ خوف چھوٹے شرک کا رکھتا ہوں، لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! چھوٹا شرک کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ریا کاری، اللہ عزوجل قیامت کے دن جب لوگوں کے اعمال کا بدلہ دے گا، ان کو فرمائے گا کہ تم ان کی طرف جاؤ، جن کے لئے تم دنیا میں ریا کاری کرتے تھے، پھر دیکھو کہ کیا تم ان کے پاس کوئی جزا (اور اجر وثواب) پاتے ہو (مسند احمد)

مطلب واضح ہے کہ ریا کاری کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو امت پر سخت خوف تھا، کیونکہ یہ چھوٹا شرک ہے، اور مخلوق کو دکھلاوے کے لئے جو عمل کیا جاتا ہے، اللہ اس پر اجر وثواب عطاء نہیں فرمائے گا، بلکہ ان لوگوں کے پاس بھیجے گا، جن کے لئے ریاء کاری کی گئی تھی، اور ظاہر بات ہے کہ قیامت کے دن کسی مخلوق سے اجر وثواب حاصل نہ ہو سکے گا، اس لئے ریا کار، اس دن سخت محروم اور مغموم ہوں گے۔ [2]

ایک عرصہ سے دیکھنے میں آرہا ہے کہ بہت سے حمد ونعت خواں حضرات کے پیشِ نظر اپنی شہرت، اپنا نام اونچا کرنا اور دوسروں کو نیچا دکھلانا، یا کوئی دنیوی ایوارڈ (شیلڈ، کپ یا ٹرافی وغیرہ) یا پھر مال کا حاصل کرنا ہوتا ہے، اور حمد ونعت خوانی میں جس سچے جذبے اور محبت کا

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث حسن، رجاله رجال الصحيح إلا أنه منقطع، عمرو -وهو ابن أبي عمرو مولى المطَّلب -لم يسمعه من محمود بن لبيد، بينهما فيه عاصم بن عمر بن قتادة، وهو ثقة، وعمرو صدوق (حاشية مسند احمد)

[2] (يقول الله لهم ") أي :للمرائين ("يوم يجازى العباد ") : على بناء الفاعل ونصب العباد، وفي نسخة على بناء المفعول ورفع العباد ("بأعمالهم ") أي :إن خيرا فخير وإن شرا فشر ("اذهبوا ") أي :أيها المراؤون ("إلى الذين كنتم تراؤون ") ، أي :في حسن العبادة أو أصلها نظرهم تراعون فانظروا هل تجدون عندهم جزاء وخيرا؟) : الواو بمعنى "أو "كما في نسخة، أو عطف تفسير (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٨ص ٣٣٤٢، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة)

ہونا ضروری تھا، اس سے عموماً اس قسم کے نعت خوان، خالی اور محروم ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت میں عموماً ان کی طرف سے کوتاہیاں نظر آتی ہیں۔ جبکہ محبت کے سچا ہونے کی نشانی محبوب کی اطاعت اور فرماں برداری ہے۔

چنانچہ آج کل بہت سے لوگوں کی صورتِ حال یہ ہے کہ ان کی طرف سے ربیع الاول کا مہینہ شروع ہونے سے پہلے ہی نعت خوانی کی تیاریاں شروع کر دی جاتی ہیں، اور بہت سی جگہ اس غرض کے لئے اپنے اپنے علاقہ کی سطح پر باقاعدہ کئی افراد، خاص کر نوعمر ونوجوان مل کر ٹولیاں اور پارٹیاں بنالیتے ہیں اور نعت خوانی کی مشق شروع کر دیتے ہیں، روزمرہ رات گئے تک مشق جاری رہتی ہے اوراس دوران نماز روزہ کی توفیق نہیں ہوتی۔

اورانتہا یہ ہے کہ عین میلا دُالنبی کے موقع پر جو لوگ نعت خوانی میں مصروف ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی جذبات کے عالم میں تعریف کررہے ہوتے ہیں، عین اس وقت بھی ان لوگوں کو فرض نماز تک پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اللہ کی عبادت اوراس کے رسول کی اطاعت کے لئے ان کے پاس زندگی بھر میں ایک رات بھی مشکل سے دستیاب نہیں ہوتی؟ اور میلاد کے نام پر کئی کئی راتیں قربان کر دی جاتی ہیں، کیا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اس قسم کا طرزِ عمل ثابت کیا جاسکتا ہے؟

پھر وہ عمل جو دنیوی اغراض اور نام ونمود کے لئے کیا جائے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں، جیسا کہ قرآن وسنت میں اس کی تفصیل آئی ہے۔

لہٰذا نعت خوانی میں سچے جذبۂ محبت کے بجائے دنیا طلبی وشہرت وغیرہ جیسی فاسد اغراض کا شامل کرنا گناہ ہے۔

(نعتِ رسول کی تفصیلی شرائط اور دلائل کے لیے ہمارا دوسرا رسالہ ''حمد ونعت اوراس کی شرائط'' ملاحظہ فرمائیں)

(16)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صفاتِ الٰہی کی نسبت اور غلو

آج کل بہت سے میلاد خوان اپنے بیان اور اشعار ونعت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے، توحید کے اصولوں کی خلاف ورزی کر دیتے ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی صفات منسوب کر جاتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہیں۔

اور یہ سب کو معلوم ہے کہ توحید درحقیقت ایمان کی اصل بنیاد ہے۔

قرآن مجید میں جا بجا اس طرح غیر اللہ کی شان میں مبالغہ آمیزی کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یٰۤاَهۡلَ الۡکِتٰبِ لَا تَغۡلُوۡا فِیۡ دِیۡنِکُمۡ وَلَا تَقُوۡلُوۡا عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الۡحَقَّ اِنَّمَا الۡمَسِیۡحُ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ وَکَلِمَتُهٗ اَلۡقٰهَاۤ اِلٰی مَرۡیَمَ وَرُوۡحٌ مِّنۡهُ، فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ،وَلَا تَقُوۡلُوۡا ثَلٰثَةٌ،اِنۡتَهُوۡا خَیۡرًا لَّکُمۡ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبۡحٰنَهٗۤ اَنۡ یَّکُوۡنَ لَهٗ وَلَدٌ، لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ وَکَفٰی بِاللّٰهِ وَکِیۡلًا .لَنۡ یَّسۡتَنۡکِفَ الۡمَسِیۡحُ اَنۡ یَّکُوۡنَ عَبۡدًا لِّلّٰهِ وَلَا الۡمَلٰٓئِکَةُ الۡمُقَرَّبُوۡنَ وَمَنۡ یَّسۡتَنۡکِفۡ عَنۡ عِبَادَتِهٖ وَیَسۡتَکۡبِرۡ فَسَیَحۡشُرُهُمۡ اِلَیۡهِ جَمِیۡعًا (سورة النسآء، رقم الآيات ١٧١،١٧٢)

ترجمہ: اے اہلِ کتاب! نہ غلو کرو تم اپنے دین میں اور نہ کہو تم اللہ کے متعلق، سوائے سچ کے، بس مسیح عیسٰی بن مریم، اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے، جسے بھیجا مریم کی طرف اور روح ہے اس کی طرف سے۔ پس تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور مت کہو کہ (معبود) تین ہیں، رک جاؤ اس سے (یہی) بہتر ہے تمہارے لئے۔ بس اللہ ہی یکتا معبود ہے، پاک ہے وہ اس سے کہ اس کے لئے اولاد ہو، اسی کے لئے ہے، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے،

اور کافی ہے اللہ، کارساز ہونے کے اعتبار سے۔ ہرگز عار نہیں رکھتا مسیح اس سے کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرّب فرشتوں کو (اس سے کوئی عار ہے) اور جو کوئی اس کی بندگی سے عار محسوس کرے اور تکبر کرے، تو وہ (یعنی اللہ) ایسے تمام لوگوں کو عنقریب اپنے پاس جمع فرمائے گا (سورہ نساء)

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں غلو کرنا اور نبی کو اپنے درجہ سے بڑھانا، یا نبی کی طرف اللہ کی مخصوص صفات کو منسوب کرنا، گناہ اور منع ہے، خواہ حمد ونعت کے عنوان سے ہو، یا کسی اور عنوان سے۔

سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ (سورة المائدة، رقم الآية ٧٧)

ترجمہ: کہہ دیجئے آپ کہ اے اہلِ کتاب! تم غلو نہ کرو اپنے دین میں ناحق اور نہ پیروی کرو، ان لوگوں کی خواہشوں، کی جو گمراہ ہوئے پہلے اور گمراہ کیا بہت سوں کو، اور وہ گمراہ ہوگئے، سیدھے راستے سے (سورہ مائدہ)

معلوم ہوا کہ دین کے اندر ناحق غلو کرنا اور گمراہ لوگوں کی پیروی کرنا، سب منع اور گناہ ہے، خواہ یہ غلو حمد ونعت اور شعروشاعری کے انداز میں ہو، یا کسی اور انداز میں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَإِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِالْغُلُوِّ فِي الدِّيْنِ (مسند احمد، رقم الحديث ١٨٥١)[1]

ترجمہ: اور تم دین میں غلو پیدا کرنے سے بچو، پس تم سے پہلے لوگ، دین میں غلو

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے (مسند احمد)

دین میں غلو وحد سے تجاوز کرنا، یا انتہاء پسندی سے کام لینا، ہر اعتبار سے منع ہے، خواہ عقائد میں ہو، یا عبادات اور معاملات ومعاشرت میں۔ [1]

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِذْقَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ط قَالَ سُبْحٰنَکَ مَایَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَالَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ ط اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ ط تَعْلَمُ مَافِیْ نَفْسِیْ وَلَآاَعْلَمُ مَافِیْ نَفْسِکَ ط اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ(سورة المائدة، رقم الآية ١١٦)

ترجمہ: اور جب فرمائے گا اللہ، اے عیسٰی ابنِ مریم! کیا تم نے کہا تھا لوگوں کو کہ تم بنالو مجھ کو اور میری ماں کو، اللہ کے سوا دو معبود، وہ (یعنی عیسٰی) کہیں گے پاک ہے آپ کی ذات، نہیں تھا، میرے لئے یہ کہ میں کہوں، وہ بات جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے کہی ہو، یہ بات تو یقیناً آپ جانتے ہیں، آپ تو جانتے ہیں، ہر اس بات کو جو میرے دل میں ہے اور میں ان باتوں کو نہیں جانتا، جو آپ کے علم میں ہیں۔ بے شک تو ہی غیب کی سب باتوں کو خوب جاننے والا ہے (سورہ مائدہ)

معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں غلو کرنے والوں سے خود حضرت

---

[1] (إياكم والغلو فى الدين) أى التشديد فيه ومجاوزة الحد والبحث عن غوامض الأشياء والكشف عن عللها وغوامض متعبداتها (فإنما هلك من كان قبلكم) من الأمم (بالغلو فى الدين) والسعيد من اتعظ بغيره وهذا قاله غداة العقبة وأمرهم بمثل حصى الخذف قال ابن تيمية :قوله إياكم والغلو فى الدين عام فى جميع أنواع الغلو فى الاعتقادات والأعمال والغلو مجاوزة الحد بأن يزاد فى مدح الشيء أو ذمه على ما يستحق ونحو ذلك والنصارى أكثر غلوا فى الاعتقاد والعمل من سائر الطوائف وإياهم نهى الله عن الغلو فى القرآن بقوله تعالى :(لا تغلوا فى دينكم) وسبب هذا الأمر العام رمى الجمار وهو داخل فيه مثل الرمى بالحجارة الكبار على أنه أبلغ من الصغار ثم علله بقوله بما يقتضى أن مجانبة هديهم مطلقا أبعد عن الوقوع فيما به هلكوا وأن المشارك لهم فى بعض هديهم يخاف عليه الهلاك(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٢٩٠٩)

عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بیزاری کا اظہار کر دیں گے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی شان میں غلو کرنے والوں سے یقیناً بیزاری کا اظہار فرمادیں گے۔

لہٰذا شعروشاعری وغیرہ میں کسی نبی یا انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی شان میں غلو کرنا جائز نہیں۔

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (سورۃ الاعراف، رقم الآیۃ ۱۸۸)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں مالک نہیں ہوں، اپنی ذات کے لیے کسی نفع کا اور نہ نقصان کا، مگر جو چاہے اللہ، اور اگر میں غیب کا علم رکھتا، تو میں بہت سے فائدے حاصل کر لیتا اور نہ پہنچتی، مجھے کوئی تکلیف، نہیں ہوں میں مگر ڈرانے والا، اور خوشخبری سنانے والا، ان لوگوں کے لئے جو مومن ہیں (سورہ اعراف)

معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو اپنی ذات کے لیے بھی اللہ کے حکم کے بغیر نفع ونقصان کا اختیار نہیں ہوتا، پھر دوسرے کے لئے کیونکر اختیار ہوگا، لہٰذا ایسے اشعار بنانا اور پڑھنا اور سننا جائز نہیں کہ جن میں کسی نبی کی طرف ایسی صفات منسوب کی گئی ہوں کہ جو اللہ کے ساتھ خاص ہیں۔

حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: يَا أُمَّتَاهُ هَلْ رَأٰى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ؟ فَقَالَتْ: لَقَدْ قَفَّ شَعَرِيْ مِمَّا قُلْتَ، أَيْنَ أَنْتَ مِنْ ثَلَاثٍ، مَنْ حَدَّثَكَهُنَّ فَقَدْ كَذَبَ مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى رَبَّهُ فَقَدْ كَذَبَ، ثُمَّ قَرَأَتْ: ”لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ

وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ " " وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ" وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَدْ كَذَبَ، ثُمَّ قَرَأَتْ:" وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا " وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ كَتَمَ فَقَدْ كَذَبَ، ثُمَّ قَرَأَتْ: "يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ" الْآيَةَ وَلٰكِنَّهُ رَأٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ صُوْرَتِهٖ مَرَّتَيْنِ (بخاری،رقم الحديث ۴۸۵۵، كتاب تفسير القرآن،باب قوله: وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب)

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ اے ماں! کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تیری اس بات سے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے، کیا تجھے ان تین باتوں کی خبر نہیں ہے؟ کہ جو بھی شخص ان میں سے کوئی بات تجھ سے کہے گا، تو وہ جھوٹا ہوگا، ایک تو اگر کوئی شخص تجھ سے کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، تو وہ جھوٹا ہے، پھر انہوں نے (سورہ انعام کی) یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:

"لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ"

"نہیں پاسکتیں اس کو نگاہیں، اور وہ پالیتا ہے نگاہوں کو، اور وہ انتہائی لطیف ہے، خبیر ہے" اور (سورہ شوریٰ کی یہ آیت بھی تلاوت فرمائی کہ) "وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ" "اور نہیں ہے کسی بشر کو قدرت، اس بات کی کہ وہ اللہ سے کلام کرے، مگر وحی کے طور پر یا حجاب کے پیچھے سے" دوسرے جو شخص تجھ سے یہ بات بیان کرے کہ وہ (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) جانتے ہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے، تو وہ جھوٹا ہے، پھر (سورہ لقمان کی) یہ آیت تلاوت فرمائی کہ " وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا " اور

نہیں جانتا کوئی نفس کہ وہ کل کیا کرے گا'' تیسرے جو شخص تجھ سے یہ بات بیان کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات چھپائی ہے، تو وہ جھوٹا ہے پھر (سورہ مائدہ کی) یہ آیت تلاوت فرمائی کہ ''یَاأَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ'' ''اے رسول! تبلیغ کیجئے ان چیزوں کی، جو نازل کی گئیں آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے'' آخر آیت تک (اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا) بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا ہے (بخاری)

اور صحیح مسلم کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

وَمَنْ زَعَمَ أَنَّهُ يُخْبِرُ بِمَا يَكُوْنُ فِيْ غَدٍ، فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ، وَاللّٰهُ يَقُوْلُ: "قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ" (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٧٧ "٢٨٧" كتاب الايمان، باب معنى قول الله عـز وجـل: ولقد رآه نزلة أخرى، وهل رأى النبى صلى الله عليه وسلم ربه ليلة الإسراء، سنن الترمذى، رقم الحديث ٣٠٦٨) [1]

ترجمہ: اور جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ وہ کل آنے والے دن کے بارے میں خبر دے گا، تو اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا، حالاں کہ اللہ فرماتا ہے کہ ''آپ یہ فرما دیجئے کہ نہیں جانتا، جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے غیب کو، مگر اللہ ہی'' (مسلم، ترمذی)

لہٰذا کسی غیرُ اللہ کی طرف غیب کی نسبت کرنا، درست نہیں اور ایسے اشعار بنانا، پڑھنا یا اپنے اختیار سے سننا بھی جائز نہیں، جن میں اس طرح کے مضامین بیان کئے گئے ہوں، خواہ اس کو حمد و نعت کا عنوان دیا جائے، یا نظم وغیرہ کا عنوان دیا جائے۔

---

[1] قال الترمذى: هذا حديث حسن صحيح، ومسروق بن الاجدع يكنى ابا عائشة وهو: مسروق بن عبد الرحمن، وكذا كان اسمه فى الديوان.

حضرت ربیع بنتِ معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيْحَةَ عُرُسِيْ، وَعِنْدِيْ جَارِيَتَانِ يَتَغَنَّيَانِ، وَتَنْدُبَانِ آبَائِي الَّذِيْنَ قُتِلُوْا يَوْمَ بَدْرٍ، وَتَقُوْلَانِ، فِيْمَا تَقُوْلَانِ: وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ، فَقَالَ: أَمَّا هٰذَا فَلَا تَقُوْلُوْهُ، مَا يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ إِلَّا اللّٰهُ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۱۸۹۷، كتاب النكاح، باب الغناء والدف) [1]

ترجمہ: میری شادی کی صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور اس وقت دو (کم سن) بچیاں میرے پاس شعر پڑھ رہی تھیں اور میرے آباء کا تذکرہ کررہی تھیں، جو بدر میں شہید ہوئے اور وہ یہ بھی کہنے لگیں کہ اور ہم میں ایسے نبی ہیں، جو کل (آئندہ) کی بات جانتے ہیں، تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بات مت کہو، اس لئے کہ کل کی بات، اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا (ابن ماجہ)

یہ مصرعہ اگرچہ اس لحاظ سے درست تھا کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے آئندہ پیش آنے والی بہت سی باتوں کا علم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمادیا تھا، لیکن چونکہ الفاظ عام تھے، اوران سے وہم ہوسکتا تھا کہ آپ کی طرف وہ علمِ غیب منسوب کیا جارہا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مصرعے کو بھی گوارا نہ فرمایا۔

اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر اور نعت میں بھی اس قسم کی چیزیں گوارا نہیں تھیں۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابن ماجه)

[2] یاد رکھنا چاہئے کہ مندرجہ بالا واقعہ میں اولاً تو ترنم کے ساتھ اشعار پڑھنے والی یہ نابالغ بچیاں تھیں۔ دوسرے وہ بچیاں گانے بجانے کے فن سے واقف نہ تھیں، اوران کی حالت ایسی تھی جیسے گھروں میں چھوٹی چھوٹی بچیاں

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا مُحَمَّدُ يَا سَيِّدَنَا وَابْنَ سَيِّدِنَا، وَخَيْرَنَا وَابْنَ خَيْرِنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِتَقْوَاكُمْ، لَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ، وَاللّٰهِ مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُونِي فَوْقَ مَنْزِلَتِي الَّتِي أَنْزَلَنِيَ اللّٰهُ

(مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٢٥٥١) [1]

ترجمہ: ایک مرتبہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا کہ اے محمد! اے ہمارے سردار، ابنِ سردار! اے ہمارے خیر، ابنِ خیر! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا کہ لوگو! تقوے کو اپنے اوپر لازم کرلو، شیطان تم پر حملہ نہ کر دے، میں صرف محمد بن عبداللہ ہوں، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، اللہ کی قسم مجھے یہ چیز پسند نہیں ہے کہ تم مجھے اس مرتبہ سے بڑھا دو" جو اللہ کے یہاں میرا مرتبہ ہے" (مسند احمد)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، يَا خَيْرَنَا وَابْنَ خَيْرِنَا، وَيَا سَيِّدَنَا وَابْنَ سَيِّدِنَا، فَقَالَ: قُولُوا بِقَوْلِكُمْ وَلَا يَسْتَجْرِكُمُ الشَّيْطَانُ أَوِ الشَّيَاطِيْنُ،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

آپس میں مل کر کچھ اشعار پڑھ لیتی ہیں۔

تیسرے ان اشعار کا مضمون شہوت ابھارنے والا نہیں تھا بلکہ شجاعت اور بہادری کا جذبہ پیدا کرنے والا تھا، اور جونہی بے موقع مضمون شروع کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روک دیا (ماخوذ از "السنة الجلية في الچشتية العلية" ص ۱۷۰، بابِ سوم، تالیف: حکیم الامت رحمہ اللہ، مطبوعہ: کتب خانہ اشرفیہ، دریبہ کلاں دہلی)

لہٰذا اس قسم کے واقعات سے موسیقی اور گانے بجانے کے دلدادہ لوگوں کو بطورِ دلیل سہارا پکڑ کر اپنے نفسانی تقاضوں کو پورا کرنا، گمراہی ہے۔ محمد رضوان۔

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

إِحْدَى الْكَلِمَتَيْنِ أَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ، مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُوْنِيْ فَوْقَ مَنْزِلَتِيَ الَّتِيْ أَنْزَلَنِيَ اللّٰهُ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۱۳۵۹۶) [1]

ترجمہ: ایک مرتبہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا کہ اے محمد! اے ہمارے سردار، ابنِ سردار! اے ہمارے خیر، ابنِ خیر! تو (یہ سُن کر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! تقوے کو اپنے اوپر لازم کرلو، شیطان تم پر حملہ نہ کر دے، میں صرف محمد بن عبداللہ ہوں، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، مجھے یہ چیز پسند نہیں ہے کہ تم مجھے میرے اس مرتبے سے بڑھا دو، جو اللہ کے یہاں (میرا مرتبہ) ہے (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسروں کی طرف سے اپنی شان میں غلو کا اظہار، پسند نہ تھا، پھر نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر اس طرح کا غلو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیسے پسند فرمائیں گے؟

حضرت طفیل بن سخبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهٗ رَأٰى فِيْمَا يَرَى النَّائِمُ، كَأَنَّهٗ مَرَّ بِرَهْطٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ، فَقَالَ: مَنْ أَنْتُمْ؟ قَالُوْا: نَحْنُ الْيَهُوْدُ، قَالَ: إِنَّكُمْ أَنْتُمُ الْقَوْمُ، لَوْلَا أَنَّكُمْ تَزْعُمُوْنَ أَنَّ عُزَيْرًا اِبْنُ اللّٰهِ، فَقَالَتِ الْيَهُوْدُ: وَأَنْتُمُ الْقَوْمُ لَوْلَا أَنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ مَاشَاءَ اللّٰهُ، وَشَاءَ مُحَمَّدٌ، ثُمَّ مَرَّ بِرَهْطٍ مِّنَ النَّصَارٰى، فَقَالَ: مَنْ أَنْتُمْ؟ قَالُوْا: نَحْنُ النَّصَارٰى، فَقَالَ: إِنَّكُمْ أَنْتُمُ الْقَوْمُ، لَوْلَا أَنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ الْمَسِيْحُ اِبْنُ اللّٰهِ، قَالُوْا: وَأَنْتُمُ الْقَوْمُ، لَوْلَا أَنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ مَاشَاءَ اللّٰهُ، وَمَاشَاءَ مُحَمَّدٌ، فَلَمَّا أَصْبَحَ أَخْبَرَ بِهَا مَنْ أَخْبَرَ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَهٗ، فَقَالَ: هَلْ أَخْبَرْتَ بِهَا

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

أَحَدًا؟ قَالَ عَفَّانُ : قَالَ: نَعَمْ، فَلَمَّا صَلَّوْا، خَطَبَهُمْ فَحَمِدَ اللّٰهَ، وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ : إِنَّ طُفَيْلًا رَأٰى رُؤْيَا فَأَخْبَرَ بِهَا مَنْ أَخْبَرَ مِنْكُمْ، وَإِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَقُولُونَ كَلِمَةً كَانَ يَمْنَعُنِي الْحَيَاءُ مِنْكُمْ، أَنْ أَنْهَاكُمْ عَنْهَا، قَالَ: لَا تَقُولُوا : مَا شَاءَ اللّٰهُ، وَمَا شَاءَ مُحَمَّدٌ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۰۶۹۴) [1]

ترجمہ: حضرت طفیل بن سخبرہ نے خواب میں دیکھا کہ، گویا کہ وہ کچھ یہودی لوگوں کے پاس سے گزرے، تو طفیل بن سخبرہ نے کہا کہ تم کون ہو؟ ان لوگوں نے جواب میں کہا کہ ہم یہودی ہیں، تو طفیل بن سخبرہ نے کہا کہ بے شک تم ایک (بہتر) قوم ہو، اگر تم یہ عقیدہ نہ رکھو کہ عزیر، اللہ کے بیٹے ہیں؛ تو یہودیوں نے کہا کہ تم ایک (بہتر) قوم ہو، اگر تم یہ نہ کہا کرو کہ **ماشاء اللہ وماشاء محمد** (یعنی جو اللہ چاہے، اور جو محمد چاہے) پھر طفیل بن سخبرہ کچھ نصاریٰ (یعنی عیسائی) لوگوں کے پاس سے گزرے، تو طفیل بن سخبرہ نے کہا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ (یعنی عیسائی) ہیں؛ طفیل بن سخبرہ نے کہا کہ تم ایک (بہتر) قوم ہو، اگر تم یہ نہ کہو کہ مسیح، اللہ کے بیٹے ہیں، انہوں نے جواب میں کہا کہ تم بھی ایک (بہتر) قوم ہو، اگر تم یہ نہ کہا کرو کہ **ماشاء اللہ وماشاء محمد** (یعنی جو اللہ چاہے، اور جو محمد چاہے) پھر طفیل بن سخبرہ نے صبح ہونے پر، بعض لوگوں کو اس خواب کی خبر دی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر، اس کی خبر دی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ نے اس خواب کی کسی کو خبر دی ہے؟ حضرت عفان نے کہا کہ انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ جی ہاں، پھر جب لوگ نماز پڑھ چکے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا، جس میں اللہ کی حمد وثناء بیان کی، پھر

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد رجاله ثقات رجال الصحيح غير صحابيه، فلم يرو له غير ابن ماجه (حاشية مسند احمد)

فرمایا کہ طفیل نے ایک خواب دیکھا ہے، جس کا تم میں سے بعض لوگوں سے ذکر بھی کیا ہے، اور بے شک تم ایک کلمہ ایسا کہتے ہو، کہ تمہاری طرف سے مجھے حیاء اس چیز سے مانع ہے کہ میں تم کو اس سے منع کروں، پھر فرمایا کہ تم **ماشاء الله وماشاء محمد** (یعنی جو اللہ چاہے اور جو محمد چاہے) نہ کہا کرو (مسند احمد)

اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ:

رَأىٰ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ أَنَّهُ لَقِيَ قَوْمًا مِّنَ الْيَهُوْدِ، فَأَعْجَبَتْهُ هَيْئَتُهُمْ، فَقَالَ: اِنَّكُمْ لَقَوْمٌ لَوْلَا اَنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ عُزَيْرُ اِبْنُ اللّٰهِ فَقَالُوْا وَأَنْتُمْ قَوْمٌ لَوْلَا أَنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ: مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ قَالَ: وَلَقِيَ قَوْمًا مِّنَ النَّصَارىٰ، فَأَعْجَبَتْهُ هَيْئَتُهُمْ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ قَوْمٌ لَوْلَا اَنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ: اَلْمَسِيْحُ اِبْنُ اللّٰهِ، فَقَالُوْا وَأَنْتُمْ قَوْمٌ لَوْلَا أَنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ: مَا شَاءَ اللّٰهُ وَمَا شَاءَ مُحَمَّدٌ، فَلَمَّا أَصْبَحَ قَصَّ ذٰلِكَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُنْتُ أَسْمَعُهَا مِنْكُمْ فَتُؤْذُوْنِيْ، فَلَا تَقُوْلُوْا: مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٥٧٢٥، كتاب الحظر والاباحة، باب ما يكره من الكلام وما لا يكره) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام میں سے ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس نے کچھ یہودی لوگوں سے ملاقات کی، تو اس شخص کو ان کی حالت اچھی معلوم ہوئی، تو ان صحابی نے کہا کہ اگر تم عزیر کو اللہ کا بیٹا نہ کہو، تو تم اچھے لوگ ہو، انہوں نے جواب میں کہا کہ اگر تم بھی یہ نہ کہا کرو کہ **ماشاء الله وماشاء محمد** (یعنی جو اللہ چاہے، اور جو محمد چاہے) تو تم بھی اچھے لوگ ہو، پھر کچھ

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية صحيح ابنِ حبان)

نصاریٰ (یعنی عیسائی) لوگوں سے ملاقات ہوئی، ان کی حالت بھی اچھی معلوم ہوئی، تو ان صحابی نے کہا کہ اگر تم مسیح کو اللہ کا بیٹا نہ کہا کرو، تو تم اچھے لوگ ہو، انہوں نے جواب میں کہا کہ اگر تم بھی یہ نہ کہا کرو کہ ماشاء اللہ وماشاء محمد (یعنی جو اللہ چاہے، اور جو محمد چاہے) تو تم بھی اچھے لوگ ہو، پھر جب صبح ہوئی، تو ان صحابی نے یہ خواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم سے یہ جملہ سنتا ہوں، تو تم مجھے تکلیف پہنچاتے ہو، پس تم ماشاء اللہ وماشاء محمد (یعنی جو اللہ چاہے اور جو محمد چاہے) نہ کہا کرو (ابنِ حبان)

اور ایک روایت کے آخر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا تَقُوْلُوْا: مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ، قُوْلُوْا: مَاشَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ (مسند ابی یعلیٰ الموصلی، رقم الحدیث ۴۶۵۵) [1]

ترجمہ: تم ماشاء اللّٰہ وشاء محمد نہ کہو، بلکہ صرف یہ کہو کہ ماشاء اللّٰہ (مسند ابویعلیٰ)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَاشَاءَ اللّٰهُ، وَشِئْتَ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَجَعَلْتَنِيْ وَاللّٰهِ عَدْلًا بَلْ مَاشَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۸۳۹) [2]

ترجمہ: ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں، تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے مجھے اور اللہ کو برابر کر دیا،

---

[1] قال الهيثمي: رواه أبو يعلى، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۱۹۰۱، باب لا يقال ما شاء الله وشاء غيره)

وقال حسين سليم اسد الداراني: اسناده صحيح (حاشية ابى يعلىٰ)

[2] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

بلکہ آپ یہ کہو کہ ماشاء اللّٰہ وحدہٗ (یعنی جو صرف اللہ چاہے) (مسنداحمد)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ، قَالَ: جَعَلْتَ لِلّٰهِ نِدًّا، مَا شَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهُ (الأدب المفرد للبخاری ،رقم الحديث ۷۸۳، ص ۲۷۴،باب قول الرجل :ما شاء الله وشئت) [۱]

ترجمہ: ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے مجھے اللہ کا شریک ٹھہرادیا، آپ یہ کہو کہ ماشاء اللّٰہ وحدہٗ (یعنی جو صرف اللہ چاہے) (ادب المفرد)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [۲]

ماشاء اللّٰہ و ماشاء محمد کو اگرچہ شرکیہ عقیدہ کے ساتھ نہ کہا جائے، تب بھی اس میں غلو اور اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی پائی جاتی ہے، کیونکہ ظاہری لفظوں میں اللہ اور بندے کی مشیت وچاہت میں برابری اور یہود ونصاریٰ کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے الفاظ کو ناپسند فرمایا۔

لہٰذا نعتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس طرح کی نسبت کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے۔ [۳]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[۱] قال الألبانی: صحيح(حاشيه الادب المفرد)

[۲] عن حذيفة رضی الله عنه أن اليهود، قالوا لأهل الإسلام أو لقوم من أهل الإسلام: نعم القوم أنتم لولا أنكم تقولون ما شاء الله وما شاء محمد، فبلغ ذلک النبی صلی الله عليه وسلم فقال " :لا تقولوا ما شاء الله وما شاء محمد، ولكن قولوا :ما شاء الله وحده "(مسند البزار، رقم الحديث ۲۸۳۰)

[۳] فيه وجهان :أحدهما :دفعا لمظنة التهمة فی قولهم(ما شاء الله وشاء محمد) تعظيما له ورياء لمنزلته .وثانيهما :أنه رأس الموحدين ومشيئته مغمورة فی مشيئة الله تعالی ومضمحلة فيها(شرح المشكاة للطيبی، ج۱۰ ص۳۰۹۵، كتاب الآداب، باب الآسامی)

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا تُطْرُوْنِيْ، كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهٗ، فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ، وَرَسُوْلُهٗ

(بخاری،رقم الحدیث ۳۴۴۵، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول الله واذکر فی الکتاب مریم إذ انتبذت من أهلها)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میری تعریف میں ایسا مبالغہ نہ کرو، جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا، بس میں تو (اللہ کا) بندہ ہوں، تو تم (مجھے) اللہ کا بندہ اوراس کا رسول کہو (بخاری)

عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ محبت کا دعویٰ کیا، لیکن چونکہ یہ محبت درحقیقت ''اطاعت'' کے عنصر سے خالی تھی، اس لئے انہوں نے مبالغہ کر کے نعوذ باللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ''اللہ کا بیٹا'' بنا دیا اور نبی کی محبت اس غلو اور مبالغہ کے نتیجے میں شرک کا ذریعہ بن گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس خطرناک انجام سے پہلے ہی قدم پر آگاہ فرما دیا، لہٰذا نعتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس طرح کے الفاظ اور مضامین سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ [1]

---

[1] (وعن عمر -رضی الله عنه -قال :قال رسول الله -صلی الله علیه وسلم :لا تطرونی) بضم أوله وأصله لا تطریون من الإطراء ، وهو المبالغة فی المدح والغلو فی الثناء (کما أطرت النصاری ابن مریم) أی :مثل إطرائهم إیاه، مفهومه أن إطراء ه من غیر جنس إطرائهم جائز، ولله در صاحب البردة ;حیث قال :دع ما ادعته النصاری فی نبیهم واحکم بما شئت مدحا فیه واحتکم.
وفی شرح السنة :وذلک أن النصاری أفرطوا فی مدح عیسی علیه السلام وإطرائه بالباطل، وجعلوه ولدا لله تعالی، فمنعهم النبی -صلی الله علیه وسلم -أن یطروه بالباطل .قال الطیبی :وفی العدول عن عیسی والمسیح إلی ابن مریم تبعیدا له عن الألوهیة، یعنی :بالغوا فی المدح والإطراء والکذب بأن جعلوا من جنس النساء الطوامث إلها أو ابنا له .اهـ .ولکون الیهود بالغوا فی قدح المسیح والنصاری فی مدحه قال تعالی :(یاأهل الکتاب لا تغلوا فی دینکم غیر الحق)فالحق هو الوسط العدل، کما بینه سبحانه بقوله :(إنما المسیح عیسی ابن مریم رسول الله) والمعنی أنه عبد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس ایسا جملہ یا شعر جس میں ''شرک'' کی آمیزش ہو، یا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یا آپ کے روضۂ مبارک یا مدینہ منورہ کی طرف عبادت والی بات، یا اللہ کی صفات منسوب کی گئی ہوں، وہ درحقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح احکام کی مخالفت ہے۔

اسی بناء پر اس قسم کے منظوم ونعتیہ اشعار کہ:

اللہ کے قبضے میں وحدت کے سوا کیا ہے؟ جو کچھ ہمیں لینا ہے، لے لیں گے محمد سے

مختارِ کل ہو، مالکِ روزِ جزا ہو تم رحمت کا ہے مقام کہ خاص خدا ہو تم

کو محبت اور شاعرانہ خیال آفرینی کے پردے میں گوارا کر لینا درحقیقت ''نعت'' جیسی پاکیزہ ومقدس چیز کی توہین ہے۔ ''مالکِ روزِ جزا'' مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا ترجمہ ہے، جو سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کی خاص صفت بیان کی گئی ہے، اس لفظ کا استعمال، غیرُ اللہ کے لئے خواہ مجازی اور غیر حقیقی معنی میں ہو، سخت خطرناک طرزِ عمل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایسی باتوں کو بھی برداشت نہیں فرمایا، جن میں شرک کا ادنیٰ شائبہ پیدا ہونے کا احتمال تھا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الله ورسوله ;لأن كونه ابن مريم يدل على أنه عبده وابن أمته، كما أشار إليه بقوله :(كانا يأكلان الطعام) أى :يبولان ويغوطان، ويحتاجان إلى الأكل والشرب، فلا يصلحان للألوهية ولا مناسبة لهما بالربوبية، وإنما شأنهما العبودية (فإنما أنا عبده) أى :الخاص فى مقام الاختصاص، وهو فى الحقيقة أفضل مدح عند الفاضل الكامل، كما قال القائل:لا تدعنى إلا بيا عبدها فإنه أفضل أسمائيا ولذا ذكره الله سبحانه فى مواضع من كتابه بهذا الوصف المنيع والفضل البديع، منها فى مقام الإسراء (سبحان الذى أسرى بعبده)ومنها فى مقام إنزال الكتاب :(تبارك الذى نزل الفرقان على عبده)(الحمد لله الذى أنزل على عبده الكتاب)وفيه إشارة لطيفة وبشارة شريفة أن العناية الربوبية باعتبار غاية العبودية .(فقولوا عبد الله ورسوله) أى :لتميزه به عن بقية عبيده(مرقاةُ المفاتيح، ج٧ص ٣٠٧١، ٣٠٧٢، كتاب الآداب، باب المفاخرة والعصبية)

[1] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رسول کی اتنی مدح (تعریف) کرنا کہ جس سے حق تعالیٰ کی شان میں بے ادبی ہو، یہ رسول کی تو ظاہراً مدح ہوگی، لیکن واقع میں اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی ہوگی۔ ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص کسی کی اتنی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(17)......نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور دوسرے نبی کی تنقیص

میلاد خوان بعض اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور شان بیان کرتے ہوئے اور آپ کا مبارک تذکرہ کرتے ہوئے (دوسرے نبی کے مقابلہ میں) ایسا انداز اختیار کرتے ہیں، جس سے دوسرے کسی نبی کی شان میں بے ادبی، گستاخی یا ان کی شان میں نقص لازم آجاتا ہے، جو کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بھی خلاف ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مدح کرے کہ اس کے باپ کی اہانت ہوجاوے، پس ایسی مدح کو وہ بیٹا بھی پسند نہ کرے گا، بلکہ اس سے ناراض ہوگا.....مدح کے اندر، حدِ شرعی سے بڑھنا، یہ خدا تعالیٰ کی تنقیص ہے.....مدحِ نبوی کے اندر دو چیزوں کی رعایت رکھو۔ ایک تو یہ کہ حضور کو خدا کے درجہ میں مت پہنچاؤ۔ دوسرے یہ کہ وہ امر ثابت کرو کہ روایاتِ ثابتہ اس کی مساعد (ومعین) ہوں.....مختصر یہ ہے کہ اس باب میں نسبتِ الوہیت اور کذب سے احتراز رکھو لیکن چونکہ ابنائے زماں، ان دونوں باتوں سے اجتناب نہیں کرتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو ایسا بڑھاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ تک پہنچادیتے ہیں۔ اور حکایات وواقعات وہ بیان کرتے ہیں کہ روایاتِ صحیحہ میں اُن کا پتہ بھی نہیں (وعظ الظہور ملخصاً، مشمولہ خطباتِ حکیم الامت ج۵ص۱۴،۱۵، تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان)

[1] اس سلسلہ میں چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

(1) بعض لوگ اس قسم کا مضمون بیان کرتے ہیں کہ کوہ طور پر اللہ تعالیٰ کی تجلی دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہوگئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر تشریف لے گئے اور بلا حجاب، اللہ تعالیٰ کو دیکھا، مگر بیہوش نہیں ہوئے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو تجلی عالمِ دنیا میں ہوئی تھی اور عالمِ دنیا کے قویٰ ضعیف ہیں جو تجلی الٰہی کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپ کو وہاں کے حالات دکھانے کے لئے اس عالَم کے مناسب قویٰ عنایت کردیئے گئے تھے (پھر بلا حجاب، اللہ کو دیکھنے کا ثبوت بھی محلِ کلام ہے۔ محمد رضوان) لہٰذا ایک عالَم کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل علیہ السلام کو دنیا میں دیکھ کر بیہوش ہوگئے تھے۔ اب غور کیجئے کہ اگر کوئی مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، اس طرح کی ترجیح اور فضیلت کو بیان کررہا ہو اور کوئی یہودی اس کے جواب میں یہ کہے کہ ہمارا نبی تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر بیہوش ہوا اور تمہارا نبی ایک دفعہ جبرئیل علیہ السلام کو دیکھ کر بیہوش ہوگیا، تو اس مسلمان کے پاس سوائے ندامت اور شرمندگی کے اس کا کیا جواب ہوگا؟

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(2) بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر جا رہے تھے کہ فرعون کے لشکر نے تعاقب کیا، بنی اسرائیل نے جب دیکھا کہ سامنے دریائے نیل ہے اور پیچھے فرعون کا لشکر ہے، تو گھبرائے، اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ''

کہتے ہیں کہ اس کلام میں ایک نقص تو یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نفس کو لفظ رب پر مقدم کیا اور دوسرا یہ کہ رب کی معیت صرف اپنے ساتھ بیان کی اور قوم کو چھوڑ دیا۔ اس کے برعکس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غارِ ثور میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جواب میں فرمایا ''لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللہَ مَعَنَا'' اس میں اللہ کے لفظ کو مقدم فرمایا اور ''مَعَنَا'' کہہ کر معیتِ الٰہیہ کو عام رکھا، صرف اپنے ساتھ مختص نہیں کیا۔ یہ ایسی غلطی ہے کہ اس میں بعض مصنفین بھی مبتلاء ہوگئے۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السلام دونوں کی بات اپنی اپنی جگہ بلاغت کے اعلیٰ معیار پر ہے، اور اپنے اپنے موقع اور محل کے عین مناسب ہے، اور یہ ایک طرح سے، اللہ کے کلام پر اعتراض ہے۔

(3) بعض لوگ بیان کیا کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے بددعا کر کے ساری قوم کو غرق کرادیا، اس کے برعکس طائف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے کہ اگر حکم ہو تو میں ان لوگوں کو ان دو پہاڑوں کے درمیان کچل دوں، آپ نے فرمایا کہ میں رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ حالانکہ یہ تقابل قرآن مجید سے بے خبری کا نتیجہ ہے، قرآن مجید سے واضح ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی قوم سے بڑی شفقت تھی اور کسی صورت بھی انہیں ان کا ہلاک ہونا پسند نہ تھا، اسی لئے ساڑھے نوسو سال تک قوم کی بدعملی اور ایذا رسانی پر صبر کرتے رہے، جو کہ ایک معجزہ تھا۔ لیکن جب صبر کی انتہاء ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وقت مقرر تھا وہ آن پہنچا، تو پھر اللہ کے حکم سے نوح علیہ السلام نے یہ بددعا کی اور یہ بددعا بھی اللہ کی رضاء کے لئے تھی۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت سے مواقع پر کئی قبیلوں پر بددعا کرنا ثابت ہے، اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا والا موقع ہوتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بددعاء ہی فرماتے، کیونکہ یہ قوم کی سرکشی کا انتہائی درجہ تھا اور اگر نوح علیہ السلام کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف والا موقع ہوتا، تو حضرت نوح علیہ السلام بھی بددعا نہ فرماتے، کیونکہ یہ قوم کو تبلیغ کا ابتدائی موقع تھا، انتہاء نہ تھی (ماخذۂ ''تنبیہ المغفلین فی بیان التفاضل بین المرسلین'' مشمولہ ''احسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۴۷۷ تا ۴۸۲)

(4) بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن بیان کرتے ہوئے، یوسف علیہ السلام کے حسن کی تنقیص کرتے ہیں، حالانکہ حسن کی دو قسمیں ہیں، ایک حسنِ صباحت، اور دوسرے حسنِ ملاحت، حضرت یوسف علیہ السلام کو حسنِ صباحت دیا گیا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسنِ ملاحت۔ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلق تھے، اور یوسف علیہ السلام حسنِ صباحت میں (ماخوذ از مقالاتِ حکمت ومجادلتِ معدلۃ صفحہ ۸، ملفوظ نمبر ۱۱، دعواتِ عبدیت ج ۱۷)

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تُخَيِّرُونِي بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ

(بخاری،رقم الحديث ٦٩١٦، كتاب الديات، باب إذا لطم المسلم يهوديا عند الغضب)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھے نبیوں کے درمیان (یعنی ان کے مقابلہ میں بے جا) فضیلت نہ دو (بخاری)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کرتے ہیں کہ:

لَا تُفَضِّلُوا بَيْنَ أَنْبِيَاءِ اللّٰهِ فَإِنَّهُ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَيَصْعَقُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ أُخْرٰى فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ بُعِثَ فَإِذَا مُوسٰى آخِذٌ بِالْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي أَحُوسِبَ بِصَعْقَتِهِ يَوْمَ الطُّورِ أَمْ بُعِثَ قَبْلِي وَلَا أَقُولُ إِنَّ أَحَدًا أَفْضَلُ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتّٰى (بخاری،رقم الحديث ٣٤١٤، كتاب احاديث الانبياء، باب قول الله تعالى وإن يونس لمن المرسلين)

ترجمہ: تم مجھے، نبیوں کے درمیان (یعنی دوسرے نبیوں کے مقابلہ میں بے جا) فضیلت نہ دو، کیونکہ صور پھونکے جانے کے وقت، زمین اور آسمان کی ہر مخلوق بے ہوش ہو جائے گی، مگر جس کو اللہ چاہے، پھر دوسری دفعہ صور پھونکا جائے گا، تو میں ہوش میں آنے والوں میں سب سے پہلا شخص ہوں گا، تو میں حضرت موسیٰ (علیہ الصلاۃ والسلام) کو عرشِ الٰہی کو پکڑے ہوئے پاؤں گا، پس مجھے معلوم نہیں کہ کیا انہیں کوہِ طور پر بے ہوش ہونے کی وجہ سے بدلہ دیا گیا (کہ ان کو بے ہوش ہی نہیں کیا گیا) یا وہ بے ہوش ہو کر مجھ سے پہلے ہوش میں آئے، اور میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی (مجھ سمیت) حضرت یونس بن متیٰ (یعنی حضرت یونس علیہ السلام) سے افضل ہے (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی عمدہ اور اچھے انداز میں دوسرے نبیوں کے ساتھ تقابل کر کے اپنی بے جا فضیلت بیان کرنے سے منع فرما دیا۔

لہٰذا فضیلت بیان کرتے ہوئے کسی نبی کا دوسرے نبی سے اس طرح تقابل کرنا کہ کسی نبی کی تنقیص یا توہین لازم آ جائے، یہ جائز نہیں۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا يَنبَغِيُ لِعَبُدٍ أَنُ يَّقُوُلَ أَنَا خَيُرٌ مِّنُ يُونُسَ بُنِ مَتّٰى (بخاری، رقم الحدیث ۳۴۱۶، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی وإن یونس لمن المرسلین، دار طوق النجاۃ، بیروت)

ترجمہ: کسی بندہ بشر کے لئے روا نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متیٰ (یعنی حضرت یونس علیہ السلام) سے بہتر ہوں (بخاری)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

مَنُ قَالَ أَنَا خَيُرٌ مِنُ يُونُسَ بُنِ مَتّٰى فَقَدُ كَذِبَ (بخاری، رقم الحدیث ۴۶۰۴، کتاب تفسیر القرآن، باب قولہ إنا أوحینا إلیک کما أوحینا إلی نوح)

---

[1] ما ينبغي لعبد يقول أنا خير من يونس بن متى قال العلماء هذه الأحاديث تحتمل وجهين أحدهما أنه صلى الله عليه وسلم قال هذا قبل أن يعلم أنه أفضل من يونس فلما علم ذلک قال أنا سيد ولد آدم ولم يقل هنا إن يونس أفضل منه أو من غيره من الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم والثاني أنه صلى الله عليه وسلم قال هذا زجرا عن أن يتخيل أحد من الجاهلين شيئا من حط مرتبة يونس صلى الله عليه وسلم من أجل ما في القرآن العزيز من قصته قال العلماء وما جرى ليونس صلى الله عليه وسلم لم يحطه من النبوة مثقال ذرة وخص يونس بالذكر لما ذكرناه من ذكره في القرآن بما ذكر وأما قوله صلى الله عليه وسلم ما ينبغي لعبد أن يقول أنا خير من يونس فالضمير في أنا قيل يعود إلى النبي صلى الله عليه وسلم وقيل يعود إلى القائل أي لا يقول ذلک بعض الجاهلين من المجتهدين في عبادة أو علم أو غير ذلک من الفضائل فإنه لو بلغ من الفضاء ما بلغ لم يبلغ درجة النبوة ويؤيد هذا التأويل الرواية التي قبله وهي قوله تعالى لا ينبغي لعبد أن يقول أنا خير من يونس بن متى والله أعلم (شرح النووي علىٰ مسلم، ج۱۵ ص۱۳۲، ۱۳۳، كتاب الفضائل، باب من فضائل موسى صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: جس نے یہ کہا کہ میں (یعنی محمد) یونس بن متّیٰ (یعنی حضرت یونس علیہ السلام) سے بہتر ہوں، تو اس نے جھوٹ بولا (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قسم کے ارشادات کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے انبیاء پر فضیلت کا عقیدہ رکھنے کے باوجود، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (کسی واقعہ میں دوسرے نبی کا تقابل کرتے ہوئے) اس طرح دوسرے نبی پر فضیلت دینا، جس سے دوسرے نبی کی تنقیص ہوتی ہو، یہ جائز نہیں، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرے نبیوں سے افضل ہونا خود شرعی اصولوں سے ثابت ہے۔[1]

خلاصہ یہ کہ ایسی نعت کہ جس میں کسی نبی کی تنقیص وتحقیر لازم آتی ہو، خواہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک بیان کرنے کی وجہ سے ہی کیوں نہ ہو، جائز نہیں۔

(18)......موضوع اور غیر مستند باتوں کی آمیزش

میلادُ النبی کے عنوان سے منعقد ہونے والے پروگراموں میں بعض اوقات نعت وحکایت میں ایسے مضامین کا انتخاب کیا جاتا ہے، جو غیر مستند اور غلط روایات اور فرضی افسانوں پر مبنی ہوتے ہیں، آج کل اس سلسلہ میں بھی بہت کوتاہی ہو رہی ہے اور نعت وحکایت میں ایسے مضامین ملتے ہیں کہ جن کو شرعی بنیادوں پر درست قرار نہیں دیا جاسکتا۔

جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی تراشیدہ بات یا تراشیدہ مفہوم کو منسوب کرنا سخت گناہ ہے، اور اشعار میں اس طرح کی چیزیں عام طور پر سرزد ہو جایا کرتی ہیں۔

---

[1] (فقال النبی -صلی اللہ تعالی علیه وسلم " :لا تخیرونی ") : بضم التاء وتشدید الیاء من التخییر بمعنی الاصطفاء ، والمعنی لا تجعلونی خیرا بمعنی لا تفضلونی (علی موسی) أی :ونحوه من أصحاب النبوة تفضیلا یؤدی إلی إیهام المنقصة، أو إلی تسبب الخصومة، فإن أمر التفضیل لیس بقطعی علی وجه التفضیل، (فإن الناس) أی :جمیعهم (یصعقون) : بفتح العین (یوم القیامة) أی: عند النفخة الأولی (فأصعق معهم) : من صعق الرجل إذا أصابه فزع فأغمی علیه، وربما مات منه(مرقاة المفاتیح،ج ۹ ص ۳۶۴۴،کتاب صفة القیامة والجنة والنار ،باب بدء الخلق وذکر الأنبیاء علیهم الصلاة والسلام)

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ. اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ. وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ. اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا (سورة الشعراء، رقم الآيات ۲۲۴ تا ۲۲۷)

ترجمہ: اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ (یعنی شاعر لوگ) ہر میدان میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور جو وہ کہتے ہیں، وہ کرتے نہیں۔ سوائے ان کے جو مؤمن ہیں، اور نیک اعمال کرتے ہیں، اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں (سورہ شعراء)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ سوائے مؤمن اور نیک عمل کرنے اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والوں کے، عام شعراء، ہر میدان میں بھٹکتے ہیں، اور کسی متعین راستہ پر نہیں چلتے، اور واقعہ بھی یہی ہے کہ عام شاعروں کا کوئی راستہ اور میدان متعین نہیں ہوتا، اُن کے شعروں میں اسی طرح ایران توران کی تخیلاتی، تصوراتی اور کنائی ورمزی باتیں ہوتی ہیں، جن کو سمجھنا اور اُن کی مناسب تاویل کرنا بھی، بسا اوقات مشکل بلکہ بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شعراء، جھوٹ بولتے ہیں، وہ کہتے کچھ ہیں، اور کرتے کچھ ہیں، اور واقعہ بھی یہی ہے کہ شاعروں کے شعروں میں خلافِ حقیقت اور جھوٹی باتوں کی بھرمار ہوتی ہے، جن کو حقیقت پر منطبق کرنا انتہائی دُشوار ہوتا ہے، اور وہ جتنی بڑی بڑی اور جس جس قسم کی باتیں اپنے شعروں میں بیان کرتے ہیں، اُن کا تعلق عمل کے بجائے زیادہ تر زبانی کلامی دعووں اور زبانی، کلامی جمع خرچ کے ساتھ ہوتا ہے، اور اُن کے مختلف شعروں میں باہم بہت فرق اور تضاد نظر آتا ہے، اور اس کی وجہ وہی شعروں میں جھوٹ اور خلافِ حقیقت وخلافِ واقعہ یا تخیلاتی، تصوراتی اور غلو پر مبنی باتوں کا شامل ہونا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ، فَإِنَّهُ مَعَ الْبِرِّ، وَهُمَا فِي الْجَنَّةِ، وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّهُ مَعَ الْفُجُوْرِ، وَهُمَا فِي النَّارِ

(صحيح ابن حبان ، رقم الحديث ۵۷۳۴، كتاب الحظر والاباحة، باب الكذب) ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سچ کو لازم پکڑلو، کیونکہ یہ نیکی اور بھلائی کے ساتھ ہوتا ہے، اور یہ دونوں جنت میں ہوں گے، اور تم جھوٹ سے بچو، کیونکہ یہ گناہوں کے ساتھ ہوتا ہے، اور یہ دونوں جہنم میں ہوں گے (ابنِ حبان)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

مَا كَانَ خُلُقٌ أَبْغَضَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْكَذِبِ، وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَكْذِبُ عِنْدَهُ الْكِذْبَةَ، فَمَا تَزَالُ فِيْ نَفْسِهِ حَتّٰى يَعْلَمَ اَنَّهُ قَدْ أَحْدَثَ مِنْهَا تَوْبَةً (صحيح ابنِ حبان ، رقم الحديث ۵۷۳۶، كتاب الحظر والاباحة، باب الكذب) ؎۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹ سے زیادہ کوئی (بُری) عادت مبغوض وناپسندیدہ نہیں تھی، اور جو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی جھوٹ بولتا تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں، اس جھوٹ کا اثر اس وقت تک قائم رہتا تھا، جب تک کہ یہ معلوم نہیں ہوجاتا تھا کہ اس نے جھوٹ سے توبہ کرلی ہے

(ابنِ حبان)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِيْ، قَالَا:

؎۱ قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح (حاشية ابن حبان)

؎۲ قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح (حاشية ابن حبان)

الَّذِیْ رَأَیْتَهٗ یُشَقُّ شِدْقُهٗ فَکَذَّابٌ، یَکْذِبُ بِالْکَذْبَةِ تُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰی تَبْلُغَ الْآفَاقَ، فَیُصْنَعُ بِهٖ إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ (بخاری ،رقم الحدیث ۶۰۹۶،کتاب الادب، باب قول اللہ تعالی :یا أیھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین وما ینھی عن الکذب)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے رات (خواب میں) دو آدمیوں کو دیکھا کہ وہ میرے پاس آئے، انہوں نے (مجھ سے) کہا کہ جس آدمی کو آپ نے (عالمِ بالا میں) اس حال میں دیکھا تھا کہ اس کے جبڑے چیرے جارہے تھے، وہ بہت بڑا جھوٹا تھا، اور اس طرح جھوٹ بولتا تھا کہ اس کا جھوٹ دنیا کے اطراف میں پھیل جاتا تھا، تو قیامت کے دن تک اس کے ساتھ اسی طرح کے عذاب کا معاملہ ہوتا رہے گا (بخاری)

پہلے گزر چکا ہے کہ شعر کو کلام کا درجہ حاصل ہے، اور جس طرح کلام میں جھوٹ بولنا جائز نہیں اسی طرح شعر میں جھوٹ کا ارتکاب کرنا بھی جائز نہیں۔

حضرت حیدہ بن قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: وَیْلٌ لِلَّذِیْ یُحَدِّثُ بِالْحَدِیْثِ لِیُضْحِکَ بِهِ الْقَوْمَ فَیَکْذِبُ، وَیْلٌ لَهٗ وَیْلٌ لَهٗ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۳۱۵،ابواب الزھد،باب فیمن تکلم بکلمة یضحک بھا الناس؛ مسند أحمد، رقم الحدیث ۲۰۰۴۶) [1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ویل ہے اُس شخص کے لئے جو کوئی جھوٹی بات لوگوں کو ہنسانے کے لئے کرے، اُس کے لئے ویل ہے، اُس کے لئے ویل ہے (ترمذی)

---

[1] قال الترمذی:وفی الباب عن أبی ھریرة ھذا حدیث حسن.
وقال شعیب الارنؤوط:إسنادہ حسن .بھز بن حکیم وأبوہ صدوقان(حاشیة مسند احمد)

''ویل'' درحقیقت جہنم کے انتہائی ذلت آمیز اور شدید عذاب کو کہا جاتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ہنسانے اور خوش کرنے کی غرض سے جھوٹ بولنے والے کے لئے تین مرتبہ ویل کے عذاب کی وعید سنائی، لہٰذا شعروشاعری میں دوسروں کو ہنسانے یا خوش کرنے کی غرض سے بھی جھوٹ اور خلافِ حقیقت، باتوں کو شامل کرنا جائز نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ (مسلم، مقدمة،باب النهى عن الحديث بكل ما سمع؛ ابوداؤد، رقم الحديث ۴۹۹۲، باب فى التشديد فى الكذب)

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے جھوٹ کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سُنی ہوئی بات کو بیان کردے (مسلم،ابوداؤد)

اس میں ایسے اشعار کا پڑھنا اور نقل کرنا بھی داخل ہے، جو جھوٹ اور خلافِ حقیقت ہوں اور وہ اشعار کسی دوسرے نے بنائے ہوں، اور پڑھنے والا کوئی دوسرا ہو، اور حمد ونعت پر مشتمل اشعار میں جو جھوٹ اور خلافِ حقیقت بات اللہ اور اس کے رسول کی طرف کی جائے، اس کا وبال اور بھی زیادہ سخت ہے۔

چنانچہ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْفِرٰى أَنْ يَدَّعِيَ الرَّجُلُ إِلٰى غَيْرِ أَبِيْهِ، أَوْ يُرِيَ عَيْنَهُ مَا لَمْ تَرَ، أَوْ يَقُوْلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ يَقُلْ (بخارى، رقم الحديث ۳۵۰۹، كتاب المناقب، باب نسبة اليمن إلى إسماعيل)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑی افتراء پردازی (اورسب سے بڑا جھوٹ) یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے علاوہ (کسی اور) کی

طرف دعویٰ (ونسبت) کرے (یعنی اپنے نسب میں غلط بیانی سے کام لے) یا اپنی آنکھوں کو وہ چیز دکھائے (یعنی جھوٹا خواب بیان کرے) جو اس نے نہیں دیکھی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس بات کی نسبت کرے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی (بخاری)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ (بخاری، رقم الحديث ١٠٦، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبی صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھ پر جھوٹ نہ باندھو، پس بے شک جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا، تو اسے چاہیے کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے (بخاری)

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلٰى أَحَدٍ، مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (بخاری، رقم الحديث ١٢٩١، كتاب الجنائز، باب ما يكره من النياحة على الميت)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، کہ میرے اوپر جھوٹ باندھنا کسی اور پر جھوٹ باندھنے کی طرح نہیں ہے، جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا، تو اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے (بخاری)

خلاصہ یہ کہ حمد ونعت میں ایسا مضمون بنانا، یا سنانا کہ جس میں جھوٹ اور کذب بیانی شامل ہو، یا وہ مضمون کسی مستند ومعتبر سند سے ثابت نہ ہو، جائز نہیں اور آج کل اس طرح کے حمد ونعت اور نظم پر مشتمل اشعار کی کمی نہیں کہ جن میں جھوٹی اور موضوع روایات کا مضمون شامل ہوتا

ہے، یا ان میں صریح جھوٹ اور حد سے زیادہ مبالغہ آمیزی کا ارتکاب ہوتا ہے۔

پس کوئی منگھڑت اور جھوٹی بات بیان کرنا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصود ومنشا کے خلاف بیان کرنا جائز نہیں۔

(مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، ہمارا رسالہ ''حمد ونعت اور اس کی شرائط'')

(19)......اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی خلاف ورزی

بہت سے ایسے کام بھی عین میلادُ النبی کی تقریب کے موقع پر دیکھنے میں آتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے خلاف ہوتے ہیں۔ مثلاً:

(1)......بعض لوگ اس موقع پر غیر شرعی تصویر کشی کرتے ہیں۔

(2)......بعض لوگ نعوذ باللہ جعلی داڑھی لگا کر اور لمبے چوغے پہن کر اس کے ساتھ مذاق بناتے ہیں، جس میں ایمان کا بھی خطرہ ہے، اگر حقیقت میں ان چیزوں سے کسی کو محبت ہو، تو اسے چاہئے کہ ان چیزوں کو دل سے قبول کرے اور مذاق نہ بنائے۔

(3)......بعض اوقات بالغ یا قریبُ البلوغ لڑکیاں، بغیر شرعی پردہ کے نامحرم لوگوں کے سامنے آکر نعت خوانی کرتی ہیں، اور اس موقع پر بے پردگی، بدنظری کا بھی کھلے عام مظاہرہ ہوتا ہے۔ [1]

---

[1] وانظر رحمنا الله تعالى وإياك إلى هذا الفعل القبيح الذى يفعلونه فى هذا اليوم المذكور من أنهم يأخذون إنسانا منهم فيخالفون فيه السنة أعنى فى تغيير ظاهر صورته وخلقته فيدخلون بذلك فى عموم قوله – عليه الصلاة والسلام – لعن الله المغيرات والمغيرين لخلق الله ، أو كما قال – عليه الصلاة والسلام – فيغيرون وجهه بجير، أو دقيق ثم يجعلون له لحية من فروة، أو غيرها ويلبسونه ثوبا أحمر، أو أصفر ليشهروه بذلك .وقد ورد فى الحديث من لبس ثوب شهرة كساه الله يوم القيامة ثوب ذل وصغار ثم أشعله عليه نارا (المدخل لابن الحاج ، ج۲ص ۵۲، المرتبة الثانية المواسم التى ينسبونها إلى الشرع وليست منه،فصل المرتبة الثالثة فى ذكر بعض مواسم أهل الكتاب)

اور بھی اس قسم کی کئی حرکات عیدمیلا دُالنبی کے نام سے جاری ہیں اور اندیشہ ہے کہ اگر سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو اللہ نہ کرے، مزید کئی اور خرابیاں اور مفاسد پیدا نہ ہوجائیں، جو نہ جانے مسلمانوں کی دنیاوآخرت کے لئے کس قدر تباہ کن ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ان سب فتنوں سے امتِ مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔آمین۔

اس باب کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ موجودہ زمانے میں ''عیدمیلا دُالنبی'' یا ''جشنِ عیدمیلا دُالنبی'' کے نام سے جو رسم رائج ہوگئی ہے، اوراس کوعوامی وقومی سطح پر منعقد کیا جانے لگا ہے، اس میں متعدد منکرات ومفاسد شامل ہوگئے ہیں، جن کی وجہ سے یہ رسم جس انداز میں رائج ہے، وہ شرعاً جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے ،اورشریعت وسنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے ،اور بے جا ضد وہٹ دھرمی اور تعصب سے حفاظت ونجات عطا فرمائے۔آمین۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

(باب نمبر2)

چند مستدلات پر ایک نظر

بعض لوگوں کی طرف سے متعدد مفاسد ومنکرات پر مشتمل مروّجہ اور رسمی میلادالنبی کو سندِ جواز بلکہ عبادت ثابت کرنے کے لیے مختلف تاویلیں اور ایسی باتیں پیش کی جاتی ہیں، جن کا حقیقت میں مروّجہ میلادالنبی کی رسم سے دُور کا بھی تعلق نہیں، لیکن کیونکہ عوام الناس کو اس قسم کی باتوں سے غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے، لہٰذا یہاں مختصر انداز میں ان پر بھی تبصرہ کردینا مفید معلوم ہوتا ہے۔

’’مائدہ‘‘ کے نزول کو عید قرار دینے سے استدلال

مروّجہ عید میلادُ النبی کی ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے حواریوں کے لئے آسمان سے مائدہ نازل ہونے کو عید قرار دیا تھا، جیسا کہ قرآن مجید کی سورہ مائدہ میں ہے کہ:

’’رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَآخِرِنَا‘‘(سورة المائدة، رقم الآية ۱۱۴)

ترجمہ: اے ہمارے رب! نازل کردیجیے ہم پر مائدہ کو، آسمان سے، تاکہ ہو وہ ہمارے لئے عید، ہمارے اگلوں اور پچھلوں (سب) کے لئے (سورہ مائدہ)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے مروّجہ میلادالنبی کا کوئی تعلق نہیں، اسی وجہ سے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام، محدثینِ عظام، فقہائے کرام اور بڑے بڑے مفسرین نے جو کہ قرآن وحدیث کو آج کے عام لوگوں سے زیادہ سمجھنے اور سمجھانے والے تھے، اس آیت کی

تفسیر میں مروّجہ میلاد النبی کا کوئی ذکر نہیں کیا، اور اگر کوئی اس کے باوجود نہ مانے، تو پھر سمجھ لینا چاہئے کہ اول تو اس سے مراد آسمان سے مائدہ کے نازل ہونے کی نعمت ہے، نہ کہ عید میلاد النبی، دوسرے اس واقعہ کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے اور شریعت سے ہے، نہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنی شریعت میں سال میں دو عیدوں کی خود تعیین فرمادی ہے۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی شریعت کا کوئی مسئلہ، شریعتِ محمدیہ کے مقابلہ میں پیش کرنا درست نہیں، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی شریعت میں بعض کام جائز تھے، لیکن ہماری شریعت میں جائز نہیں، اور کسی دوسری شریعت کا ایسا کام جواز میں پیش کرنا، جو ہماری شریعت میں جائز نہ ہو، یہ درست نہیں، جیسا کہ کوئی شراب کے حلال ہونے کو عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی شریعت، سے شریعتِ محمدیہ کے مقابلہ میں پیش کرے، پھر یہی سورہ مائدہ کی مذکورہ آیت اگر کوئی عیسائی ''کرسمس ڈے'' کے متعلق پیش کرنے لگے، تو پھر اس کا کیا جواب ہوگا؟ معلوم ہوا کہ اگر اس سے عید میلاد النبی ثابت کرنے کی بے جا کوشش کی جائے، تو اس سے پہلے تو عیسائیوں کی ''عید میلادِ عیسیٰ'' ثابت ہوتی ہے، جس کو شمار کر کے سال میں چار عیدیں ماننی پڑیں گی۔

اور نعوذ باللہ تعالیٰ قرآن مجید کی اس آیت کا بے جا سہارا پکڑ کر عیسائیوں کے کرسمس ڈے میں بھی شرکت کرنی پڑے گی۔

عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے دن پر سلام سے استدلال

ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں ان کی پیدائش کے دن پر سلامتی کا ذکر فرمایا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوۡمَ وُلِدۡتُّ وَيَوۡمَ اَمُوۡتُ وَيَوۡمَ اُبۡعَثُ حَيًّا (سورۃ مریم، رقم الآیۃ ۳۳)

ترجمہ: اور سلام ہے مجھ پر، جس دن مجھے پیدا کیا گیا، اور جس دن میری موت ہوگی، اور جس دن مجھے اٹھایا جائے گا، زندہ کر کے (سورہ مریم)

اس کے جواب میں عرض ہے کہ مروّجہ میلاد النبی کا اس آیت سے بھی تعلق نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ چودہ سو سال کے عرصہ میں بڑے بڑے مفسرین نے اس آیت کے ضمن میں مروّجہ میلاد النبی کا کوئی ذکر نہیں کیا، کوئی اپنی طرف سے اس آیت سے مروّجہ میلاد ثابت کرنے لگے، تب بھی اس سے عیسائیت کو تقویت پہنچے گی، اس لئے کہ عیسائی لوگ ہر سال ''کرسمس ڈے'' کے نام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد مناتے ہیں، اور یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے، اس سے تو لازم آتا ہے کہ عیسائیوں کی طرح کرسمس ڈے منانا بھی (نعوذ باللہ) قرآن کے مطابق ہے۔

ظاہر ہے کہ اس بات کی کوئی مسلمان جرأت نہیں کرسکتا، پس اسی طرح اس آیت سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد ثابت کرنا بھی درست نہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باعثِ رحمت اور اس پر خوش ہونے سے استدلال

ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے رحمت ہونے اور اس پر خوش ہونے کا حکم ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ

(سورة یونس، رقم الآیة ۵۸)

ترجمہ: کہہ دیجیے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے، پس اس کے ذریعے سے چاہئے کہ خوش ہوں لوگ، یہ بہتر ہے، ان چیزوں سے، جو وہ جمع کرتے ہیں (سورہ یونس)

اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو اس آیت میں رحمت کے لفظ کی تفسیر میں مفسرین کے کئی قول

ہیں، جیسا کہ پہلے ''حصہ پنجم، میلادُ النَّبی'' میں ''حقیقی ورسمی میلاد'' کے عنوان سے گزرا۔

اور اگر رحمت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ہی مراد لیا جائے، تو بھی مذکورہ دعویٰ ثابت نہیں ہوتا، اس لئے کہ اصل گفتگو مروّجہ میلاد کے بارے میں ہے، نہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر خوش ہونے کے بارے میں، یہی وجہ ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں چودہ سو سال کے بڑے بڑے مفسرین نے میلاد النبی کا جواز وثبوت پیش نہیں فرمایا، اور نہ ہی یہ استدلال فرمایا، جو مذکورہ حضرات کرتے ہیں، اور اپنی طرف سے اس طرح قرآن مجید کی کوئی تفسیر کرنا جائز نہیں۔

خلاصہ یہ کہ دعویٰ تو خاص مروجہ میلاد کا ہے، اور خاص دعوے پر عام دلیل پیش کی گئی ہے، جس کا مروجہ میلاد سے تعلق نہیں، یہ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی کو بغیر وضو کے نماز پڑھنے سے منع کیا جائے اور وہ اس پر نماز کی فرضیت اور فضیلت کے دلائل قائم کرنے لگے، ظاہر ہے کہ مذکورہ دلیل، اس دعوے کے مطابق نہیں کہلائے گی۔

خاص دنوں کو یاد کرنے سے استدلال

ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے واقعہ کے ضمن میں خاص دنوں کو یاد کرنے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ سورہ ابراہیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

''وَذَكِّرْهُمْ بِاَيَّامِ اللّٰهِ'' (سورۃ ابراھیم، رقم الآیۃ ۵)

ترجمہ: اور یاد دلایے ان کو، اللہ کے دنوں کو (سورہ ابراہیم)

مگر یہاں بھی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس واقعہ کا تعلق تو حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ و السلام کی شریعت سے بھی بہت پہلے حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے واقعہ سے ہے اور اس آیت کا بھی میلاد النبی سے کوئی تعلق نہیں، نہ ہی کسی صحابی، تابعی وغیرہ نے اس کی تفسیر

مروّجہ میلاد النبی سے کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اپنی قوم کو وہ واقعات سنا کر جو نافرمان قوموں کو پیش آئے، نافرمانی سے روکا جائے، اور اطاعت پر آمادہ کیا جائے، یادگاری دن اور مروجہ میلاد منانے کا کوئی ثبوت اس آیت میں نہیں ملتا۔

ابولہب کے عذاب میں تخفیف سے استدلال

ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ ابولہب کو خواب میں عباس بن عبدالمطلب نے دیکھا تھا کہ اس کو ہر سوموار کے دن عذاب میں کمی کی جاتی ہے، کیونکہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشخبری سنانے پر اپنی باندی کو آزاد کر دیا تھا، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی سے ایک کافر کی بھی عذاب میں کمی ہوسکتی ہے، تو اگر مسلمان کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی ہو، تو اس کو یقیناً فائدہ ہوگا۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ شریعت کا کوئی مسئلہ صرف خواب کی بنیاد پر ثابت نہیں ہوسکتا جب تک کہ شریعت سے اس کی تائید نہ ہو اور شریعت سے مروّجہ میلادُ النبی ثابت نہیں، بلکہ جس طریقے سے یہ رسم رائج ہے، وہ شرعی دلائل کی رُو سے جائز بھی نہیں، لہٰذا اس کے مقابلہ میں اس خواب کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔

دوسرے یہ خواب بھی ایک کافر کے متعلق ہے اور شریعت کا یہ اصول ہے کہ کافر کو کفر کی حالت میں مرنے کے بعد دنیا میں کیے ہوئے اچھے عمل کا آخرت میں کوئی ثواب نہیں دیا جاتا۔ لہٰذا اس پہلو سے یہ خواب شریعت سے ٹکرا رہا ہے، اور معتبر ثبوت اس کا موجود نہیں، اور یہ خواب اس کافر کے بارے میں ہے جس کے نام کے ساتھ قرآن مجید میں پوری سورت موجود ہے، جس کی ابتداء ہی اس شخص (ابولہب) کے متعلق بددعاء سے ہوتی ہے۔

"تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ"

ترجمہ: ٹوٹ جائیں ہاتھ ابولہب کے، اور ہلاک ہو جائے، نہیں فائدہ دیا، اس کو

اس کے مال نے، اور نہ اس نے جو اس نے کمایا (سورہ لہب)

یعنی ابولہب ہلاکت میں مبتلا ہوا، نہ تو اس کے مال نے اس کو فائدہ پہنچایا، اور نہ ہی اس کے کیے ہوئے اعمال نے۔

پس یہ خواب قرآن مجید کے بھی خلاف ہوا۔

تیسرے ایک مسلمان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر جو خوشی ہوتی ہے، وہ آپ کی نبوت اور رسالت کی وجہ سے ہے اور یہی باعثِ خیر و برکت ہے، جبکہ ابولہب کی خوشی، آپ کے نبی اور رسول ہونے کے متعلق نہیں تھی، بلکہ اس بات سے تو ابولہب کو اختلاف وعناد تھا۔

اور اس خواب کو کسی درجہ میں تسلیم کر لینے کے بعد بھی زیادہ سے زیادہ جائز خوشی کا ہونا، ثابت ہوتا ہے، نہ کہ مروّجہ طریقہ پر عید میلاد النبی کا جائز ہونا۔ [1]

---

[1] وحاصل المعنى إشارة إلى حقارة ما سقى من الماء، وقال القرطبي :سقى نقطة من ماء في جهنم بسبب ذلك، قال :وذلك أنه جاء في الصحيح أنه رئي في النوم فقيل له :ما فعل ربك هناك؟ فقال :سقيت مثل هذه، وأشار إلى ظفر إبهامه .قوله :(بعتاقتي) أي :بسبب عتاقتي ثوبية، وعتاقة بفتح العين، وفي رواية عبد الرزاق :بعتقي، وقال بعضهم :وهو أوجه، والوجه أن يقول: بإعتاقي لأن المراد التخلص من الرق .قلت :هذا القائل أخذ ما قاله من كلام الكرماني، فإنه قال : فإن قلت :معناه التخلص من الرقية، فالصحيح أن يقال :بإعتاقي .قلت :كل من الناقل والمنقول منه لم يحرر كلامه، فإن العتق والعتاقة والعتاق كلها مصادر من عتق العبد، وقول الناقل :وهو أوجه، غير موجه، لأن العتق والعتاقة واحد في المعنى، فكيف يقول العتق أوجه؟ ثم قوله :والأوجه أن يقول :بإعتاقي لأن المراد التخلص من الرق، كلام من ليس له وقوف على كلام القوم، فإن صاحب المغرب قال :العتق الخروج من المملوكية وهو التخلص من الرقية، وقد يقوم العتق مقام الإعتاق الذي هو مصدر أعتقه مولاه .وفي التوضيح :وفيه أي :وفي هذا الحديث من الفقه أن الكافر قد يعطى عوضا من أعماله التي يكون منها قربة لأهل الإيمان بالله، كما في حق أبي طالب .غير أن التخفيف عن أبي لهب أقل من التخفيف عن أبي طالب، وذلك لنصرة أبي طالب لرسول الله صلى الله عليه وسلم وحياطته له وعداوة أبي لهب له .وقال ابن بطال :وصح قول من تأول في معنى الحديث الذي جاء عن الله تعالى :إن رحمته سبقت غضبه، إن رحمته لاتنقطع عن أهل النار المخلدين فيها، إذ في قدرته أن يخلق لهم عذابا يكون عذاب النار لأهلها رحمة وتخفيفا بالإضافة إلى ذلك العذاب ومذهب المحققين أن الكافر لا يخفف عنه العذاب بسبب حسناته في الدنيا، بل يوسع عليه بها في دنياه .وقال القاضي عياض :انعقد الإجماع على أن الكفار لا تنفعهم أعمالهم ولا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دن روزہ رکھنے سے استدلال

ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیر کے دن روزہ رکھنے کی یہ وجہ بیان فرمائی تھی کہ اس دن میری ولادت ہوئی۔ [1]

پس ہمیں بھی چاہئے کہ بطور شکر 12/ربیع الاول کو نبی علیہ السلام کی ولادت پر خوشی منائیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو اس روایت میں پیر کے دن کا ذکر ہے، نہ کہ 12/ربیع الاول کی تاریخ کا، اور پیر کا دن تو ہر آٹھویں دن آتا ہے، نہ کہ ایک سال بعد، نیز ہمیشہ 12 ربیع الاول کی تاریخ، پیر کے دن نہیں آتی، بلکہ کبھی کسی دن، اور کبھی کسی دن آتی ہے، اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ، اور وہ بھی پیر کے دن میلادُ النبی کا جشن منایا جائے اور اس بات کے وہ حضرات بھی قائل وعامل نہیں، جو سال میں صرف ایک مرتبہ مروّجہ میلادالنبی مناتے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يثابون عليها بنعيم ولا تخفيف عذاب، ولكن بعضهم أشد عذابا بحسب جرائمهم .وقال الكرمانى: لا ينفع الكافر العمل الصالح .إذ الرؤيا ليست بدليل، وعلى تقدير التسليم يحتمل أن يكون العمل الصالح والخير الذى يتعلق لرسول الله صلى الله عليه وسلم مخصوصا، كما أن أبا طالب أيضا ينتفع بتخفيف العذاب .وذكر السهيلى أن العباس، رضى الله تعالى عنه، قال :لما مات أبو لهب رأيته فى منامى بعد حول فى شر حال، فقال :ما لقيت بعدكم راحة إلا أن العذاب يخفف عنى كل يوم اثنين .قال :وذلك أن النبى صلى الله عليه وسلم ولد يوم الاثنين وكانت ثويبة بشرت أبا لهب بمولده فأعتقها .ويقال :إن قول عروة لما مات أبو لهب :أريه بعض أهله إلى آخره خبر مرسل أرسله عروة ولم يذكر من حدثه به، وعلى تقدير أن يكون موصولا فالذى فى الخبر رؤيا منام فلا حجة فيه، ولعل الذى رآها لم يكن إذ ذاك أسلم بعد، فلا يحتج به .وأجيب ثانيا :على تقدير القبول، يحتمل أن يكون ما يتعلق بالنبى صلى الله عليه وسلم مخصوصا من ذلك بدليل قصة أبى طالب حيث خفف عنه .فنقل من الغمرات إلى الضحضاح، وقال القرطبى :هذا التخفيف خاص بهذا وبمن ورد النص فيه، والله أعلم(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج٢٠، ص٩٤، كتاب النكاح، باب وأمهاتكم اللاتى أرضعنكم)

[1] عن أبى قتادة قال: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن صوم يوم الإثنين؟ فقال: " فيه ولدت وفيه أنزل على (مسند احمد رقم الحديث ٢٢٥٥٠)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

ہیں اور یہ دلیل پیش کرتے ہیں۔

دوسرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی ولادت کے شکرانے میں روزہ رکھیں اور نفس سے مشقت ومجاہدہ کرائیں، اور اس بات کو دلیل میں پیش کرنے والے، اس دن میں کھائیں پئیں اور موج، مستی اڑائیں، بلکہ موسیقی وغیرہ تک میں مبتلا ہوں، اور روزہ تو دور کی بات ہے، وہ نماز تک کو غائب کر دیں، پس اگر آپ کی اتباع کرنی ہے، تو اسی طرح سے کی جائے، جس طرح آپ نے عمل کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خاموشی کے ساتھ صرف روزہ رکھ لیا، اور کسی کو خود سے بھی اس روزہ رکھنے کی وجہ نہیں بتلائی، دوسرے کے سوال کرنے پر جواب عنایت فرمایا، اور اس کے علاوہ اور کوئی آج کل کی طرح ہنگامہ آرائی بھی نہیں کی، پس اگر کوئی آپ کی اتباع میں خاموشی کے ساتھ صرف روزہ رکھنے پر اکتفاء کر لے، تو اس کو میلاد النبی کے مدعی حضرات بھی میلاد النبی پر عمل کرنے والا شمار نہیں کریں گے۔

پھر میلاد النبی کے قائلین تو 12 / ربیع الاول کو عید قرار دیتے ہیں اور عید کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود روزہ رکھنے سے منع فرمایا، لیکن یہاں روزہ رکھ کر ظاہر فرمادیا کہ یہ دن حقیقت میں شرعی عید کا دن نہیں، ورنہ آپ ہرگز روزہ نہ رکھتے۔

تیسرے اس حدیث کے مذکورہ مفہوم پر علمی کلام بھی ہے، کیونکہ دوسری احادیث میں پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنے کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمال پیش ہوتے ہیں، اس لئے میرا دل چاہتا ہے کہ میرا نامۂ عمل روزہ کی حالت میں پیش ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ پیر کے دن روزہ رکھنے کی علت اور وجہ تو اعمال نامہ پیش ہونا ہے اور ایک روایت میں آپ نے جو ولادت کا ذکر فرمایا، وہ بطور حکمت کے تھا اور شریعت کا اصول یہ ہے کہ حکم کا دارومدار علت پر ہوتا ہے نہ کہ حکمت پر (والحکمة لاتتعدی بل العلة تتعدی للحکم) اور اگر اس کو علت بھی تسلیم کر لیا جائے تو بعض علتیں اپنے مورد کے ساتھ خاص ہوتی

ہیں، ان کو کسی دوسری چیز کے لئے متعدی نہیں کیا جاسکتا۔

پس اس سے خاص 12 / ربیع الاول کو روزہ کا زیادہ ثواب ہونا، یا عیدمیلا دالنبی منانے کا جائز ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ [1]

---

[1] وقد جاء ما يدل على صوم الإثنين والخميس أحاديث عديدة، ولكن كونه يعلل بأنه يوم ولد فيه وأنزل عليه فيه القرآن هذا يدلنا على فضل صيام يوم الإثنين.

ثم إن بعض الذين فتنوا بالموالد يستدلون على إقامة مولد النبى صلى الله عليه وسلم بهذا الحديث، وفى الحقيقة هذا الحديث ليس فيه دليل لهم؛ لأنهم فى المولد لا يصومون، وإنما يأكلون الأطعمة ويتنافسون فيها، ويكثرون من أنواع الطعام، وهو خلاف ما جاء عن رسول الله صلى الله عليه وسلم.

قوله: [(ذاك يوم ولدت فيه)] معناه: من أراد أن يحصل منه احتفاء بذلك اليوم فإن الطريق إلى ذلك بأن يصومه؛ لأنه يوم ولد فيه الرسول صلى الله عليه وسلم وأنزل عليه القرآن فيه، أما أن يجتمع الناس فيه للتلاوة وقول المدائح وغيرها فهذا من الأمور المحدثة المبتدعة التى ما أنزل الله تعالى بها من سلطان، ولم تأت فيها سنة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، وما فعلها الصحابة الكرام ولا التابعون ولا أتباع التابعين، ومضت ثلاثمائة سنة كاملة لا يوجد شيء اسمه الاحتفال بالموالد، حتى جاء الرافضة العبيديون الذين حكموا مصر فى القرن الرابع فأحدثوا بدعة الموالد، وقبل إحداث الرافضة العبيديين لها فى القرن الرابع لم يكن لها وجود؛ ولهذا الكتب التى ألفت فى تلك الحقبة وفى تلك الأزمان لا ذكر للموالد فيها أبدا لا مضافة إلى الرسول صلى الله عليه وسلم، ولا إلى خلفائه الراشدين، ولا الصحابة أجمعين، ولا التابعين ولا أتباع التابعين.

فلو قال قائل: النصارى يحتفلون بميلاد عيسى، ونحن أولى أن نحتفل بميلاد محمد صلى الله عليه وسلم.

فنقول له: نحن مأمورون بمخالفة أهل الكتاب، والرسول صلى الله عليه وسلم قال: (لتتبعن سنن من كان قبلكم، حتى لو دخلوا جحر ضب لدخلتموه) فهذا تنفير لنا عن متابعتهم والأقتداء بهم، وإنما أمرنا بأن نقتدى بما جاء عن رسول الله صلوات الله وسلامه وبركاته عليه، فالمولد بدعة فى الدين ما أنزل الله تعالى بها من سلطان، والرسول صلى الله عليه وسلم بين للناس كل ما أمر بتبليغه، ولم يكن من ذلك هذه البدعة التى ابتدعها الرافضة العبيديون، وقلدهم من قلدهم فيها إلى هذا اليوم، ومنذ ذلك الوقت والناس بين فاعل لها ومنكر لها، ولكن قال عليه الصلاة والسلام: (خير الناس قرنى، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم) وهؤلاء الخيار لا وجود لهذا العمل عندهم أبدا، بل هو من محدثات الأمور، والنبى صلى الله عليه وسلم محبته يجب أن تكون فى قلب كل مسلم، وفوق محبة كل محبوب بعد الله سبحانه وتعالى، فقد جاء عنه صلى الله عليه وسلم أنه قال: (ثلاث من كن فيه وجد بهن حلاوة الإيمان: أن يكون الله ورسوله أحب إليه مما سواهما، وأن يحب المرء لا يحبه إلا لله) ومحبة الرسول صلى الله عليه وسلم تابعة لمحبة الله، ويجب أن تكون محبة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فرعون سے نجات پر خوشی سے استدلال

ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے عاشورہ (یعنی دس محرم) کے دن حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی فرعون سے نجات کی خوشی میں روزہ رکھا اور اس کو مبارک دن قرار دیا اور فرمایا کہ تم اس دن روزہ رکھو، اور جب موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی خوشی میں آپ نے شرکت فرمائی تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تو سب نبیوں سے اعلیٰ ہے، ہمیں آپ کی ذات کی خوشی میں ضرور میلاد منانا چاہئے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الرسول صلى الله عليه وسلم فى قلب كل مسلم أعظم من محبته لنفسه، ومحبته لأبيه وأمه وابنه وبنته، وزوجته وصديقه وأقاربه، والناس أجمعين، قال عليه الصلاة والسلام: (لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من ولده ووالده والناس أجمعين) لماذا؟ لأن نعمة الهداية إلى الصراط المستقيم نعمة الخروج من الظلمات إلى النور، هى أعظم وأجل نعمة، لا يساويها نعمة ولا يماثلها نعمة، أعظم نعمة أنعم الله تعالى بها على المسلمين أن هداهم للإسلام، وهذه النعمة ساقها الله للناس على يدى الرسول صلى الله عليه وسلم.

فإذا: محبته يجب أن تكون أعظم من محبة الأب والأم والابن والبنت وسائر الناس أعظم من محبته لأصوله وفروعه وكل من له به علاقة، بل ومن سائر الناس أجمعين، فهذه هى المحبة التى يجب أن تكون، لكن محبة الرسول صلى الله عليه وسلم بإقامة الموالد أو بالتمسح بالجدران والشبابيك لا يصح، بل محبته صلى الله عليه وسلم باتباعه، وهناك آية فى القرآن يسميها بعض العلماء: آية الامتحان والاختبار، وهو أن من يدعى محبة الله ورسوله فعليه أن يقيم البينة، ومعلوم أن البينات لا بد منها فى الدعاوى، فكون إنسان يدعى على إنسان مالا فمجرد الدعوى لا يثبت له بها الحق أبدا حتى يقيم البينة، والبينة شهود عدول أو اعتراف المدعى عليه، وقد قال عليه الصلاة والسلام: (لو أعطى الناس بدعواهم لادعى رجال أموال قوم ودمائهم، لكن البينة على المدعى واليمين على المدعى عليه) فكذلك فى أمور الدين كمحبة الرسول صلى الله عليه وسلم لا بد فيها من إقامة البينة على أن العبد محب للرسول صلى الله عليه وسلم، فما هى البينة؟ البينة هى اتباع الرسول صلى الله عليه وسلم، وهذه الآية هى قول الله عز وجل: (قل إن كنتم تحبون الله فاتبعونى يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم والله غفور رحيم) هذه آية الامتحان والاختبار، وهى أن من يدعى محبة الله ورسوله عليه أن يقيم البينة، والبينة هى اتباع الرسول صلى الله عليه وسلم، أما أن تكون محبة الرسول صلى الله عليه وسلم مجرد دعاوى وغلو، ثم يعصى الرسول صلى الله عليه وسلم ويخالف، ويعبد الله فيما ابتدع مما لم يكن جاء عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فهذا لا يجوز،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو اس سے روزہ کو چھوڑ کر مروّجہ میلا د منانے کا ثبوت ہی نہیں ملتا، ورنہ تو دس محرم کے دن کوئی جشن منا کر بھی یہ دلیل پیش کر سکتا ہے۔

دوسرے عاشورہ کے دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود روزہ رکھنا تجویز فرمایا، لیکن اس کی بنیاد پر نہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک مرتبہ بھی اپنی ولادت کے دن پر جشن منایا، نہ اس کا دوسروں کو حکم دیا، اور نہ ہی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ نے یہ عمل کیا، اور نہ ہی اس واقعہ سے مفسرین، محدثین اور اولیائے کرام نے میلا دُ النبی کے لیے استدلال کیا۔

﴾گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴿

وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم: (من أحدث في أمرنا ما ليس منه فهو رد) وقال: (من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد) وبعض الناس يمكن أن يقول: إن الإنسان الذي يفعل هذا قصده طيب، والإنسان يؤجر على قصده ونيته، والإنسان هو على خير ما دام قصده طيبا، فلو أنه فعل أمرا ما جاء عن الرسول صلى الله عليه وسلم يشفع له حسن قصده.

نقول: هذا كلام غير صحيح؛ لأنه لا بد مع حسن القصد أن يكون العمل مطابقا للسنة؛ لأن العمل الذي يقبل عند الله لا بد فيه من أمرين اثنين: الأول: أن يكون خالصا لوجه الله.

الثاني: أن يكون مطابقا لسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم.

فإن فقد شرط الإخلاص رد على صاحبه، وإن فقد شرط الاتباع رد على صاحبه، ودليل رده على صاحبه إذا فقد شرط الإخلاص قول الله عز وجل: (وقدمنا إلى ما عملوا من عمل فجعلناه هباء منثورا) ودليل رد العمل إذا كان غير مطابق للسنة قول الرسول صلى الله عليه وسلم: (من أحدث في أمرنا ما ليس منه فهو رد) متفق عليه، وفي لفظ لـ مسلم: (من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد).

فإذا: لا بد من الأمرين: إخلاص، ومتابعة، لا بد من تجريد الإخلاص لله وحده، ولا بد من تجريد المتابعة للرسول صلى الله عليه وسلم، وهذا هو مقتضى أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله؛ لأن مقتضى أشهد أن لا إله إلا الله الإخلاص، ومقتضى أشهد أن محمدا رسول الله اتباع الرسول صلى الله عليه وسلم والسير على نهجه، وأن يكون العمل مطابقا لسنته صلى الله عليه وسلم.

ومما يوضح أن حسن القصد لا يكفي ما جاء في الصحيح عن أحد الصحابة رضي الله تعالى عنهم وأرضاهم أنه في يوم عيد الأضحى ذبح أضحيته قبل الصلاة؛ لأنه يعلم أن الناس بحاجة إلى اللحم، وأنهم مشتهون للحم، فأراد أن تذبح أضحيته قبل الصلاة وتطبخ فإذا جاء الناس من المصلى وإذا اللحم قد طبخ، فتكون أضحيته أول ما يؤكل منها، فيقدمها للرسول صلى الله عليه وسلم وأصحابه، فلما علم رسول الله صلى الله عليه وسلم بما صنع قال: (شاتك شاة لحم)؛ لأنها ما وقعت في

﴾بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴿

تیسرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر خوش ہونے سے کون منع کرتا ہے اور یہ بات بار بار ذکر کی جا چکی ہے کہ اصل کلام مروّجہ میلاد کے بارے میں ہے، نہ کہ آپ کی ولادت پر جائز خوشی کے بارے میں، جو نہ میلاد کے ساتھ خاص ہے اور نہ ربیع الاول کے ساتھ۔

”وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ“ سے استدلال

ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید کی سورہ انشراح میں ارشاد ہے کہ:

”وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ“ (سورة الانشراح)

ترجمہ: اور بلند کر دیا ہم نے آپ کے لیے، آپ کے ذکر کو (سورہ انشراح)

تو ہمیں بھی چاہئے کہ 12 / ربیع الاول کو آپ کا ذکر بلند کریں۔

اس کا اصولی جواب بھی وہی ہے، جو بار بار ذکر کیا جا چکا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں کسی مفسر نے مروّجہ میلاد النبی کا ذکر نہیں کیا، دوسرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ مبارک سے ہرگز منع نہیں کیا جاتا، بلکہ اس میں جو منکرات اور خرابیاں شامل ہیں، جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے، ان سے منع کیا جاتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الوقت المحدد؛ لأن الذبح لا يكون إلا بعد صلاة العيد بعد أن يرجع الناس من المصلى، وقبل أن يخرجوا المصلى لا يذبحون، ولو ذبحوا ما أجزأهم ذلک، فهذا الصحابی قال له الرسول صلى الله عليه وسلم: (شاتک شاة لحم) فكان قصده طيبا وحسنا، ولا إشكال فی حسن القصد هذا، لكن العمل لما وقع غير مطابق للسنة لم يعتبر، فقال له النبی صلى الله عليه وسلم: (شاتک شاة لحم) يعنی: مثل الذبيحة التی تذبح فی أی يوم من السنة للأكل، وأما أيام الذبح والنحر فهی أربعة: يوم العيد- عيد الأضحى - وثلاثة أيام بعده التی هی أيام التشريق.

نقل الحافظ ابن حجر فی فتح الباری نقلا عن بعض أهل العلم قال: وفی هذا دليل على أن العمل لا يعتبر إلا إذا وقع مطابقا للسنة، ولا يكفی حسن قصد الفاعل.

يعنی: إن العمل لا يعتبر إلا إذا كان مطابقا للسنة ولو كان قصد صاحبه حسنا، وليس معناه: أنه يصير سنة وإن كان بدعة، والرسول صلى الله عليه وسلم بين للصحابی أن شاته شاة لحم(شرح سنن ابی داؤد، لعبدالمحسن العباد، كتاب الصوم، باب ما جاء فی صوم الدهر تطوعا،شرح حديث : أرأيت صوم يوم الإثنين ويوم الخميس)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا وآخرت میں آپ کے نام اورذکر کواونچا مقام عطافرمایا، اذان اوراقامت میں اورنماز کے قعدہ میں آپ کا ذکر موجود ہے، اورسب سے بڑھ کر یہ کہ کلمہ میں آپ کا ذکر ہے، اوردنیا کے چپے چپے پر ہروقت آپ کا ذکرِ خیرانتہائی احترام اورعظمت کے ساتھ کیا جاتا ہے، اور ہرنماز میں آپ پردرودوسلام پڑھا جاتا ہے، اورآپ کی ہر ہر سنت پرعمل کرکے آپ کا نام بلند کیا جاتا ہے۔

یہ سب کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بلند کرنے میں داخل ہیں، ان کاموں کوچھوڑکر غیروں کے طریقے پرنام بلند کرنے کی، نہ اللہ کوضرورت ہے، اورنہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

”وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ“ سے استدلال

ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کے بیان کرنے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ سورہ ضحیٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ“ (سورة الضحیٰ)

ترجمہ: اورآپ اپنے رب کی نعمت کو بیان کیجیے (سورہ ضحیٰ)

اورنبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی بہت بڑی نعمت ہے، اورمیلاد میں اللہ تعالیٰ کی اسی نعمت کا ذکرکیا جاتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا ذکرکرنے سے کب انکارکیا جاتا ہے، اصل بحث تو مروّجہ میلاد کے بارے میں ہے، اورمروّجہ میلاد کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں۔

ورنہ تواس آیت کے نازل ہونے پراللہ کا حکم پورا کرنے کے لیے خودرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جشنِ میلاد مناتے، اوردوسروں کوبھی اس کا حکم دیتے، صحابۂ کرام اس پرعمل کرتے، مفسرین ومحدثین اس کا ذکرکرتے، کیا یہ سب حضرات اس آیت کے نازل ہونے کے بعداللہ کا حکم پورا کرنے میں نعوذباللہ، کوتاہی کرتے رہے، اوراس کی تلافی کرنے کی ذمہ داری سینکڑوں سال بعدکے، ان جشنِ عیدمیلادالنبی منانے والوں نے پوری کی، یہ انتہائی تعجب خیزبات ہے۔

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" سے استدلال

ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ جب قرآن مجید کی آخری آیت "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" نازل ہوئی، تو ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی، تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ آیت عید کے ہی دن نازل ہوئی ہے، یعنی جمعہ اور عرفہ کو نازل ہوئی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ عطاءِ نعمت کی تاریخ کو عید بنانا جائز ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر غور کیا جائے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جواب سے خود معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بذاتِ خود عید نہیں بنائی تھی، بلکہ یہ آیت ہی خود عید کے دن نازل ہوئی تھی، یعنی جمعہ اور عرفہ کو، جو دونوں اللہ کے دین میں پہلے ہی بزرگی اور رحمت والے دن ہیں، اور احادیث میں عیدین کے ساتھ کئی اعمال میں مشابہت کی وجہ سے جمعہ کے دن کو عید کے دن سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا يَوْمُ عِيْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ لِلْمُسْلِمِيْنَ فَمَنْ جَاءَ اِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ وَاِنْ كَانَ طِيْبٌ فَلْيَمُسَّ مِنْهُ وَعَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ١٠٩٨، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء فى الزينة يوم الجمعة؛ المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ٧٣٥٥) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے اس (جمعہ کے) دن کو

[1] قال المنذرى: رواه ابن ماجه بإسناد حسن (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ١٠٥٨، كتاب الجمعة الترغيب فى صلاة الجمعة والسعى إليها وما جاء فى فضل يومها وساعتها)
وقال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية سنن ابن ماجه)

مسلمانوں کے لئے عید بنا دیا ہے، لہٰذا جو شخص جمعہ کی نماز کے لئے آئے تو اسے چاہئے کہ غسل کرے اور اگر خوشبو (یعنی عطر وغیرہ) میسر ہو تو اس کو بھی استعمال کرے اور تم مسواک کا بھی اہتمام کرو (ابنِ ماجہ)

پس اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جن دنوں کو اللہ نے پہلے سے عید قرار دے دیا ہے، اس پر اکتفاء کیا جائے، جبکہ عید میلادُ النبی منانے والے، اس کے برعکس اپنی طرف سے ایک اور عید کا اضافہ کرکے، عید بناتے اور مناتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں داخلہ کی خوشی سے استدلال

ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے موقعہ پر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے، تو وہاں کے لوگوں نے آپ کا پرجوش طریقہ پر استقبال کیا اور آپ کی شان میں انصار کی چھوٹی بچیوں نے دف بجا کر اشعار پڑھے، اس سے مروّجہ میلاد کے جلوس اور اس موقع پر نعت خوانی اور جشن منانے کا جواز ثابت ہوا۔

حالانکہ اولاً تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ داخل ہونے پر اشعار پڑھنے کی حدیث ہی سند کے لحاظ سے کمزور ہے۔ [1]

---

[1] "لما قدم المدينة جعل النساء والصبيان والولائد يقلن:
طلع البدر علينا من ثنيات الوداع وجب الشكر علينا ما دعا لله داع ."
ضعيف.
رواه أبو الحسن الخلعي في "الفوائد (2 / 59) "وكذا البيهقي في "دلائل النبوة "(2 / 233 - ط) عن الفضل بن الحباب قال: سمعت عبد الله بن محمد بن عائشة يقول فذكره .وهذا إسناد ضعيف رجاله ثقات، لكنه معضل سقط من إسناده ثلاثة رواة أو أكثر، فإن ابن عائشة هذا من شيوخ أحمد وقد أرسله.
وبذلك أعله الحافظ العراقي في "تخريج الإحياء . (2 / 244) "ثم قال البيهقي كما في تاريخ ابن كثير " : (5 / 23)وهذا يذكره علماؤنا عند مقدمه المدينة من مكة لا أنه لما قدم المدينة من ثنيات الوداع عند مقدمه من تبوك ."وهذا الذي حكاه البيهقي عن العلماء جزم به ابن الجوزي

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چہ جائیکہ اس موقع پر دف بجانا کسی مستند حدیث سے ثابت ہو۔

البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ داخل ہونے پر صحابۂ کرام کو خوشی کا ہونا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی "تلبیس إبلیس "(ص 251تحقیق صاحبی الأستاذ خیر الدین وانلی) ، لکن رده المحقق ابن القیم فقال فی "الزاد : (13 / 3) "وهو وهم ظاهر لأن "ثنیات الوداع "إنما هی ناحیة الشام لا یراها القادم من مکة إلی المدینة ولا یمر بها إلا إذا توجه إلی الشام ."

ومع هذا فلا یزال الناس یرو ن خلاف هذا التحقیق، علی أن القصة برمتها غیر ثابتة کما رأیت!

(تنبیه) : أورد الغزالی هذه القصة بزیادة: " بالدف والألحان "ولا أصل لها کما أشار لذلک الحافظ العراقی بقوله: " ولیس فیه ذکر للدف والألحان ."وقد اغتر بهذه الزیادة بعضهم فأورد القصة بها، مستدلا علی جواز الأناشید النبویة المعروفة الیوم! فیقال له: " أثبت العرش ثم انقش !" علی أنه لو صحت القصة لما کان فیها حجة علی ما ذهبوا إلیه کما سبقت الإشارة لهذا عند الحدیث (579)فأغنی عن الإعادة(سلسلة الاحادیث الضعیفة ، تحت رقم الحدیث ۵۹۸)

[1] (قدم المدینة، فلما قدم المدینة، جاء ت الأنصار برجالها ونسائها، فقالوا :إلینا یا رسول الله! فقال:دعوا الناقة ؛ فإنها مأمورة ، فبرکت علی باب أبی أیوب، قال :فخرجت جوار من بنی النجار یضربن بالدفوف وهن یقلن : نحن جوار من بنی النجار * * یا حبذا محمد من جار فخرج إلیهم رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال : أتحبونی ؟ فقالوا :إی والله یا رسول الله قال : وأنا والله أحبکم ، وأنا والله أحبکم ، وأنا والله أحبکم (منکر بهذا التمام .أخرجه البیهقی فی "دلائل النبوة" (۲/۵۰۸) من طریق أبی عبد الله الحاکم بسنده عن محمد بن سلیمان بن إسماعیل بن أبی الورد قال :حدثنا إبراهیم بن صِرمة قال :حدثنا یحیی بن سعید عن إسحاق بن عبد الله بن أبی طلحة عن أنس قال ... :فذکره. قلت :وهذا إسناد واهٍ، آفته إبراهیم بن صِرمة -وهو :الأنصاری -، قال ابن عدی فی "الکامل "(۱/۲۵۲،۲۵۳)حدث عن یحیی بن سعید الأنصاری بنسخ لا یحدّث بها غیره، ولا یتابعه علی حدیث منها . "ثم قال":وعامة أحادیثه، إما أن تکون مناکیر المتن، أو تنقلب علیه الأسانید، وبیّنٌ علی أحادیثه ضَعفُه ."وفی "اللسان:" "وقال ابن معین :کذاب خبیث " والروای عنه محمد بن سلیمان بن إسماعیل بن أبی الورد، لم أجد له ترجمة .وفی "الجرح والتعدیل "(۳/۲۶۹) ما نصه: "محمد بن سلیمان الأنصاری، روی عن ...(کذا الأصل، یشیر إلی أنه لا یُقرأ) سمعت أبی یقول :وهو مجهول ."فیحتمل أن یکون هو هذا .والله أعلم. ولقصة الجواری، والضرب بالدف شاهد من حدیث أنس، ولکن لیس فیه أن ذلک کان عند قدومه صلی الله علیه وسلم المدینة، بل فی روایة أن ذلک کان فی عرس، وهو الراجح -کما تقدم بیانه فی تخریج حدیث أنس برقم (۳۱۵۴)، من المجلد السابع من "الصحیحة . - "والله سبحانه وتعالی أعلم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے وقت خوشی کا ہونا، بلکہ آپ کے استقبال کے لئے اجتماع ہوجانا، ایک علیٰحدہ مسئلہ ہے، اس کو عید میلاد کے جلوس سے کیا تعلق ہے؟ اور یہ بھی سوچنا چاہئے کہ کیا صحابۂ کرام ہر سال ہجرت کے دن جلوس نکالا کرتے تھے؟ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو آپ کے مدینہ منورہ میں پہلی مرتبہ داخل ہونے کے وقت تھا، جو کہ بارہ ربیع الاوّل کی تاریخ نہ تھی، یومِ ولادت کے موقعہ پر کبھی ایسا نہیں ہوا۔

اور نہ ہی ہر سال ربیع الاول کے موقع پر اس طرح کی خوشی کا اظہار صحابۂ کرام سے ثابت ہے۔

سوچنے کا مقام ہے کہ ایک عمل تو خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے متعلق ہو، اور دوسرا عمل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے بجائے، ولادت کی تاریخ کی نسبت سے ہو، دونوں باتوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

پھر 12 ربیع الاول کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی حتمی تاریخ سمجھنا ہی درست نہیں، کیونکہ اس میں سخت اختلاف ہے، جیسا کہ شروع میں ذکر کیا گیا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأما ماذكره الغزالي في "الإحياء" (٢/٢٧٧) من إنشاد النساء على السطوح بالدف والألحان، عند قدوم النبي صلى الله عليه وسلم: طلع البدر علينا من ثنيات الوداع * * *وجب الشكر علينا مادعا لله داع فهو مما لا أصل له، وإنما رواه البيهقي وغيره من طريق إبن عائشة، قال ...فذكره مختصراً، دون ذكر السطوح والدف والألحان، ثم هو تضعيف معضل -كما تقدم بيانه في المجلد الثاني برقم (٥٩٨) وأزيد هنا فأقولك :قال الحافظ في "الفتح "(٤/٢٦٢)"وهو سند معضل، ولعل ذلك كان في قدومه من غزوة تبوك ." وإن مما يؤكد نكارة ذكر الدفوف في قصة إستقباله صلى الله عليه وسلم قول البراء بن عازب رضي الله عنه : ثم قدم النبي صلى الله عليه وسلم المدينة، فما رأيت أهل المدينة فرحوا بشيء فرحهم برسول الله صلى الله عليه وسلم ، حتى جعل الإماء يقُلن :قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم . رواه البخاري (٣٩٢٥) وغيره، وهو مخرج في "تخريج فقه السيرة "(ص ١٦٩ ،دار القلم) ومثله حديث أنس بن مالك رضي الله عنه(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ٢٥٠٨)

”بدعتِ حسنہ“ سے استدلال

بعض لوگ مروّجہ میلاد کو بدعتِ حسنہ (یعنی اچھی بدعت) قرار دیتے ہیں۔

حالانکہ یہ بدعتِ حسنہ نہیں، بلکہ بدعتِ سیئہ ہے، کیونکہ عید میلاد کا سبب خواہ ولادت کو قرار دیا جائے، یا اسلام کی شوکت کو، بہرحال یہ سبب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے دور میں بھی موجود تھا، بلکہ اس وقت اس کی زیادہ ضرورت تھی، لیکن جب آپ کے اور آپ کے بعد خیر القرون کے دور میں یہ عمل نہیں ہوا، تو اس سے اس رسم کا بدعتِ سیئہ ہونا واضح ہو گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ ہونے سے استدلال

بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ میلادُ النبی اس لئے منائی جاتی ہے، تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ ہو اور آپ کی محبت وتعظیم دلوں میں پیدا ہو اور آپ کا ذکر کیا جائے، تاکہ لوگوں کو اس کی معرفت اور علم حاصل ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان اغراض کے لئے دوسرے جائز طریقے موجود ہیں، جن پر مروّجہ میلاد النبی کے رائج ہونے سے پہلے بھی عمل ہوتا رہا ہے اور اہلِ حق حضرات اب بھی عمل کرتے ہیں۔

کیا اس مقصد کے لیے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا، یا اس کا دوسروں کو حکم فرمایا، یا پھر مفسرین ومحدثینِ عظام نے اس کی ترغیب وتاکید بیان کی؟ ظاہر ہے کہ نہیں۔

پھر خود سے اس طرح کے استدلال کر کے سندِ جواز پکڑنا کہاں کا انصاف ہے؟

اور اس طرح استدلال کرنے کا ہر ایک کے لیے راستہ کھول دیا جائے، تو پھر سب بدعات کی کھلی چھٹی مل جائے گی، کیونکہ بدعات کے لیے بھی اسی طرح کی دلیلیں پیش کی جاتی ہیں۔

بعض اہلِ علم کی عبارات سے استدلال

بعض لوگ مروّجہ میلاد کو ثابت کرنے کے لئے بعض بزرگانِ دین کی عبارات بھی پیش کرتے

ہیں کہ انہوں نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اہلِ حق محققین حضرات اور بزرگانِ دین نے جس میلاد کو جائز قرار دیا ہے، وہ حقیقی میلاد ہے نہ کہ مروّجہ رسمی میلاد (جو کہ بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے) اور منکرات ومفاسد سے خالی حقیقی میلاد کو کوئی بھی ناجائز قرار نہیں دیتا، حقیقی ورسمی میلاد کی تفصیل پہلے ذکر کی جا چکی ہے (ملاحظہ ہو''اصلاح الرسوم''صفحہ ۱۱۹، ۱۲۰۔ تیسرا باب، پہلی فصل)

اصولی بات

مذکورہ تمام شبہات اور مغالطوں کا ایک اصولی جواب، جو سب کے لئے کافی ہے، یہ ہے کہ جو آیات واحادیث وروایات وغیرہ اس سلسلہ میں پیش کی جاتی ہیں، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں اور آپ نے ارشاد فرمائیں اور صحابۂ کرام نے براہِ راست سماعت فرمائیں، اور ساتھ ہی ان کی تفسیر، تشریح اور مطلب ومفہوم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھا، اور سمجھایا، اور پھر سلسلہ آگے چلتا رہا، اگر ان کا تعلق مروّجہ میلادُ النبی سے ہوتا، تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ضرور اس پر عمل کرتے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کے بعد فقہائے کرام بھی، اس کا ذکر اور اس پر عمل کرتے؟ اور ان دلائل کو امت کے سامنے ضرور رکھتے؟

مگر جب انہوں نے ایسا نہیں کیا، تو بعد میں اپنی طرف سے اس طرح خلطِ مبحث کرنا درست نہیں، جو سخت جرم ہے، اور اس طرح کا طریقہ، یہودیوں میں رائج رہا ہے، جنہوں نے تورات کو تحریف کے عملِ جراحی سے گزار کر تورات کی سچی آسمانی تعلیمات کو دنیا سے ناپید کر دیا، اور اپنی من مانی تشریحات کو تورات کے نام پر رائج کر کے ایک صحیح آسمانی مذہب کو گمراہی وضلالت کا طومار بنا دیا۔

کیا اسلام کے نادان دوست، عشقِ رسول کے نام سے اسلام میں عیسائیت ویہودیت کی تاریخ دہرانا چاہتے ہیں، اور قرآن وحدیث کی اصل تعلیمات کو مٹا کر اپنی من مانی تاویلات

وترجیحات یا خواہشات پر دین ہونے کا لیبل لگانا چاہتے ہیں؟

امید ہے کہ اہلِ انصاف کو اس مسئلہ میں شبہ نہ رہے گا اور افراط وتفریط سے اپنے آپ کو بچائیں گے، اور علمائے مصلحینِ امت سے عداوت وبدگمانی اور ان کی شان میں اہانت وبدزبانی گوارا نہ رکھیں گے اور دن رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور حقیقی محبت کو اختیار اور واتباعِ سنت پر عمل کی کوشش کریں گے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّکَ وَحُبَّ نَبِیِّکَ وَاِتِّبَاعَ سُنَّتِہٖ وَتَوَفَّنَا عَلٰی مِلَّتِہٖ وَاحْشُرْنَا فِیْ زُمْرَتِہٖ.

ترجمہ: اے اللہ ہمیں اپنی اور اپنے نبی کی محبت عطا فرما دیجئے اور اپنے نبی کی اتباع کی توفیق عطا فرما دیجئے اور ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر وفات دیجئے اور ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں قیامت کے روز اٹھایئے۔

(اصلاح الرسوم، صفحہ ۱۲۰، ۱۲۱۔ تیسرا باب، پہلی فصل بتغیر واضافہ)

آمین فقط

وَاللہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان خان ۳/ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ 16/ مئی 2002ء بروز جمعرات

اضافہ واصلاح ۱۱/ شعبان ۱۴۲۷ھ 5 ستمبر 2006ء

نظرِ ثانی تخریج واضافہ: مورخہ ۲۱/ محرم الحرام/ ۱۴۳۲ھ 29/ دسمبر/ 2010ء بروز بدھ

30/ جمادی الاولیٰ/ 1440 ہجری 6/ فروری/ 2019 عیسوی، بروز بدھ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

(خاتمہ)

ماہِ ربیع الاول کے چند اہم تاریخی واقعات

(مرتب: مولانا طارق محمود: ادارہ غفران، راولپنڈی)

پہلی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□...... ماہِ ربیع الاول ۱ ھ: میں مسجد قباء کی تعمیر ہوئی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے، تو شہر سے کچھ پہلے چند روز کیلئے ٹھہر گئے تھے، مسجد تو تھی نہیں، دو تین روز گھر میں نماز پڑھتے رہے، پھر ایک جگہ منتخب فرما کر مسجد بنانے کا ارادہ فرمایا۔ تعمیری کام میں بنفسِ نفیس سید الانبیاء سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم شریک رہے۔ وزنی وزنی پتھر اٹھانے سے کمر مبارک خم کھانے لگی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے منع کرنے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر محنت فرماتے رہے، اور اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر میں ہمہ تن مصروف وشریکِ عمل رہے، تعمیر میں پہلا پتھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، دوسرا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے، تیسرا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رکھا تھا، اور اسی مسجد کے بارے میں آیت لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی الخ (التوبة) نازل ہوئی۔

(البداية والنهاية ج ۳ ص ۲۵۴، فصل ولما حل الركاب النبوى بالمدينة، دار إحياء التراث العربى، بيروت، معارف القرآن ج ۴، ص ۴۵۹)

□...... ماہِ ربیع الاول ۳ ھ: میں حضرت اُمِ کلثوم بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا۔

اس سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں، جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا، تو نبی صلی

اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبریل، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیٹی حضرت امِ کلثوم سے نکاح کرنے کا حکم لے کر نازل ہوئے اور آپ نے نکاح فرمادیا، اس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دوہری دامادی کے رشتہ کا شرف حاصل ہوا، اوراسی وجہ سے آپ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔

(البداية والنهاية لابنِ كثير ج ۴ ص ۶، سرية زيد بن حارثة إلى ذى القردة، رحمة للعالمين ج ۱ ص ۱۱۶)

❑......ماہِ ربیع الاول ۵ھ: میں غزوۂ دومۃُ الجندل ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی کہ دومۃُ الجندل بستی میں کفار جمع ہیں، اور راہ گیروں کو لوٹتے ہیں، اور آہستہ آہستہ مدینہ کی طرف بڑھ رہے ہیں، تو ایک لشکر کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف روانہ ہوئے، جب انہیں اطلاع ہوئی، تو وہ بھاگ نکلے، تعاقب بھی کیا گیا، مگر ایک شخص محمد بن سلمہ کے علاوہ کوئی ہاتھ نہیں آیا، محمد بن سلمہ بعد میں بخوشی اسلام لے آئے۔

(البداية والنهاية ج ۴ ص ۱۰۵، غزوة دومة الجندل، غزوات النبی ص ۳۱۳ میں ۴ ہجری کے آخر کو ترجیح دی گئی ہے)

❑......ماہِ ربیع الاول ۹ھ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔

آپ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، تقریباً اٹھارہ ماہ عمر تھی، آپ پیدل بھی چلنے لگے تھے، بیمار ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آخری وقت میں گود میں اٹھایا، تو سانس اکھڑ رہی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابراہیم! حکمِ الٰہی کے سامنے ہم تیرے کسی کام نہیں آسکتے، ہمیں تمہارا دکھ ہے، آنکھیں پُرنم ہیں اور دل غمگین، مگر اس موقعہ پر اللہ کی ناراضگی کی کوئی بات نہیں کہیں گے، اتفاقاً اس موقع پر سورج گرہن ہوگیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج چاند کسی کی موت سے نہیں گہناتے، وہ تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، جب گرہن دیکھو تو نماز پڑھو، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانۂ جاہلیت کے اس فاسد عقیدہ کی تردید کے لئے فرمائی کہ اہلِ جاہلیت چاند یا سورج گرہن ہونے

کا کسی خاص شخصیت کی پیدائش یا وفات سے تعلق جوڑتے تھے، اور اتفاقاً اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لختِ جگر کا انتقال ہوا، چنانچہ بعض لوگوں کا ذہن سابق عادت کے مطابق اس طرف گیا، آپ کے فرمانے سے اس فاسد عقیدہ کی اصلاح ہوئی (رحمۃ للعالمین ج ۲ ص ۱۰۵، البدایۃ والنہایۃ ج ۵ ص ۳۲۹، فصل ذکر اولاد رسول اللہ ﷺ)

□...... ماہِ ربیع الاول ۱۶ھ: میں قرقیسیا فتح ہوا۔

قادسیہ، مدائن، جلولاء، میں کفار پے در پے ہزیمت اٹھا کر اب ھیت نامی جگہ میں جمع ہو رہے تھے، اور ھرقل کے حکم سے مزید افواج بھی مدد کے لئے اکٹھی ہو رہی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے امیرِ لشکر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن مالک کو ھیت کی فتح کے لئے ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا، اہلِ ھیت تو خندقیں کھود کر محصور ہو کر بیٹھ گئے، حضرت عمر بن مالک رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ فتح اتنی جلدی نہیں ہونے کی تو کچھ فوج یہاں چھوڑ کر باقی فوج کے ساتھ قریبی علاقے قرقیسیا کی فتح کے لئے روانہ ہوئے اور ان پر غلبہ حاصل کیا (البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۸۴، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، فتح قرقیسیا)

□...... ماہِ ربیع الاول ۱۸ھ: میں صحابیٔ رسول حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔

آپ نے غزوۂ بدر میں بھی شرکت فرمائی، اور ان چار صحابۂ کرام میں آپ بھی شامل تھے، جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن مجید جمع کیا، صحابۂ کرام میں حلال اور حرام کو سب سے زیادہ سمجھنے والے آپ تھے، آپ کی وفات شام میں طاعون کے مرض سے ہوئی۔

(البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۱۰۹ معاذ بن جبل، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ لابنِ حجر، ج ۶ ص ۱۰۹، تحت ترجمۃ معاذ بن جبل، رقم الترجمۃ ۸۰۵۵)

□...... ماہِ ربیع الاول ۲۰ھ: میں ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔

۳ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وحی کے ذریعے حکم ہونے پر نکاح فرمایا، حضرت

زینب رضی اللہ عنہ باقی ازواجِ مطہرات پر اس کی وجہ سے فخر بھی کیا کرتی تھیں، ان کی وجہ سے پردے کی آیت نازل ہوئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ازواجِ مطہرات میں سب سے پہلے آپ ہی کی وفات ہوئی، ۵۰ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة لابنِ حجر، ج۸ص ۱۵۵، کتاب النساء، تحت ترجمة زینب بنتِ جحش، رقم الترجمة ۱۱۲۲۸، حرف الزای بعدها یاء، البدایة والنهایة ج۷ص ۱۱۹، سنة عشرین من الهجرة)

□......ماہِ ربیع الاول ۸۲ھ: میں حجاج بن یوسف نے ''واسط'' نامی شہر تعمیر کیا (تقویم تاریخی ص ۲۰)

اس شہر کے تعمیر کرنے کا سبب یہ ہوا کہ حجاج نے ایک راہب کو گدھی پر سوار دیکھا، جب وہ واسط مقام کی جگہ پر پہنچا، تو اس کی گدھی نے پیشاب کیا، تو اس راہب نے اتر کر اس جگہ کو کھود کر اس ساری مٹی کو دجلہ میں پھینک دیا، حجاج نے جب اس سے وجہ پوچھی، تو اس نے کہا کہ اصل میں ہماری کتابوں میں یہ بات موجود ہے کہ یہاں پر ایک مسجد بنائے جائے گی اور اس میں قیامت تک اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوگی، تو حجاج نے یہاں پر واسط شہر کی بنیادیں رکھیں اور اس جگہ پر اس نے مسجد بنائی (البدایة والنهایة ج ۹ ص ۶۳، بناء واسط میں سن ۸۳ھ لکھا ہے)

دوسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......ماہِ ربیع الاول ۱۱۰ھ: میں ''حذیفہ بن احوص قیسی'' اندلس کا والی مقرر ہوا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی وفات وخلافت کے بعد جو لوگ بھی تختِ خلافت پر متمکن ہوئے، ان کے مجموعی طرزِ عمل سے پرانی عصبیتیں (ایک علاقے، قبیلہ، خاندان اور نسبت کے لوگوں کا محض ان نسبتوں کی بنیاد پر اپنے حریف دوسرے گروہوں کو ہمہ وقت نیچا کرنے کی تگ ودو میں لگے رہنا) پھر سے برسرِ عام ہوئیں، ان وقتوں میں جماعتی وقومی عصبیتوں سے حکومت کا متاثر ہونا عام تھا، چنانچہ مرکزِ اسلام کے ساتھ ساتھ دیگر ممالکِ مقبوضہ کی طرح اندلس میں بھی ہر گروہ وجماعت اپنے ہمنوا کو برسر اقتدار لانے اور حریف کو عزل کا پروانہ

تھما دینے کی بے کار کوششوں میں لگا رہتا، حتی کہ اہلِ اندلس مسلمانوں کی توجہ حقیقی دشمنوں یہود ونصاریٰ سے ہٹ کر عصبیت کی کشمکش اور سیاسی ہیجان واضطراب کی طرف مبذول ہو کر رہ گئی، اسی کا نتیجہ تھا کہ حذیفہ بن احوص قیسی جو ربیع الاول ۱۱۰ھ میں اندلس کا والی مقرر ہوا، اور اس نے آتے ہی فوجی نقل وحرکت شروع کی اور ایک نئے شہر مقوقشہ کے فتح کرنے میں کامیاب ہوا، مگر اسی سال شعبان ۱۱۰ھ میں ہی عصبیت کا نشانہ بنتے ہوئے معزول ہو گیا۔

(الکامل فی التاریخ لابن الاثیر ج۴ ص۱۸۷، ثم دخلت سنة تسع ومائة، تاریخِ اندلس ص ۱۴۹، تاریخِ ملت ج ا ص ۷۴۳)

□...... ماہِ ربیع الاول ۱۳۱ھ: میں نصر بن سیار فوت ہوا۔

نصر بن سیار اموی حکومت کی طرف سے خراسان کا والی مقرر تھا، اور عربی قبیلہ بنومضر کا منتخب سردار بھی تھا، اس طرح دیگر عربی قبائل کے سردار بھی قدیم ترتیب کے مطابق تھے، لیکن آپس کے اتحاد سے محروم تھے، عصبیت ودیگر وجوہات کے مرتکب تھے جس سے افتراق وانتشار جنگ وجدال کی راہ ہموار ہوتی ہے، اسی دوران عباسی تحریک کی داغ بیل ڈالنے کے محرکِ اعظم ابوابراہیم محمد بن علی سجاد بن عبداللہ بن عباس نے اپنی تحریک کی کامیابی کے لئے خراسان میں ایک ذہین سیاست دان، شاطر اور جری شخص ابومسلم خراسانی کو اپنے زیرِ ہدایت کام کرنے کے لئے مقرر کیا، جس کی روز بروز بڑھتی ہوئی کوششوں سے خفیہ طور پر کثرت سے لوگ عباسی تحریک میں شمولیت کے لئے ابومسلم کے زیرِ علَم آنے لگے، ابومسلم کے عزائم میں بڑے بڑے قبائل کے سرداروں کا خاتمہ بھی تھا، جب یہ خبر قبائل کے سرداروں تک جا پہنچی، سردارانِ قبائل اپنے اپنے طور پر ابومسلم کی بڑھتی ہوئی کامیابی سے فکر مند تھے ہی، اس راز کے افشا کے بعد چند لوگوں کی کوششوں سے تمام قبائل میں اتحاد ومصالحت ہوگئی، جو ابومسلم کی بڑھتی ہوئی کامیابیوں پر کاری ضرب تھی، ابومسلم نے اپنی سیاسی شاطرانہ چالوں کے ساتھ قبائل کی سابقہ عداوتوں کو ہوا دے کر اتحاد ویک جائی کو پھر سے تلوار کی نوک پر

لا کھڑا کیا، اور دیگر قبائل کی حمایت میں نصر بن سیار سے جنگ کی، نصر کو شکست ہوئی، اور نصر خراسان چھوڑ کر بھاگ گیا، مختلف علاقوں کا سفر کرتے ہوئے بیمار ہو کر ربیع الاول ۱۳۱ھ میں فوت ہو گیا (البداية والنهاية ج ۱۰ ص ۴۰، ثم دخلت سنة إحدى وثلاثين ومائة، دار إحياء التراث العربي، بيروت، تاریخِ ملت ج ۲ ص ۳۱ تا ۴۸)

□...... ماہِ ربیع الاول ۱۳۲ھ: میں ابوالعباس عبداللہ سفاح نے قوتِ بازو کے زور پر پہلے عباسی حاکم وبادشاہ کی حیثیت سے کھلے عام لوگوں سے بیعت لی۔

تحریکِ عباسیہ پس پردہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جیسے خلیفہ راشد کے دور میں ابوابراہیم محمد بن علی سجاد کی سرکردگی میں خفیہ طور پر شروع ہوئی تھی اور تقریباً ستائیس سال تک یعنی مروان بن محمد بن مروان کے شروع دور تک خفیہ طور پر کام کرتی رہی، حکومتِ وقت کے ہاتھ لگنے پر پھانسی، سرقلم، ناک کٹوانا اور قید وبند کی مختلف صعوبتیں جھیلنے پر تحریک کے افراد میں لازمی طور پر جذبات کا ابھار اور نئے افراد کے لئے نتیجتاً حکومتِ وقت سے پنجہ آزمائی کے عزائم پیدا ہونے لگے، تاآنکہ عظیم جمعیت کے ساتھ براہِ راست حکومت سے ٹکر لینے کا تجربہ ہو جانے پر ابوابراہیم کی وفات کے بعد تحریک عباسیہ کے متفقہ قائد عبداللہ سفاح نے کوفہ کی جامع مسجد میں کھلے عام اس قدر لوگوں سے بیعت لی کہ صبح سے رات تک بیعت کا سلسلہ جاری رہا (الکامل فی التاریخ لابنِ اثیر، ج ۵ ص ۵، ثم دخلت سنة اثنتين وثلاثين ومائة)

□...... ماہِ ربیع الاول ۱۳۷ھ: میں جنگ نصیبین ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۲۵)

حکومتِ عباسیہ کے پہلے نامزد حاکم عبداللہ سفاح کے انتقال کے بعد جب ابو جعفر منصور ولی عہد ہونے کی وجہ سے خلیفہ مقرر ہوا، تو ابوالعباس سفاح کے مقرر کردہ شام کی طرف کے فوجی کمانڈر عبداللہ بن علی العباسی نے اپنی فوج اور علاقے کے امراء وسرداروں کو اکٹھا کر کے سفاح کے مرنے کی خبر بھی سنائی، اور بتایا کہ سفاح نے مجھے (اموی حکومت کے آخری) حاکم وصدر مروان بن محمد بن مروان کی کمر توڑنے کے لئے بھیجا تھا، اور کہا تھا کہ اگر تم کامیاب

ہو جاؤ گے، تو میرے بعد حکومت تمہارے سپرد ہوگی، اس بات کی گواہی چند سرداروں نے بھی دے دی، تو حاضرین تمام لوگوں نے عبداللہ بن علی العباسی کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس کی حکومت کو تسلیم کر لیا، عبداللہ ان لوگوں کے ساتھ چھوٹے علاقوں کو زیرِ نگیں کرتا ہوا حرّان پہنچا، چالیس یوم کے محاصرے کے بعد حرّان پر اس کا قبضہ ہوا، ابو جعفر منصور نے عبداللہ کی بغاوت وسرزنش کو کچلنے کے لئے ابو مسلم خراسانی کو روانہ کیا، دونوں لشکر نصیبین کے مقام پر آمنے سامنے ہوئے، دونوں میں پندرہ ماہ تک موقعہ بموقعہ زبردست معرکے ہوئے بالآخر ابو مسلم اپنی سابقہ شاطرانہ ومجرب چالوں اور جنگی تخریب کاریوں کے باعث یہ معرکہ جیت گیا، اور عبداللہ بن علی کو شکست کا سامنا ہوا، میدانِ جنگ ہاتھ آ جانے کے بعد ابو مسلم نے شامیوں کے حق میں امنِ عام کا اعلان کر دیا (البداية والنهاية، ج ١٠ ص ٦٧٢٦، ثم دخلت سنة سبع وثلاثين ومائة، ذكر خروج عبد الله بن علی علی ابن أخيه المنصور)

□...... ماہِ ربیع الاول ١٦٥ھ: میں ھارون الرشید نے روم پر چڑھائی کی (تقویمِ تاریخی ص ۴۲)

مہدی نے اپنے دورِ خلافت میں اپنے بیٹے کو اپنے امیر اور حاجب ربیع کے ساتھ تقریباً ایک لاکھ فوج دے کر رومیوں پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا، ھارون برابر رومیوں کو شکست دیتا ہوا اور قتل کرتا ہوا اور ان کے شہروں کو غارت کرتا ہوا قسطنطنیہ تک پہنچ گیا، اس وقت قسطنطنیہ کے تخت پر ایک عورت غسطہ حکمران تھی جو قیصر الیوک کی بیگم تھی اور اپنے نابالغ بیٹے کی طرف سے حکومت کر رہی تھی، اس نے ستر ہزار دینار سالانہ جزیہ دینا منظور کر کے رومیوں کی طرف سے صلح کر لی، اور یہ شرط بھی قبول کر لی کہ قسطنطنیہ کے بازار میں مسلمانوں کی آمد ورفت اور خرید وفروخت کی ممانعت نہیں کی جائے گی (تاریخِ اسلام ج ۲ ص ۳۱۹، از اکبر شاہ خان صاحب)

□...... ماہِ ربیع الاول ١٦٧ھ: میں عباسی خلیفہ مہدی نے مسجد الحرام مکۃ المکرّمہ کی توسیع کرائی (تقویمِ تاریخی ص ۴۲)

اس نے ١٦٠ھ میں بھی تھوڑی توسیع کرائی تھی، ١٦٧ھ میں اس نے قرب وجوار کے بہت

سے مکانات خرید کر منہدم کروادیئے ،اسی طرح صفا اور وادی کے درمیان جتنے مکانات تھے سب خرید کر منہدم کروادیئے ،باب بنی سہم سے اس نے توسیع کرائی کیونکہ یہ سمت اونچی تھی (تاریخ المکۃ المکرّمہ ج۲ص۳۰۵)

□......ماہِ ربیع الاول ۱۷۰ھ: میں عباسی خلیفہ موسیٰ ھادی کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص۴۳) وفات کے وقت آپ کی عمر ۲۶ سال تھی، عالمِ اسلام پر اس وقت عباسیوں کا دورِ حکومت تھا، موسیٰ ھادی کی مدتِ حکومت ایک سال تین مہینے تھی،عیسیٰ آباد کے ایک باغ میں ان کو دفن کیا گیا،موسیٰ ھادی بیدار مغز،غیور،فیاض ،بہادر اور سخت گیر حاکم تھا،اس نے اپنے دورِ حکومت میں دین واسلام کے باغی ملحدوں اور زندیقوں کا بڑی سختی سے مقابلہ کیا،خاص طور پر مانَی مذہب کی تو بہت سرکوبی کی، اگر یہ کچھ دنوں اور زندہ رہ جاتا تو اس مذہب کا نام ونشان ہی باقی باقی نہ رہتا (مانَی ایک ایرانی النسل شخص تھا زمانہ اسلام سے کئی سو سال پہلے فارس کی سلطنت میں ایک نئے نظریے کا علمبردار بن کر یہ اٹھ کھڑا ہوا بہت لوگ اس کے ساتھ ہوگئے، اس کے عجیب وغریب نظریات میں سے سب سے خطرناک اور تباہ کن نظریہ یہ تھا کہ انسانی نسل جب تک باقی رہے گی دنیا میں شر پھیلتا رہے گا ،اور ظلمت کا نور سے التباس ہوتا رہے گا اس لئے وہ تجرد کی دعوت دیتا تھا،نکاح اور مرد وعورت کے ملاپ سے منع کرتا تھا تا کہ انسانی نسل کا سلسلہ آگے نہ چلے،یہ بہرامؔ گور کا زمانہ تھا ،بہرام گوؔر نے اس کے تباہ کن نظریات اور سرعام اس کا پرچار کرنے پر اسے یہ کہہ کر قتل کردیا کہ یہ شخص دنیا کی تباہی کی دعوت دیتا ہے، لیکن اس کے نظریات کے اثرات کسی نہ کسی درجہ میں بہت عرصے تک لوگوں میں رہے "ماخوز از انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر از مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ") (البدایة والنھایة ج۱۰ ص ۱۷۰، ثم دخلت سنة سبعین ومائةمن الھجرة النبویه،وھٰذاذکر شئ من ترجمة الھادی،الکامل ج۵ص ۲۷۲، العبرفی خبرمن غبر ج ۱ ص ۲۵۸ ،تاریخِ اسلام ج۳ص۱۱۰،ازمولانا شاہ معین الدین ندوی)

□......ماہِ ربیع الاول ۱۷۰ھ: میں عباسی خلیفہ ھارون الرشید خلیفہ بنا (تقویمِ تاریخی ص۴۳)

ھارون الرشید دراصل خلیفہ موسیٰ ھادی کے بعد حکومت کے تخت پر بیٹھا، خلافت کے وقت اس کی عمر ۲۲ سال تھی، ھارون کا دورِ حکومت خلافتِ عباسیہ کا زرّیں دور تھا، دولتِ عباسیہ علمی، تمدنی، سیاسی، ہر حیثیت سے کمال تک پہنچ گئی تھی، اسی طرح ھارون کی سلطنت کا رقبہ بھی بڑا وسیع تھا، اور دنیا کے بڑے حصے سے شرعی خراج آتا تھا، اپنے دورِ حکومت میں ھارون نے عدل وانصاف کی فراہمی اور رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے بہت سے کارنامے سرانجام دیئے۔

(البداية والنهاية ج١٠ ص ١٧١، ثم دخلت سنة سبعين ومائة من الهجرة النبويه، خلافة هارون الرشيد من الهادى، الكامل ج٥ ص ٢٧٢، العبر فى خبر من غبر ج ١ ص ٢٥٨، تاریخِ اسلام ج٣ ص١١٢ تا ١٣٧، از مولانا شاہ معین الدین ندوی)

□ ...... ماہِ ربیع الاول ۱۷۴ھ: میں حضرت عبداللہ بن لہیعۃ بن عقبہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

۹۳ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، مشرع بن ھاعان سے روایت کرتے ہیں، آپ مصر کے قاضی بھی رہے ہیں، آپ سے حضرت لیث اور حضرت مبارک رحمہما اللہ وغیرہ حضرات روایت کرتے ہیں (المنتظم فى تاريخ الأمم والملوك لابن الجوزى، ج٩ ص ٤، ثم دخلت سنة أربع وسبعين ومائة)

□ ...... ماہِ ربیع الاول ۱۷۶ھ: میں مشہور محدث حضرت ابوعوانۃ الوضاح رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ یزید بن عطا الیشکری رحمہ اللہ کے غلام تھے، آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔

(العبر فى خبر من غبر للذهبى، ج ١ ص ٢٠٨، سنة ست وسبعين ومئة، البداية والنهاية لابنِ كثير، ج١٠ ص ١٨٣، ثم دخلت سنة سبع وستين ومائة)

□ ...... ماہِ ربیع الاول ۱۷۷ھ: میں حضرت قاضی شریک رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تقویمِ تاریخی ص ۴۵)

آپ ابواسحاق رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، اور احکام وقوانین کو نافذ کرانے میں بہت مشہور تھے، ہفتہ کے دن وفات ہوئی (البداية والنهاية لابنِ كثير ج١٠ ص ١٨٣، ثم دخلت سنة سبع وسبعين ومائة میں وفات ماہِ ذیقعدہ میں لکھی ہے)

□......ماہِ ربیع الاول ۱۷۹ھ: میں امام دارالہجرۃ امام مالک بن انس رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
آپ کی ولادت ۹۴ھ میں ہوئی، آپ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ۱۳ برس چھوٹے تھے، طلبِ علم سے پہلے کپڑے کی تجارت کرتے تھے، آپ کے اساتذہ میں امام محمد بن شہاب زہری رحمہ اللہ خاص اہمیت رکھتے ہیں، فقہی مذاہب میں سے ایک مذہبِ مالکی آپ سے جاری ہوا، اور آپ کے مقلدین کی ایک بہت بڑی تعداد اس وقت دنیا میں موجود ہے، آپ کی تصانیف میں کتاب المؤطا بہت مشہور ہوئی، آپ نے تقریباً دس ہزار احادیث سے انتخاب کر کے مؤطا کو مرتب کیا، آپ زندگی کے آخری سالوں میں تقریباً گوشہ نشین ہو گئے تھے، ۲۲ دن بیمار رہے اور ۱۴ ربیع الاول ۱۷۹ھ ہفتہ کے دن انتقال فرمایا اور مدینہ منورہ کے مشہور و مقبول قبرستان جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

(العبر فی خبر من غبر للذهبی، ج ا ص ۲۱۰، سنة تسع وسبعین ومئة، المنتظم فی تاریخ الملوک والامم لابن الجوزی ج ۹ ص ۴۵، ثم دخلت سنة تسع وسبعین ومائة، سیرت ائمہ اربعہ ص ۹۸ تا ۱۴۰)

□......ماہِ ربیع الاول ۱۸۲ھ: میں حضرت امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
آپ کا شمار دنیائے علم کے عظیم فقہاء، محدثین، قاضیوں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خصوصی شاگردوں میں ہوتا ہے، کوفہ میں پیدا ہوئے اور وہی تعلیم پائی، آپ کے والد کا سایہ جلد ہی آپ کے سر سے اٹھ گیا تھا، اسی بناء پر آپ کی والدہ آپ کو دھوبی کے پاس لے گئیں، تا کہ آپ یہ پیشہ سیکھ کر گھر کی تنگدستی کو دور کرنے کا ذریعہ بنیں، راستے میں آپ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے درس میں بھی جانا شروع کر دیا، سبق میں شمولیت کی پابندی کا اتنا اہتمام تھا کہ عام حالات میں غیر حاضری تو درکنار اپنے سگے بیٹے کی وفات پر بھی کفن دفن کی ذمہ داری رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے سپرد کر کے خود سبق میں شریک رہے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے قوتِ حافظہ اور حاضر دماغی کی دولت سے خوب نوازا تھا، مشہور مؤرخ ومحدث ابنِ جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قاضی ابو یوسف بہت بڑے عالم، بہت بڑے حافظ الحدیث تھے، آپ ھارون الرشید کے دور میں ساری اسلامی دنیا کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے، ممالکِ اسلامیہ

خصوصاً مشرقی مما لک خراسان، ماوراء النہر وغیرہ میں عہدہ قضا کے لئے آپ ہی قاضی نامزد و مقرر رہتے تھے، اس طرح فقہ حنفی کی ان سب مما لک میں ترویج واشاعت ہوئی، عبادت کا یہ عالم تھا کہ قاضی کا عہدہ اوراس کی مصروفیات کے باوجود روزانہ ۲۰۰ رکعت نوافل پڑھتے تھے۔

(العبر فی خبر من غبر للذهبی، ج ۱ ص ۲۱۰، سنة تسع وسبعين ومئة، المنتظم فی تاريخ الملوک والامم لابن الجوزی، ج ۹ ص ۸۰، ثم دخلت سنة اثنتين وثمانين ومائة)

□...... ماہِ ربیع الاول ۱۸۷ھ: میں مختلف اسباب کی وجہ سے خلیفہ ھارون الرشید کو برامکہ خاندان سے بدظن کیا گیا، یہاں تک کہ ھارون الرشید نے جعفر برمکی کو قتل کرادیا، اور یحییٰ اور فضل کو قید کر دیا، خاندانِ برامکہ میں محمد بن خالد کے سوا کوئی فرد قید کی مصیبت سے نہ بچا، ان کے محلات، باغات، جائیدادیں، نقد و جنس غرض سب کچھ ضبط کر لیا گیا، یحییٰ اور فضل دونوں باپ بیٹوں نے جیل کے مصائب اور سختیاں جھیلتے جھیلتے بالترتیب ۱۹۰ھ اور ۱۹۳ھ میں نہایت بے کسی کے عالم میں انتقال کیا (تقویم تاریخی ص ۴۷، تاریخِ اسلام ج ۳ ص ۱۲۸)

□...... ماہِ ربیع الاول ۱۹۵ھ: میں حضرت محمد بن خازم ابو معاویہ تمیمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۱۱۳ھ میں ہوئی، ولادت کے ۴ سال بعد آپ نابینا ہو گئے تھے، ۲۰ سال تک امام اعمش کی شاگردی اختیار کی، علمی مرتبہ میں آپ امام سفیان ثوری اور امام شعبہ رحمہما اللہ سے بھی اونچے تھے، امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن سعید رحمہما اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں، بعض حضرات نے آپ کی وفات ماہِ صفر کے آخر میں بیان کی ہے (المنتظم فی تاريخ الملوک والامم لابن الجوزی، ج ۱۰ ص ۲۲، ثم دخلت سنة خمس وتسعين ومائة)

تیسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□...... ماہِ ربیع الاول ۲۰۲ھ: میں حضرت شیخ القراء ابو محمد یحییٰ بن مبارک بن مغیرہ عدوی بصری نحوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ امیر یزید بن منصور (جوکہ مہدی کا ماموں تھا) کے ساتھ رہتے اوران کے بیٹے کی تربیت کرتے تھے، اس لئے آپ کو ''یزیدی'' کہا جاتا تھا ''علمِ تجوید'' ابوعمرو المازنی رحمہ اللہ سے حاصل کیا، آپ سے ابوعبید، اسحاق الموصلی اور آپ کے بیٹے محمد رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں، آپ کی کئی کتب مشہور ہیں، جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:

''النوادر، المقصود والممدود، الشکل، نوادر اللغة، النحو''

۷۴سال کی عمر میں وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۹ ص ۵۶۰، تحت رقم الترجمة ۲۱۷)

□......ماہِ ربیع الاول ۲۰۳ھ: میں حضرت ابوزکریا یحییٰ بن آدم بن سلیمان اموی کوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی تصانیف کثرت سے ہیں، عیسیٰ بن طہمان، مالک بن مغول، فطر بن خلیفہ، یونس بن اسحاق، مسعر بن کدام اور سفیان ثوری رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، امام احمد، اسحاق، یحییٰ، علی، ابوبکر بن ابی شیبہ، حسن بن علی الخلال، محمد بن رافع اور محمد بن عبداللہ المخرمی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، حضرت ابواسامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

> اپنے زمانہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے مرجع تھے، ان کے بعد ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں، ان کے بعد امام شعبی رحمہ اللہ اپنے زمانہ میں، ان کے بعد امام سفیان ثوری رحمہ اللہ اپنے زمانے میں لوگوں کے مرجع تھے، امام ثوری رحمہ اللہ کے بعد حضرت یحییٰ بن آدم رحمہ اللہ لوگوں کے مرجع تھے۔

حضرت یحییٰ بن آدم رحمہ اللہ کا شمار بڑے ائمہ میں ہوتا تھا، آپ سے جو احادیث مروی ہیں ان میں ایک روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے متعلق بھی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ ہجرت فرمارہے تھے تو جب غارِ ثور کے پاس پہنچے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ذرا ٹھہریئے میں پہلے جاکر غار کو صاف کردوں، ابوبکر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے، تو آپ کی انگلی کو

کوئی چیز لگ گئی، آپ اپنی انگلی سے خون کو صاف کرتے ہوئے یہ شعر فرمارہے تھے: ؎

هَلُ أَنُتِ إِلَّا إِصُبَعٌ دَمِيُتِ وَفِيُ سَبِيُلِ اللّٰهِ مَا لَقِيُتِ

ترجمہ: تو نہیں ہے مگر ایک خون آلود انگلی ہے، اور یہ تجھے جو کچھ پیش آرہا ہے اللہ کے راستے میں پیش آیا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ج۹ ص۵۲۷، تحت رقم الترجمة ۲۰۴، الطبقات الکبریٰ لابنِ سعد ج۶ ص۴۰۳، تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۳۶۰، تہذیب التہذیب ج۱۱ ص۱۵۵)

□......ماہِ ربیع الاول ۲۰۳ھ: میں حضرت ابوداؤد سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی بصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ اصلاً فارسی النسل تھے، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے خاندان کے آزاد کردہ غلام تھے، آپ کی والدہ کا تعلق فارس سے تھا، ایمن بن نابل، ابان بن یزید العطار، ابراہیم بن سعد اور جریر بن حازم رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن منصور کوسج، حجاج بن الشاعر، زید بن اخزم اور عبداللہ بن محمد مسندی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، عمر بن شبہ فرماتے ہیں کہ ان کے شاگردوں نے اصبہان میں ابوداؤد سے چالیس ہزار احادیث اس طرح لکھیں کہ ابوداؤد کے ہاتھوں میں کتاب نہیں تھی، ۷۲ سال کی عمر میں بصرہ میں وفات ہوئی ''وقیل مات فی سنة ۲۰۴ھ''

(تہذیب التہذیب ج۴ ص۱۸۵، تحت رقم الترجمة ۳۱۶، سیر اعلام النبلاء ج۹ ص۳۸۴، تہذیب الکمال ج۱۱ ص۴۰۸)

□......ماہِ ربیع الاول ۲۰۶ھ: میں حضرت حجاج بن محمد مصیصی اعور رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کا اصل تعلق خراسان کے مشہور شہر ''ترمذ'' سے تھا، بعد میں آپ ''مصیصہ'' منتقل ہوگئے، اسرائیل بن یونس، حریز بن عثمان الرحی اور حمزہ بن حبیب الزیات رحمہ اللہ سے آپ نے حدیث روایت کی، امام احمد بن حنبل، حجاج بن یوسف الشاعر اور حسن بن محمد الصباح رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ کو احادیث صحیح اور بہت اچھے طریقے سے یاد تھیں۔

(طبقات الحفاظ للسیوطی،ص ۱۵۲، تحت رقم الترجمة ۳۲۳، الطبقة السادسة، سیر اعلام النبلاء ج۹ص ۴۴۹،تهذیب الکمال ج۵ص ۴۵۶،تذکرة الحفاظ ج ا ص ۳۴۵،التعدیل والتجریح ج ا ص ۵۲۱)

☐......ماہِ ربیع الاول ۲۱۲ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن واقد بن عثمان فریابی ضبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ قیساریہ کے مقام کے رہنے والے تھے، یونس بن اسحاق،فطر بن خلیفہ، مالک بن مغول اورامام اوزاعی رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی،امام بخاری،احمد بن حنبل،محمد بن یحییٰ، اسحاق الکوسج،سلمة بن شبیب اورابوبکر بن زنجویہ رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی،آپ خود فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ میں انگوروں کے ایک گنجان باغ میں داخل ہوا تو میں نے ہر قسم کے انگور کھائے سوائے سفید انگور کے، سفید انگور میں سے میں نے بالکل نہیں کھایا،تو میں نے اس کا ذکر سفیان سے کیا توانہوں نے فرمایا کہ آپ کو علم الفرائض (میراث کے علم) کے علاوہ ہر فن میں مہارت حاصل ہوگی، کیونکہ میراث علم کا خلاصہ ہے جس طرح سفید انگور عام انگوروں کا خلاصہ ہے،بعد میں اسی طرح ہوا کہ امام فریابی رحمہ اللہ کو علم الفرائض میں اتنی مہارت حاصل نہیں ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۰ ص ۱۱۸، تحت رقم الترجمة ۱۱،تهذیب الکمال ج۳۲ص ۶۰)

☐......ماہِ ربیع الاول ۲۲۰ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن رمح مہاجر بن محرز بن سالم مصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

علم میں اونچا مقام حاصل ہونے کی ایک وجہ ماہر اساتذہ کا ہونا ہے،ان کے اساتذہ بھی اپنے وقت کے بہت بڑے اہلِ علم شمار ہوتے تھے، اوران کا اس زمانے میں بڑا نام تھا،جن حضرات سے آپ نے استفادہ کیا ان میں امام لیث بن سعد،عبداللہ بن لہیعہ اور مفضل بن فضالہ رحمہم اللہ جیسے حضرات سرِ فہرست ہیں،اسی طرح آپ کے شاگردوں کو بھی علمِ حدیث میں بڑا اونچا مقام حاصل ہے،امام مسلم بن حجاج،ابوداؤد سجستانی،حسن بن سفیان اورمحمد بن زبان حضرمی رحمہم اللہ نے آپ سے استفادہ کیا،آپ کے بھائی حکم بن رمح بن مہاجر رحمہ اللہ

کو بھی علمِ حدیث میں بڑا مقام حاصل ہے۔

(الاکمال لابنِ مأکولا ج ۱ ص ۱۱۳، باب رمح وربح)

□......ماہِ ربیع الاول ۲۲۰ھ: میں حضرت ابوعثمان عفان بن مسلم بن عبداللہ الصفار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ابان بن یزید، اسماعیل بن علیہ، اسود بن شیبان، حماد بن سلمہ اور حماد بن زید رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام بخاری، ابراہیم بن اسحاق الحربی، ابراہیم بن مرزوق البصری، ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث کے حاملین تو صرف پانچ حضرات ہی ہیں: امام مالک، ابنِ جریج، ثوری، شعبہ اور عفان، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم دس سال تک عفان کی خدمت میں رہے، آپ کی عمر ۸۵ سال تھی، امام ابوداؤد رحمہ اللہ آپ کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے" وفی قول توفی فی ربیع الآخر "سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۵۴، تحت رقم الترجمۃ ۶۵، التعدیل والتجریح ج ۳ ص ۱۱۷۲، مغانی الاخیار ج ۲ ص ۳۷۸" (تھذیب الکمال ج ۲۰ ص ۱۷۴، تحت رقم الترجمۃ ۳۹۶۴)

□......ماہِ ربیع الاول ۲۲۶ھ: میں حضرت ابوزکریا یحییٰ بن یحییٰ بن بکیر بن عبدالرحمٰن تمیمی منقری نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ خراسان کی مشہور علمی شخصیت تھے، تابعین میں سے بعض حضرات مثلاً کثیر بن سلیم رحمہ اللہ سے آپ کی ملاقات ثابت ہے، عبداللہ بن جعفر المخرمی، یزید بن المقدام، زہیر بن معاویہ، مالک اور شریک القاضی رحمہم اللہ سے آپ روایت کرتے ہیں، امام بخاری، امام مسلم، حمید بن زنجویہ، محمد بن نصر المروزی، احمد بن سید اور عثمان بن سعید الدارمی رحمہم اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ کی ولادت ۱۴۲ھ میں ہوئی، محمد بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں کس سے حدیث روایت کروں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یحییٰ بن یحییٰ سے، یحییٰ

الحمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم خراسان کے فقہاء میں عبداللہ بن مبارک اور یحییٰ بن یحییٰ رحمہما اللہ کو شمار کرتے ہیں۔

(سیراعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۵۱۷، تحت رقم الترجمۃ ۱۶۷، تہذیب الکمال ج ۳۲ ص ۳۶، تحت رقم الترجمۃ ۶۹۴۳)

□......ماہِ ربیع الاول ۲۲۷ھ: میں عباسی خلیفہ المعتصم باللہ فوت ہوا۔

اس کے لئے خلافت کی بیعت مامون کے دورِ خلافت ہی میں رجب ۲۱۸ھ میں ہوئی، مامون کے زمانے میں مملکت کا جو نظام قائم ہوا تھا، معتصم نے اس کو قائم رکھا، البتہ اس نے فوج کے نظام کو بڑی ترقی دی، جس سے عظیم الشان فتوحات حاصل کرنے کا موقع ملا، معتصم کے دورِ خلافت کا بدترین دور وہ تھا، جب اس نے معتزلہ کی سازشوں کی وجہ سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ پر ظلم کے پہاڑ توڑے، اس کو ''مثمن'' کہا جاتا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ خلفائے بنوعباس میں آٹھواں خلیفہ تھا، اور اس کا دورِ خلافت آٹھ سال اور اٹھارہ مہینے تھے، آٹھ لڑکے اور آٹھ لڑکیاں چھوڑیں، آٹھ بڑے بڑے شہر اس نے فتح کئے، آٹھ دشمنوں (بابک، باعیش، مازیار، افشین، عجیف، قارون، رافضیوں کے قائد، زنادقہ کے قائد) کو اس نے قتل کیا، آٹھ لاکھ دینار سرخ، آٹھ لاکھ دراہم سفید، آٹھ ہزار گھوڑے، آٹھ ہزار غلام، آٹھ ہزار لونڈیاں، آٹھ ہزار ے گھوڑے اپنے پیچھے چھوڑے، اور آٹھ محل اس نے بنائے۔

(الوافی بالوفیات لصفدی ج۵ ص ۹۴، تحت رقم الترجمۃ ۳، سیراعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۰۶، تحت رقم الترجمۃ ۷۳، تاریخِ ملت ج ۲ ص ۲۸۲ تا ۳۱۴ ملخصاً، تاریخِ طبری ج۷ ص ۳۱۴)

□......ماہِ ربیع الاول ۲۲۷ھ: میں حضرت ابونصر بشر بن الحارث بن عبدالرحمٰن بن عطاء بن ہلال مروزی الزاہد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ''الحافی'' کے نام سے مشہور تھے، حماد بن زید، ابراہیم بن سعد، فضیل بن عیاض، مالک اور ابوبکر بن عیاش رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام احمد بن حنبل، ابراہیم الحربی، ابراہیم بن ھانئ اور عباس العنبری رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ابنِ سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''آپ کا تعلق خراسان سے تھا، اور بہت سے حضرات سے علمِ حدیث

کو حاصل کیا، پھر اس کے بعد عبادت کی طرف متوجہ ہو گئے، اور احادیث کی تعلیم چھوڑ دی اور بغداد میں وفات ہوئی'' کل عمر ۷۶ سال تھی اور ولادت ۱۵۲ھ میں ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۴۷۵، تحت رقم الترجمة ۱۵۳، تهذیب التهذیب ج ۱ ص ۳۸۹، الطبقات الکبریٰ لابنِ سعد ج۷ص ۳۴۲، تاریخ الطبری ج۷ص ۳۱۴، تاریخِ دمشق ج ۱۰ ص ۱۸۰)

□...... ماہِ ربیع الاول ۲۲۹ھ: میں حضرت ابوالحسن احمد بن محمد بن ثابت بن عثمان بن مسعود بن یزید خزاعی ماخوانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آدم ابن ابی ایاس، اسماعیل بن ابی اویس، اسماعیل بن علیۃ، ایوب بن سلیمان بن بلال اور حفص بن حمید المروزی الاکافی رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں، امام ابوداؤد، احمد بن ابی الحواری (یہ آپ کے ہم عصر ہونے کے باوجود شاگرد ہیں) ابوبکر احمد بن ابی خیثمہ، ابویعقوب اسحاق بن عاصم مصیصی، ایوب بن اسحاق سافری اور ابوزرعہ عبدالرحمان بن عمرو دمشقی رحمہم اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں: جو چاہتا ہے کہ قبر کا علم حاصل کرے (یعنی قبر میں اس کے کام آئے) تو اس کے لئے ضروری ہے کہ بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلے اور جو چاہتا ہے کہ روٹیوں کا علم حاصل کرے (یعنی علم کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنائے) تو اس کو چاہئے کہ اپنی رائے پر عمل کرے۔

(تهذیب الکمال ج ۱ ص ۴۳۵، تحت رقم الترجمة ۹۴)

□...... ماہِ ربیع الاول ۲۳۴ھ: میں حضرت ابوزکریا یحییٰ بن ایوب مقابری بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

اسماعیل بن جعفر، شریک، سعید بن عبدالرحمٰن الجحمی اور ابواسماعیل المؤدب رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، امام احمد اور مسلم بن حجاج رحمہما اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کی ولادت ۱۵۱ھ میں ہوئی، عبدالرحمٰن اشہلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میں ایک مرتبہ قبرستان گیا تو میں نے کسی کے گھٹ گھٹ کر رونے کی آواز سنی، تو میں آواز کے پیچھے گیا، تو دیکھا کہ یحییٰ بن ایوب ایک گڑھے کے اندر رو رو کر یہ

دعا کررہے تھے، اور کہہ رہے تھے کہ:

يَاقُرَّةَ عَيْنِ الْمُطِيْعِيْنَ وَيَاقُرَّةَعَيْنِ الْعَاصِيْنَ وَلِمَ لَاتَكُوْنُ قُرَّةَ عَيْنِ الْمُطِيْعِيْنَ وَاَنْتَ مَنَنْتَ عَلَيْهِمْ بِالطَّاعَةِ وَلِمَ لَاتَكُوْنُ قُرَّةَ عَيْنِ الْعَاصِيْنَ وَاَنْتَ سَتَرْتَ عَلَيْهِمْ بِالذُّنُوْبِ.

''اے اطاعت کرنے والوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک، اے نافرمانوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک، اور تو اطاعت کرنے والوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کیوں نہ ہو، حالانکہ تو نے ان پر اطاعت میں لگے رہنے کا احسان فرمایا ہے، اور تو نافرمانوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کیوں نہ ہو، حالانکہ تو نے ان کے گناہوں پر پردہ ڈالا ہے''

وہ یہ دعا بار بار پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے، تو مجھ پر بھی رونے کا غلبہ ہوگیا، انہوں نے میرا موجود ہونا محسوس کرلیا، تو مجھ سے فرمایا شاید کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے خیر کے ساتھ بھیجا ہو''

''وقيل مات فی سنة ٢٣٣ھ، العبرفی خبر من غبر للذهبی، ج ١ ص ٣٢٦''

(سيراعلام النبلاء ج ١١ ص ٣٨٧، تحت رقم الترجمة ٨٣، تهذيب الكمال ج ٣١ ص ٢٤١، تحت رقم الترجمة ٦٧٩٣، تهذيب التهذيب ج ١١ ص ١٨٨، تحت رقم الترجمة ٣١٦، طبقات الحنابله لابنِ ابی يعلىٰ ج ١ ص ٤٠٠)

❑...... ماہِ ربیع الاول ۲۴۱ھ: میں حضرت امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ذہلی شیبانی مروزی بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کا اصل تعلق بصرہ سے تھا، لیکن جب خراسان فتح ہوا، اور وہاں کے شہر ''مَرْو'' میں عرب کے قبائل آباد کئے گئے، اور ان کو وہاں جاگیر اور زمین دی گئی تو آپ کے خاندان والے بھی ''مَرْو'' میں آباد ہوگئے، اور وہیں پر مستقل رہنے لگ گئے، بعد میں آپ کے والد کسی وجہ سے ''مرو'' سے ترکِ وطن کر کے بغداد چلے آئے، اور آپ کی پیدائش سے کچھ عرصہ پہلے ان کا انتقال ہوگیا، والدہ نے آپ کی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے سولہ سال کی عمر میں حدیث کی تعلیم شروع کی، اور سب سے پہلے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد

امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے حدیث لکھی، زمانۂ طالب علمی میں حدیث پر عمل کا اتنا اہتمام تھا کہ خود فرماتے ہیں کہ ''میں نے جو حدیث لکھی اس پر عمل کیا'' آپ نے چالیس سال تک تحصیلِ علم کے بعد باقاعدہ مجلسِ درس قائم کی اور فتویٰ نویسی کا کام شروع کر دیا، فقہی مذاہب میں سے ایک مذہبِ حنبلی آپ سے جاری ہوا، اور آپ کے مقلدین کی ایک بڑی تعداد اس وقت دنیا میں موجود ہے، جس زمانہ میں امام شافعی رحمہ اللہ بغداد میں حلقہ درس لگاتے تھے، اس زمانہ میں خلیفہ ہارون الرشید کو یمن کے لئے قاضی کی ضرورت تھی، اس نے امام شافعی رحمہ اللہ سے عرض کیا، امام شافعی رحمہ اللہ نے آپ کا نام پیش کرنا چاہا، لیکن آپ نے علم میں مشغولی کی وجہ سے انکار کر دیا، عباسی خلفاء مامون، معتصم، واثق کے دورِ خلافت میں معتزلہ کو بڑا زور حاصل ہوا تھا، اور خلیفہ کے دربار میں ان کو بڑا اثر ورسوخ حاصل تھا، اپنے دور کے مشہور مسئلہ قرآن مجید کو مخلوق نہ کہنے کے جرم کی پاداش میں معتزلہ کی سازشوں کی وجہ سے مامون نے امام احمد رحمہ اللہ کو قید کر لیا تھا، مامون کے بعد معتصم کے دورِ خلافت میں بھی آپ قید میں رہے، یہاں تک معتصم نے بھرے دربار میں امام صاحب کو اپنے سامنے کوڑے لگوائے اور سخت سے سخت سزا دی، محمد بن اسماعیل فرماتے ہیں کہ احمد بن حنبل کو ۸۰ کوڑے ایسے مارے گئے کہ اگر ہاتھی کے مارے جاتے تو وہ چیخ جاتا، بعد میں معتصم نے ایک سیاست کے تحت آپ کو رہا کر دیا، امام احمد رحمہ اللہ نے ان سب کو معاف کر دیا تھا، خلیفہ واثق باللہ نے جب اپنے دورِ خلافت میں آپ سے معتصم باللہ کی معافی کے بارے میں سفارش کی، تو آپ نے فرمایا کہ میں نے معتصم کے دروازے سے نکلنے سے پہلے ہی اس کو معاف کر دیا تھا، نو دن بیمار رہ کر جمعہ کے دن ۱۲/ ربیع الاول کو آپ کا انتقال ہوا، بغداد میں آہ وبکا کا ہنگامہ برپا ہو گیا، جمعہ کی نماز کے بعد جنازہ نکالا گیا، میدان کے علاوہ لوگوں نے دریائے دجلہ میں کشتیوں میں، بازاروں، گلی کوچوں میں نمازِ جنازہ پڑھی، تقریباً چھ لاکھ افراد نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے، آپ کی وفات کا عجیب اثر یہ تھا کہ اسی دن ۲۰ ہزار یہودی، نصرانی اور مجوسی

مسلمان ہوئے، امام احمد رحمہ اللہ کی حدیث میں مسندِ احمد کے نام سے مشہور کتاب ہے جو آپ نے دولاکھ احادیث میں سے تیس ہزار احادیث کا انتخاب کر کے لکھی ہے۔

(سیر اعلام النبلاء، ج ۱۱ ص ۳۳۵، تحت رقم الترجمة ۷۸، تھذیب الکمال للمزوی، ج ۱ ص ۴۶۵، تحت رقم الترجمة ۹۶، تھذیب التھذیب ج ۱ ص ۷۵، تحت رقم الترجمة ۱۲۶)

□......ماہِ ربیع الاول ۲۵۰ھ: میں حضرت ابوعمرو حارث بن مسکین بن محمد بن یوسف اموی مصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ایک بڑے فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ مصر کے قاضی بھی تھے، اشہب بن عبدالعزیز، ابنِ وھب، ابنِ عیینہ اور عبدالرحمٰن بن قاسم رحمہم اللہ سے آپ روایت کرتے ہیں، ابوداؤد، نسائی اور ابویعلیٰ رحمہم اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں، خطیب فرماتے ہیں کہ آپ فقیہ آدمی تھے اور امام مالک رحمہ اللہ کے مسلک پر تھے اور حدیث میں آپ ثقہ سمجھے جاتے ہیں۔

عباسی خلیفہ مامون نے آپ کو خلقِ قرآن کے مسئلہ میں کچھ عرصہ تک قید میں رکھا، آپ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی، حسین بن عبدالعزیز جروری فرماتے ہیں کہ:

''ایک شخص بہت گناہگار تھا، جب وہ فوت ہوا تو اس کو کسی نے خواب میں دیکھا تو اس نے کہا میں میرے رب نے مجھے بخش دیا، کیونکہ حارث بن مسکین میرے جنازے میں شریک ہوئے تھے اور انہوں نے میرے لئے شفاعت طلب کی تھی، چنانچہ میری مغفرت کردی گئی''۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۵۸، تحت رقم الترجمة ۱۲، تھذیب الکمال للمزی، ج ۵ ص ۲۸۵، تحت رقم الترجمة ۱۰۴۴، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۷۵، طبقات الحفاظ للسیوطی، ص ۲۸، وفیات الاعیان لابنِ خلکان ج ۲ ص ۵۷)

□......ماہِ ربیع الاول ۲۵۲ھ: میں حضرت ابوہاشم زیاد بن ایوب بن زیاد طوسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کا لقب ''دلویہ'' تھا، اصلاً آپ طوس کے باشندے تھے، آپ کی ولادت ۱۶۶ھ میں ہوئی، ۱۸۱ھ میں علمِ حدیث حاصل کرنا شروع کیا، ہشیم بن بشیر، ابوبکر بن عیاش، زیادہ بن

عبداللہ بکائی، معتمر بن سلیمان، عباد بن العوام، عبداللہ بن ادریس اور اسماعیل بن علیہ رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، جبکہ بخاری، ابوداوٗد، ترمذی، نسائی، ابوالقاسم البغوی، احمد بن علی الجوزجانی اور ابنِ خزیمہ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کو علمِ حدیث میں خصوصی مہارت کی وجہ سے امام شعبہ رحمہ اللہ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے ''شعبۃ الصغیر'' کہا جاتا تھا، اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''علمِ حدیث زیاد بن ایوب سے حاصل کرو کیونکہ یہ شعبۃ الصغیر ہیں''

امام ابواسحاق الاصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''روئے زمین پر احادیث کے معاملے میں زیاد بن ایوب سے زیادہ کوئی ثقہ نہیں''

آپ سے مروی ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا ارشاد فرمائی:

کہ اے اللہ میری امت کے صبح کے وقت میں برکت ڈال دیجئے (اور راوی فرماتے ہیں کہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کوئی جماعت یا کوئی لشکر کسی مہم کی طرف روانہ فرماتے تھے تو ہمیشہ صبح سویرے ہی اُسے روانہ فرمایا کرتے تھے (حدیث کے راوی حضرت صخر رضی اللہ عنہ تجارت پیشہ صاحب تھے جو صبح صبح ہی اپنے غلاموں کو سامانِ تجارت دے کر روانہ کیا کرتے تھے، جس سے وہ دولت مند ہوگئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے ان کا مال کافی زیادہ ہوگیا)'' (ترمذی)

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۱۲۲، تحت رقم الترجمۃ ۴۱، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۴۲، طبقات الحنابلۃ ج ۱ ص ۶۰، تہذیب الکمال ج ۹ ص ۴۳۶)

□...... ماہِ ربیع الاول ۲۵۵ھ: میں حضرت ابوعمر حارث بن مسکین بن محمد بن یوسف الاموی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ مسلکِ مالکی کے ایک بہت بڑے فقیہ ہونے کے ساتھ مصر کے قاضی بھی تھے، آپ کی ولادت ۱۵۴ھ میں ہوئی، آپ نے حضرت لیث رحمہ اللہ کی بھی زیارت کی، ابن القاسم، ابن

وہب، ابنِ عیینۃ، اشہب اور یوسف بن عمر رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، ابوداؤد، نسائی، احمد بن الحارث (یہ آپ کے بیٹے ہیں) عبداللہ بن احمد، یعقوب بن شیبہ اور ابویعلیٰ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، عباسی خلیفہ مامون نے آپ کو فتنہ خلقِ قرآن کے ابتلاء کے زمانے میں بغداد بلوایا، لیکن آپ نے خلقِ قرآن کے مسئلہ پر مامون کی بات نہیں مانی اور اسی بات پر ڈٹے رہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور غیر مخلوق ہے، اس کی پاداش میں مامون نے آپ کو قید کردیا، مامون کے بعد جب جعفر المتوکل خلیفہ بنا تو اس نے آپ کو رہا کیا، آپ نے کچھ عرصہ بغداد میں حدیث کی تعلیم دی، اس کے بعد مصر لوٹ آئے (تهذيب التهذيب ج ٢ ص ١٣٧، تحت رقم الترجمة ٢٧٣)

□...... ماہِ ربیع الاول ۲۵۸ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن خالد بن فرس بن ذؤیب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ابوعبداللہ ذہلی کے نام سے مشہور تھے، آپ کو آپ کے علمی مرتبہ کی وجہ سے عالم اہل المشرق کہا جاتا تھا، اسی طرح خراسان کے محدثین کے امام کے لقب سے بھی آپ مشہور تھے، حفص بن عبداللہ، حفص بن عبدالرحمٰن، حسین بن ولید، علی بن ابراہیم البنانی، مکی بن ابراہیم اور علی بن حسن بن شقیق رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، اس کے علاوہ خراسان، بغداد، کوفہ، واسط، مدینہ، یمن، مصر، جزیرۃ میں آپ کے اساتذہ کی ایک بہت بڑی تعداد تھی، آپ کو نیشاپور میں اسی طرح کا مقام ومرتبہ حاصل تھا جس طرح کا مرتبہ امام احمد رحمہ اللہ کو بغداد میں اور امام مالک رحمہ اللہ کو مدینہ میں حاصل تھا، سعید بن ابومریم، ابوجعفر نفیلی، عبداللہ بن صالح، عمرو بن خالد، محمود بن غیلان، محمد بن سہل بن عسکر، محمد بن اسماعیل بخاری اور محمد بن اسحاق الصاغانی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، جب آپ کی وفات ہوئی، تو میدانِ حسین نامی جگہ میں آپ کا جنازہ پڑھایا گیا، اور خراسان کے امیر محمد بن طاہر بھی آپ کے جنازے میں شریک ہوئے، ایک مرتبہ فرمایا کہ مجھے علی بن المدینی نے فرمایا کہ "تم (عظیم محدث) امام زہری کے وارث

ہو‘‘امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ’’آپ اپنے زمانے کے امام تھے‘‘امام ابوبکر بن زیاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ’’آپ امیرالمومنین فی الحدیث ہیں‘‘حضرت ابوعمرواحمد بن نصرالخفاف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ’’میں نے محمد بن یحییٰ کو(فوت ہونے کے بعد)خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا، میں نے پوچھا کہ آپ نے جو احادیث روایت کی ان کا کیا معاملہ ہوا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ان احادیث کو سونے کے پانی کے ساتھ لکھا گیا، اوران کوعلیین مقام پر پہنچایا گیا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۲۸۴، تحت رقم الترجمۃ ۱۰۴ ،الطبقۃ الرابعۃ عشرۃ،تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۸۸)

□......ماہِ ربیع الاول ۲۷۳ھ: میں حضرت ابونعیم فضل بن عبداللہ بن مخلد بن ربیعۃ الجرجانی المخلدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: ہارون بن محمد بن بکار بن بلال،عباس بن ولید بن صبح الخلال، ہشام بن خالد،قتیبۃ بن سعید،احمد بن سعید الدارمی اورعیسیٰ بن حماد زغبہ رحمہم اللہ،آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں:ابنِ عدی،ابوالحسین الرازی،زبیر بن عبدالواحد الاسدا باذی،ابوبکراحمد بن ابراہیم الاسماعیلی،ابوجعفرمحمد بن عمرو بن موسیٰ عقیلی اورابوبکرمحمد بن احمد بن العوام الجرجانی رحمہم اللہ،آپ سے مروی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

’’جس نے کسی بدعتی آدمی کوعزت دی اس نے اسلام کوگرانے پر اعانت کی‘‘

پیر کے دن آپ کی وفات ہوئی۔

(تاریخ دمشق لابنِ عساکر،ج۴۸ ص ۳۴۸، تحت رقم الترجمۃ ۵۶۲۰)

□......ماہِ ربیع الاول ۲۸۲ھ: میں حضرت ابوقبیصہ محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عمارۃ بن قعقاع البغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: سعدویہ الواسطی، عاصم بن علی اور سعید بن محمد الجرمی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابن السماک، ابوبکر الشافعی اور خطبی رحمہم اللہ، اسماعیل خطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ابوقبیصہ سے پوچھا کہ سب سے زیادہ آپ نے کس دن تلاوت کی (کیونکہ یہ تیز قرآن پڑھنے میں مشہور تھے) تو ابوقبیصہ نے اس بات کو ٹال دیا اور مجھے جواب نہیں دیا، میں نے جب زیادہ اصرار کیا تو انہوں نے فرمایا ''کہ میں نے گرمیوں کے دنوں میں ایک دن میں چار قرآن مجید ختم کیے، اور پانچویں ختم میں جب میں سورہ التوبۃ میں پہنچا تو عصر کی اذان ہو رہی تھی'' (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۴۹۲، تحت رقم الترجمۃ ۲۳۹)

☐...... ماہِ ربیع الاول ۲۹۱ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن نضر بن سلمہ بن جارود عامری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابوبکر جارودی کے نام سے مشہور تھے، احمد بن ابراہیم دورقی، احمد بن حفص بن عبداللہ سلمی، اسحاق بن راہویہ، اسماعیل بن بہرام، اسماعیل بن موسیٰ فزاری اور حمید بن مسعدۃ رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، نسائی، ابوعمرو احمد بن محمد بن احمد بن حفص الخیری، ابوالعباس احمد بن محمد بن عامر بن المعمر الازدی، عبدالرحمان بن ابوحاتم الرازی اور محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، حضرت حکم ابوعبداللہ فرماتے ہیں: ''ابوبکر الجارودی اپنے زمانے کے شیخ اور علماء کی آنکھوں کا تارا تھے'' بدھ کی رات وفات ہوئی، ابوعمرو الخفاف رحمہ اللہ نے میدان الحسین نامی جگہ میں آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی، اور امیرِ شہر احمد بن اسد آپ کے جنازے میں شریک ہوئے اور واپس پیدل تشریف لے گئے۔

(تہذیب الکمال ج۲۶ ص ۵۵۵، تحت رقم الترجمۃ ۵۶۵۲، طبقات الحفاظ للسیوطی، ص ۲۹۸، تہذیب التہذیب ج۹ ص ۴۹۱)

چوتھی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□...... ماہِ ربیع الاول ۳۰۱ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن علی بن العباس بن واضح بن سوار بن عبدالرحمٰن بن عبیداللہ بن احمد بن الولید نسائی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ مشہور شخصیت عباس بن علی رحمہ اللہ کے بھائی تھے، اور بغداد میں رہتے تھے، اور بغداد میں ہی حدیث کا فیض پھیلایا، ۱۵ ربیع الاول کو آپ کی وفات ہوئی، اور ''مقبرہ خزاعہ'' میں مدفون ہوئے، عبیداللہ بن عمر قواریری، ہناد بن سری، شریح بن یونس، حسن بن حماد سجادہ، محمد بن قدامہ جوہری، ہارون بن عبداللہ بزاز، حسن بن علی بن اسود عجلی اور یوسف بن موسیٰ قطان رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، محمد بن مخلد، اسماعیل بن علی خطمی، ابوبکر بن جعابی، محمد بن احمد بن یحییٰ عطشی، محمد بن حسن یقطینی اور عیسیٰ بن حامد رخجی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، خزاعہ کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

(تاریخِ بغداد ج۳ص ۲۸۳، تحت رقم الترجمة ۱۳۴۷)

□...... ماہِ ربیع الاول ۳۱۱ھ: میں حضرت ابوالعباس محمد بن شادل بن علی ہاشمی نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ابومصعب زہری، اسحاق بن راہویہ، محمد بن سلیمان لوینا، عمرو بن زرارہ، ہناد بن سری، حسین بن ضحاک، احمد بن حرب، ابومروان عثمانی، اور حرملہ بن یحییٰ رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، علی بن عیسیٰ، احمد بن خضر شافعی، عبداللہ بن سعد حافظ، احمد بن سہل انصاری، قاضی یوسف میانجی اور ابواحمد حاکم رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، حضرت طاہر بن احمد الوارق فرماتے ہیں کہ آج ابوالعباس بن شادل کی وفات ہوگئی، اور آپ روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے، وفات سے بیس سال پہلے آپ کی قوتِ بینائی چلی گئی تھی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۲۶۳، تحت رقم الترجمة ۱۷۰)

□...... ماہِ ربیع الاول ۳۱۱ھ: میں شیخ الحنابلہ حضرت ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید

بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ خلال کے لقب سے مشہور تھے، آپ کی ولادت ۲۳۴ھ میں ہوئی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے امام احمد رحمہ اللہ کی زیارت کی ہے، لیکن فقہ کی تعلیم آپ نے امام احمد رحمہ اللہ سے حاصل نہیں کی، بلکہ ان کے بہت سے شاگردوں سے فیض حاصل کیا، اور امام ابوبکر مروذی رحمہ اللہ سے خصوصی طور پر علم حاصل کیا، اس کے علاوہ حسن بن عرفہ، سعدان بن نصر، یحییٰ بن ابی طالب، حرب بن اسماعیل کرمانی، یعقوب بن سفیان فسوی، احمد بن ملاعب، عباس محمد دوری، ابوداؤد سجستانی، علی بن سہل بن مغیر بزاز، احمد بن منصور رمادی، ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ ناقد، ابوجعفر محمد بن عبیداللہ بن منادی، عبداللہ بن احمد بن حنبل، حسن بن ثواب مخرمی، ابوالحسن میمونی، ابراہیم بن اسحاق حربی، محمد بن عوف طائی، اسحاق بن سیار نصیبی اور ابوبکر صاغانی رحمہم اللہ بھی آپ کے اساتذہ میں سرِ فہرست ہیں، آپ نے فقہ حنبلی کی تعلیم کے لئے فارس، شام، جزیرہ کے علاقوں کے اسفار کیئے، اور امام احمد رحمہ اللہ کے فتاویٰ حاصل کیئے، اور اس میں کسی چھوٹے بڑے کی تمیز کے بغیر علم حاصل کیا، اور خوب حاصل کیا، آپ نے امام احمد رحمہ اللہ کے کلام پر ایک کتاب بھی تصنیف دی، جس کا نام ''الجامع فی الفقہ'' ہے، جو کہ بیس جلدوں میں تھی، اور ''العلل'' تین جلدوں میں تصنیف فرمائی، آپ نے فقہ حنبلی کو مدون فرمایا، آپ سے پہلے کسی نے فقہ حنبلی کو اس انداز سے مرتب نہیں کیا، آپ کی تدفین آپ کے محبوب استاذ ابوبکر مروذی رحمہ اللہ کے پہلو میں ہوئی، ابوبکر حمزہ بن قاسم ہاشمی رحمہ اللہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۲۹۸، تحت رقم الترجمۃ ۱۹۳)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۱۳ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن بشار الزاہد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

صالح بن احمد بن حنبل، ابوبکر مروذی رحمہما اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، ابوالحسن احمد بن محمد بن مقسم مقری، علی بن محمد بن جعفر بجلی اور علی بن احمد بن مویہ حلوانی مؤدب رحمہم اللہ

آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، حضرت ابوالحسن احمد بن محمد بن مقسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالحسن بن بشار سے سنا (اوران کی یہ عادت تھی کہ جب اپنے بارے میں کوئی بات کرنی ہوتی، تو اپنا نام نہیں لیتے، بلکہ یوں فرماتے) کہ میں ایک شخص کو جانتا ہوں، ان کا حال اس طرح ہے، اس طرح ہے، ایک دن فرمایا کہ میں ایسے شخص کو جانتا ہوں جس نے تیس سال سے کبھی ایسا کلام نہیں فرمایا، جس پر معذرت کی ہو (یعنی سوچ سمجھ کر ضروری کلام فرمایا ہے) ایک مرتبہ آپ سے پوچھا گیا کہ اللہ تک پہنچنے کا راستہ کس طرح ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ جس طرح تم چھپ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہو، اسی طرح چھپ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت بھی کرو، یہاں تک تمہارے دل میں نیکی کی اہمیت بیٹھ جائے۔

(تاریخِ بغداد ج۱۲ ص۶۶، تحت رقم الترجمة ۶۴۶۲)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۲۷ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد بن سہل بن شاکر سامری خرائطی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی مشہور کتابیں درجِ ذیل ہیں:

مکارم الاخلاق، مساوئ الاخلاق، اعتلال القلوب

حسن بن عرفہ، علی بن حرب، عمر بن شبہ، سعدان بن نصر، سعدان بن یزید، حمید بن ربیع، احمد بن منصور رمادی، احمد بن بدیل اور شعیب بن ایوب رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوسلیمان بن زبر، ابوعلی بن مہنا دارنی، محمد بن موسیٰ سمسار، احمد بن موسیٰ سمسار، قاضی یوسف میانجی، عبدالوہاب کلابی اور محمد بن احمد بن عثمان بن ابی الحدید رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، دمشق اور عسقلان میں آپ نے حدیث کی تعلیم دی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۲۶۸، تحت رقم الترجمة ۱۱۶، تاریخِ بغداد ج۲ ص۱۴۰)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۲۷ھ: میں حضرت ابوعلی حسین بن قاسم بن جعفر بن محمد بن خالد بن بشر کوکبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

احمد بن ابی خیثمہ، محمد بن موسیٰ دولابی، عبداللہ بن ابی سعد وراق، ابوالعیناء ضریر، ابوبکر بن ابی

الدنیا، حسین بن فہم، حسن بن علیل عنزی اور اسحاق بن محمد نخعی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابوالحسن دارقطنی، ابوالعباس بن مکرم، معافی بن زکریا اور اسماعیل بن سعید بن سوید رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں۔

(تاریخِ بغداد ج۸ص ۸۶، تحت رقم الترجمة ۴۱۷۹)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۲۹ھ: میں عباسی خلیفہ الراضی باللہ کی وفات ہوئی، ان کا پورا نام اس طرح ہے، محمد بن جعفر بن احمد بن ابواحمد الموفق بن جعفر المتوکل بن محمد المعتصم بن ہارون الرشید بن محمد المہدی بن عبداللہ منصور بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب، ان کی کنیت ابوالعباس تھا، ولادت رجب ۲۹۷ھ میں ہوئی، اور اپنے چچا ابومنصور کی وفات کے بعد جمادی الاولیٰ ۳۲۲ھ میں ان کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی۔

(تاریخِ بغداد ج۲ص ۱۴۱، تحت رقم الترجمة ۵۵۹)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۲۹ھ: میں عباسی خلیفہ المتقی باللہ کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی۔ ان کا پورا نام ابراہیم بن جعفر بن احمد بن ابواحمد الموفق بن جعفر المتوکل بن محمد المعتصم بن ہارون الرشید بن محمد المہدی بن عبداللہ منصور بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب ہے، اور ابواسحاق کنیت ہے، اپنے بھائی راضی باللہ کے بعد ان کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی، تین سال گیارہ مہینے ان کی خلافت رہی، اور صفر ۳۳۳ھ میں وفات ہوئی۔

(تاریخِ بغداد ج۶ص ۴۹، تحت رقم الترجمة ۳۰۷۶)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۳۷ھ: میں شیخ الصوفیہ حضرت ابوبکر محمد بن داؤد بن سلیمان نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

محمد بن عمرو قشمرد، ابوعبداللہ بوشنجی رحمہم اللہ سے اپنے شہر میں، ابوخلیفہ جمحی رحمہ اللہ سے بصرہ میں، جعفر فریابی رحمہ اللہ سے بغداد میں، محمد بن ایوب بجلی رحمہ اللہ سے رے میں، حسین بن ادریس رحمہ اللہ سے ہرات میں، ابنِ مجاشع رحمہ اللہ سے جرجان میں، عبدان رحمہ اللہ سے اھواز میں، حسن بن سفیان سے نیشاپور میں، محمد بن جعفر قتات رحمہ اللہ سے کوفہ میں، ابویعلی

رحمہ اللہ سے موصل میں، ابوعبدالرحمٰن نسائی رحمہ اللہ سے مصر میں، فضل انطا کی رحمہ اللہ سے شام میں اور فضل جندی رحمہ اللہ سے مکہ میں حدیث کی سماعت کی، ابوبکر بن ابی داؤد، ابنِ صاعد، ابنِ عقدہ، حاکم، ابنِ مندہ، ابنِ جمیع اور یحییٰ بن ابراہیم مزکی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ فرماتے ہیں کہ قحط کے دنوں میں بصرہ میں تھا، اور میں نے چالیس دن تک روزانہ صرف ایک روٹی کھائی، جب مجھے بھوک لگتی تو میں سَیر ہونے کی نیت سے سورہ یٰسین پڑھتا، اس کی برکت سے میری بھوک ختم ہوجاتی، جمعہ کے دن آپ کی وفات ہوئی۔
(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۴۲۱، تحت رقم الترجمۃ ۲۳۵)

□...... ماہِ ربیع الاول ۳۴۲ھ: میں حضرت ابوالقاسم علی بن محمد بن ابوالفہم تنوخی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ فقہ حنفی کے بڑے امام شمار ہوتے ہیں، حسن بن احمد بن حبیب کرمانی، احمد بن خلید حلبی، احمد بن محمد بن ابی موسیٰ انطا کی، انس بن سالم خولانی، حسین بن احمد بن ابراہیم بن فیل، فضل بن محمد عطار، حسین بن عبداللہ قطان رقی، احمد بن عبداللہ بن زیاد جبلی، محمد بن حصن آلوسی، حسن بن طیب شجاعی، عمر بن ابی غیلان ثقفی، محمد بن محمد باغندی، حامد بن شعیب بلخی، ابوالقاسم بغوی اور ابوبکر بن ابی داؤد رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابوحفص بن آجری، ابوالقاسم بن ثلاج رحمہما اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں، بصرہ میں منگل کے دن آپ کی وفات ہوئی، اور بدھ کے دن آپ کی تدفین ہوئی (تاریخِ بغداد ج۱۲ ص۷۸، تحت رقم الترجمۃ ۶۴۸۷)

□...... ماہِ ربیع الاول ۳۴۴ھ: میں حضرت ابوالفضل بکر بن محمد بن علاء قشیری بصری مالکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ نے امام مالک رحمہ اللہ کی حدیث کی مشہور کتاب ''المؤطا'' احمد بن موسیٰ سامی اور ابومسلم کجی رحمہما اللہ سے سنی، فقہ مالکی پر آپ کی کئی تصانیف ہیں، مصر میں رہتے تھے، حسن بن رشیق، عبداللہ بن محمد بن اسد قرطبی اور عبدالرحمٰن بن عمر نحاس رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۴۹۵، تحت رقم الترجمۃ ۲۷۷، الطبقۃ العشرون)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۴۴ھ: میں حضرت ابوعبداللہ عثمان احمد بن عبداللہ بن یزید بن سماک بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابن السماک کے نام سے مشہور تھے، ابوجعفر محمد بن عبیداللہ بن منادی، احمد بن عبدالجبار عطاردی، حنبل بن اسحاق، حسین بن محمد بن ابی معشر، محمد بن حسین حنینی، عبدالرحمٰن بن محمد بن منصور حارثی، یحییٰ بن ابی طالب اور حسین بن مکرم رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، دارقطنی، ابنِ شاہین، ابنِ مندہ، حاکم، ابوعمر بن مہدی، ابنِ رزقویہ، ابوالحسین بن بشران، ابوالحسین بن فضل اورابوعلی شاذان رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، جمعہ کے دن آپ کی وفات ہوئی، اور ہفتہ کے دن تدفین ہوئی، پچاس ہزار افراد آپ کے جنازہ میں شریک ہوئے، آپ کے بیٹے محمد نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی، اور ''باب الدیر'' کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۴۴۵، تحت رقم الترجمة ۲۵۵، تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۳۰۲، تحت رقم الترجمة ۶۰۹۲)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۶۵ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن جعفر بن محمد بن سلم بن راشد ختلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

ابومسلم کجی، عبداللہ بن احمد بن حنبل، یعقوب بن یوسف مطوعی، محمد بن یوسف بن ترکی، ادریس بن عبدالکریم مقری، محمد بن فضل وصیفی، محمد بن موسیٰ بربری، احمد بن آبار، ابوخلیفہ جمی اور جعفر فریابی رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، ابوالحسن بن رزقویہ، محمد بن ابی الفوارس، علی بن احمد بن عمر مقری، علی بن عبدالعزیز طاہری، ابوبکر برقانی، ابونعیم اصبہانی، علی بن محمد بن عبداللہ حذاء، محمد بن عمر بن بکیر، محمد بن عبدالواحد بن رزمہ بزار اور احمد بن محمد بن عبداللہ کاتب رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کی ولادت یکم/ جمادی الاولیٰ بدھ کے دن ۲۷۸ھ میں ہوئی، ہفتہ کے دن آپ کی وفات ہوئی، اور خیزران کے مقبرہ میں تدفین ہوئی۔

(تاریخِ بغداد ج۴ ص۲۹۲، تحت رقم الترجمة ۲۰۱۰)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۷۵ھ: میں حضرت ابوجعفر محمد بن احمد بن محمد بن عمر بن حسن بن عبید

بن عمرو بن خالد بن رفیل سلمی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

آپ کے اجداد میں رفیل نامی بزرگ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: ابوالفضل عبیداللہ بن عبدالرحمٰن زہری، قاضی ابومحمد بن معروف، اسماعیل بن سوید، محمد بن اخی میمی، عیسیٰ بن وزیر اور ابوطاہر مخلص رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: ابوبکر خطیب، ابوعلی بردانی، قاسم بن طاہر معقلی، محمد بن مطر عباسی، ابوسعد مبارک بن علی مخرمی، ابوالحسن زاغونی، ابوعبداللہ حمیدی، ابوالغنائم نرسی، ھبۃ اللہ بن محمد رفیلی، محمد بن محمد سلال، ابومنصور عبدالرحمٰن بن محمد قزاز اور ابومنصور محمد بن عبدالملک بن خیرون رحمہم اللہ، آپ کی وفات ۹/ جمادی الاولیٰ ۴۶۵ھ میں ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۲۱۴، رقم الترجمۃ ۱۰۲)

□...... ماہِ ربیع الاول ۳۷۶ھ: میں حضرت ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوزان بن عبدالملک بن طلحہ قشیری خراسانی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

ابوالحسین احمد بن محمد خفاف، ابونعیم عبدالملک بن حسن اسفرائینی، ابوالحسن علوی، عبدالرحمٰن بن ابراہیم مزکی، عبداللہ بن یوسف، ابوبکر بن فورک، ابونعیم احمد بن محمد، ابوبکر بن عبدوس سلمی اور ابنِ باکویہ رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، عبداللہ بن عبدالکریم، عبدالواحد بن عبدالکریم، ابونصر عبدالرحیم، عبدالمنعم، زاہر شحامی، وجیہ، محمد بن فضل فراوی، عبدالوھاب بن شاہ، عبدالجبار بن محمد خواری، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بحیری اور ابوالاسعد ھبۃ الرحمٰن رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، جس وقت آپ کے والد کی وفات ہوئی، آپ ابھی بچے تھے، اس وقت آپ کو مشہور ادیب ابوالقاسم یمنی کے حوالے کر دیا گیا، جنہوں نے آپ کو آداب سکھائے۔

آپ کی کئی تصانیف میں سے چند کے نام یہ ہیں:

نحو القلوب، لطائف الاشارات، الجواھر، احکام السماع، عیون الاجوبۃ فی فنون الاسولۃ، المناجاۃ، المنھی فی نکت اولی النھی.

(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۲۳۰، تحت رقم الترجمۃ ۱۰۹)

□...... ماہِ ربیع الاول ۳۷۷ھ: میں حضرت ابوعلی حسن بن احمد بن عبدالغفار فارسی فسوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

۸۹ سال کی عمر پائی، بغداد میں آپ کی وفات ہوئی، آپ کئی نافع کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:

الحجة فی علل القراء ات، الایضاح، التکملة.

(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۳۸۰، تحت رقم الترجمة ۲۸۱)

□...... ماہِ ربیع الاول ۳۷۸ھ: میں حضرت خراسان کے محدث ابواحمد محمد بن محمد بن احمد اسحاق نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ مشہور کتاب ''الکنیٰ'' کے مصنف ہیں، جو کئی جلدوں میں ہے، احمد بن محمد ماسرجسی، محمد بن شادل، ابنِ خزیمہ، ابوالعباس سراج، ابوبکر محمد بن محمد باغندی، عبداللہ بن زیدان بجلی، ابوجعفر محمد بن حسین خثعمی، ابوالقاسم بغوی، ابنِ ابی داؤد، محمد بن ابراہیم فیض غسانی، محمد بن خریم، ابوالطیب حسین بن موسیٰ رقی، ابوعروبہ حرانی، ابوالجہم احمد بن حسین بن طلاب، محمد بن احمد بن سلم رقی اور ابوالحسن حامد بن جوصار رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابوعبداللہ حاکم، ابوعبدالرحمٰن سلمی، محمد بن علی اصبہانی جصاص، محمد بن احمد جارودی، ابوبکر احمد بن علی منجویہ، ابوحفص بن سرور، صاعد بن محمد قاضی، ابوسعد محمد بن عبدالرحمٰن کنجروذی اور ابوعثمان سعید بن محمد بن محمد بجیری رحمہم اللہ، ۹۳ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۳۷۶، تحت رقم الترجمة ۲۶۷، طبقات الحفاظ للسیوطی ص ۳۸۹، تذکرة الحفاظ ج۳ ص ۱۸۳)

□...... ماہِ ربیع الاول ۳۸۰ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن ابراہیم بن حمدان رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: عمر بن ابی غیلان، عبداللہ بن زیدان بجلی، ابوالقاسم بغوی اور محمد بن حسین اشنانی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: ابوالقاسم ازہری، ابومحمد خلال، علی بن محسن اور ابومحمد جوہری رحمہم اللہ۔

(سیراعلام النبلاء ج١٦ ص٣٩٧، تحت رقم الترجمة ٢٨٧،تاریخِ بغداد ج ١ ص ٣٣٢)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۸۱ھ: میں حضرت ابوالفضل عبیداللہ بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبیداللہ بن سعد بن ابراہیم بن سعد ازہری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

جعفر بن محمد فریابی، عبداللہ بن اسحاق مدائنی، احمد بن محمد بن ہیثم دقاق، ابراہیم بن شریک اسدی، ابراہیم بن عبداللہ بن ایوب مخرمی، احمد بن جعفر بلخی وراق، احمد بن عبداللہ بن سابور، ابوالقاسم بغوی، عبیداللہ بن عثمان عثمانی اور محمد بن ہارون بن المجدر رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، برقانی، محمد بن حسین حرانی، ابومحمد خلال، ازہری، عبدالعزیز ازجی، حسین جعفر سلماسی، عتیقی، ابوعبداللہ صیمری، ابوالقاسم تنوخی اور احمد بن عمر بن روح رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ازہری فرماتے ہیں کہ آپ مستجاب الدعوات تھے، جمادی الاخریٰ ۲۰۹ھ میں آپ کی ولادت ہوئی"وذكر محمد بن أبى الفوارس وفاته فى ربيع الآخر"

(تاریخِ بغداد ج١٠ ص٣٦٨، تحت رقم الترجمة ٥٥٣١،سیراعلام النبلاء ج١٦ ص٣٩٣، تحت رقم الترجمة ٢٨٢)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۸۵ھ: میں حضرت ابوبشر احمد بن محمد بن جعفر ہروی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ بغداد میں رہتے تھے، عبداللہ بن جعفر جابری رحمہ اللہ سے حدیث کی سماعت کی، قاضی ابوعبداللہ حسین بن علی صیمری رحمہ اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ فقہ شافعی کے بڑے فقیہ شمار ہوتے تھے، اور امیر المومنین قادر باللہ کو خلافت سے قبل فقہ شافعیہ کا درس دیتے تھے، آپ کی ولادت ھرات میں ۳۲۸ھ میں ہوئی، منگل کے دن ۱۷ ربیع الاول کو آپ کی وفات ہوئی۔

(تاریخِ بغداد ج٥ ص ٢٩٥، تحت رقم الترجمة ٢٨٠٠)

□......ماہِ ربیع الاول ۳۹۳ھ: میں حضرت ابوعلی حسن بن محمد بن یحییٰ بن حلبس بن عبداللہ بن یحییٰ بن عبداللہ بن حارث مخزومی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ابوبکر بن ابی داؤد، ابوبکر نیشاپوری اور ابوبکر بن مجاہد مقری رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابومحمد خلال، ابوالقاسم ازہری رحمہما اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ کی

ولادت ۳۰۱ھ میں ہوئی (تاریخِ بغداد ج۷ص ۴۳۶، تحت رقم الترجمۃ ۳۹۹۱)

□...... ماہِ ربیع الاول ۳۹۵ھ: میں حضرت ابوالحسین احمد بن محمد بن احمد بن عمر نیشاپوری الخفاف رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

حاکم، عبداللہ بن محمد بن حسکویہ، ابوالقاسم قشیری، احمد بن عبدالرحیم اسماعیلی، سید علی بن محمد بن محمد حسینی، ابوالمظفر محمد بن اسماعیل شجاعی، ابونصر حسین بن احمد جریمینی، فضل بن عبداللہ بن محبّ اور سعید بن ابی سعید عیار رحمہما اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ۹۳ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱٦ ص ۴۸۲، تحت رقم الترجمۃ ۳۵۵)

□...... ماہِ ربیع الاول ۳۹۸ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن علی بن احمد بن لال شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: ابوعبداللہ احمد بن محمد بن اوس مقری، حفص بن عمر حافظ، عبدالرحمٰن بن حمدان جلاب، اسماعیل بن محمد صفار، محمد بن عمر رزاز، علی بن محمد مصری، احمد بن سلیمان عبادانی، علی بن ابراہیم قطان، ابوعمرو بن سماک اور جعفر خالدی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: دارقطنی، ابوسعد سبط اور ابوبکر برقانی رحمہم اللہ۔

(تاریخِ بغداد ج۵ص۷۸، تحت رقم الترجمۃ ۲۴۳۹)

پانچویں صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□...... ماہِ ربیع الاول ۴۰۲ھ: میں حضرت ابوالحسین محمد بن عبداللہ بن حسن بصری ابن اللبان رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ''ابن اللبان'' کے نام سے مشہور تھے، ابوالعباس محمد بن احمد اثرم، ابنِ داسہ سے روایت کرتے ہیں، ابوبکر خطیب نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے، اور فرمایا ہے کہ آپ علم الفرائض میں سرچشمہ تھے، اور علم الفرائض میں کئی کتب تحریر کیں، ابواسحاق شیرازی فرماتے ہیں کہ ''ابن

اللبان فقہ اور فرائض کے امام تھے، اور ان دونوں فنون میں کئی کتب تحریر کیں، جن سے ائمہ اور علماء دلیل پکڑتے ہیں“

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۲۱۸، تحت رقم الترجمۃ ۱۲۷)

□……ماہِ ربیع الاول ۴۱۵ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن ادریس بن محمد بن ادریس بن سلیمان جرجرائی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ مشہور محدث محمد بن احمد مفید رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، بغداد میں احمد بن نصر ذراع، جرجان میں ابوبکر اسماعیلی، ابواحمد بن غطریف، اصبہان میں ابوبکر بن مقری، دمشق میں محمد بن احمد خلال سے روایت کرتے ہیں، ہناد بن ابراہیم نسفی، ابوحامد احمد بن محمد بن ماما الحافظ، عبدالصمد بن ابراہیم بخاری، احمد بن فضل باطرقانی اور ابوبکر محمد بن عبداللہ بن صالح عطار آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آخری عمر میں آپ بخارا منتقل ہوگئے تھے، علامہ ذہبی کے بقول آپ کی فہم وفراست لوگوں میں مشہور تھی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۳۸۳، تحت رقم الترجمۃ ۲۴۳)

□……ماہِ ربیع الاول ۴۲۸ھ: میں حضرت شیخ الاسلام ابوالحسن علی بن محمد بن ابراہیم بن حسین دمشقی حنائی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۳۷۰ھ میں ہوئی، آپ ”حنائی“ کے لقب سے مشہور تھے، حرمین، مصر اور شام میں عبدالوہاب کلابی، ابوبکر بن ابی الحدیث، ابوالحسین بن جمع، ابنِ فراس مکی، احمد بن ثرثال اور ابومحمد بن نحاس آپ کے اساتذہ ہیں، ابوسعد سمان، عبدالعزیز کتانی، سعد بن علی زنجانی اور سعداللہ بن صاعد رحبی آپ کے شاگرد ہیں، آپ کی جلالتِ شان اپنے زمانے میں معروف تھی، عبدالعزیز کتانی فرماتے ہیں کہ آپ کی تصانیف کثرت سے ہیں، اور عبادت گزار شخصیت تھے، آپ کا جنازہ بہت بڑا تھا، جمعہ کے بعد عصر کی نماز سے پہلے آپ کا جنازہ پڑھا گیا، اور ”بابِ کیسان“ میں آپ کو دفن کیا گیا، آپ مشہور محدث ابوالقاسم حسین حنائی کے بھائی، اور شیخ ابوطاہر محمد بن حسین شیخ السّلفی کے چچا تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۵۶۶، تحت رقم الترجمۃ ۳۷۳)

□...... ماہِ ربیع الاول ۴۳۴ھ: میں حضرت ابوحامد احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن دلویہ استوائی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۳۵۸ھ کے لگ بھگ ہوئی، آپ ''دلوی'' کے لقب سے مشہور تھے، ماوراء النہر کے شہر ''نیشا پور'' میں ابواحمد محمد بن محمد بن اسحاق حافظ، ابوالعباس احمد بن محمد بن اسحاق انماطی، ابوسعید عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب رازی اور محمد بن عبداللہ جورقی سے حدیث کی سماعت کی، پھر اس کے بعد بغداد تشریف لے آئے، اور امام دارقطنی سے سماعت کی، اور اس کے بعد بغداد کو ہی وطن بنالیا، یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی، ۲۸ ربیع الاول، منگل کی رات آپ کی وفات ہوئی، اور اگلے دن صبح ''شونیزی'' مقبرہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔

(تاریخِ بغداد ج۵ ص ۱۴۲، تحت رقم الترجمۃ ۲۵۶۶)

□...... ماہِ ربیع الاول ۴۵۰ھ: میں حضرت ابوالطیب طاہر بن عبداللہ بن طاہر بن عمر طبری شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۳۴۸ھ میں ''آمل'' کے مقام پر ہوئی، جرجان میں ابواحمد بن غطریف، نیشا پور میں مفقہہ ابوالحسن ماسرجسی، بغداد میں امام دارقطنی، موسیٰ بن عرفہ، علی بن عمر سکری اور معافی جریری سے حدیث کی سماعت کی، اس کے بعد آپ نے بغداد کو وطن بنالیا، اور یہی پر درس وتدریس اور افتاء اور افادہ واستفادہ کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا، قاضی صیمری کے بعد آپ ''کرخ'' کے قاضی بھی رہے، خطیب بغدادی، ابواسحاق، ابنِ بکران، ابومحمد بن آبنوسی، احمد بن حسن شیرازی، ابوسعد بن طیوری، ابوعلی بن مہدی، ابونصر بن محمد بن محمد بن احمد عکبری، ابوالعزی بن کادش نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوبکر اسماعیلی سے ملاقات وروایت کے لیے ''جرجان'' کا سفر کیا، میں جمعرات کے دن جرجان پہنچا، اور رات کو سرائے میں قیام کیا، اگلے دن ان کے بیٹے ابوسعد سے ملاقات کی، تو انہوں نے کہا کہ میرے والد ابوبکر اسماعیلی ابھی دوا پی کر آرام کررہے ہیں، آپ کل آنا،

تا کہ آپ ان سے روایت کر سکو، اگلے دن میں صبح سویرے ان کے گھر گیا، تو پتہ چلا کہ ابوبکر اسماعیل وفات پا گئے ہیں، ۱۰۲ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا، اس وقت بھی آپ کی عقل وفہم سلامت تھی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۱۷۱، تحت رقم الترجمة ۴۵۹)

□...... ماہِ ربیع الاول ۴۶۲ھ: میں حضرت ابوالفتح عبدالملک بن ابی القاسم عبداللہ بن ابی سہل بن قاسم بن ابی منصور بن ماح کروخی ہروی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

آپ ''کروخی'' کے لقب سے مشہور تھے، ''ہرات'' میں آپ کی ولادت ہوئی، قاضی ابو عامر ازدی، احمد بن عبدالصمد غورجی، عبدالعزیز بن محمد بن ابصر تریاقی، ابواسماعیل انصاری، محمد بن علی عمیری، حکیم بن احمد اسرائینی اور ابوعطاء ملیحی سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، سمعانی، ابنِ عساکر، ابن الجوزی، عبدالملک بن یاسد دولعی، زاہر بن رستم، ابواحمد بن سکینہ، ابنِ اخضر اوراحمد بن علی غزنوی نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، سمعانی فرماتے ہیں کہ آپ نیک صالح، دیندار، بہتر اوراچھی سیرت والے بزرگ تھے، مکہ مکرمہ میں ۲۵ ذی الحجہ ۵۴۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۲۰ ص ۲۷۴، تحت رقم الترجمة ۱۸۳)

□...... ماہِ ربیع الاول ۴۸۷ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن علی بن عبداللہ بن عمر بن خلف شیرازی نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۳۹۸ھ میں ہوئی، ابوعبداللہ حاکم، حمزہ مہلبی، عبداللہ بن یوسف اصبہانی، ابوطاہر بن محمش، ابوبکر بن فورک اورابوعبدالرحمٰن سلمی آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابنِ مقدسی، ابومحمد بن سمرقندی، اسماعیل بن محمد تیمی، عبدالغافر بن اسماعیل، وجیہ شحامی، فقیہ عمر بن صفار، احمد بن سعید میہنی اورابوسعد عبدالوہاب کرمانی آپ کے شاگرد ہیں، اسماعیل بن محمد حافظ فرماتے ہیں کہ ''آپ اچھی سیرت کے مالک تھے، اہلِ فضل اوراہلِ علم میں آپ کا شمار ہوتا تھا، اورعلم حاصل کرنے میں محتاط تھے، کمزور سے علم حاصل نہیں کرتے تھے'' سمعانی

فرماتے ہیں کہ ”آپ فاضل تھے، علمِ لغت، علمِ ادب، علمِ معانیِ حدیث کے ماہر تھے، اور تقویٰ ودینداری میں کمال کو پہنچے ہوئے تھے“

(سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص ۴۷۹، تحت رقم الترجمۃ ۲۴۲)

□ ...... ماہِ ربیع الاول ۴۸۹ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن احمد بن عبدالباقی بن منصور بغدادی دقاق رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ”ابن الخاضبہ“ کے نام سے مشہور تھے، مؤدبہ ابوطالب عمر بن محمد بن دلو، ابوجعفر بن مسلمہ، عبدالرحیم بن احمد بخاری، حافظ ابوبکر بن ثابت خطیب، ابومحمد بن ھزارمرد صریفینی، ابوالحسن بن نقور، عبدالصمد بن تمیم، ابوالحسین محمد بن مکی بن عثمانی ازدی اور ابوالغنائم محمد بن غراء سے حدیث روایت کرتے ہیں، قاضی ابوعلی بن سکرہ، ابوالفضل محمد بن طاہر، ابوالفتح بن بطی آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، سلفی فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالکرم خمیساحوزی سے ابنِ خاضبہ کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں فرمایا کہ ”آپ علمِ ادب میں ممتاز، علمِ حدیث میں سرچشمہ، زبانی دانی میں ماہر، خیر کے کاموں میں جامع تھے، میں نے بغداد میں آپ سے زیادہ اچھا حدیث کو قرائت کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا“

(سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص ۱۱۳، تحت رقم الترجمۃ ۲۱، تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۸، تحت رقم الترجمۃ ۱۰۴۴، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۴۴۸)

چھٹی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□ ...... ماہِ ربیع الاول ۵۰۷ھ: میں حضرت ابوالفضل محمد بن طاہر بن علی بن احمد مقدسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

شوال ۴۰۸ھ میں بیت المقدس میں آپ کی ولادت ہوئی، قدس، مصر، حرمین، شام، جزیرہ، عراق، اصبہان، جبال، فارس، بغداد، خراسان جیسے مشہور شہروں میں آپ نے علمِ حدیث حاصل کیا، مکہ مکرمہ میں ابوعلی حسن بن عبدالرحمٰن شافع، سعد زنجانی، ھیاج بن عبید، مدینہ منورہ میں حسین بن علی طبری، مصر میں ابوالحسن خلعی، ابواسحاق جبال، بغداد میں ابومحمد صریفینی، ابن

النقور، علی بسری، دمشق میں ابوالقاسم بن ابی العلاء، اصبہان میں محمد بن عبدالعزیز، عبدالوہاب بن ابی عبداللہ بن مندہ، جرجان میں اسماعیل بن مسعدۃ اسماعیلی، بیت المقدس میں فقیہ نصر، نیشاپور میں فضل بن محبّ، ہرات میں محمد بن ابی مسعود فارسی، عبدالرحمٰن بن عفیف کلار سے حدیث کی سماعت کی، ابومسعود عبدالرحیم حاجی فرماتے ہیں کہ میں نے ابنِ طاہر سے سنا کہ ''طلبِ حدیث میں دو مرتبہ میرے پاؤں خون آلود ہوئے، ایک مرتبہ بغداد میں اور دوسری مرتبہ مکہ مکرمہ میں، میں گرمی میں پیدل چلتا تھا، جس کی وجہ سے میرے پاؤں زخمی ہو جاتے، طلبِ حدیث کے سفر میں، میں کبھی سواری پر نہیں بیٹھا، اور اپنی کتابوں کو اپنی پیٹھ پر ہی اٹھاتا'' جمعہ کی دن آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۳۷۱، تحت رقم الترجمۃ ۲۱۳، تذکرۃ الحفاظ، ج ۴ ص ۲۷، طبقات الحفاظ، ج ۱ ص ۴۵۲)

☐...... ماہِ ربیع الاول ۵۱۴ھ: میں حضرت ابوعلی حسین بن محمد بن فیرہ بن حیون بن سکرہ صدفی اندلسی سرقسطی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابنِ سکرہ کے نام سے مشہور تھے، ابوالولید باجی اور محمد بن سعدون قروی، آپ کے مشہور اساتذہ ہیں، بصرہ میں عبدالملک بن شغبہ، جعفر بن محمد عبادانی، اُنبار میں ابوالحسن الخطیب، بغداد میں علی بن قریش، عاصم ادیب، مالک بانیاسی، واسط میں محمد بن عبدالسلام بن اُحمولۃ، دمشق میں فقیہ نصر سے حدیث کی سماعت کی، اندلس کے شہر ''قتندۃ'' کی جنگ میں ساٹھ سال کی عمر میں آپ کی شہادت ہوئی، باوجودیکہ آپ کے بھائی امیر ومالدار تھے، لیکن آپ نے فقر وفاقہ والی زندگی بسر کی، اور اپنے بعد بہت سے کتب چھوڑیں، اور دین کے بارے میں ایسے اصول چھوڑے، جو آپ کی حفظ وتقویٰ پر دلالت کرتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۳۷۸، تحت رقم الترجمۃ ۲۱۸، تذکرۃ الحفاظ، ج ۴ ص ۳۵، طبقات الحفاظ، ج ۱ ص ۴۵۵)

☐...... ماہِ ربیع الاول ۵۲۷ھ: میں حضرت ابوغالب احمد بن امام ابوعلی حسن بن احمد بن عبداللہ بن بناء بغدادی حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۵۴۵ھ میں ہوئی، آپ کو ابواسحاق برمکی اور قاضی ابوالطیب طبری سے اجازت حاصل ہے، ابومحمد جوہری، ابوالحسن بن حسنون نرسی، قاضی ابویعلیٰ بن فراء، ابوالغنائم بن مامون، ابوالحسین بن غریق سے حدیث کی سماعت کی، سلفی، ابنِ عساکر، ابوموسیٰ مدینی، ہبۃ اللہ بن مسعود باذبینی، ابوالفرج محمد بن ہبۃ اللہ وکیل، اسماعیل بن علی قطان، عمر بن طبرز نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص۶۰۴، تحت رقم الترجمۃ ۳۵۲)

□...... ماہِ ربیع الاول ۵۳۵ھ: میں حضرت شیخ الاسلام ابویعقوب یوسف بن ایوب بن یوسف بن حسین بن وہرہ ہمذانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت تقریباً ۴۴۰ھ میں ہوئی، اصبہان میں حمد بن ولکیز، بخاریٰ میں ابوالخطاب محمد بن ابراہیم طبری، سمرقند میں احمد بن محمد بن فضل فارسی، سے حدیث کی سماعت کی، علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ ”آپ نے علمِ حدیث کے متعلق کئی کتب تصنیف کیں، اور کثرت سے سفر کیے، لیکن وہ متفرق مختلف جگہوں پر تھیں، جس کو وہ لوگوں کے سامنے کثرتِ عبادت کی وجہ سے سامنے نہیں لاسکے“ ابوالحسین مقدسی سے کسی نے سوال کیا کہ ”کیا آپ نے کسی اللہ کے ولی کو دیکھا ہے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ہاں میں نے ”مروؔ“ کے مقام پر ایک واعظ کو دیکھا، جو اللہ کی طرف بلا رہا تھا، اس کو یوسف کہا جاتا تھا“ ابوسعد فرماتے ہیں کہ ”مجھے میرے شیخ یوسف نے یہ وصیت فرمائی کہ حکمرانوں کی مجلس میں نہ جایا کرو، اور جس چیز کو استعمال کرو، اس کو پہلے دیکھ لو کہ کہیں یہ حرام تو نہیں“

(سیر اعلام النبلاء ج۲۰ ص۶۹، تحت رقم الترجمۃ ۴۱)

□...... ماہِ ربیع الاول ۵۴۰ھ: میں حضرت ابوسعد احمد بن محمد بن احمد بن حسن بن علی بن احمد بن سلیمان بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت اصبہان میں صفر ۴۶۳ھ میں ہوئی، آپ مشہور محدثہ فاطمہ بنت البغدادی کے چھوٹے بھائی تھے، اپنے والد ابوالفضل کے علاوہ ابوالقاسم بن مندہ، عبدالوہاب،

عبدالجبار بن برزہ، حمد بن ولکیز، ابواسحاق طیان، ابنِ ماجہ ابہری، محمد بن عمر بن سسویہ، محمد بن بدیع حاجب، ابومنصور بن شکرویہ اور سلیمان بن ابراہیم سے حدیث کی سماعت کی، ابنِ ناصر، ابنِ عساکر، سمعانی، ابوموسیٰ مدینی، ابن الجوزی، ابنِ طبرزد، محمد بن علی قبیبی، اور محمد بن محمد بن بدرراانی نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، سمعانی فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ اور حافظ اور دیندار تھے، اچھی سیرت اور صحیح عقیدہ کے حامل تھے، سلف صالحین کے طریقے پر چلنے والے تھے، تکلف کو چھوڑنے والے اور روزے رکھنے والے تھے، حج سے واپسی کے سفر میں ''نہاوند'' کے مقام پر آپ کا انتقال ہوا، اور اصبہان منتقل کر کے آپ کی تدفین کی گئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۲۰ ص ۱۲۲، تحت رقم الترجمة ۷۳، تذکرة الحفاظ، ج ۴ ص ۵۵، طبقات الحفاظ، ج ۱ ص ۴۶۵)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۶۹ھ: میں حضرت ابویعقوب یوسف بن آدم بن محمد بن آدم مراغی دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۵۱۱ھ میں ہوئی، فراوی سے صحیح مسلم کی اجازت حاصل ہے، اگرچہ سماعت نہیں کی، اور دو مشہور محدثین عبدالرزاق جیلی اور محمد بن مشق نے آپ سے صحیح مسلم سنی، اس کے علاوہ شیخ سلامہ حداد اور ہلال بن محفوظ رسعنی آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

□......ماہِ ربیع الاول ۵۶۹ھ: میں حضرت ابویعقوب یوسف بن آدم بن محمد بن آدم مراغی دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۵۱۱ھ میں ہوئی، فراوی سے صحیح مسلم کی اجازت حاصل ہے، اگرچہ سماعت نہیں کی، اور دو مشہور محدثین عبدالرزاق جیلی اور محمد بن مشق نے آپ سے صحیح مسلم سنی، اس کے علاوہ شیخ سلامہ حداد اور ہلال بن محفوظ رسعنی آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۲۰ ص ۵۹۱، تحت رقم الترجمة ۳۷۱)

□......ماہِ ربیع الاول ۵۷۵ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن خیر بن عمر بن خلیفہ متونی اشبیلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۵۰۲ھ میں ہوئی، آپ کو اندلس کا عالم کہا جاتا تھا، نیز علمِ قرائت اور تجوید میں آپ کو مہارت حاصل تھی، اور آپ کو اس کا استاذ کہا جاتا تھا، شریح سے علم قرائت حاصل کیا، اور ان کے ساتھ طویل زمانے تک رہے، اور ان کے ذہین ساتھی تھے، اس کے علاوہ ابومرون باجی، قاضی ابوبکر بن عربی سے بھی سماعت کی، قرطبہ منتقل ہونے کے بعد ابوجعفر بن عبدالعزیز، ابوالقاسم بن بقی، ابنِ مغیث اور ابنِ ابی الخصال سے سماعت کی، آپ کی جنازہ میں بہت کثرت سے لوگ شریک ہوئے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۲۱ ص ۸۶، تحت رقم الترجمة ۳۴)

□...... ماہِ ربیع الاول ۵۸۸ھ: میں حضرت ابویاسر عبدالوہاب بن ہبۃ اللہ بن ابو یاسر عبدالوہاب بن علی بن ابی حبۃ بغدادی طحان رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۵۱۶ھ میں ہوئی، آپ ''ابنِ ابی حبۃ'' کے نام سے مشہور تھے، ہبۃ اللہ بن حصین، ابوغالب ابن البناء، ابوالحسین محمد بن قاضی ابی یعلیٰ، ہبۃ اللہ ابن الطبر، زاہر بن طاہر اور محمد بن حسین مزروقی سے حدیث کی سماعت کی، بہاء بن عبدالرحمٰن، عبدالعزیز بن صدیق اور احمد بن سلامہ نجار نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ ''آپ فقر وفاقہ کی زندگی بسر کرنے والے، اور جو مل گیا اس پر قانع رہنے والے، اور لوگوں سے سوال کرنے سے بچ کر رہنے والے تھے''

(سیر اعلام النبلاء ج ۲۱ ص ۲۲۸، تحت رقم الترجمة ۱۱۴)

□...... ماہِ ربیع الاول ۵۹۸ھ: میں حضرت ضیاء الدین عبدالملک بن زید بن یاسین بن زید بن قائد تغلبی ارقی موصلی دولعی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ دولعی کے لقب سے مشہور تھے، ۵۰۷ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، بغداد میں ابوالفتح عبدالملک کروخی سے سنن الترمذی، اور علی بن احمد بن محمویہ یزدی سے سنن النسائی کی سماعت کی، اس کے بعد آپ نے دمشق میں سکونت اختیار کی، جہاں پر فقیہ فضل اللہ بن محمد مصیصی اور عمر دھرا سے سماعت کی، ابوالطاہر ابن الانماطی، ابوالحجاج بن خلیل، شہاب قوصی اور تقی بن ابی

الیسر نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، جمال الدین محمد بن ابی الفضل دولعی کے بعد آپ کو دمشق کی خطابت سپرد کی گئی، اور یہیں پر آپ کی اکیانوے سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۲۱ ص ۳۵۱، تحت رقم الترجمة ۱۸۱)

ساتویں صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□...... ماہِ ربیع الاول ۶۰۷ھ: میں حضرت ابوعمر محمد بن احمد بن محمد بن قدامہ مقدسی جماعیلی حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۵۲۸ھ میں ''نابلس'' کے ایک گاؤں ''جماعیل'' میں ہوئی، پھر آپ کے والدین اور عزیز واقارب افرنگیوں کے مظالم کی وجہ سے اپنا سارا مال ومتاع وغیرہ چھوڑ کر دمشق منتقل ہو گئے تھے، ابوالمکارم بن ہلال، سلمان بن علی رجبی، ابوالفہم بن ابی العجائز سے حدیث کی سماعت کی، اس کے علاوہ مصر میں ابنِ بری، اسماعیل زیات سے علمِ حدیث حاصل کیا، شیخ موفق الدین، اور آپ کے دونوں بیٹے عبداللہ اور عبدالرحمٰن، اور ضیاء، ابنِ خلیل، زکی منذری، قوصی اور ابنِ عبدالدائم نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، حافظ ضیاء نے دو اجزاء میں آپ کی سوانح کو جمع کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ''آپ جب بھی کسی دعا کو سنتے، اور اس کو یاد کر لیتے، اور اس کے الفاظ کے ذریعے دعاء کرتے، اور جب بھی کوئی حدیث سنتے، اس پر عمل کرے، بڑھاپے میں بھی رات کو سو رکعات نوافل پڑھنے کا معمول تھا، جوانی سے لے کر بڑھاپے تک کبھی قیام اللیل ترک نہیں کی'' حافظ ضیاء فرماتے ہیں کہ ''آپ جب بھی کسی گناہ کے کام کو دیکھتے، تو اس کے ازالہ کی کوشش کرتے، اور خلیفہ وگورنر کو اس کی طرف متوجہ کرتے، یہاں تک کہ میں نے بعض حکمرانوں سے یہ بات سنی کہ یہ شیخ ہماری مملکت کی حکمرانی میں ہمارے شریک ہیں''

(سیر اعلام النبلاء، ج ۲۲ ص ۹، تحت رقم الترجمة ۱)

□...... ماہِ ربیع الاول ۶۱۲ھ: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن سلیمان بن داؤد بن حوط اللہ

انصاری حارثی اندلسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۵۴۹ھ میں ہوئی، ابنِ ہذیل، ابوالقاسم بن حبیش، سہیلی، ابن الجد، ابن زرقون اورابنِ بشکوال سے حدیث روایت کرتے ہیں، اس کے علاوہ آپ کوسکندریہ میں ابوالطاہر بن عوفکی، اوردمشق میں ابوطاہر خشوعی سے اجازت حاصل ہے، آپ نے بخاری، مسلم، سنن ابی داؤد، سنن الترمذی اورسنن النسائی کے رجال پر ایک مستقل کتاب بھی لکھی ہے، علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ ''آپ خطیب، بلیغ، شاعر اورنحوی تھے، علمِ قرائت اور عربی میں آپ کومہارت حاصل تھی، اورمراکش میں آپ نے منصور کی اولاد کی تعلیم وتربیت کی، اورقرطبہ کے قاضی بھی رہے''

(سیر اعلام النبلاء، ج۲۲ص ۴۲، تحت رقم الترجمة ۲۹)

□ ...... ماہِ ربیع الاول ۶۲۳ھ: میں حضرت ابوالمحاسن محمد بن سید بن فارس بن سعد بن حمزہ بن ابی لقمہ انصاری دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ''ابنِ ابی لقمہ'' کے نام سے مشہور تھے، اورآپ کی ولادت شعبان ۵۲۹ھ میں ہوئی، فقیہ ابوالفتح نصراللہ بن محمد مصیصی، ہبۃ اللہ بن طاوس مقری، قاضی منتخب ابوالمعالی محمد بن علی قرشی، عبدان بن زرین ملقن، بہجۃ علی بن عبدالرحمٰن صوری، ابوالقاسم خضر بن عبدان ازدی اورنصر بن احمد بن مقاتل سے حدیث کی سماعت کی، اس کے علاوہ ابوعبداللہ بن سلال، علی ابن صابغ، ابومحمد سبط الخیاط، ابوالفضل ارموی، محمد بن احمد طرائفی اورابوالفتح کروخی سے آپ کی اجازت حاصل ہے، بہاء عبدالرحمٰن، ضیاء محمد، سیف بن مجد، زکی برزالی، احمد بن یوسف فاضلی، شمس ابن الکمال، تقی ابن الواسطی، عز بن الفراء، عز بن العماد، تقی بن مؤمن، خضر بن عبدان اورابوالمعالی ابرقوہی نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، عمر بن حاجب فرماتے ہیں کہ ''آپ نیک صالح تھے، خیر کے جامع اورکثرت سے طلب کرنے والے تھے، آپ کی زبان اکثر ذکر میں مشغول رہتی، طلبائے دین سے محبت کرتے، کریم النفس تھے''

(سیر اعلام النبلاء، ج۲۲ص ۲۹۹، تحت رقم الترجمة ۲۶۱)

□...... ماہِ ربیع الاول ۶۳۳ھ: میں حضرت ابوالخطاب عمر بن حسن بن علی بن جمیل کلبی دانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابنِ دحیہ کلبی کے نام سے مشہور تھے، ابوعبداللہ ابار فرماتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے، ابوبکر بن جد، ابوالقاسم بن بشکوال، ابوعبداللہ بن مجاہد، ابوعبداللہ بن زرقون، ابوالقاسم بن حبیش، ابومحمد بن عبیداللہ، ابومحمد بن بونہ آپ کے اساتذہ ہیں، اس کے علاوہ مصر میں ابوالقاسم بوصیری سے، اصبہان میں ابوجعفر صیدلانی سے، نیشاپور میں منصور فراوی سے حدیث کی سماعت کی، آپ کو علمِ نحو، علم لغت میں بڑی مہارت تھی، اس کے علاوہ حدیث سے خاص شغف تھا، اور امام مالک کے مسلک کے پیروکار تھے، آپ خود فرماتے ہیں کہ میں نے پوری صحیح مسلم کو زبانی یاد کیا، منگل کی رات آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء، ج ۲۲ ص ۳۸۹ الیٰ ۳۹۴، تحت رقم الترجمۃ ۲۴۸)

□...... ماہِ ربیع الاول ۶۴۳ھ: میں حضرت منتجب الدین بن ابی العز بن رشید ہمذانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ دمشق میں رہتے تھے، اور شیخ القراء سمجھے جاتے تھے، آپ نے علمِ قرائت کی مشہور کتاب ''شاطبیہ'' کی ایک مفید شرح لکھی، اس کے علاوہ ''المفصل'' کی بھی شرح لکھی، اور اعرابِ قرآن پر بھی آپ کی ایک تصنیف ہے، ابنِ طبرزذ اور کندی آپ کے اساتذہ ہیں، اور صائن واسطی اور نظام تبریزی آپ کے شاگرد ہیں، ابوشامہ فرماتے ہیں کہ ''آپ قاری مقری اور مجود تھے، کندی اور ابوالجود سے علمِ قرائت حاصل کیا، اور ہمارے شیخ سخاوی سے بھی شاطبیہ کے بارے میں تعلیم حاصل کی''

(سیر اعلام النبلاء، ج ۲۳ ص ۲۲۰، تحت رقم الترجمۃ ۱۳۷)

□...... ماہِ ربیع الاول ۶۵۵ھ: میں حضرت ابوعبداللہ شرف الدین محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی الفضل سلمی مرسی اندلسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ''مرسیۃ'' میں پیدا ہوئے، اور مشہور محدث ابو محمد بن عبید اللہ حجری سے ''موطأ'' ۵۹۵ھ میں سنی، عبدالمنعم بن فرس بھی آپ کے اساتذہ میں داخل ہیں، اس کے بعد آپ نے حج کیا، اور عراق، خراسان، شام، مصر وغیرہ کے اسفار کیے، اور منصوری فراوی، مؤید طوسی، زینب شعریہ اور عبدالعزیز بن محمد ہروی سے حدیث کی سماعت کی، ابنِ نجار، محبّ طبری، دمیاطی، قاضی حنبلی، قاضی کمال الدین مالکی، شرف الدین فزاری خطیب، ابوالفضل اربلی، عماد ابن البالسی، محمد بن مہتار، بہاء الدین ابراہیم بن مقدسی، اور بہت سے حضرات نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، شریف عزالدین ''الوفیات'' میں فرماتے ہیں کہ ''مرسی کی وفات ربیع الاول ۶۵۵ھ میں ہوئی، اور آپ دمشق کی طرف جارہے تھے، اور آپ کو ''الزعقۃ'' کے مقام پر دفن کیا گیا، اور بڑے علماء میں شمار ہوتے تھے، جن کو کئی علوم میں معرفت حاصل تھی، اور آپ کی کئی مفید تصنیفات ہیں''۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۲۳ ص ۳۱۲ الیٰ ۳۱۸، تحت رقم الترجمۃ ۲۲۰)

□......ماہِ ربیع الاول ۶۸۳ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن احمد بن عبدالرحمٰن بن ربیع اشعری اندلسی مالقی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

صحیح بخاری ابنِ شحنہ سے سماعت کی، اور مکہ میں رضی طبری سے اور ''ثغر'' میں عبدالرحمٰن بن مخلوف ربعی سے سماعت کی، علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ ''آپ اچھی سیرت کے مالک تھے، اور علوم کو اچھی طرح سمجھتے تھے، اور آپ میں دین داری اور خیر تھی'' چالیس سال کی عمر میں شعبان ۷۲۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی، ج۲ ص ۲۰۳)

آٹھویں صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......ماہِ ربیع الاول ۷۰۶ھ: میں حضرت ابو محمد صالح بن تامر بن حامد جعبری شافعی فرضی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۶۳۰ھ میں ہوئی، بعض حضرات کے بقول ۶۲۸ھ میں ہوئی، یوسف بن خلیل، محمد بن ابی القاسم قزوینی اور ابوعلی بکری سے روایت کرتے ہیں، علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ آپ فقیہ تھے، امام تھے، متواضع تھے، تقویٰ وتزکیہ کے حامل تھے، عمر کے بڑے حصے میں فتویٰ اور درس وتدریس سے وابستہ رہے، اور علم الفرائض کو اشعار کی صورت میں ایک کتاب میں جمع کیا''

(معجم الشیوخ الکبیر للذھبی ج ۱ ص ۳۰۴)

☐......ماہِ ربیع الاول ۷۵۸ھ: میں حضرت شہاب الدین ابوالعباس احمد بن مظفر بن ابی محمد بن مظفر بن بدر نابلسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت رمضان ۶۷۵ میں ہوئی، اور بڑے بڑے مشاہیر سے علمِ حدیث حاصل کیا، علی مجد یوسف بن محمد بن مہتارہ سے صحیح بخاری کی پہلی جلد کی سماعت کی، زینب بنت مکی سے مسند احمد کی ثلاثیات کی سماعت کی، اس کے علاوہ شرف ابن عساکر اور عمر بن قواس سے سماعت کی، حافظ ذہبی نے آپ سے سماعت کی۔

(طبقات الحفاظ للسیوطی ج ۱ ص ۵۲۷، تحت رقم الترجمۃ ۱۱۵۰، ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج ۱ ص ۴۰۲، تحت رقم الترجمۃ ۷۸۹)

☐......ماہِ ربیع الاول ۷۶۵ھ: میں حضرت عبداللہ بن محمد بن احمد بن خلیف بن عیسیٰ بن بدر بن عساس بن یوسف انصاری خزرجی عبادی سعدی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

۲۴ شوال ۶۹۸ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، احمد بن ابی طالب سے صحیح البخاری کی سماعت کی، شیخ برہان الدین ابراہیم فزار اور محمد بن عمر بن خواجا اور احمد بن حمود حرانی سے صحیح مسلم کی سماعت کی، اس کے علاوہ مکہ میں ابواسحاق ابراہیم بن محمد صیرفی، قاہرہ میں علی بن عمروانی، ابوالمحاسن یوسف بن عمر ختنی، یونس بن ابراہیم دبابیسی، دمشق میں ابومحمد قاسم بن مظفر بن عساکر، ابونصر محمد بن محمد بن محمد بن شیرازی، اسکندریہ میں عبدالرحمٰن بن مخلوف سے، بغداد میں محمد بن عبدالمحسن بن دوالیبی سے حدیث کی سماعت کی، امام ذہبی، ابومحمد

عبداللہ بن احمد بن محبّ، ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم وانی، حافظ تقی الدین ابوالمعالی محمد بن رافع نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج۲ص ۵۳، تحت رقم الترجمۃ ۱۱۳۹)

□ ......ماہِ ربیع الاول ۷۷۴ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابراہیم بن یوسف عثمانی دیباجی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۷۱۳ھ میں ہوئی، آپ کی پرورش دمشق میں ہوئی، پھر آپ مصر تشریف لے گئے، اور مشاہیر کی ایک بڑی جماعت سے طلبِ علم کیا، اور علمِ فقہ اور کئی علوم میں مہارت حاصل کی، اور مدرسہ منصوریہ میں تفسیر کی تدریس کی، حافظ ابنِ عراقی فرماتے ہیں کہ ’’آپ علمِ تفسیر، فقہ، اصولِ فقہ اور تصوف میں مہارت رکھتے تھے، اور وعظ ونصیحت بھی کرتے تھے، اور کثرت سے عبادت کرتے تھے، بعض حضرات نے فرمایا کہ ’’جب آپ کی وفات کا وقت آیا، تو آپ نے فرمایا کہ یہ میرے رب کے فرشتے آئے ہیں، اور مجھے جنت میں محل کی بشارت دے رہے ہیں، اس کے بعد آپ نے السلام علیکم بار بار کہنا شروع کیا، پھر فرمایا کہ میرے کپڑے اتار دو، کیونکہ فرشتے میرے لیے جنت کا لباس لائے ہیں، اور ان پر بہت زیادہ خوشی طار ہوگئی، اور اسی حالت میں ان کی وفات ہوگئی، آپ کے جنازے میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد شریک ہوئی‘‘

(طبقات الشافعیۃ لابنِ قاضی شہبۃ، ج۳ص ۱۱۳)

ختم شد

تو عاشقِ رسول ہے

جو ظاہراً تو پھول ہے		پر باطناً ببول ہے
آنکھوں میں جھونکے دھول ہے		یہ فلسفہ فضول ہے
محیرالعقول ہے		تو عاشقِ رسول ہے
سر پر تیرے انگریزی بال ہیں		سنت سے خالی تیرے گال ہیں
سمجھا ہے تو اسے جمال		ہے خام تیرا یہ خیال
یہ صرف تیری بھول ہے		تو عاشقِ رسول ہے
مانا غمِ فراق ہے		یہ دوری تجھ پہ شاق ہے
طیبہ کا اشتیاق ہے		لیکن یہ کیا مذاق ہے
فساق میں شمول ہے		تو عاشقِ رسول ہے
حرص وہوس کی پیاس ہے		گناہ تجھ کو راس ہے
عیسائیوں سی شکل ہے		انگریز سا لباس ہے
منافقت اصول ہے		تو عاشقِ رسول ہے
ناواقف فنا ہوا		سر کبر سے تنا ہوا
بجاریٔ انا ہوا		فرعون ہے بنا ہوا
نا قابلِ قبول ہے		تو عاشقِ رسول ہے
مانا کہ تو شریف ہے		ہر ظلم کا حریف ہے
پر اس کو کیا کریں بھلا		حد درجہ تو نحیف ہے
اب عشق خود ملول ہے		تو عاشقِ رسول ہے
مدحت سرائی خوب کر		نعتیں بھی خوب لکھ مگر
کرتا ہو قصہ مختصر		گر پاس تیرے اے اثر
حسنِ عمل کا پھول ہے		تو عاشقِ رسول ہے

اصحابِ رسول

دین وملت کے طرفدار تھے اصحابِ رسول	ہستی ٔ کفر سے بیزار تھے اصحابِ رسول
رحمتِ حق کے طلبگار تھے اصحابِ رسول	دینِ قیم کے نگہدار تھے اصحابِ رسول
زندگی ان کی بسر خدمتِ ملت میں ہوئی	کفر سے برسرپیکار تھے اصحابِ رسول
حبِّ یارانِ نبی پاک کے جذبے کے سبب	سب کے سب پیکرِ ایثار تھے اصحابِ رسول
ان کی سطوت کے گواہ آج بھی ہیں بدروحنین	بخدا ایسے فدا کار تھے اصحابِ رسول
ان کے ہر عزم وعمل سے تھا ہراساں باطل	بالیقین غالبِ کفار تھے اصحابِ رسول
کرتے تھے جان وزرومال نچھاور حق پر	عدل وانصاف کی سرکار تھے اصحابِ رسول
ان کی ہیبت سے ہوئی شوکتِ کسریٰ نابود	کیا ہی جاں باز تھے، جرّار تھے اصحابِ رسول
ان پہ راضی ہے خدا اور خدا کا محبوب	اپنے اللہ کے دلدار تھے اصحابِ رسول
دشمنِ دیں پہ جھپٹ پڑتے تھے شیروں کی طرح	رب قہار کی تلوار تھے اصحابِ رسول
کیوں نہ ہو دہر میں نام ان کا فروزاں انورؔ	عاشقِ سیدِ ابرار تھے اصحابِ رسول

(حافظ نور محمد انور)